READING SECTION
Online Library For Pakistan
WWW.PAKSOCIETY.COM
پاک سوسائٹی ڈاٹ کام
www.paksociety.com
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
PAKSOCIETY

www.paksociety.com

بیاد ـــــ زینب النساء
فرحت آراء

مدیر اعلیٰ ـــــ مشتاق احمد قریشی
مدیرہ ـــــ قیصر آرا
نائب مدیرہ ـــــ سعیدہ نثار
مدیرہ معاونین ـــــ ندا رضوان
مدیر خصوصی ـــــ طاہر احمد قریشی

مجلس مشاورت

اقرا صغیر احمد	طلعت نظامی
نازیہ کنول نازی	نزہت جبیں ضیاء
سمیرا شریف طور	نادیہ فاطمہ رضوی
راحت وفا	عثمان عبداللہ

جلد 02
شمارہ 08
جون 2017

اشتہارات اور دیگر معلومات
0300-8264242

infohijab@aanchal.com.pk

aanchalpk.com

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

اس شمارے میں

پبلشر: مشتاق احمد قریشی پرنٹر: جمیل حسن ابن حسن پرنٹنگ پریس
ہاکی اسٹیڈیم کراچی [illegible] 74400

WWW.PAKSOCIETY.COM
WWW.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
RSPK.PAKSOCIETY.COM
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

Downloaded From Paksociety.com

سرورق: عظمیٰ راؤ ...... آرائش: روز بیوٹی پارلر..... عکاسی: موسیٰ ر

مستقل سلسلے

خط وکتابت کا پتہ: "آنچل" پوسٹ بکس نمبر 75 کراچی 74200 فون: 021-35620771/2
فیکس: 021-35620773 یکے از مطبوعات نئے افق پبلی کیشنز ای میل Infohijab@aanchal.com.pk

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com
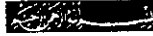
editorhijab@aanchal.com.pk
www.facebook.com/EDITORAANCHAL

مدیرہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

جون ۲۰۱۷ء کا حجاب حاضرِ مطالعہ ہے۔

آپ سب بہنوں کو میری اور میری ٹیم کی جانب سے رمضان المبارک کا بابرکت مہینہ مبارک ہو۔ اللہ سبحان وتعالیٰ ہم سب کو اس ماہ کی برکت وفضیلت سے فیض یاب ہونے کی توفیق عطا فرمائے آمین۔ رمضان المبارک کے بابرکت مہینے کی آمد سے پہلے ہی ہر مسلمان روزمرہ کے کاموں سے تھوڑا اجتناب برتا ہے اور خود کو اس مہینے کی عبادت کے لیے تیار کرلیتا ہے اس لیے رمضان شروع ہوتے ہی ہر شخص نوافل، تسبیحات و درود پاک کی کثرت کرنے لگتا ہے تاکہ وہ زیادہ سے زیادہ اپنے اعمال سوار سکے اور اس ماہ کی برکتیں اپنے دامن میں سمیٹ سکے اگر آپ ان کاموں کے ساتھ اپنے غریب رشتہ داروں، ہمسایوں کو بھی یاد رکھیں تو یہ بھی آپ کے نیک اعمال میں شمار ہوگا اور پھر عمل کا دارومدار تو نیت پر ہے جو آپ کو اللہ سبحان وتعالیٰ کا محبوب بندہ بنا سکتا ہے۔ حقوق العباد سے تو ہر مسلمان ہی واقف ہے اس لیے رنجشوں کو دور کرتے ہوئے دلوں میں وسعت پیدا کریں آپس میں ساتھ رہنے کا درس اسلام ہمیں دیتا ہے اس ماہ مبارک میں اگر ہم نفرتوں کو دور کرتے ہوئے آپس میں مل بیٹھیں تو اس کا ثواب بھی تو ہمارے ہی کھاتے میں جمع ہوجائے گا اور کون جانے ہمارا کون سا عمل ہماری بخشش کا ذریعہ بن جائے اللہ سبحان وتعالیٰ ہم سب کی مشکلیں آسان فرمائے اور اس ماہِ مبارک کی تمام رحمتیں، برکتیں اور فضیلتیں حاصل کرنے میں کامیاب فرمائے آمین۔

اب کچھ حجاب کی بات ہوجائے آپ بہنیں جس طرح آنچل کو سجانے سنوارنے میں ہمارے ہم قدم ہیں اسی طرح حجاب میں بھی آپ کی شمولیت ہمارے لیے لازم وملزوم ہے۔ ہماری کوشش یہی ہے کہ بہتر سے بہتر تحریر حجاب میں شامل کی جائے ہم اس میں کہاں تک کامیاب ٹھہرے آپ ہی بتائیں گے آپ بہنیں ہر ماہ کی پندرہ تاریخ تک اپنی نگارشات حجاب کے لیے ارسال کردیا کریں ان شاء اللہ جولائی 2017ء کا شمارہ عید نمبر ہوگا۔ عید کے دن آپ کی کیا مصروفیات رہیں عیدی دینے اور لینے میں آپ کے کیا احساسات تھے اگر آپ بہنیں چاہیں تو اپنے احساسات چند صفحات پر تحریر کرکے بھیج سکتی ہیں۔

آیئے اب چلتے ہیں اس ماہ کے ستاروں کی جانب:۔

نورعین، سیمابنت عاصم، حمیرا نوشین، ثمرین ادریس، ثناء منیر کھوکھر، فضہ ہاشمی، سمیعہ عثمان، نمرہ فرقان، زینب اصغر مغل، مونا شاہ قریشی، مصباح مسکان، عائشہ تنویر۔

اگلے ماہ تک کے لیے اللہ حافظ۔

دعاگو

قیصر آرا

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

حمد

اک حرف کن سے لا وجود کو وجود لایا
آدم کو عبد اور خود کو معبود بنایا
کردار مکمل تھا اس اول و آخر کا
شاہد کے لیے رب نے مشہود بنایا
کہا رحمت اللعالمین معراج عطا کر دی
اک انہی کی خاطر مقام محمود بنایا
جہالت کے اندھیروں میں شمع محبوب جلائی
دی فتح مبیں حبیب کو مقصود بنایا
ورفعنا لک ذکرک کہہ کے شان دکھائی
اک منفرد سا خود کو مسجود بنایا
بچپن ہو جوانی ہو یا کہ وقت وصال آخر
پابند سلاسل اسے معہود بنایا
راضی برضا رہنا کوثر کی تمنا ہے
صد شکر مدح میں گم ہست و بود بنایا

کوثر خالد

نعت

آنے والوں یہ تو بتاؤ شہر مدینہ کیسا ہے
سر ان کے قدموں میں رکھ کر جھک کر جینا کیسا ہے
گنبد خضرا کے سائے میں بیٹھ کے تم تو آئے ہو
اس سائے میں رب کے آگے سجدہ کرنا کیسا ہے
دل آنکھیں اور روح تمہاری لگتی ہیں سیراب مجھے
ان کے در پر بیٹھ کے آب زمزم پینا کیسا ہے
دیوانو آنکھوں سے تمہاری اتنا پوچھ تو لینے دو
وقت دعا روضے پر ان کے آنسو بہانا کیسا ہے
اے جنت کے حقدارو مجھ منگتے کو یہ بتلاؤ
ان کی سخاوت سے دامن کو بھر کر آنا کیسا ہے
لگ جاؤ سینے سے میرے طیبہ سے تم آئے ہو
دیکھ لوں میں بھی آپ کو اب یہ دوری سہنا کیسا ہے
وقت رخصت دل کو اپنے چھوڑ وہاں تم آئے ہو
یہ بتلاؤ عشرت ان کے گھر سے بچھڑنا کیسا ہے

عشرت گودھروی

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

زینب احمد

ساجدہ

ڈیئر قارئین آنچل وحجاب اسٹاف اور لکھاری بہنوں کو میرا پیار بھرا اسلام کسی سیانے نے کہا ہے کہ ''بری صحبت سے لاکھ درجے بہتر تنہائی ہے اسی طرح اچھی صحبت اختیار کرنے کی کوشش کرتے رہنا چاہیے تو میں نے سوچا کہ قارئین لکھاریوں اور اسٹاف سے بڑھ کر اچھی صحبت کون سی ہوگی سو فوراً اس محبت کو اپنانے کے لیے اپنا تعارف لکھ بھیجا پلیز ضرور جگہ دیجیے گا ہاں جی تو مجھے ساجدہ کہتے ہیں پیار سے کوئی ساجی، سجنی، ساجو بولتے ہیں میری تاریخ پیدائش 13 اپریل ہے میرا برج حمل ہے اس لیے کسی حد تک شدت پسند ہوں، ہم تین، بہن بھائی ہیں اور میرا نمبر آخری ہے میں نے گریجویشن کیا ہے پھر چند سال پرائیویٹ اسکول میں جاب کی اور آج کل گھر میں فارغ ہوتی ہوں رنگت گوری ہے بال لمبے آنکھیں براؤنش گرین ہیں اچھی خاصی اٹریکٹیو پرسنالٹی ہوں (اپنے منہ میاں مٹھو) مجھے سب کلر پسند ہیں مگر کالا اور پیلا میرا فیورٹ ہے اور میں جو بھی رنگ پہنوں مجھے سوٹ کرتا ہے یہ میں نہیں لوگ کہتے ہیں میں لونگ ہوں کیئرنگ ہوں کسی کو دکھ میں نہیں دیکھ سکتی پوری کوشش کرتی ہوں کہ دوسروں کے کام آسکوں، ساری نمازیں پڑھتی ہوں مگر کبھی سفر پہ ہوں تو تھوڑی بہت ڈنڈی مار لیتی ہوں خامیاں بھی ہیں میں جھوٹ نہیں بولتی مجھ سے بناوٹ نہیں ہوسکتی صاف گو ہوں، کسی حد تک ضدی ہوں، جذباتی ہوں مگر کمپرومائزنگ بھی ہوں مجھے ہائر اسٹڈیز کا بہت شوق تھا ریگولر پڑھنے کی اجازت نہیں ملی اور پرائیویٹ اسٹڈیز کا میرا دل نہیں مانتا مجھے آئس کریم بہت پسند ہے مگر اسٹرابری فلیور کے علاوہ مجھے اپنے رب سے بہت محبت ہے اور اس کے نبی ﷺ سے تو عشق ہے میری زندگی کی سب سے بڑی خواہش ہے کہ میں حج کروں اور آپ ﷺ کے روزے مبارک پر حاضری دوں آپ بھی دعا کرنا کہ اللہ تعالیٰ مجھے جلد یہ سعادت نصیب کرے، آمین۔ میری پسندیدہ نعت زمین میلی نہیں ہوتی ہے دوستوں میں میری بیسٹ فرینڈ خولہ تھی جو کہ بدقسمتی سے اس دنیا میں نہیں باقی آسیہ اور نائلہ شادی کے بعد بے وفا ہوگئیں اب باقی ہیں میری ساجو اور غزالہ جن میں سے اپنی ہر بات شیئر کرتی ہوں اور مجھے ان سے بہت بہت پیار ہے ارے ایک نام تو رہ گیا رباب وہ میری چھوٹی بہنوں جیسی ہے میرا ہر مسئلہ چٹکیوں میں حل کرتی ہے سب کچھ کھا پی لیتی ہوں پہننے میں ساڑھی بہت پسند ہے شلوار سوٹ تو فیورٹ ہے پسندیدہ ناول ''یہ چاہتیں یہ شدتیں'' اور ''پیر کامل ﷺ'' ہیں۔ آنچل سے رشتہ بہت پرانا ہے جب میں نے عفت سحر کا ناول پڑھا مجھے ناول کا نام تو یاد نہیں پر اس کے کردار نوفل اور صبا یاد ہیں بس وہ دن گیا اور یہ دن آیا آنچل میرا سب سے اچھا ساتھی ہے پسندیدہ رائٹرز میں عفت سحر طاہر، عشنا کوثر سردار، نازیہ کنول، سمیرا شریف، عمیرہ احمد، سباس گل، اقرا صغیر، عالیہ حرا شامل ہیں آپ کو ایک راز کی بات بتاؤں میں ہمیشہ کہانیوں کا اینڈ پہلے پڑھتی ہوں جس کا اینڈ خوشگوار وہ سب سے پہلے اور جس کا دکھی اینڈ ہو وہ سب سے آخر میں پڑھتی ہوں ہے ناں مزے کی بات، بس میں ایسی ہی ہوں بچپن میں بہت شریر تھی مگر اب گردش حالات نے ڈیسنٹ بنا دیا ہے۔ اب بھی جب موڈ میں ہوں تو سب کو بہت تنگ کرتی ہوں خاص طور پہ ساجو کو اور وہ چڑ جاتی ہے اور پھر کہتی ہے لگتا ہے کوئی خوش خبری ہے (ہے ناں پاگل) میں اپنی دوستوں کے بارے میں بہت پکی ہوں تحفے لینے اور دینے دونوں پسند ہیں مگر دینے میں زیادہ مزہ آتا ہے سرپرائز دینے کا بھی بہت مزہ آتا ہے مگر ایسا سرپرائز جس سے اگلے بندے کو خوشگوار حیرت ہو یہ ناں کہ مجھے دیکھ کر کڑوے کریلے سامنہ بنائے میرے ساتھ ایک مسئلہ ہے کہ میں پہلی ملاقات میں فری نہیں ہوسکتی جس کی وجہ سے لوگ مجھے مغرور سمجھتے ہیں مگر جب بعد میں مجھ سے مزید ملنے کے بعد ان کی سوچ تبدیل ہوجاتی ہے میں پہلی بار شرکت کر رہی ہوں پتا نہیں آپ کو کیسا لگا آخر میں پڑھنے والوں کو ایک پیغام کہ اپنے ماں باپ کی دل وجان سے عزت وخدمت اور پیار کریں کیونکہ ان کا نعم البدل کہیں بھی نہیں ہے والدین کی اہمیت مجھ جیسے بدنصیب لوگوں سے پوچھیں جو اس دولت سے محروم ہیں ماں باپ کے بغیر زندگی سزا جیسی ہوتی ہے اب اجازت چاہتی ہوں اپنی نظم کے ساتھ اللہ حافظ پھر ملیں گے۔

میں
کہ جس کی چاہت کی
اک دنیا دعویدار تھی

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

آج اس قدر تنہا ہوئی
کہ
اس کے ساتھ کی خواہش کی
جسے سوچنا بھی کبھی میں نے گناہ جانا

شہزینہ میر

میری طرف سے تمام آنچل اسٹاف اور پڑھنے والوں کو السلام علیکم پہلی دفعہ انٹری دی ہے پلیز مایوس نہ کیجیے گا میرا نام شہزینہ میر ہے، میرا تعلق گوجرانوالہ سے ہے میری تاریخ پیدائش 23 اکتوبر 1993ء ہے اس طرح میرا اسٹار Libra ہے اسٹارز پر یقین بالکل بھی نہیں ہے لیکن کبھی کبھار پڑھ لیتی ہوں۔ ہم تین بہنیں اور تین بھائی ہیں میں سب سے چھوٹی ہوں اور اگر کسی سے میرا تعارف کرایا جائے تو یہ الفاظ ہوتے ہیں "یہ ہے ہمارا سب سے چھوٹا پیس" جیسے کوئی شو پیس ہی ہو گئی سب مجھ پر خوب رعب جماتے ہیں ایسے میں، میں یہ ضرور سوچتی ہوں کاش میرا بھی کوئی چھوٹا بہن، بھائی ہوتا تو پورا بدلہ لیتی، ویسے امی، ابو خوب لاڈ اٹھاتے ہیں۔ دو بھائی اور دو بہنیں شادی شدہ ہیں اور مابدولت کی چند ماہ میں متوقع ہے پڑھنے کے معاملے میں بے حد شوقین واقع ہوئی ہوں لیکن امی کی وفات کے بعد ایف ایس سی پر ہی اکتفا کیا ہے۔ جی ہاں حال ہی میں میں نے سیکنڈ ایئر کے ایگزامز دیے ہیں، آنچل سے پچھلے دو سال سے وابستہ ہوں آئی لو یو آنچل، رنگوں میں گلابی، سیاہ، سرخ پسندیدہ رنگ ہیں۔ کھانے میں مسالے دار چیزیں بالکل پسند نہیں۔ کرکٹ کی جنون کی حد تک شوقین ہوں اگر بھی سب کھیلیں تو میری ٹیم ہی جیتتی ہے ایک دفعہ سب کے سامنے دومن کرکٹ ٹیم میں شمولیت کا ذکر کر دیا (آج تک پچھتاتی ہوں) اور یہ ہو کیسے سکتا ہے کہ نمرہ کی زبان میں کھجلی نہ ہو فٹ سے بولی (پی سی بی) والوں نے مشکل سے ایک انضمام الحق کو ریٹائر کیا ہے اب ایک اور کی گنجائش نہیں ہے (ہائے) دل توڑ دیا پکڑ کے نگوڑی (کزن) نے (کیا ہوا جو تھوڑی سی صحت مند ہوں؟) دل ہی دل میں خوب گالیوں سے نوازا (پیار سے) اعجاز بٹ کی جانشیں نہ ہو تو نمرہ اور فوزیہ درانی کو (کزنز) ایڈوانس میں "ہیپی برتھ ڈے" اور کائنات پلیز پلیز لالہ موسیٰ کے کم چکر لگایا کرو تمہاری لنگوٹیا یار تمہارے بغیر اداس ہو جاتی ہے "اینڈ آئی لو یو کزن۔" اب مابدولت کی چند خوبیاں اور خامیاں ہو جائیں، منہ پھٹ بہت ہوں سوتی بہت ہوں اور غصہ غضب کا آتا ہے اور مخلص، بہت زیادہ ہوں دوستی جان سے بھی عزیز ہے اور منافق لوگوں سے سخت نفرت ہے حساس بہت زیادہ ہوں بس اتنا سمجھ لیجیے کہ شہزینہ میر کی زندگی سے وابستہ کوئی بھی شخص غمزدہ ہو تو وہ خود بھی دل سے خوش نہیں ہو پاتی اور ہاں جس مقصد کے لیے میں نے آج قلم اٹھایا ہے وہ ملائکہ چوہدری صاحبہ ہیں ملائکہ جی میں آپ سے خلوص دل سے دوستی کرنا چاہتی ہوں آپ مجھے بتائیں کہ میں آپ سے کانٹیکٹ کیسے کروں شکریہ۔ ماورا آپی (بڑی بہن) میں آپ سے بے حد محبت کرتی ہوں میں کبھی آپ کو بتا نہیں پائی اور اختتام پر میں پڑھنے والوں کو ایک بات کہنا چاہتی ہوں کہ فرینڈز محبت کرنا کوئی بری بات نہیں لیکن اس کی طلب اور تشہیر نہیں کرنی چاہیے۔ جیسے ہم پیاز کی پرتیں اتارتے ہیں تو اترتی جاتی ہے اترتی جاتی ہے مگر ہاتھ کچھ نہیں آتا سوائے آنسوؤں کے اور خواری کے اسی طرح محبت میں طلب انسان کو خوار کرتی ہے او کے آپ سب بور ہو رہے ہوں گے اللہ حافظ فی امان اللہ خدا آنچل و حجاب کو دن دگنی رات چوگنی ترقی عطا فرمائے آمین۔

آخری میں یہ غزل اپنے دوستوں، کزن اور امی کی نذر کرتی ہوں،

زندگی عجیب سی لگتی ہے
جب کوئی دور جاتا ہے
کوئی اپنا روٹھ جاتا ہے
جب تمام راستے بند ہو جائیں
کوئی راہگزر نظر نہ آئے
اور
فاصلے بھی بڑھتے جائیں تو
منزل بھی مشکل سے ملتی ہے
زندگی عجیب سی لگتی ہے
خاموشیوں کی رات ہو
آنکھوں سے بہتی برسات ہو
دل میں بستی کسی کی یاد ہو
سانس بھی تھم سی جاتی ہے
زندگی عجیب سی لگتی ہے
زندگی عجیب سی لگتی ہے

لاریب انشال کھرل

جی ہم جانتے ہیں کہ حجاب کے بنا ہم اور حجاب ہمارے بنا نامکمل (صحیح کہا ہے نا ہم نے) سب سے پہلے تو تمام حجاب و

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

آنچل ٹیم رائٹرز اینڈ ریڈرز کو لاریب انشال کی طرف سے السلام علیکم امید بلکہ دعا ہے کہ سب خیریت سے ہوں گے اللہ تعالیٰ جی سب بہنوں کو خوش رکھے، آمین۔ ذکر ہو اس پری وش کا اور ہماری شرکت نہ ہو تو جناب یہ سلسلہ ادھورا رہے ہمارے بنا کیونکہ اس کی اصل حقدار پری تو ہم ہیں میرا نام لاریب انشال ہے میں ضلع اوکاڑہ کے ایک خوب صورت سے گاؤں جو کہ دریائے راوی کے کنارے آباد ہے میں رہتی ہوں ہماری کاسٹ رائے کھرل ہے اپنے والدین چار بھائیوں اور ایک عدد آپی کے ساتھ رہتی ہوں اپنی فیملی سے عشق کرتی ہوں کتابیں میرے لیے آکسیجن ہیں اور اکلوتی بیسٹ فرینڈ بینا رائے کے دم سے میری زندگی مکمل ہے اپنی آپی سے بے پناہ محبت کرتی ہوں ہم دونوں ایک دوسرے کو دیکھ کر جیتی ہیں میں فورتھ ایئر کی اسٹوڈنٹ ہوں پولیس آفیسر بننے کا جنون ہے آرمی میرا عشق ہے پاکستان میری دھڑکن ہے آزاد کشمیر و مقبوضہ کشمیر میری دعا ہے ڈاکٹر عافیہ صدیقی میرا انتظار ہیں قائداعظم علامہ اقبال و عبدالستار ایدھی جیسی عظیم شخصیات میرا آئیڈیل ہیں سفید، پنک، گرین کلر فیورٹ ہیں ڈریسز میں لانگ شرٹ و دوپٹا اینڈ ٹراؤزر پسند ہے فراک بھی پسند ہے اور بہت شوق سے پہنتی ہوں اور سچ میں پرستان کی پری لگتی ہوں اپنی شخصیت پسند ہے خاص کر اپنی آنکھیں اور ہاتھ بہت پسند ہیں مجھے اپنے آنسو بہت پسند ہیں روتے ہوئے بھی اپنا آپ بہت خوب صورت لگتا ہے یہ اور بات کے گھر والے میری آنکھوں میں آنسو نہیں دیکھ سکتے خوبیاں تو بے شمار ہیں جھوٹ سے سخت نفرت ہے سچ بولتی ہوں اور سچے لوگ اچھے لگتے ہیں ہمدرد ہوں اچھی رازدان ہوں منافقت سے چڑ ہے مغرور لوگ اچھے نہیں لگتے خامیاں تو بہت زیادہ ہیں ہر ایک کے جھوٹ پر اعتبار کر لیتی ہوں اور جب پتا چلتا ہے تو ڈسٹرب ہو جاتی ہوں غصہ بہت آتا ہے جذباتی ہوں حساس حد سے زیادہ دوسروں کے چھوٹے دکھ سن کر بھی رو پڑتی ہوں اور بس بعد میں مجھے خود رونا پڑتا ہے کھانے میں بریانی، میٹھے چاول، کسٹرڈ، دودھ کا حلوہ اور روٹی پسند ہے۔ فروٹس میں مینگو، اورنج، گریپس کے علاوہ کچھ بھی پسند نہیں جوسز میں مینگو جوس اینڈ بنانا ملک شیک پسند ہے بھی بھی شوخ سی لگتی ہوں کبھی کبھی سنجیدہ اس لیے لوگوں، فرینڈ کی میرے متعلق رائے ذرا مختلف سی ہے کچھ مغرور کہتے ہیں کچھ فرینڈلی علامہ اقبال جیسی شاعری کرنا چاہتی ہوں قائداعظم جیسا دانشمندانہ قوت عمل چاہتی ہوں عبدالستار ایدھی جیسا احساس چاہتی ہوں پاکستان کے دشمنوں کو مٹانا چاہتی ہوں شہید ہونا چاہتی ہوں گھر والوں کی لاڈلی ہوں نازک مزاج ہوں ضدی بھی ہوں جو سوچتی اور کہتی ہوں وہ کر کے رہتی ہوں قول و فعل میں تضاد نہیں رکھتی ویل ایجوکیٹڈ ویل مینرڈ ویل ڈریسڈ لوگ بہت اچھے لگتے ہیں موویز میں بالکل انٹرسٹ نہیں سانگز کی مجھے سمجھ نہیں آتی یا شاید مجھے سنائی نہیں دیتے نماز پنجگانہ بہت شوق سے ادا کرتی ہوں اس کے بعد لمبے لمبے وظائف و دعائیں بینا کہتی ہے تھکتی نہیں ہو آپی کہتی ہے اور زیادہ دعا مانگو مجھے لگتا ہے میں نیند میں بھی دعا مانگتی رہتی ہوں مولانا طارق جمیل امیر اہلسنت الیاس قادری صاحب سے ملنا چاہتی ہوں مولانا طارق جمیل کے ہر لفظ سے عشق ہے کاش کہ ان کے ہر لفظ پر عمل ہو پائے گرمیوں کا موسم پسند ہے بارش مجھے اداس کرتی ہے جھکنے سی لگتی ہوں اور کمرہ بند ہو جاتی ہوں مجھے گھر کے کام کاج بالکل نہیں آتے کھانا، پینا سب گھر والے میرے سامنے رکھتے ہیں پانی تک کمرے میں لیتی ہوں میری پاپا اور آپی فرینڈ بینا کہتی ہے کہ تیرے سسرال والے تجھے پھوہڑ نکمی بے وقوف کہیں گے تو جناب ہم شان بے نیازی سے کہہ دیتے ہیں کہ ہم شادی ہی نہیں کریں گے کیونکہ سچ میں یہ سب بہت مشکل ہے میں تو بس پولیس آفیسر بننا چاہتی ہوں اور اپنی لائف اسی جنون کو دے دوں گی ڈی پی او فیصل رانا جیسے اچھے اچھے فیصلے کروں گی، حسن مشتاق جیسا عمل کروں گی آئی جی پنجاب مشتاق سکھیرا جیسی پرسنیلٹی چاہتی ہوں اللہ مجھے پولیس آفیسر بنائے آمین آئی تھنک میں آپ سب کو بور کر رہی ہوں سو پلیز فارگوٹ اینڈ لاسٹ میں آل سسٹرز سے ریکوئسٹ ہے کہ وہ میرے لیے دعا کریں کہ میں پولیس آفیسر بن جاؤں فرینڈز بہت زیادہ بناتی ہوں اس لیے پورے ضلع اوکاڑہ میں فرینڈز ہیں شاہ خرچ ہوں تین جیب خرچ میں پہلے اپنی پاکٹ منی خرچ کی پھر آپی اور تھرڈ میں بہانا سے بھی سارے پیسے لے لیتی ہوں ہر روز بہت سے پیسے خرچ کرتی ہوں پاپڑ، نمکو، بسکٹس اور سموسہ بلکہ جو بھی سامنے آئے کھائے بنا گزارا نہیں گفٹ دینا بہت اچھا لگتا ہے گفٹ لینا بالکل پسند نہیں 9 نومبر کو میری برتھ ڈے ہے جو فرینڈز وش کرنا چاہیں موسٹ ویلکم، مائی آپی اینڈ فرینڈ بینا رائے بہت نائس گرلز ہیں یہ میرے بنا کچھ نہیں ہیں کیونکہ ان کی زندگی کی شمع میرے جینے سے ہے آئی ایم ویری لکی کہ مجھے پیاری بہن اور محبت

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

کرنے والی دوست ملی اللہ انہیں خوشیاں دے تمام رائٹرز پسند ہیں سب کو بہت شوق سے پڑھتی ہوں ارے ارے جاری ہوں ناراض مت ہو، بائے بائے۔

وزیہ ظفر

السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ! تمام آنچل اسٹاف اور تمام فرینڈز کو میرا محبت بھرا عاجزانہ سلام۔ کیسے ہیں آپ سب؟ امید ہے کہ سب خیریت سے ہوں گے ارے فرینڈز منہ بند کرو یار (منہ میں مکھی چلی جائے گی) ہاہاہا۔ یار اتنی حیران کیوں ہورہی ہے؟ ارے میں تمہاری اپنی وزی ہوں' ڈیئر فرینڈز مابدولت کو حافظہ وزیہ ظفر کہتے ہیں' اپنا نام بہت پسند ہے کیونکہ میں نے اپنے ہم نام دنیا میں بہت کم دیکھے ہیں (ارے بھئی ہم منفرد ہیں نا)۔ مطالعہ کا بہت شوق ہے اور میں بہت شوق سے اسلامی کتابیں پڑھتی ہوں' یہی میری مصروفیت یہی میرا مشغلہ ہے۔ مجھے اپنی ماں سے بہت محبت ہے' امی جان کے بعد مجھے اپنی فیملی اینڈ فرینڈز سے بھی بہت محبت ہے۔ زندگی میں کچھ لوگ ایسے بھی آتے ہیں جو ہماری زندگی کو مکمل طور پر بدل دیتے ہیں' میں کیا بتاؤں اب میری زندگی کو بدلنے میں کسی کا بہت اہم کردار ہے۔ مجھے رشتوں سے بہت محبت ہے' ابھی میں نے اپنی دوست رمو سے پوچھا کہ چل رمو مجھے میری خوبیاں اور خامیاں بتا تو وہ چپ رہی سوچتی رہی پھر میری بڑی سسٹر فوزیہ سے کہا' آپی کیا وزی میں کوئی خامی بھی ہوسکتی ہے' ٹھہرو میں ڈھونڈتی ہوں یہ صبح دیر تک سوتی ہے (ارے اللہ کی بندی نماز فجر ادا کرکے ایک گھنٹہ وظائف کرکے سوتی ہوں پھر بھی شکوہ) اگر پرسنلی مجھ سے میرے بارے میں پوچھا جائے تو میں یہی کہوں گی کہ میں بہت سادہ طبیعت کی مالک ہوں' دل سے سب کی قدر کرتی ہوں' کسی کو تکلیف پریشانی میں نہیں دیکھ سکتی۔ ہر ماحول میں رہنے والی لڑکی ہوں' ہر طرح کے حالات کے لیے خود کو تیار رکھتی ہوں' اللہ کی ذات پر بہت بھروسہ رکھتی ہوں۔ کسی سے بے رخی' غصہ میں بات نہیں کرتی کیونکہ مجھے اللہ سے بہت ڈر لگتا ہے۔ میں سمجھتی ہوں کہ انسان کا ہر عمل ہر لفظ کبھی نہ کبھی اس کے آگے ضرور آتا ہے۔ بہت جذباتی ہوں' غصہ بہت جلد آتا ہے اور بہت جلد اتر جاتا ہے اور کبھی کبھی خوامخواہ رونا آجاتا ہے۔ میری دادی جان مجھ سے کہتی تھیں وزیہ! تم رویا مت کرو تمہارا رونا مجھے تکلیف دیتا ہے' بزدل لوگ روتے ہیں اور ہماری وزیہ تو بہادر ہے۔ بہت حساس فطرت ہوں' جس سے پیار کرتی ہوں اس کی بے رخی برداشت نہیں ہوتی اور اگر کوئی مجھے اگنور کرے تو بہت غصہ آتا ہے۔ اپنے ہر رشتے سے بہت مخلص ہوں لیکن افسوس دنیا میں بہت کم لوگ مجھے سمجھتے ہیں' خیر محبتوں کے معاملے میں بہت لکی ہوں' مجھ سے سب بہت محبت کرتے ہیں۔ کبھی کبھی اتنی محبت دیکھ کر گھبرا جاتی ہوں کہ اتنی محبت کے قابل تو نہیں بس اللہ کا کرم ہے۔ رات میں سفر کرنا بہت پسند ہے' عصر اور مغرب کے درمیان کا وقت بہت پسند ہے اور کلرز میں وائٹ اور پنک پسند ہیں اور یہ مجھ پر اچھے بھی لگتے ہیں۔ شکل وصورت جیسی بھی ہے اللہ کا کروڑہا مرتبہ شکر کہ کسی چیز کی کمی نہیں رکھی ویسے مجھے اپنے ہونٹ' آنکھیں' منہ اور لمبی گردن بہت پسند ہے' کھانے پینے میں نخرہ نہیں کرتی جو مل جائے کھالیتی ہوں اور جگہ تقریباً آدھی دنیا دیکھ چکی ہوں مگر ہمارے شہر سے زیادہ کوئی جگہ خوب صورت نہیں لگی ویسا سمیعہ کو نیویارک بہت پسند ہے اور مہناز کو جدہ وہ ہزاروں دلیلیں دیتی ہیں کہ ان دو جگہ کے علاوہ کوئی جگہ اتنی خوب صورت نہیں۔ میں سمیعہ اور مہناز اکثر ہم ساتھ جاتی ہیں دوسرے ممالک میں اور موسم میں گرمیاں بہت پسند ہیں۔ کوکنگ کبھی نہیں کی اس لیے کوئی شوق بھی نہیں ہے۔ اچھی عادتوں میں صرف ایک عادت پسند ہے کہ سب سے فیئر ہوکر ملتی ہوں اگر کوئی مجھے دھوکہ دے تو یہ سوچتی ہوں کہ اللہ تو دیکھ رہا ہے یہ دنیا تو فانی ہے مجھے اللہ پر بہت بھروسہ ہے۔ میں زندگی میں بہت بڑا انسان بننا چاہتی ہوں' ٹی وی دیکھنا میوزک سننا بالکل بھی پسند نہیں۔ اپنی زندگی سے بہت خوش ہوں' میں نے آج تک جو چاہا وہ پالیا' بہت جلد ایک نئی کتاب آنے والی ہے "ایک درد ہے میرے سینے میں" پڑھنا مت بھولیے گا اور میں اب مستقل روضتہ الاطفال کے لیے اور نونہال کے لیے لکھ رہی ہوں اور بھی بہت سارے رسالے ہیں جن کے لیے میں لکھتی ہوں۔ لکھنا میری زندگی ہے میں لکھے بغیر نہیں رہ سکتی سب دوستوں سے گزارش ہے کہ دعاؤں میں ضرور یاد رکھیے گا کیونکہ دو بہترین جگہ میں میری خواہش ہے کسی کے دل میں رہنا یا پھر دعاؤں میں (اب بتاؤں کہاں رکھو گی) ضرور آگاہ کیجیے گا کیسا لگا میرا تعارف۔

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

عشناء کوثر سردار۔ بلاشبہ گوناگوں صلاحیتوں کی حامل، ایک ہمہ جہت اور ہمہ گیر شخصیت کی مالک نوجوان ادیبہ ہیں جنھوں نے اپنی اہلیت اور قابلیت کے بل بوتے پر اپنی خداداد صلاحیتوں کا لوہا منوایا،

آپ اندرون و بیرون ممالک سے اعلیٰ تعلیم یافتہ ہیں، لکھنے کا آغاز اوائل عمری سے کیا، ملک بھر کے صف اول کے ڈائجسٹوں میں لکھ چکی ہیں، اردو کے علاوہ انگریزی ادب میں بھی ان کے متعدد ناول مقبولیت اور پذیرائی کی تاریخ رقم کر چکے ہیں، بطور اسکرپٹ رائٹر اے آر وائی سمیت متعدد ٹی وی چینلز پر بھی ان کے ڈرامے نشر ہو چکے نیز بطور فلم میکر ان کی ایک فلم کینز فلم فیسٹویل جیسے معتبر عالمی ایونٹ کا بھی حصہ بن چکی ہے جو یقیناً ہم سب پاکستانیوں کے لیے ایک اعزاز کی بات ہے۔

عشناء کوثر سردار کی ایک بڑی خوبی ان کی سادہ اور متوازن شخصیت بھی ہے، شہرت اور کامیابی بھی ان کے مزاج پر اثر انداز نہیں ہوئی قاری اور لکھاری کے مابین مضبوط روابط کی قائل ہیں اور اپنی بے پناہ مصروفیات کے باوجود سماجی روابط کی ویب سائٹس بالخصوص فیس بک کے ذریعے اپنے قارئین کے لیے وقت نکال لیتی ہیں، فیس بک پر ان کا آفیشل پیج اور گروپ بھی موجود ہے جبکہ اجالا آن لائن ڈائجسٹ کی مدیرہ کی حیثیت سے اردو ادب کی ترویج، بالخصوص نئے لکھنے والوں کی حوصلہ افزائی کا فریضہ بھی احسن طریقے سے انجام دے رہی ہیں، ان کے متعدد ناول بھی آن لائن دستیاب ہیں۔

عشناء کوثر سردار کا حال ہی میں ایک منفرد ناول ”اعادہ جان گزارشات“ شائع ہوا ہے جبکہ ”اعادہ جان گزارشات“ سمیت نئے افق میں قسط ”ایک سو سولہ چاند کی راتیں“ مقبولیت کی نئی تاریخ رقم کر رہا ہے۔

س: آپ کے لکھنے کا آغاز کب اور کیسے ہوا؟

ج: میں بہت چھوٹی تھی جب لکھنے کا آغاز کیا، ایک بچوں کی کہانی لکھی تھی، اس کے بعد اسکول میگزین کے

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

یہ کہانی لکھی تھی، لکھنے کا ادراک بہت چھوٹی عمر میں ہو گیا تھا اور میرے دادا ابا مجھے ''ونڈر اسمال'' کے نام سے بلاتے تھے کیونکہ میں چھوٹی عمر میں لکھنا شروع کر چکی تھی، مجھے خبر نہیں کیسے شوق ہوا مگر ہوش سنبھالا، شعور بیدار ہوا تو خود کو لکھتے ہوئے پایا، یہ صلاحیت قدرتی تھی اور میں ابتدائی عمر سے ہی لکھنا شروع کر چکی تھی، اس کے بعد بڑوں کی کہانیوں کی طرف آئی۔

س: آپ کے لکھنے کا اصل مقصد کیا ہے؟

ج: میرے لکھنے کا مقصد ادب کی خدمت اور ادب

کو فروغ دینا ہے، معاشرتی پہلوؤں کو نمایاں کرنا اور ایک مثبت سوچ دینا میرا اولین مقصد ہے۔

س: آپ کی پسندیدہ شخصیت جس سے آپ بہت زیادہ متاثر ہوئی ہوں؟

ج: پاکستان کے ایک ڈیزائنر ہیں محمود بھٹی جو فرانس میں رہتے ہیں، ان کی محنت اور جدوجہد کی کہانی سنی کہ وہ کیسے فرانس پہنچے اور کیسے محنت کر کے ٹاپ ڈیزائنر بنے، محنت سے سب ممکن ہے اور بلندی کا سفر آپ کے ارادے سے اور نیک نیتی سے شروع ہوتا ہے۔ دوسری شخصیت جس سے متاثر ہوئی وہ نیلسن منڈیلا اور تیسری شخصیت محترم ایدھی صاحب کی ہے

س: آپ نے اپنے ایک انٹرویو میں کہا تھا کہ آپ پاکستان کے بچوں کی تعلیم کے لیے کچھ کرنا چاہتی ہیں تو کیا آپ کی یہ خواہش پوری ہوئی یا نہیں؟

ج: شرمندہ ہوں اب تک کچھ نہیں کر پائی مگر ارادہ اب بھی رکھتی ہوں، بات یہ ہے کہ سوشل ورک کو وقت دینا ہوتا ہے اور میں وقت نکال نہیں پا رہی مگر اب ان شاءاللہ ضرور وقت نکالوں گی

س: ماضی کی کچھ ایسی یادیں بتائیں جو آج بھی آپ کے چہرے پر مسکراہٹیں بکھیر دیتی ہے؟

ج: ہمارے ایک ماموں شادی کر کے پشاور سے کراچی منتقل ہوئے تھے، ہم اس وقت بچے تھے، ان باتوں کی کچھ خبر نہ تھی کزنز مل کر ان کو ستانے کے منصوبہ سازی کر رہے تھے، کہا گیا کہ ماموں نے کہا ہے ان کو کسی اہم میٹنگ کے لیے جانا ہے تو دوپہر کے کھانے کے بعد وہ سو جائیں تو دروازہ تب تک بجایا نہ جائے جب تک کہ وہ جاگ نہ جائیں، کہا گیا ماموں جگانے والے کو انعام دیں گے، ہم نہیں جانتے تھے یہ شرارت ہے مگر دیگر بچوں کی طرح ہم بھی دروازہ بجانے میں

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

مشغول ہو گئے اور پھر مت پوچھئے کہ ماموں جاگے تو ہمارا کیا حال ہوا بس اتنا یاد ہے ہم آگے آگے تھے اور ماموں ڈنڈا پکڑے پیچھے پیچھے......

س: آپ نے کبھی ایسا لکھا، جو آپ کے نزدیک آپ کو نہیں لکھنا چاہیے تھا؟

ج: نہیں، ایسا کبھی نہیں ہوا، میں صرف تبھی لکھتی ہوں، جب میرے پاس لکھنے کے لیے کچھ خاص ہوتا ہے، میرے ناولز کی اس درجہ مقبولیت اس بات کی گواہ ہے۔

س: اپنی ذات کی خوبیاں و خامیاں؟ وہ تعریفی جملہ جسے سن کر خوشی محسوس ہوئی ہو؟

ج: میں اعتبار جلد کر لیتی ہوں، یہ شاید خامی ہے، خوبیاں۔ میں بہت مثبت سوچ اور طرز عمل رکھتی ہوں، تصویر کا روشن پہلو دیکھتی ہوں، اقبال بانو آپا کی فون کال موصول ہوئی تھی کچھ دن قبل، انہوں نے میرے تاریخی ناول "ایک سو سولہ چاند کی راتیں" کی بہت تعریف کی تھی وہ سن کر بہت خوشی ہوئی تھی، شہباز اکبر الفت بھائی نے اسی ناول کو لے کر میرے فیس بک پر ایک وال پوسٹ کی تھی جسے پڑھ کر سیروں خون بڑھا، انہوں نے میرے انداز تحریر کو عام روایتی خواتین کے رائٹنگ اسٹائل سے مختلف قرار دیا تھا اور ان کو میرے انداز میں کلاسک رائٹرز کی جھلک دکھائی دی تھی سو وہ الفاظ میرے لیے کسی بڑے اعزاز یا ایوارڈ جیسے تھے، اس کے علاوہ ریحانہ امجد علی (کرن کی سابقہ مدیرہ) نے ایک بار کسی اس کہا تھا کہ رومانس کو اتنے خوب صورت انداز سے عشنا لکھتی ہے، وہ کوئی اور نہیں لکھ سکتا، یہ بات میرے روبرو نہیں کہی گئی سو مجھے بہت خوشی ہوئی۔

س: آپ کو اپنے کس کردار میں اپنا عکس دکھائی دیتا ہے۔

ج: میرا لکھا ہر کردار میرا عکس ہے، بالخصوص مژگان نواز، میرب سیال کے کردار مجھ جیسے ہیں

س: آپ کا کوئی ایسا ناول جو آپ کو بے حد پسند ہو؟

افسونِ جاں
اعادہ جاں گذارشات
اور
ایک سو سولہ چاند کی راتیں

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

س: کیا رومانوی موضوعات کی بہتات کے ناول اورافسانے یکسانیت کاشکار ہورہے ہیں؟
ج: سیف انداز بیاں بات بدل دیتا ہے
ورنہ دنیا میں کوئی بات نئی بات نہیں
سوایسا ہے کہ محبت کی بات کوئی نئی بات نہیں، کوئی موضوع نیا نہیں اور ساری باتیں پرانی ہیں، مگر جب بھی کوئی لکھنے والا نئے انداز سے وہی پرانی بات لکھتا ہے تو وہ بات اتنی ہی دلچسپ لگتی ہے
س: قلم سے ناطہ برقرار ہے یا کی بورڈ کو پیاری
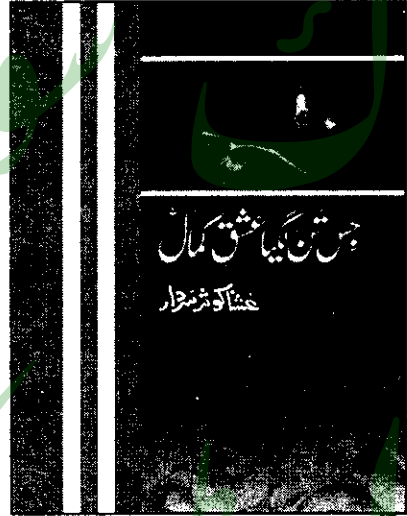
ہوگئیں؟
س: میں قدامت پسند ہوں، میں ابھی تک ScriptCursive لکھتی ہوں، میں شاید واحد رائٹر ہوں گی جو ابھی تک کی بورڈ پر اردو ٹائپ نہیں کرتی یا ان پیج یوز نہیں کرتی اور ہاتھ سے پین سے لکھنے کے باعث اکثر Writer's cramps آ جاتے ہیں اور میرا ہاتھ دکھنے لگتا ہے مگر میں اس کے باوجود ہاتھ سے لکھنے کو ترجیح دیتی ہوں کیونکہ مجھے یہ روایتی طریقہ پسند ہے اور میں اس میں آرام دے اور پرسکون ہوں۔ English writing laptop پر کر لیتی ہوں، انگلش ٹائپنگ اسپیڈ بھی اچھی ہے مگر اردو ٹائپ کرنا میرے لیے بہت مشکل ہے
س: آپ ایک ٹیلنٹڈ فلم میکر بھی ہیں، اگر فیچر فلم ڈائریکٹ کرنے کا موقع ملے تو کس موضوع کا انتخاب کریں گی؟ اگر اپنے ناولوں میں سے کسی پر فلم بنانا چاہیں تو کس ناول کو منتخب کریں گی؟
ج: میں تخلیقی فلم بنانا چاہوں گی جو کہ کمرشل سینما سے الگ ایک سمت ہے، کسی بہت خاص موضوع پر، کچھ دن پہلے ایک خواب دیکھا تھا کہ میری بنائی گئی شارٹ فلم کو Oscars ایوارڈ ملا اور اس مووی کا موضوع اور نام بہت چونکا دینے والے تھا، فی الحال اس کو بتانا نہیں چاہوں گی، مگر اس موضوع پر فلم بنانا چاہوں گی اور انٹرنیشل مارکیٹ کے لیے دینا چاہوں گی، پاکستان کے لیے فلم بنانا ہوئی تو لائٹ سے موضوع کے ساتھ کمرشل فلم بنانا چاہوں گی، میرا ایک مکمل ناول آنچل میں شائع ہوا تھا ''کیکٹس کا پھول'' اس کا موضوع انگلینڈ میں رہنے والے اسٹوڈینٹس کو پیش آنے والی پرابلمز تھیں جوان کو نئی پالیسیز کے رائج کرنے سے پیش آرہی تھیں، میں اس پر مووی بنانا

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

چاہوں گی۔

س: پاکستان میں سینما کلچر کے فروغ، فلمی صنعت کے احیاء اور ترویج و ترقی کے لیے آپ کی تجاویز؟

ج: پاکستان میں سینما کے فروغ کے لیے بہت پڑھے لکھے اور سمجھدار طبقے کا اس طرف آنا بہت ضروری ہے، مگر یہاں لوگ اوپن مائینڈڈ نہیں اور پڑھا لکھا طبقہ اس طرف آنے کو تیار نہیں، مگر ان دنوں کچھ حد تک تبدیلی آئی ہے اور پڑھا لکھا طبقہ نئی تیکنک اور ٹیکنالوجی کے ساتھ سامنے آرہا ہے جیسے مالک فلم کا بننا بہت خوش آئند ہے

س: ادب کے زوال کی وجہ اور اس کے عروج کے لیے آپ کیا سوچتی ہیں؟

ج: مجھے نہیں لگتا کہ ادب کا زوال ہوا ہے میں دیکھتی ہوں تو ادب بہت Grow کرتا دکھائی دیتا ہے، مگر انگلینڈ میں جس طرح ہر بندہ ٹرین میں، بس میں یا ٹیوب میں بیٹھا کتاب پڑھتا دکھائی دیتا ہے اور برطانیہ میں سب سے زیادہ پیشہ جس لوگ اختیار کرنا چاہتے ہیں وہ ادیب بننا ہے، کیونکہ رائیٹرز بہت زیادہ کمانے والے لوگ سمجھے جاتے ہیں، ان کی اِنکم بہت زیادہ ہوتی ہے، سو انگلینڈ میں ایک کتاب لکھ کر کوئی بھی کروڑ پتی بن سکتا ہے، پاکستان میں اس حوالے سے لکھنے والے کو بہت Suffer کرنا پڑتا ہے اور لکھنے والا اپنے لکھے کا اتنا اعزازیہ حاصل نہیں کر پاتا، شاید یہ ایک وجہ ہو دوسری وجہ لکھنے والوں کے لیے کوئی فنانشل سپورٹ نہیں رائٹرز لاونز نہیں جو رائٹرز کو معتبر کرتے اور تحفظ دیتے ہوں

س: آپ کی زندگی کا کوئی یادگار واقعہ؟

یہ واقعہ 2014 میں تب پیش آیا جب میں لندن کے ائیر پورٹ ہیتھرو پر پہنچی تھی، میں ہیتھرو سے باہر آئی تو میری پھپھو جو مجھے لینے آئی تھیں نے بتایا کہ گاڑی سڑک کے دوسری طرف پارک کی ہے، میں اپنے دھیان میں روڈ کراس کر رہی تھی، میں نے نہیں دیکھا نہ سنا کہ پیچھے سے کوئی بس آرہی ہے، اور میری پھپھو جو میرے پیچھے چل رہی تھیں وہ اس قدر خوفزدہ ہوگئی تھیں اور شاکڈ تھیں کہ وہ اخذ کر چکی تھیں کہ اب مجھے بس ہٹ کرتی ہوئی نکل جائے گی اور وہ سوچ رہی تھیں کہ میرے گھر فون کر کے کیا بتائیں گی کہ میرا ایکسیڈنٹ ہوا اور میں نہیں رہی؟ بس ہارن دے رہی تھی اور ڈرائیو چیخ رہا تھا۔

Heygirlheygirl

بچارے اللہ کے نیک دل ڈرائیور نے بس کو بریک لگائے تھے مگر میں اس دوران روڈ کراس کر چکی تھی، سو وہ دن میری زندگی کا آخری دن بن سکتا تھا مگر میرے ساتھ میری ماں کی دعائیں تھیں اور میں بچ گئی

س: آپ نئے لکھنے والوں کو کیا پیغام دینا چاہیں گی؟

ج: نئے لکھنے والوں کے لیے پیغام ہے کہ دل سے لکھیں، پڑھیں سب کو مگر کسی کو فالو مت کریں، ہمیشہ اپنے فطری انداز میں لکھیں۔

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

آغوشِ مادر

فاخرہ گل

باپ سراں دے تاج محمد
ماواں ٹھنڈیاں چھاواں

یوں تو ہر انسان کے گرد انسانوں کا ہجوم ہوتا ہے اپنے پرائے، اچھے برے دوست دشمن، محلے دار، رشتے دار، ہم جماعت، ہم پیشہ، مانوس، اجنبی، بہن بھائی ماں اور باپ لیکن انسانوں کے اس ٹھاٹھیں مارتے ہوئے سمندر کے باوجود ہماری زندگی صرف چند لوگوں کے ہی درمیان بسر ہوتی ہے اور انہی چند لوگوں میں سے کچھ لوگ ایسے بھی ہوتے ہیں جن کے ساتھ عمر بھر بسر کرنے کی خواہش میں ہماری ہتھیلیاں آپس میں ملیں اور دامن ہمیشہ رب کریم کے سامنے پھیلے رہتے ہیں لیکن ہر دعا پوری ہونے کے لیے نہیں ہوتی بالکل اسی طرح جیسے ہر خواب محض خیال نہیں ہوتا بلکہ بند آنکھوں سے دیکھے گئے کچھ خواب سچ بھی ثابت ہو جاتے ہیں' بالکل اسی طرح جیسے میرے ساتھ ہوتا ہے کہ دیکھے گئے تقریباً اسی فیصد خواب سچ ہو جاتے ہیں چاہے وہ اچھے ہوں یا نہ ہوں۔

اس رات بھی میں نے خواب میں دیکھا کہ میرا ایک دانت ٹوٹ گیا ہے صبح اٹھ کر فجر کے لیے وضو کرنے کے لیے جیسے ہی کلی کی تو واقعی دانت صرف کلی کرنے سے یوں منہ سے باہر گرا جیسے کہ منہ میں کوئی ٹافی کا ٹکڑا ہو انتہائی حیرت اور بوجھل دل کے ساتھ صدقے کے لیے مختص کیے گئے ڈبے میں کچھ پیسے ڈالے اور سوچا کہ دوپہر کو ڈینٹسٹ کے پاس جاؤں گی لیکن اس بات کا موقع ہی نہ مل سکا اور خواب کی عملی تعبیر سامنے آگئی۔

''امی نہیں رہی تھیں۔''

یہ چار الفاظ پر مشتمل جملہ جسے لکھنے سے پہلے میں پون گھنٹے تک ہاتھ میں پین لے کر بیٹھی رہی ہوں اور مجھ میں اتنی ہمت نہیں ہو رہی تھی کہ میں یہ چار الفاظ لکھوں لیکن یہ ہو چکا تھا اور یہی حقیقت تھی۔

ایڈیاں درد یاں اکھاں دے وچ
ہنجوں بھرن نہ دیوں
دس چلے تے ایس جہاں وچ
کسے توں مرن نہ دیواں

اور یہ ایسی دردناک حقیقت ہے کہ جس نے مجھ سمیت ہم سب گھر والوں کو بری طرح ہلا کر رکھ دیا ہے کیونکہ امی ہمارے لیے صرف ماں نہیں تھیں ہماری سہیلی بھی تھیں اور صرف ہماری ہی نہیں بلکہ ہماری سہیلیوں کی بھی سہیلی تھیں وہ ہماری ہر دوست سے واقف تھیں ان کی خوشیو اور غموں کو جانتی تھیں اور صرف جانتی ہی نہیں تھیں بلکہ ان کے لیے بے تحاشہ دعائیں بھی کیا کرتی تھیں اپنی اولاد کے لیے تو ہر ماں پریشان رہتی ہے' ان کے لیے دعائیں کرتی ہے لیکن کبھی آپ نے دیکھا ہے کہ کوئی اپنی اولاد کے دوستوں تک کے لیے پریشان ہو، ان کے لیے دعائیں کرے اور کرائے لیکن میری امی ایسی تھیں وہ ایسا ہی کرتی تھیں' وہ میری سب دوستوں کے لیے دعا گو رہتی تھیں' ان کا واحد مشغلہ تسبیح کرنا تھا کبھی تسبیح کے بغیر نظر نہ آتیں زبان پر ذکر، ہاتھوں میں تسبیح اور دل میں ان گنت دعائیں یہی وجہ تھی کہ امی کے جانے کی خبر سے ہمیں تو صدمہ ہوا ہی لیکن سب جاننے والوں کے لیے بھی یہ خبر کسی دھماکے سے کم نہیں تھی اور فیس بک کے ذریعے یہ خبر جس طرح جنگل کی آگ کی طرح پھیلی تو فون کالز کا تانتا بندھ گیا۔ ان سب کا یقینی طور پر شکریہ لیکن

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

میں اپنے موبائل پر کسی بھی کال کا ریپلائی نہیں کرسکی' پی ٹی سی ایل نمبر پر آنے والی دو کالز کے علاوہ کسی سے بات نہیں کرسکی صرف اس لیے کہ ذہن مانتا ہی نہیں ہے کہ امی کے لیے اس طرح کے تعزیتی الفاظ استعمال کیے جائیں' اپنے بہن بھائیوں میں سب سے چھوٹی اور انتہائی ناز ونعم اور لاڈوں میں پلی، ہماری ماں اتنی اچانک یوں بات چیت کرتے کرتے ہمیں چھوڑ کر چلی گئی ہیں یہ بات دل تسلیم ہی نہیں کرتا۔

میں کبھی کسی کے گھر تعزیت کے لیے نہیں جاتی کیونکہ مجھے لگتا ہے کہ مجھے تعزیت کرنا آتی ہی نہیں ہے' پرسہ دینے کے رسمی جملوں سے مجھے کوفت ہوتی ہے' اگر کبھی کسی کے گھر تعزیت کے لیے جانا بھی ہو تو کسی دوست کو ساتھ لے جاتی وہاں اور خود وہاں زیادہ وقت خاموش رہ کر وہ تعزیتی گفتگو سنتی ہوں جس میں معلوم ہوتا ہے کہ اگلا جملہ کون سا ہوگا لیکن اب اپنے گھر میں صبح شام آنے والوں کے منہ سے یہی جملے، دلاسے، تسلیاں اور اظہار افسوس سن سن کر سوچتی ہوں کہ واقعی ان چند جملوں کے سوا ہم کہہ بھی کیا سکتے ہیں؟ کر بھی کیا سکتے ہیں؟ آخر ہماری اوقات ہے ہی کیا؟ آج ہیں تو کل نہیں۔

ابھی اپنے دنیا سے جانے سے صرف ایک دن پہلے ہی تو امی نے مجھ سے وڈیو کال پر بات کی تھی میں ہر سال چھٹیوں میں پاکستان جاتی ہوں لیکن اس دفعہ دوسری دونوں بہنیں انگلینڈ اور امریکا سے اپنے تعلیمی سال کے دوران ملنے والی چھٹیوں کا فائدہ اٹھا کر پاکستان گئیں تو میرا بھی دل چاہا کہ چھٹیوں سے پہلے پاکستان ہو آؤں۔

''امی میں نے تیرہ اپریل کی سیٹ کرالی ہے۔'' میں نے اپنی آخری ہونے والی گفتگو میں انہیں بتایا۔

''لیکن کیوں؟'' وہ حیران تھیں۔

''آپ کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے ناں اس لیے۔''

''میری طبیعت کو کیا ہوا ہے صرف شوگر ہی تو ہے جو آج کل ہر دوسرے بندے کو ہے اس کے علاوہ تو اللہ کا شکر ہے میں بالکل ٹھیک ہوں۔''

''ہاں ناں، لیکن میرا دل چاہ رہا ہے صرف ایک ہفتے کے لیے آؤں اور اس کے بعد پھر ہمیشہ کی طرح جون میں۔''

''اور بچے کہاں رہیں گے۔''

''ان کے پاپا پاس ہی ہوں گے۔''

''نہیں بیٹا بچوں کو چھوڑ کر کبھی نہ آنا باپ جتنا بھی اچھا ہو لیکن ماں کا نعم البدل نہیں ہوسکتا اور تمہارے بچے تو تمہارے بغیر ایک منٹ نہیں رہتے اور تم ایک ہفتے کا سوچ رہی ہو۔''

''وہ میرے بغیر ایک منٹ نہیں رہ سکتے تو سوچیں میں بھی تو آپ کے بغیر رہتی ہی ہوں ناں۔''

یہ ہماری آخری بات چیت تھی اور بس......!

اس کے بعد تو بس ایک حسرت ہے کاش دوبارہ کبھی امی کی آواز سن سکوں ان کے گلے لگوں ان سے دنیا جہاں کی نان اسٹاپ باتیں کرتی ہی چلی جاؤں کیونکہ یہ بھی......

اللہ کا شکر ہے کہ ہم اپنے امی ابو سے مذہب سے لے کر سیاست تک ہر بات کرتے ہیں اللہ میرے ابو کو سلامت رکھے کہ امی ابو کے ہوتے ہوئے ہمیں باہر کسی بھی فرد کی ضرورت ہی نہیں پڑتی کہ کوئی ہماری باتیں سنے یا ہم کسی سے بھی اپنی باتیں شیئر کریں لیکن اب بہت کچھ ویسا نہیں ہے جیسا تھا۔

میں خود جو کبھی نعت رسول ﷺ پڑھنے، سننے اور دعا مانگنے کے علاوہ کبھی بھی نہیں روتی تھی اب اکیلے بیٹھ کر بھی آنسو ضبط نہیں کرپاتی اور سچ کہوں تو ہمیں پتا بھی نہیں تھا کہ دکھ کیا ہوتا ہے زندگی اس قدر مطمئن اور

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

پُرسکون تھی کہ شکر کے علاوہ کچھ اور سوجھتا ہی نہیں تھا اور اب حال یہ ہے کہ صبر......لوگ بھی ہمارے لیے صبر کی دعا کرتے ہیں۔

حسن دیکھے نہ کسی کی یہ جوانی
دیکھے
کتنی بے رحم الٰہی یہ قضا ہوتی ہے
اچھے لوگوں کو چھینتی ہے موت
کتنی مردم شناس ہوتی ہے

امی اپنی ذات میں درویش تھیں' آج تک وہ کس کس کی کفالت کرتی رہیں بند مٹھی کے ذریعے' اللہ کی طرف سے کس کس کی دو وقت روٹی کا وسیلہ بنی رہیں' کس کس کی بیٹی کے ہاتھ پیلے کرنے میں مالی معاونت کرتی رہیں' ہم تو آج تک ان کے اس عمل سے بے خبر ہی رہے اور شاید کبھی نہ جان پاتے اگر وہ لوگ خود آ کر بہتے ہوئے آنسوؤں کے ساتھ ہمیں نہ بتاتے اور یقینی طور پر اگر ہماری ذات میں روحانیت کی کوئی جھلک نظر آتی ہے یا عادات واطوار میں خوش اخلاقی یا کوئی بھی اور اچھی عادت محسوس ہوتی ہے تو صرف امی ابو کی وجہ سے ہی ہے۔

ابھی دسمبر کے آخری ہفتے کی بات ہے جب امی ابو رات کو گاڑی میں گرم رضائیاں رکھ کر گجرات کی مختلف سڑکوں پر نکلتے اور فٹ پاتھ پر ٹھٹھرتے نظر آنے والوں کو رضائی پیش کر کے ان کی مشکلات کو دور کرنے میں اپنی سی کوشش کرتے اور یہ صرف ایک مثال ہے اس طرح کے کئی اعمال جو لکھنے بیٹھوں تو کئی صفحات بھر جائیں لیکن اب تو صرف باتیں ہیں، یادیں ہیں اور کبھی نہ ختم ہونے والی سوچیں ہیں۔ کہنے کے لیے اب کچھ نہیں بچا اور سوچنے کو اب کچھ بھی نہیں بچا۔

میں امی کے الوداع ہونے کے بعد اپنی زندگی میں پہلی مرتبہ قبرستان گئی اس سے پہلے عجیب خوف اور وحشت محسوس ہوتی تھی صرف قبرستان کے بارے میں سوچ کر ہی لیکن اب ایسا نہیں ہے اب ڈر ہی نہیں لگتا خوف آتا ہی نہیں وحشت کا تصور ہی نہیں ہوتا۔ شاید اس لیے کہ اب وہاں پر امی رہتی ہیں اور ماں کا تو وجود ہی سکون کی، تحفظ کی اور محبت کی علامت ہوتا ہے اور پھر امی......میری امی جو ہماری آنکھوں کی ٹھنڈک اور ہماری دنیا کی رونق ہمیشہ مجھ سے کہتیں۔

''تمہارے ساتھ جو برا کرے اسے اللہ کے حوالے کردو، اپنے دل میں کسی کے لیے غصہ نہ رکھو' کبھی کسی سے بدلہ لینے کی نیت بھی دل میں نہ رکھو' معاف کرتی جایا کرو اور بس اتنا سوچ لیا کرو کہ جس نے میرا دل دکھایا ہے وہ اللہ کے آگے جوابدہ ہے۔''

اور ان کی یہی باتیں یہی تربیت تھی جس نے میرے مزاج کی سختی کو یوں غیر محسوس طریقے سے نرمی میں ڈھالا کہ میں خود حیران رہ جاتی ہوں اور اس بات پر میرا یقین پختہ تر ہوتا چلا جاتا ہے کہ ہماری ذات صرف اور صرف ہماری ماں کی تربیت کی مرہون منت ہے اور اگر ماں کو بہترین معلم کہا گیا ہے تو یقینی طور پر کچھ غلط نہیں ہے اور ہمارے امی ابو میں جہاں اور بہت سی عادات مشترک ہیں وہاں ایک یہ قدر بھی مشترک ہے کہ دونوں ہی درود پاک کے شیدائی ہیں۔

امی نے دنیا سے جانے سے ایک ہفتہ قبل اپنی مخصوص تسبیح پر سوا لاکھ یا شاید ڈیڑھ لاکھ مرتبہ درود ابراہیمی مکمل کیا اور پھر ہدیتاً عقیدتاً اور تحفتاً بارگاہ رسول ﷺ میں پیش کیا اور یقیناً یہ اسی درود پاک کی رونق تھی جو دنیا سے الوداع ہوتے ہوئے ان کے چہرے پر تھی' اس قدر نور کہ دیکھنے والے امی کو دیکھتے اور پھر حیرت سے ایک دوسرے کو دیکھتے' وہ مخصوص طرح کی سفید روشنی تھی جو ان کے چہرے سے آدھا انچ تک محسوس ہو رہی تھی' میں ان کی بیٹی ہو کر حیرت زدہ

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

رہ گئی تھی تو باقی دیکھنے والوں کا عالم کیا ہوگا۔

نہ کہیں سے دور ہیں منزلیں نہ کوئی قریب کی بات ہے
جسے چاہے اس کو نواز دے یہ میرے حبیب کی بات ہے

امی جاتے ہوئے الحمدللہ پُرسکون تھیں لیکن ہماری زندگیوں میں شاید اب سکون نہیں رہا اب تک ایسا لگتا ہے کہ امی یہیں کہیں ہیں، ہمارے پاس اور ابھی بیڈ روم میں داخل ہوتے ہی سامنے تسبیح کرتی نظر آئیں گی لیکن ایسا صرف لگتا ہے کیونکہ اب یہ منظر دیکھنے کو آنکھیں ترس گئی ہیں۔ نفاست سے سجی ان کی وارڈ روب، ہینگروں میں لٹکے استری شدہ کپڑے اور ان کے روزمرہ استعمال کی چیزیں دیکھ دیکھ کر دل پھٹنے لگتا ہے، اللہ کا کروڑ ہا مرتبہ شکر ہے کہ اللہ نے بن مانگے اتنا کچھ عطا کیا ہے جس کی کوئی بھی انسان حسرت کرسکتا ہے' خواہش کرسکتا ہے' دعا کرسکتا ہے لیکن اتنی بھرپور زندگی دینے کے بعد اتنی سخت آزمائش آن پڑی ہے کہ ہر وقت ہنسنے مسکرانے والوں کے منہ پر خاموشی کا تالا لگ گیا ہے اور زندگی کی رونق سے چمکتی آنکھیں آنسوؤں سے دھندلائی رہنے لگی ہیں۔

ابھی تو ہم امی کی انگلی تھامے رشتوں اور دنیا کو سمجھنے کی کوشش ہی کر رہے تھے کہ انگلی ہی چھوٹ گئی' اب ہم میں سے کوئی بھی اپنے قدموں پر کھڑا نہیں ہو پارہا، لڑکھڑاتے ہی جارہے ہیں سمجھ ہی نہیں آتا کہ اب کیا کرنا ہے امی جیسی دوراندیش اور جہاندیدہ خاتون جن سے ان کی عمر سے دوگنی خواتین آ کر اپنے معاملات میں مشورے طلب کیا کرتیں اور امی کی دی گئی رائے کو وہ اپنے لیے حرف آخر سمجھا کرتیں کے چلے جانے سے صرف ہم نہیں بہت سے لوگ بے جان ہوکر رہ گئے ہیں لیکن......

جے سوہنا میرے دکھ وچ راضی تے میں سکھ نوں چولہے پاواں
یار خریدا کدی مل جائے سوہنڑا اے میں رو رو حال سناواں

ابھی جولائی کی بات ہے میں پاکستان آئی ہوئی تھی اور میں نے امی کے ساتھ ''ذرا مسکرا میرے گمشدہ'' کی مکمل کہانی شیئر کی میرے لکھنے پر وہ ہمیشہ بہت خوش ہوتی تھیں پوری کہانی کا خلاصہ سنا تو بولیں۔

''سکندر جیسے باپ یقینی طور پر اس دنیا میں موجود ہیں لیکن دیکھو پھر بھی اجیہ کے کردار سے کہیں بھی یہ ظاہر مت کرنا کہ والدین اگر سخت مزاج ہوں' اکھڑ ہوں یا ان کی ذات میں کوئی بھی خامی ہو تو اولاد کو یہ حق مل جاتا ہے کہ وہ ان سے بغاوت کریں کیونکہ والدین کا احترام اور عزت ہر حال میں اولاد پر فرض ہے اور مجھے کچھ کہنے کی تو ضرورت نہیں ہے تم خود پڑھی لکھی ہو ہر بات بہتر سمجھتی ہو۔

لیکن میں مانتی ہوں کہ اولاد جتنی بھی پڑھ لکھ جائے وہ والدین سے بہتر نہیں سمجھ سکتی عقل ودانش میں اولاد ہمیشہ اپنے والدین سے کئی قدم پیچھے ہی رہتی ہے اور اس کا خود کو یوں پیچھے سمجھنا ہی اسے دنیا میں کئی لوگوں سے آگے بڑھا دیتا ہے۔ تبھی میں نے امی سے کہا۔

''آپ کی بات بالکل ٹھیک ہے اور ان شاء اللہ ناول مکمل ہونے کے بعد پڑھنے والوں کے دل میں اپنے والدین کے لیے عزت و احترام مزید بڑھے گا ضرور لیکن کم ہرگز نہیں ہوگا اس بات پر آپ مطمئن رہیں۔''

اور امی خوش ہوگئی تھیں کیونکہ وہ چاہتی تھیں کہ میری کوشش ہوتی ہے کہ تحریر میں مثبت پیغام دیا جائے اس وقت بھی امی کا مسکراتا چہرہ میرے سامنے ہے جب

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

میں ان کے بیڈ پر بیٹھی لکھ رہی تھی، وہ ساتھ تسبیح کررہی تھیں میں تھوڑا سا لکھتی پھر ان کے ساتھ لیٹ جاتی ہم دونوں باتیں کرنے لگتیں پھر امی کہتیں۔

''باتیں پھر بعد میں کرلیں گے تم پہلے لکھ لو کہیں تمہیں بھیجنے میں دیر نہ ہوجائے۔''

لیکن میرا دل ہی نہیں چاہتا تھا کہ ان کی موجودگی میں انہیں چھوڑ کر کوئی بھی اور کام کروں امی نے وہ قسط مجھ سے زبردستی لکھوائی تھی اور مجھ سے زیادہ انہیں ٹینشن تھی کہ وقت پر قسط لکھ کر ارسال کی جائے بار بار پوچھتیں کتنی رہ گئی ہے یا کتنا لکھ لیا ہے؟

یہی وجہ تھی کہ اس مرتبہ جب میں ایک ہفتے کے لیے پاکستان آنے کا سوچ رہی تھی تو میں نے طاہر بھائی سے کہا کہ ایک ڈیڑھ مہینے میں آپ کو ناول کی تمام اقساط بھجوادوں گی کیونکہ پاکستان جاکر امی ابو کے پاس بیٹھنے ان سے باتیں کرنے اور ان کی باتیں سننے کے علاوہ میرا کسی کام میں دل نہیں لگتا۔

لیکن کیا خبر تھی کہ جو کچھ ہونے جارہا ہے اس کے بعد لکھنے کو ہی جی نہیں چاہے گا۔ آج بھی جو کچھ میں نے لکھا اس میں بے ربطگی ہے شاید اس لیے کہ اب زندگی میں ہی ربط باقی نہیں رہا تو میں اپنے الفاظ اور جملوں میں ربط کیسے پیدا کروں امی کہتی تھیں۔

''ہنسو سب کے سامنے لیکن رووٴں رب کے سامنے۔''

میں اب تک سب کے سامنے ہنستی مسکراتی ہی رہتی ہوں کیونکہ رونے کی کبھی ضرورت ہی نہیں پڑتی لیکن اب جبکہ رونے پر اختیار نہیں رہا تو پھر بھی امی کی بات ہمیشہ یاد رہے گی اور کوشش ہوگی کہ ان کی تمام باتوں پر عمل کرسکوں۔

امی کے بارے میں لکھتے ہوئے نہ میرا ہاتھ تھکے گا نہ میری باتیں ختم ہوں گی لیکن سو باتوں کی ایک بات کہ امی کے جانے کے بعد ہماری ایک نئی زندگی شروع ہوئی ہے ایسی زندگی جس کے بارے میں کبھی سوچا بھی نہیں تھا آپ سے درخواست ہے کہ امی کے لیے تین مرتبہ سورۃ اخلاص ضرور پڑھیں اور ان کے بلند درجات کے ساتھ ہمارے لیے صبر و آسانی کی دعا کریں۔

وہ تمام لوگ بشمول طاہر قریشی صاحب، شاہین زمان، فاخرہ رباب، عاصمہ بتول، سارہ خان، ایچ آر رحمان، رشنا بتول، شبینہ گل اور دیگر کا انتہائی شکریہ جنہوں نے امی کے لیے ختم قرآن کا اہتمام کیا اور کئی قرآن کریم پڑھوا کر ان کے لیے ایصال ثواب کیے میں آپ سب کی ہمیشہ مقروض واحسان مند رہوں گی کہ آپ سب نے نہ صرف میرا دکھ محسوس کیا بلکہ امی کو بھی تحفہ تعظیم ارسال کیا۔

ابھی تک میں فیس بک پر لاگ ان نہیں ہوئی اس لیے تمام کے نام نہیں لکھ سکی، جن کے نام رہ گئے ان سے معذرت۔

اللہ آپ سب کے والدین سمیت میرے ابو جی کو بھی لمبی عمر، صحت، ایمان کی سلامتی اور ذہنی سکون سے نوازے اور جن کے والدین دنیا سے جاچکے ہیں ان سمیت میری امی کو بھی جنت الفردوس میں نبی پاک ﷺ کی غلامی نصیب فرما کر ان کی تمام منزلیں آسان فرمائے اور ہم سب کو صبر سے نواز کر اپنے پسندیدہ بندوں میں شامل کرے، آمین ثم آمین یا ارحم الراحمین۔

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

ہزاروں خواہشیں ایسیں

نور عین

"دیکھو فضا لپ اسٹک کا یہ والا شیڈ ٹھیک رہے گا یا یہ والا۔" اریما نے ڈارک براؤن اور ڈیپ ریڈ کلر کی شوخ لپ اسٹکس کھول کر فضا کے سامنے لہرائیں جو بیڈ پر نیم دراز اریما کو میک اپ کرتے ہوئے دیکھنے اور رسالہ پڑھنے میں بیک وقت مصروف تھی فوراً سے اٹھ بیٹھی۔

"مائی گاڈ اریما اتنے چیختے ہوئے رنگ تم لائٹ براؤن ٹرائی کرو وہ اس ساڑھی کے ساتھ زیادہ سوٹ کرے گا۔"

"جی نہیں یہ کلر بہت پیارا ہے میں یہی لگاؤں گی۔" اریما نے اپنا رخ شیشے کی طرف موڑتے ہوئے کہا۔

"دفع ہو جو مرضی کرو اگر اپنی مرضی ہی کرنی تھی تو مجھ سے پوچھنے کی کیا ضرورت تھی۔" فضا نے جھنجلا کر اپنی نظریں رسالے پر جمائیں۔

"چلو جی اب یہ مسکارا بھی سوکھ گیا لپ اسٹک کے بعد اب وہ اپنی پلکوں پر مسکارا لگانے کی کوشش کر رہی تھی جو بار بار ناکام ثابت ہو رہی تھی سو اب کی بار پھر سے فضا کو پکارا گیا۔ "فضا میری پیاری دوست تم اپنے گھر سے مسکارا لادو نا پلیز پلیز پھر تو پتا نہیں یہ موقع کب ملے گا پلیز۔" اریما کا انداز ملتجیانہ تھا۔

"توبہ ہے اریما اپنے مطلب کے وقت تو تم گدھے کو بھی باپ بنالیتی ہو ویسے تمہاری اطلاع کے لیے عرض ہے کہ میرے پاس میک اپ کا اسٹاک تم سے بھی کم ہے اور ویسے بھی ماما کا کہنا ہے کہ اسکول لائف میں لیپا پوتی کرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔" فضا نے اریما کی طرف دیکھتے ہوئے کہا جس کے برف جیسے سفید چہرے پر ڈارک براؤن لپ اسٹک خوب جچ رہی تھی۔

"ہاں جیسے میری ماما تو مجھے ہر ہفتے میک اپ کا سامان گفٹ کرتی ہیں۔ تمہاری ماما تو تمہیں کالج جانے کے بعد میک اپ کرنے کی اجازت دے دیں گی۔" اریما نے اپنے ٹوٹے بکھرے میک اپ کے سامان کو احتیاط سے رکھتے ہوئے توقف کیا۔ "مگر میری ماما کا کہنا ہے کہ مجھے میک اپ کرنے کی اجازت صرف میری شادی کے بعد ہی ملے گی پتا نہیں یہ شادی کب ہوگی۔" اب اریما کے لہجے میں حسرت در آئی تھی۔

"تمہارے پاپا تمہاری شادی تب کریں گے جب تم اپنی پڑھائی مکمل کرلوگی اور اگر تمہاری پڑھائی کو ان کی نظر سے دیکھا جائے تو شادی تو سمجھو کہ اگلا بیس سالہ منصوبہ ہے اور رہی بات میک اپ کی تو جب جب آنٹی اور انکل خاندانی تقریبات میں جایا کریں گے تب تب تم ایسے ہی میک اپ تھوپ کر اپنی حسرت پوری کرلیا کرنا آخر خاندانی تقریبات سے کٹ کر رہنا کسی انسان کے لیے ممکن تھوڑی ہے لیکن یاد رہے صرف انسان، تمہارا شمار انسانوں میں بالکل نہیں ہوتا۔" فضا بے اختیار قہقہہ لگا کر ہنس دی۔

"بکومت یہ بتاؤ کہ میں مسکارا کیسے لگاؤں ایسے تو تصویریں بالکل اچھی نہیں آئیں گی۔" فضا کی بات کو نظر انداز کرتے ہوئے اریما نے ٹھنڈی سانس بھری۔

"ایسا کرو ابھی آئی لائنر کو ہی مسکارے کے طور پر استعمال کرلو میں تمہیں بعد میں موحد (فضا کا چھوٹا بھائی) سے مسکارا منگوادوں گی۔" فضا نے اسے راہ سجھائی تو مارے خوشی کے وہ اچھل پڑی۔

"ارے واہ مجھے یہ خیال کیوں نہیں آیا۔" اریما پُرجوش ہوکر دوبارہ میک اپ باکس کی جانب متوجہ ہوئی پانی کے گلاس میں مسکارے کا برش بھگو کر پتھر کی طرح سخت آئی لائنر کی ٹکیہ پر رگڑ رگڑ کر پلکوں کو خوب سیاہ کرکے وہ بے حد مسرور تھی۔

"ایسا کرو فضا میں نے کیمرا چارج کرکے ٹی وی پر رکھا تھا وہ لے آؤ میری دس بیس اچھی سی تصویریں بنادینا

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

کمپیوٹر میں سیو کرلوں گی۔'' اریمانے اپنے اگلے بالوں کو ہیئر پنز کی مدد سے سائیڈ پف کی شکل دے لی تھی کہ سائیڈ پف کٹوانے کی اجازت تو ماما نے اسے کبھی نہیں دینی تھی کندھوں تک آتے گھنے سلکی بالوں نے چہرے کا احاطہ کر رکھا تھا' صولت بیگم کے جہیز کی ستاروں سے بھری ڈارک براؤن ساڑھی کو سیٹ کرتے ہوئے اس نے مصروف سے انداز میں فضا کو ہدایت کی۔

''لیکن اگر انکل یا آنٹی میں سے کسی نے دیکھ لیا تو۔'' فضا نے کیمرے کی چارجنگ کو چیک کرتے ہوئے پوچھا۔

''تم فکر مت کرو اچھا تم یہ بتاؤ کہ میں بال ایک سائیڈ پر ڈالوں یا ایسے ہی رہنے دوں۔'' اریمانے بالوں کو سائیڈ پر کرنے کے بعد دوبارہ کندھوں پر پھیلائے۔

''کہیں انکل اور آنٹی تو نہیں آ گئے۔'' ڈور بیل کی آواز اور فضا کے انداز پر اریما کا دل دھک سے رہ گیا۔

''تت...... تم دروازہ کھولو میں کپڑے چینج کرلوں۔'' اریمانے ہوش میں آتے ہوئے میک اپ کا سامان تیزی سے دراز میں مقفل کیا اور اپنے کپڑے اٹھا کر باتھ روم میں گھس گئی۔

''دروازہ کھولو اریما انکل آنٹی نہیں آئے' محلے کا کوئی بچہ تھا اس کی گیند ہمارے گھر آ گئی تھی۔'' پورے دو منٹ کے بعد فضا باتھ روم کا دروازہ کھٹکھٹا رہی تھی۔

اریمانے جو کہ کپڑے تبدیل کر چکی تھی' بچے پر لعنت بھیجتے ہوئے ساڑھی دوبارہ باندھی صد شکر کہ ابھی منہ نہیں دھویا تھا پندرہ منٹ کی طویل جدوجہد کے بعد اس نے ساڑھی اور بال دوبارہ سیٹ کیے اور ابھی پوز بنا ہی رہی تھی کہ بیل ایک بار پھر سے بج اٹھی۔

''وہی بچہ ہوگا اب ہم دروازہ نہیں کھولیں گے تم اسے کھڑکی سے ہی منع کردو پہلے ہی کھڑکی سے دیکھ لیتے تو اتنا ٹائم ضائع نہ ہوتا۔'' اریمانے اپنے بالوں کو انگلیوں کی مدد سے سیٹ کرتے ہوئے کہا۔

''آ...... آ......'' کھڑکی سے نیچے دیکھتے ہوئے فضا کے حواس کام کرنا چھوڑ گئے۔

''کیا آ...... آ...... کررہی ہو اسے جا جا کہو اب آ بھی جاؤ نا جلدی سے تصویریں بنالو ورنہ ماما پاپا آ جائیں گے۔''

''آ جائیں گے نہیں آ گئے ہیں۔ اریما انکل آنٹی گھر آ چکے ہیں' بیل اور کوئی نہیں ارحم بجا رہا ہے۔'' فضا کے الفاظ پر اریما کا دل اچھل کر حلق میں آ گیا۔

''ہائے اللہ جی ابھی تو میں نے عفت سحر طاہر کے ناول کو آدھا ہی پڑھا تھا۔ اب باقی کیسے پڑھوں گی گھر میں تو ماما پڑھنے ہی نہیں دیں گی۔ ناول پڑھنے کا اگلا موقع ملنے تک تو میں تجسس کے مارے فوت ہی ہو جاؤں گی۔'' فضا کی درد بھری کہانی ابھی جاری تھی جبکہ اریما اپنے کپڑے اٹھا کر جھپاک سے باتھ روم میں جا گھسی تھی۔

''ارے واہ میری بیٹی تو ابھی تک پڑھ رہی ہے میں بھی کہوں نیچے کیوں نہیں آئی۔ میٹرک کے ایگزامز تو انسان کو اپنا ہوش بھلا دیتے ہیں۔ اسی لیے میں اپنی بیٹیوں کے لیے باداموں والا دودھ بنا کر لائی ہوں۔'' صولت بیگم نے دودھ کے گلاس کتابیں کھول کر بیٹھی فضا اور اریما کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا جسے اریمانے بھی چپ چاپ تھام لیا کہ دودھ گرم کرنے کے اس عمل نے ہی صولت بیگم کو آدھا گھنٹہ مصروف رکھا تھا ورنہ اتنا پھیلاوا سمیٹنا پانچ دس منٹ میں ممکن نہیں تھا۔

''تمہارے پاپا نے تو ٹیپو کی سالگرہ کا فنکشن صحیح طرح سے اٹینڈ ہی نہیں کرنے دیا تمہیں تو پتا ہے نا کہ وہ تمہاری اسٹڈیز کو لے کر کتنے سیریس ہیں اور فضا بیٹا اپنی ماما کو میری طرف سے تھینکس کہہ دینا اگر وہ تمہیں ہمارے گھر نہ بھیجتیں تو میں اریما کو کس کے پاس چھوڑ کر جاتی۔ آج کے دور میں ایسے ہمسائے کہاں ملتے ہیں۔'' صولت بیگم نے فضا کو کھڑا دیکھا تو ممنونیت بھرے لہجے میں کہا۔

☺......☆......☺

''آپی ان اشعار کی تشریح کردیں کل ہمارا اردو کا ٹیسٹ ہے سر نے خاص طور پر یہ اسائنمنٹ دیا ہے ہمیں۔ ان اشعار کی بالکل بھی سمجھ نہیں آرہی اور آپ کو تو پتا ہے کہ

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

اگر ٹیسٹ میں نمبر کم آئے تو پاپا کیا کریں گے؟“ ارسل اور ارحم نے اپنی اپنی کاپی اریما کے سامنے رکھتے ہوئے کہا۔ اریما تو لڑکی ہونے کی وجہ سے مار سے پھر بھی بچ جاتی تھی لیکن ٹیسٹ یا ایگزامز میں غیر متوقع کارکردگی پر ارسل اور ارحم کو حبیب صاحب کا بھاری ہاتھ اپنے کندھوں پر برداشت کرنا پڑتا تھا۔

”تمہیں پتا ہے نا کہ پاپا نے کل مجھ سے کیمسٹری کا ٹیسٹ لینا ہے اگر میرے نمبر کم آئے تو پھر میری خیر نہیں' رات کو مجھے ڈرامہ دیکھنے کے لیے جو ایک گھنٹہ ملتا ہے وہ بھی بند ہو جائے گا۔“ اریما نے جو کہ زور و شور سے کیمسٹری کا رٹا لگانے میں مصروف تھی۔ کاپیاں ارسل اور ارحم کی طرف بڑھاتے ہوئے اپنی نظریں دوبارہ کتاب پر جمائیں لیکن جب کافی دیر تک کسی نے اس کے ہاتھ سے کاپیاں نہیں پکڑیں تو اس نے جھنجلا کر ان کی طرف دیکھا لیکن ارحم اور ارسل کی آنکھوں میں تیرتے ہوئے موٹے موٹے آنسوؤں نے اس کا سارا غصہ اڑا دیا۔ وہ دونوں جڑواں تھے اور جب روتے تو اکٹھے ہی روتے تھے اپنے جان سے پیارے بھائیوں کی آنکھوں میں آنسو دیکھنا اسے بالکل بھی گوارا نہیں تھا سو اپنا ٹیسٹ بھول بھال کر ان کی طرف متوجہ ہو گئی۔

کوئی امید بر نہیں آتی
کوئی صورت نظر نہیں آتی
موت کا ایک دن معین ہے
نیند کیوں رات بھر نہیں آتی

”یہ اشعار تو پانچویں کلاس کے سلیبس کا حصہ نہیں۔“ اریما نے قدرے حیرت سے کہا۔

”سر نے لکھوائے ہیں تشریح تو کرنی ہی پڑے گی۔“ ارسل نے بے چارگی سے کہا۔

”ہوں کہہ تو تم ٹھیک ہی رہے ہو اچھا اب غور سے سنو اور لکھنا شروع کرو۔“ اریما نے آلتی پالتی مار کر بیٹھتے ہوئے کہا۔

”اس شعر میں شاعر مایوسی کی انتہا پر پہنچا ہوا ہے کیونکہ اس کی کوئی امید اور خواہش پوری نہیں ہو پا رہی جس کی وجہ سے وہ بے حد اداس ہے اس کا کہنا ہے کہ اس کی حالت اس شخص جیسی ہے جس کو اپنی موت کا خیال اس قدر تکلیف دہ لگتا ہے کہ وہ یہ جاننے کے باوجود کہ موت کو اپنے وقت پر آ ہی جانا ہے رات رات بھر سو نہیں پاتا۔“ اریما نے اپنی سمجھ کے مطابق تشریح کرتے ہوئے ارسل اور ارحم کی طرف فخریہ انداز سے دیکھا۔

”ارے آپی یہ شاعر تو ہمارا ہی بھائی لگتا ہے مجھے لگتا ہے اس کے پاپا بھی بہت سخت ہوں گے اسی لیے یہ ایسے شعر کہتا رہا ہے۔“ ارحم دور کی کوڑی لایا۔

”بکواس بند کرواتنے اچھے تو ہیں ہمارے پاپا اگر وہ سختی نہ کریں تو ہم پڑھائی میں اتنے اچھے نہ ہوں۔“ اریما نے بڑی مشکل سے اپنے دل کی آواز کو دبایا۔

”لیکن آپی پاپا ہمیں شاباش کیوں نہیں دیتے۔ کل انگلش کے ٹیسٹ میں میرے 96 مارکس آئے تھے لیکن پاپا نے پھر بھی ڈانٹا۔“ ارسل نے منہ بسورا۔

”ہاں تو 100 مارکس لانے تھے نا' اب جاؤ مجھے ٹیسٹ یاد کرنے دو۔“ اریما نے سخت لہجے میں کہا لیکن وہ دل ہی دل میں ان سے متفق تھی ارحم اور ارسل دونوں ہی پڑھائی پر خاص توجہ دیتے تھے اور مارے باندھے ہی سہی وہ اے گریڈ لیتی آ رہی تھی' ہاں ارحم اور ارسل ہمیشہ اے پلس گریڈز ہی لیتے تھے لیکن حبیب صاحب ان کی کارکردگی سے کبھی مطمئن نہیں ہوئے تھے کم از کم ان تینوں کے سامنے انہوں نے کبھی ان بہن بھائیوں کی قابلیت کو نہیں سراہا تھا' ہاں خاندان کی تقریبات میں شرکت کے دوران وہ اپنے بچوں کی قابلیت کا ذکر بڑے فخر سے کرتے تھے۔ رزلٹ کے دن کا تو حال ہی الگ تھا اس دن ان تینوں بہن بھائیوں کی شامت آ جاتی تھی۔ رزلٹ چاہے کسی کا بھی ہو وہ تینوں حفظ ماتقدم کے طور پر پہلے ہی ٹلمل اٹین شن ہو جاتے تھے۔ خاص طور پر حبیب صاحب کے گھر پر موجود ہونے کے اوقات میں وہ تینوں سچ مچ کتابی کیڑے بن جایا کرتے تھے کہ اگر ان کا رزلٹ اچھا آ بھی

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

جاتا تب بھی ان کے لیے ڈھونڈ ڈھونڈ کر ایسے بچوں کی مثالیں جمع کی جاتیں جن کے نمبر ان سے زیادہ ہوتے یہاں تک کہ اپنے آپ کو انتہائی لائق فائق سمجھنے والا انسان اپنی نالائقی کو تسلیم کرتے ہوئے شرمندگی کی گہرائیوں میں گر جاتا اور خدانخواستہ اگر کبھی رزلٹ ذرا سا بھی اوپر نیچے ہو جاتا پھر تو گھر میں بھونچال آ جاتا۔ حبیب صاحب کا غصہ آسمان کو چھونے لگتا گھر میں ایمرجنسی نافذ کی جاتی پڑھنے کا دورانیہ بڑھا دیا جاتا' ناشتے میں' ڈنر کی ٹیبل پر شام کی چائے پر بچوں کو پڑھائی کی طرف راغب کرنے کے لیے ذہنی تشدد کے جدید ترین طریقے ایجاد کیے جاتے اور یہ سب کچھ تب تک جاری رہتا جب تک رزلٹ نوے فیصد کو نہ چھو لیتا ویسے تو نوے فیصد بھی کوئی خاص پرسنٹیج نہیں تھی (حبیب صاحب کی نظر میں) لیکن ناشتہ اور ڈنر سکون سے کرنے کے لیے کافی تھی۔ ہاں عمر پر یہ سارے اصول لاگو نہیں ہوتے تھے وہ اریما کے تایا کا بیٹا تھا اور انجینئرنگ کرنے کے لیے لاہور آیا تھا۔ کم گو اور اپنے کام سے کام رکھنے والا عمر جو ایگزامز میں اٹھانوے فیصد سے کم مارکس کبھی نہیں لاتا تھا حبیب صاحب کی گڈ بکس میں تھا لیکن عمر سے حبیب صاحب اور باقی گھر والوں کی ملاقات مہینے میں ایک دو بار ہی ہوتی تھی ایک تو پڑھائی کی شدید مصروفیت دوسرے زیادہ تر ویک اینڈ پر وہ گاؤں جایا کرتا تھا مصروفیت کے باعث سب کے ساتھ مل بیٹھ کر کھانا کھانا بھی کبھی کبھار ہی ہوتا تھا۔ شاید اسی لیے تین سال اسی گھر میں رہنے کے باوجود وہ اپنے سب کزنز کے لیے کسی حد تک اجنبی ہی تھا۔

☺......☆......☺
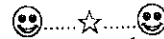
''چھوڑ و کتاب کو یہ دیکھو اریما' سجل علی کا انٹرویو شائع ہوا ہے۔ چلو پڑھتے ہیں۔'' فروا نے اریما سے کیمسٹری کی کتاب چھینتے ہوئے کہا۔

''ارے واہ نیا ڈائجسٹ آ بھی گیا دیکھو سجل علی کتنی پیاری لگ رہی ہے۔ اوہ مائی گاڈ اس دفعہ تو میرے فیورٹ ناول کی آخری قسط چھپی ہے۔'' ڈائجسٹ کا نیا شمارہ دیکھ کر وہ اپنا ٹیسٹ بھول گئی۔

''ایسا کرو تم یہ ڈائجسٹ گھر لے جاؤ میں تو پڑھ چکی ہوں۔'' فروا نے کہا۔

''ویسے پیپرز کی تیاری تو مجھے بھی کرنی تھی پیپرز قریب ہیں پہلے میں نے سوچا تھا کہ کمبائن اسٹڈی کے لیے تمہارے گھر آ جاؤں لیکن مجھے تمہارے پاپا سے ڈر لگتا ہے۔ یاد ہے نا تمہیں جب میں عید پر تمہارے گھر آئی تھی حبیب انکل نے مجھ سے فزکس کا ٹیسٹ زبانی ہی لینا شروع کر دیا تھا۔ اف کتنے مشکل سوال پوچھے تھے انہوں نے۔ میں نے تو تمہارے گھر دوبارہ آنے سے توبہ کر لی۔ استغفر اللہ ایسا لگ رہا تھا جیسے میں اپنی دوست کے گھر نہیں ایگزامنیشن ہال میں پہنچ گئی ہوں۔'' فروا نے بے اختیار جھرجھری لی۔ جواباً اریما شرمندگی کے مارے بڑی مشکل سے مسکرا پائی تھی کہ اس کی تقریباً ساری فرینڈز نے ہی اس کے گھر آنے سے توبہ کر لی تھی رہی فضا تو وہ ان کے گھر تب ہی آتی تھی جب حبیب صاحب گھر پر نہیں ہوتے تھے۔

☺......☆......☺

ارسل کے آنے پر اریما نے گڑبڑا کر ڈریسنگ ٹیبل کا دراز تیزی سے بند کیا اور ڈریسنگ ٹیبل پر رکھی کیمسٹری کی کھلی کتاب پر اپنی نظریں جمائیں۔

''آپی یہ بادام والا دودھ پی لیں ماما نے بھیجا ہے ویسے آپ کر کیا رہی تھیں اور یہاں کیوں بیٹھی ہیں۔'' دودھ کا گلاس اریما کے قریب رکھتے ہوئے ارسل نے حیرت سے پوچھا۔ ڈریسنگ ٹیبل کے قریب بیٹھی اریما کے گڑبڑانے پر وہ مشکوک ہو چکا تھا۔

''کک...... کچھ بھی نہیں اصل میں رائٹنگ ٹیبل پر روشنی کم تھی ویسے بھی میں روز وہاں پڑھ پڑھ کر بور ہو گئی ہوں اسی لیے جگہ چینج کر لی تم جاؤ اور جاتے ہوئے دروازہ اچھی طرح بند کر دینا۔'' پیشانی پر آئے پسینے کے قطروں کو صاف کرتے ہوئے اس نے ارسل کو ہدایت کی۔

کندھے اچکا کر دروازے کی طرف بڑھتے ہوئے

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

ارسل نے دو تین بار مڑ کر اس کی طرف دیکھا۔ اریما کا ٹوٹا پھوٹا لہجہ کہیں کچھ غلط ہونے کی نشاندہی کر رہا تھا۔ ارسل کے جاتے ہی اریما نے گہری سانس لے کر ڈریسنگ ٹیبل کی دراز کھولی جہاں ڈائجسٹ باقاعدہ کھلا ہوا تھا' اپنے دھک دھک کرتے ہوئے دل کو نظر انداز کرتے ہوئے وہ ایک بار پھر سے کہانیوں کی دلفریب دنیا میں گم ہوچکی تھی اور پھر ایک کے بعد ایک کہانی پڑھتے ہوئے وہ رات کو دس بجے بستر پر لیٹی تھی بستر پر لیٹتے ہی اس کی آنکھوں کے سامنے کل کا ٹیسٹ ایک بڑا سا سوالیہ نشان بن کر آ کھڑا ہوا تھا۔

☺......☆......☺

"یہ ٹشو پیپرز کا ڈبہ کس لیے ہے؟" حبیب صاحب نے اریما کے ہاتھ میں پکڑا روز پیٹل کا بڑا سا ڈبہ دیکھتے ہوئے استفسار کیا۔

"وہ پاپا' اصل میں مجھے زکام ہے اس لیے۔" اریما نے اپنی چھوٹی سی بے تحاشا سرخ ناک کو دبایا۔

"ٹھیک ہے ٹیسٹ کے بعد تمہیں جوشاندہ بنوا کر دیتا ہوں ٹیسٹ کی تیاری تو کی ہے نا تم نے۔" حبیب صاحب کی دبنگ آواز پر اریما کی لرزتی ہوئی ٹانگیں نفی میں جبکہ سر اثبات میں ہلنے لگا۔

"ٹھیک ہے یہ کوئسچن پیپر لو اور اگلے ایک گھنٹے میں اپنا ٹیسٹ کمپلیٹ کر کے کچھ دیر آرام کر لینا طبیعت ٹھیک ہو جائے گی۔" حبیب صاحب نے ایک پرنٹڈ کاغذ اریما کی طرف بڑھاتے ہوئے قدرے نرمی سے کہا۔

"پاپا میں ڈائننگ ٹیبل پر بیٹھ کر ٹیسٹ کرلوں۔" اریما نے لاؤنج سے قدرے پرے ڈائننگ ٹیبل کی طرف اشارہ کیا۔

"یہاں صوفے پر کیا پرابلم ہے۔" حبیب صاحب کا لہجہ مشکوک ہوا۔

"ڈائننگ ٹیبل پر لکھنے میں آسانی ہوتی ہے اور اپنی چیزیں رکھنے کے لیے بھی کافی جگہ ہوتی ہے بس اسی وجہ سے کہہ رہی تھی ویسے بھی ڈائننگ ٹیبل آپ کے سامنے ہی تو ہے پلیز پاپا۔" اریما کا لہجہ التجائیہ تھا۔

"ٹھیک ہے لیکن ہاتھ ذرا جلدی چلانا۔" حبیب صاحب کو اپنی نگرانی پر اعتماد تھا' سو بلا جھجک اجازت دے دی۔ ٹیسٹ کے دوران زکام اپنے عروج پر رہا۔ ٹیسٹ کے اختتام تک ڈائننگ ٹیبل ٹشو پیپرز سے بھر چکی تھی۔

"یہ لیں پاپا۔" پینتالیس منٹ کے بعد جب اریما نے اخبار پڑھتے ہوئے حبیب صاحب کو حل شدہ ٹیسٹ تھمایا تو انہوں نے حیرت بھری نظروں سے پُر اعتماد اریما کی جانب دیکھا حالانکہ ٹیسٹ دیتے ہوئے وہ اتنی کنفیوز ہوتی تھی کہ ٹیسٹ کر لینے کے باوجود آخری وقت تک نہ جانے کتنی بار اسے پڑھ ڈالتی تھی لیکن آج تو اس کے انداز ہی بدلے ہوئے تھے۔

"یاد تو تم نے ٹھیک کیا ہے لیکن تمہاری رائٹنگ آج کل بہت خراب ہو رہی ہے' اس پر توجہ دو۔" ٹیسٹ چیک کرتے ہوئے حبیب صاحب نے حسب عادت سخت لہجے میں کہا۔

"بس آج اور کوئی کام نہیں ہے جا کر آرام کرو کل تمہارا بائیولوجی کے پانچویں چیپٹر کا ٹیسٹ ہوگا اچھے سے تیاری کرنا چیک شدہ ٹیسٹ اریما کی طرف بڑھاتے ہوئے انہوں نے گویا اس پر احسان عظیم کیا اور اریما جو دل ہی دل میں اپنی جان چھوٹ جانے پر بھنگڑے ڈال رہی تھی دل مسوس کر رہ گئی۔

"ٹھیک ہے پاپا۔" اپنی چیزیں اٹھا کر کمرے کی طرف جاتے ہوئے اس کا دل کچھ اور ہی سوچ رہا تھا۔

"کوئی بات نہیں جیسے آج ٹیسٹ دیا ہے کل بھی دے لوں گی۔" اپنے آپ کو تسلی دیتے ہوئے اریما نے ٹی وی آن کیا۔

"یہ لو جوشاندہ پی لو اب تمہارا زکام کیسا ہے۔" حبیب صاحب نے کپ اریما کی طرف بڑھایا۔ ان کا لہجہ بے حد سرد تھا اریما نے سرعت سے ٹی وی بند کیا۔

"ٹھ..... ٹھیک ہے پاپا' آپ نے تکلیف کیوں کی مجھے بلا لیتے۔" اریما نے کپ پکڑتے ہوئے خوف اور

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

حیرت سے کہا۔

''ٹیسٹ دیتے ہوئے تم کافی جلدی میں تھیں شاید بھول گئی تھی کہ تمہیں ان کی ضرورت پڑے گی میں نے سوچا کہ میں انہیں تم تک پہنچادوں۔آخر ز کام کا مقابلہ ان کے بغیر تو ہو ہی نہیں سکتا۔'' حبیب صاحب نے کمر کے پیچھے چھپے ہوئے ہاتھ میں پکڑے ٹشو پیپرز اریما کی سامنے لہرائے تو اریما کا اوپر کا سانس اوپر اور نیچے کا نیچے رہ گیا۔ وہ اپنی بوٹیاں وہیں ڈائننگ ٹیبل پر بھول آئی تھی اور اب وہ بوٹیاں حبیب صاحب کے ہاتھ میں موجود تھیں ان ٹشو پیپرز پر چیپٹر کے اہم سوالات بڑی مہارت سے لکھے گئے تھے آج سارا دن فضا اور فروا کی مدد سے نہایت عرق ریزی کے بعد یہ نازک سی بوٹیاں تیار ہوئی تھیں زکام کا سرٹیفکیٹ دینے کے لیے ناک کو بھی پنک لپ اسٹک کی مدد سے خوب رنگا گیا تھا تاکہ ان ٹشو پیپرز کے استعمال کا جواز پیدا کیا جاسکے اور اب وہ ساری بوٹیاں زہریلے پھنکارتے سانپوں کی طرح حبیب صاحب کے ہاتھ میں لہرا رہی تھیں۔

''نالائق، ناہنجار، کند ذہن لوگوں کے بچے کتنے لائق ہوتے ہیں اور ہمارے بچے بے تحاشا نالائق، کام چور اور ایک نمبر کے چیٹر جتنی محنت ان پر کی ہے ٹیسٹ پر کی ہوتی تو......'' غصے کی شدت سے ان سے بات مکمل ہی نہیں ہو پائی، گہری سانس بھرتے ہوئے انہوں نے اپنا غصہ کم کرنے کی کوشش کی۔''اب کان کھول کے میری بات سنو۔'' اب کے لہجہ انتہائی سرد تھا۔''کل سے نہیں بلکہ آج سے تمہارا ٹی وی دیکھنا بند اب میں تمہیں پیپرز تک ٹی وی کے سامنے بیٹھا ہرگز نہ دیکھوں اور ہاں اس پورے چیپٹر کو تم نے پورے تین بار لکھنا ہے پتا نہیں پڑھائی سے دل چرا کر تمہیں کیا مل جاتا ہے لوگوں کے بچے.....'' حبیب صاحب پھر سے آتش فشاں بنے لاوا اگل رہے تھے اور اریما سر جھکائے چپ چاپ سنتی رہی تھی ارسل اور ارحم تو بہت پہلے ہی اپنی کتابیں اٹھا کر اسٹڈی میں جاچکے تھے اس بات کا قوی امکان تھا کہ حبیب صاحب کی گولہ باری کا رخ جلد ہی ان کی طرف مڑ جائے گا۔ اگر عمر بھائی بھی گھر پر ہوتے تو کتنی بے عزتی ہوتی، کمرے کے دروازے پر کھڑی ہراساں سی صولت بیگم کو دیکھ کر اریما نے شرمندگی سے نظریں جھکاتے ہوئے سوچا۔

☺......☆......☺

''عمر بھائی مجھے آپ سے کیمسٹری کے کچھ پوائنٹس سمجھنے ہیں۔ اصل میں کل میرا ٹیسٹ ہے اور پاپا آفس میں بزی ہیں۔ اگر آپ فارغ ہیں تو سمجھادیں۔'' اریما دروازہ ناک کرکے کمرے میں داخل ہوئی۔

''فارغ تو نہیں ہوں مگر کیا سمجھنا ہے تمہیں۔'' اپنے لیپ ٹاپ پر پراجیکٹ بنانے میں مصروف عمر نے کہا۔

''عمر بھائی بس آپ مجھے جلدی سے یہ نمریکلز کروا دیں۔'' اریما اپنی کیمسٹری کی کتاب اسے تھماتے ہوئے جھٹ سے بیڈ کے قریب رکھی کرسی پر ٹک گئی۔

''پہلے یہ ایکویشن (مساوات) بیلنس ہوگی تب ہی یہ سوال حل ہوگا تم ایسا کرو یہ ایکویشن بیلنس کرکے مجھے دو تب تک میں تھوڑا کام کرلوں۔'' عمر نے اسے کتاب تھماتے ہوئے بیڈ پر رکھی فائل اٹھائی۔

''لیکن مجھے تو ایکویشن کو صحیح طرح سے بیلنس کرنا نہیں آتا۔ ویسے بھی یہ بہت پیچیدہ ہے۔'' کافی دیر بعد اریما جھجک کر بولی تو فائل میں منہمک عمر نے حیرت سے سر اٹھایا۔

''واٹ، تمہیں ایکویشن بیلنس کرنا نہیں آتا۔ ان پانچوں سوالات میں ایکویشن بیلنس کرنا پڑیں گے تب تم کیا کروگی۔'' عمر حقیقی معنوں میں شاکڈ ہوا۔

''تھوڑی تھوڑی کرلیتی ہوں کچھ چیزوں میں کنفیوژن ہوتی ہے لیکن پاپا سے پوچھتے ہوئے ڈر لگتا ہے آپ فکر نہ کریں میرا رٹا کامیاب ہے آپ ایک دفعہ یہ پانچوں ایکویشنز بیلنس کردیں باقی کا کام میں کرلوں گی۔'' شرمندہ سی اریما نے تیزی سے کہا۔

''اب خاموشی سے ادھر دیکھو۔'' کچھ سیکنڈز اریما کو گھورنے کے بعد عمر نے گہرا سانس لیتے ہوئے اسے کاپی کی طرف متوجہ کیا اور پھر اگلے آدھے گھنٹے میں عمر

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

نے اسے بڑی باریک بینی سے ایکویشن بیلنس کرنے سے لے کر نمبریکلز حل کرنے کے طریقے بڑی تفصیل سے سمجھائے تھے۔ سمجھنے سمجھانے کے اس چکر میں وہ دونوں ایک دوسرے سے بے تحاشا ایمپریس ہوچکے تھے۔ عمر اریما کی ذہانت اور اتنی جلدی سمجھ جانے کی وجہ سے جبکہ اریما عمر کے بے تحاشا نالج کی وجہ سے۔

''واؤ اریما یہ واقعی تمہارا ٹیسٹ ہے مجھے تو کبھی پتا ہی نہیں چلا کہ تم اتنی لائق فائق اسٹوڈنٹ ہو۔'' عمر نے اس کے رجسٹر میں رکھے ٹیسٹ کو ستائش بھری نظروں سے دیکھا جس پر اٹھانوے فیصد پوری آب وتاب سے جگمگا رہا تھا۔

اریما کے اپنی چیزوں کو سمیٹتے ہاتھ رک گئے۔ عمر کے ہاتھ میں وہی ٹیسٹ تھا جس پر اس نے حبیب صاحب سے ڈھیروں عزت افزائی کروائی تھی اس دن کے بعد حبیب صاحب اریما کا ٹیسٹ کڑی نگرانی میں لیا کرتے تھے ان کی نظروں میں موجود بے اعتباری اسے اپنے آپ پر شدید تاؤ دلاتی تھی حالانکہ وہ جان چکی تھی کہ چیٹنگ کرنے میں سراسر اس کا اپنا نقصان ہے اور دل ہی دل میں اس نے آئندہ چیٹنگ کرنے سے توبہ بھی کرلی تھی لیکن حبیب صاحب پکے مومن تھے اور ایک سوراخ سے بار بار ڈسے جانا انہیں بالکل بھی گوارا نہیں تھا۔ اتنے دن بعد اس ٹیسٹ کو دیکھ کر اس کا مسکراتا ہوا چہرہ ایک دم سے سنجیدہ ہوا وہ دل ہی دل میں اللہ کا شکر ادا کررہی تھی کہ عمر زیادہ تر کھانا اپنے کمرے میں ہی کھاتا تھا ورنہ وہ کتنی ذہین فطین ہے کھانے کی ٹیبل پر حبیب صاحب کی زبانی وہ آسانی سے جان جاتا۔

''پتا کیسے چلتا آپ اتنے بزی جو رہتے ہیں۔ بہت بہت شکریہ عمر بھائی آپ نے میری اتنی مدد کی ورنہ تو میں ٹیسٹ میں فیل ہوجاتی۔'' اس نے بڑی مشکل سے اپنے چہرے پر مسکراہٹ سجائی۔

☺......☆......☺

''پیپر تو کافی مشکل تھا میرا تو بس سو سو ہی ہوا...... تمہارا پیپر کافی اچھا ہوا ہے جبھی تو کسی کی طرف دیکھے بغیر بس دھڑا دھڑ لکھتی ہی چلی جارہی تھی۔'' کمرہ امتحان سے باہر نکلتی فضا نے مسکراتے ہوئے اریما کے کندھے پر ہاتھ مارا۔

''ہاں یار پیپر تو ٹھیک ہوا ہے مگر ایک شارٹ کوئسچن رہ گیا مجھے اس کا جواب ہی یاد نہیں آرہا تھا' تمہیں پتا ہے کوئسچن نمبر ۱۶ کا کیا جواب ہے؟'' اریما نے چلتے چلتے اس کی جانب مڑتے ہوئے پوچھا جس پر فروا نے مسکراتے ہوئے نفی میں سر ہلا دیا' البتہ اریما کے چہرے پر ہوائیاں اڑ رہی تھیں' اب پوچھنے کا کیا فائدہ پیپر تو ہوگیا فروا نے حیرت سے کہا جبکہ اریما اس کی پوری بات سنے بغیر ہی کلاس کی ایک لائق فائق لڑکی کی جانب لپکی جو اسے ابھی ابھی نظر آئی تھی۔

''ایکسکیوزمی فائزہ کیا آپ نے سوال نمبر سولہ حل کیا ہے۔ پلیز مجھے اس کا جواب بتادیں۔'' فائزہ کے اثبات میں سر ہلانے پر اریما نے اپنے کندھے پر لٹکتے ہوئے بیگ سے بال پوائنٹ اور کتاب نکالی۔

''اب بس بھی کرو اریما لڑکیاں تمہیں مڑ مڑ کر دیکھ رہی ہیں پاگل لگ رہی ہو تم۔'' بائیو کا پیپر دینے کے بعد اس کی کتاب کو رٹا لگاتی ہوئی سیڑھیوں میں اریما کے قریب بیٹھی فضا نے اس کو ٹہوکا دیا تو وہ چونک اٹھی۔

''تمہیں گھر جاکر پیپر جو نہیں سنانا پڑتا اس لیے ایسی باتیں کررہی ہو میرا اصل پیپر تو گھر جاکر ہونا ہے۔ پاپا نے پورا پیپر سننا ہے اور میں آخری پیپر والے دن ایک کوئسچن کی وجہ سے اپنی چھٹیاں خراب نہیں کرنا چاہتی۔'' اریما نے دوبارہ سے اپنی نظریں سوال نمبر سولہ کے جواب پر جمائیں۔

☺......☆......☺

''ارے واہ آنٹی یہ موتی ٹانکنا تو بڑا آسان ہے۔ یہ دیکھیں میں ٹھیک بنا رہی ہوں نا۔'' اریما نے فریم کو ذرا سا موڑ کر تو بیہ بیگم کو دکھایا تو انہوں نے مسکراتے ہوئے انگوٹھے کی مدد سے زبردست کا اشارہ کیا۔ ''لگا تو میں آج

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

ہی کمپلیٹ کرلوں گی آپ بس مجھے قمیص کے پچھلے گلے کی پٹی بنانے کا طریقہ بتادیں باقی سلائی تو مجھے آہی گئی ہے۔“ اریما کا لہجہ پُرجوش تھا۔

”تم ایسا کرنا اپنا سوٹ کل ہماری طرف ہی سلائی کرلینا فکر نہ کرو بھائی اور بھابی سے میں خود بات کرلوں گی۔“ اس کی پریشان نظروں کے جواب میں انہوں نے اسے تسلی دی۔ ”سچ بیٹا ٹیکنالوجی کے اس دور میں تمہاری دلچسپیاں مجھے حیران کردیتی ہیں اور ہاں میری اس پھوہڑ بیٹی کو بھی کچھ سکھادو اسے تو رف کپڑے پر بھی پھول کاڑھنا نہیں آیا۔ قمیص پر کیا خاک کاڑھے گی۔“ ثوبیہ بیگم نے فضا کے سر پر ہلکی سی چپت لگائی جو فریم ہاتھ میں پکڑے نہ جانے کون سا ٹانکا کاڑھ رہی تھی کہ وہ ٹانکا کم اور چھوٹی بڑی لاتعداد ٹانگوں والی مکڑی زیادہ لگ رہا تھا۔

”جی نہیں میں سب سے اچھی کڑھائی کرتی ہوں یہ دیکھیں دبکانہ موتی میں نے پھڑکی ٹانکا بنایا ہے۔ جسے دیکھ کر لوگ پھڑک کر رہ جائیں گے۔ اچھا چلو چھوڑو یہ سب کچھ آؤ ہم ٹی وی دیکھتے ہیں۔ ہمارا فیورٹ ڈراما آ رہا ہوگا۔“ فضا نے اپنا اور اریما کا فریم لان کی کرسی پر پھینکا۔

”ماما آپ ہمارے لیے پکوڑے تیار کریں ہم ٹی وی دیکھنے جارہے ہیں اور ہاں میک اپ والے دراز کی چابی بھی موحد کے ہاتھ اوپر بھجوا دیجیے گا۔“ اریما کا ہاتھ پکڑے سیڑھیاں چڑھتے ہوئے اس کا فرمائشی پروگرام جاری تھا جبکہ اریما میک اپ کا نام سنتے ہی مدہوش ہوچکی تھی۔

ثوبیہ بیگم مسکراتی ہوئی کچن میں چلی گئیں کہ اتنی مشکل پڑھائی کے بعد چھٹیاں انجوائے کرنا بچیوں کا حق بنتا تھا وہ اس بات کی دل سے قائل تھیں۔

☺......☆......☺

”آپی! پاپا آپ کو لاؤنج میں بلا رہے ہیں جلدی آئیں۔“ ارسل پیغام دے کر فوراً ہی واپس بھاگ گیا تھا۔ پاپا نے کیوں بلایا ہے دل ہی دل میں اندازے لگاتی وہ رسالہ سائیڈ ٹیبل کی دراز میں رکھ کر لاؤنج کی طرف بڑھی۔

”آؤ اریما بیٹا آجاؤ۔“ حبیب صاحب جو لاؤنج میں ایک چالیس پینتالیس سالہ صاحب کے ہمراہ بیٹھے تھے اسے دیکھ کر نرمی سے بولے۔ اریما جھجکتی ہوئی ان کے قریب آبیٹھی۔

”بیٹا یہ آپ کے ٹیوٹر ہیں آپ کو ایف ایس سی کی ٹیوشن یہی دیں گے ارسل اور ارحم بھی ان سے ہی پڑھیں گے سلام کرو انہیں شاباش۔“

”السلام علیکم سر۔“ اریما کی آواز پھنس پھنس کر نکلی۔

”جی تو فاروق صاحب میری بیٹی اریما اور میرے دونوں بیٹے ارسل اور ارحم اب آپ کی ذمہ داری ہیں اصل میں بڑھتی ہوئی کاروباری مصروفیات کے باعث میں ان پر مکمل توجہ نہیں دے پاؤں گا' ہاں لیکن میں ان کی اسٹڈی پر چیک اینڈ بیلنس ضرور رکھوں گا یہ صفحہ میں نے خاص طور پر ان کی کارکردگی سے باخبر رہنے کے لیے ڈیزائن کیا ہے۔“ حبیب صاحب نے فاروق کی طرف حاضری رجسٹر کے طرز کا ایک صفحہ تھمایا جس پر اریما ارسل اور ارحم کے نام اوپر نیچے لکھے ہوئے تھے اور ہر نام کے سامنے سیدھی لائن میں اکتیس خانے بنے ہوئے تھے۔ جن پر ایک سے اکتیس تک کے ہندسے درج تھے۔

”ہر مہینے کے آغاز میں آپ کو ایسا فارمیٹڈ صفحہ مل جایا کرے گا آپ سب سے اوپر اس مہینے کا نام لکھیں گے اور جس دن یہ لوگ سبق یاد نہیں کریں گے یا کوئی بہانہ کریں اس تاریخ والے خانے میں کراس کا نشان لگادیں اور کام کرنے کی صورت میں ٹک کا نشان لگادیں اس طرح میں ان کی پورے مہینے کی کارکردگی سے واقف رہوں گا۔ آپ کو کوئی مسئلہ تو نہیں ہوگا۔“ حبیب صاحب نے حیران سے فاروق صاحب سے دریافت کیا۔

”نہیں سر بالکل بھی نہیں آپ جیسا چاہیں گے بالکل ویسا ہی ہوگا۔“ تین بچوں کی ٹیوشن سے ملنے والے بیس ہزار روپوں نے ان کو حیرت کا اظہار کرنے سے بھی باز ہی رکھا تھا۔

”گڈ.....تو پھر ٹھیک ہے آپ کل سے آجائیں میں

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

چاہ رہا تھا کہ اریما کالج اسٹارٹ ہونے سے پہلے ہی اپنی پڑھائی شروع کرے اسے ڈاکٹر بننا ہے ابھی سے محنت کرے گی تو اپنا ٹارگٹ اچیو کر پائے گی۔'' حبیب صاحب نے کھڑے ہوتے ہوئے فاروق صاحب سے ہاتھ ملایا۔

''لیکن پاپا ابھی تو رزلٹ آنے میں ایک مہینہ باقی ہے اور ویسے بھی مجھے دادی سے ملنے گاؤں جانا ہے پچھلے پانچ سال سے میں نے گاؤں کا ایک بھی چکر نہیں لگایا۔'' فاروق صاحب کے جاتے ہی اریما منمنائی۔

''اماں ایک دو مہینے تک ہم سے ملنے آرہی ہیں اور تم نے سنا نہیں کہ تمہاری اگلی پڑھائی خاصی ٹف ہے۔ کل میرے ساتھ چلنا تمہیں بکس اور بیگ وغیرہ دلوادوں گا۔'' حبیب صاحب کا لہجہ دوٹوک تھا اریما بجھے دل کے ساتھ سر جھکا کر رہ گئی اور دل کی یہ اداسی روزانہ ہی سر فاروق کے آنے پر دوچند ہوجاتی۔ بائیو فزکس اور کیمسٹری کی پُر پیچ گتھیاں سلجھاتے ہوئے وہ دل میں اترتی اداسی کی عادی ہوتی جارہی تھی انہی اداسی بھرے دنوں میں اس کا میٹرک کا رزلٹ اناؤنس ہوگیا تھا اے پلس گریڈ لینے پر جہاں صولت بیگم نے اسے نازک سا ڈائمنڈ کا نیکلس گفٹ کیا تھا وہیں پاپا نے گلے لگا کر ڈھیر سارا پیار بھی کیا تھا۔

''لیکن اگلا رزلٹ اس سے بھی زیادہ شاندار ہونا چاہیے۔'' وہ اسے کہنا نہیں بھولے تھے۔ اس سے اگلے دن سر فاروق نے اس سے فزکس کا ٹیسٹ لینا تھا سو وہ اپنے شاندار رزلٹ کی خوشی بھی جی بھر کر منا نہیں پائی تھی۔

☺......☆......☺

''السلام علیکم دادو' آپ آگئیں کتنی دیر کی آنے میں بس اب میں آپ کو دو مہینے سے پہلے واپس گاؤں نہیں جانے دوں گی۔'' گھر میں داخل ہوتے ہی عابدہ بیگم کو لاؤنج میں حبیب صاحب اور صولت بیگم کے پاس بیٹھے دیکھ کر اریما خوشی سے باغ باغ ہوتی ان کی کھلی بانہوں میں جاسمائی۔

''ارے آتے ہی گلے شکوے ذرا سانس تو لے لو اور مجھے یہ تو بتاؤ کہ تم اتنی کمزور کیوں ہوگئی ہو کیوں بہو تم اس کا خیال نہیں رکھتی کیا؟'' عابدہ بیگم نے اریما کا چہرہ قریب سے دیکھا تو فکرمندی سے دریافت کیا۔

''نہیں اماں اتنا خیال تو رکھتی ہوں' پڑھائی کا پریشر زیادہ ہے شاید اسی لیے۔'' صولت بیگم نے سنبھل کر جواب دیا۔ عابدہ بیگم کی شخصیت خاصی بارعب کی حامل تھی یہاں تک کہ حبیب صاحب کی بھی ان کے سامنے دم مارنے کی مجال نہیں تھی۔

''اب ایسی بھی کیا پڑھائی کہ بچی نچڑ کر رہ گئی...... ہم نے بھی پڑھائی کی تھی اور اس زمانے میں کی تھی جب لڑکیوں کی پڑھائی کا کوئی رواج نہیں تھا۔ ایسے بے حال تو نہیں ہوئے تھے خیر اب میں آگئی ہوں سارے پریشر وریشر خود ہی ختم ہوجائیں گے۔'' عابدہ بیگم نے اریما کے ماتھے کو چومتے ہوئے قدرے خفگی سے کہا۔ اگلے چار پانچ دنوں میں وہ اریما کی پڑھائی کی بے تحاشا مصروفیات کو دیکھ کر ہولتی رہیں ابھی وہ حبیب صاحب سے بات کرنے کا سوچ ہی رہی تھیں کہ بہانہ از خود ہی پیدا ہوگیا۔

☺......☆......☺
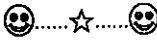
''دیکھیں نا دادو فروا نے خاص طور پر مجھے اپنے بھائی کی شادی پر انوائیٹ کیا ہے فضا بھی ثوبیہ آنٹی کے ساتھ جارہی ہے لیکن پاپا مجھے جانے کی اجازت نہیں دے رہے پلیز دادو پاپا سے کہیں ناکہ مجھے شادی پر جانے دیں اب تو یہ اعتراض بھی نہیں رہا کہ کوئی بڑا ساتھ نہیں جارہا' ثوبیہ آنٹی تو اکثر مجھے اور فضا کو اسکول بھی ڈراپ کرتی تھیں۔ آپ کو تو پتا ہے نا پچھلے سات آٹھ سال سے میں نے کوئی شادی اٹینڈ نہیں کی۔'' اریما نے معصومیت سے منہ بسورا تو عابدہ بیگم نے مسکراتے ہوئے اسے اپنے بازوؤں میں بھینچ لیا۔

''نہیں اماں جی ایسی کوئی بات نہیں ہے ثوبیہ بہن سے ہمارے بہت پرانے تعلقات ہیں اور مجھے اپنی بیٹی پر بھی پورا بھروسہ ہے شادی پر جانے سے اس کی پڑھائی کا حرج ہوگا ویسے بھی اس کا دھیان پڑھنے میں بڑی مشکل سے

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

لگتا ہے۔'' حبیب صاحب اریما کے باپ تھے اسے بہتر جانتے تھے۔

''ویسے حبیب مجھے تم سے اتنے ظلم کی امید نہیں تھی پھول سی بچی ہے وہ جس پر تم نے پہاڑ سا بوجھ لاد دیا ہے۔ مجھے بھی آئے ہوئے دس دن ہوگئے ہیں میں نے کبھی اسے اپنی ہم عمر بچیوں کی طرح ٹی وی دیکھتے یا پھر باتیں کرتے نہیں دیکھا' تمہارا خوف' پیپرز کا خوف جو ابھی چھ مہینے بعد ہونے ہیں اس بچی کو تو تم نے خوف سے عبارت کردیا ہے ایک دن پڑھائی نہیں کرے گی تو قیامت نہیں آجائے گی۔'' عابدہ بیگم نے حبیب صاحب کو اچھی خاصی جھاڑ پلائی۔

''اماں یہ سختی میں نے آپ سے ہی سیکھی ہے یاد ہے آپ کو آپ نے ہمیں ہمارے لاکھ بہانوں کے باوجود کبھی چھٹی نہیں کرنے دی تھی' خود ہمارا سبق سنتی تھیں اور یاد ہے اگر کبھی مجھے حشمت بھائی کو سبق یاد نہیں ہوتا تھا آپ ہمیں درخت سے اتاری تازہ اور پتلی چھڑی سے کتنا مارا کرتی تھیں' آپ کی اسی پٹائی اور سختی کی وجہ سے ہم پڑھائی میں ہمیشہ اول نمبر پر رہے اور آج دیکھیں میں کتنا بڑا بزنس سنبھال رہا ہوں اور بھائی صاحب نے گاؤں کی اتنی وسیع زمینوں کا حساب کتاب کتنی عمدگی سے سنبھال رکھا ہے۔ اماں میں نے تو یہی سیکھا ہے کہ پڑھائی میں سختی ہی بچوں کو کامیابی سے ہمکنار کرتی ہے اور میں اپنے بچوں کو بھی زندگی میں کامیاب ہوتے ہوئے دیکھنا چاہتا ہوں کیا میری یہ خواہش ناجائز ہے؟'' حبیب صاحب کا لہجہ سوالیہ ہوا۔

''تم دونوں پر سختی کرنا میری مجبوری تھی ایک تو اللہ بخشے تمہارے ابا تم دونوں کی پڑھائی میں اتنی دلچسپی نہیں لیتے تھے ان کا کہنا تھا کہ اتنی ڈھیر ساری زمینوں کے مالک چودھری علیم الدین کے بچوں کو پڑھائی کرنے کی کوئی خاص ضرورت نہیں...... دوسرا گاؤں میں بچوں کو پڑھانے کا رواج بالکل نہیں تھا تمہارے اردگرد کے سارے بچے دن بھر گلیوں میں کھیلتے' کودتے ایک دوسرے کو گالیاں دیتے ہوئے سارا دن گزار دیتے تھے اور مجھے تم دونوں کو پڑھا لکھا کر مہذب شہری بنانا تھا بس اس لیے تم دونوں پر سختی کرتی تھی تاکہ تم دونوں کا دھیان نہ بھٹکے یہاں شہر میں تو تمہیں ایسے مسائل کا سامنا نہیں ہے ویسے بھی بیٹا تم دونوں لڑکے تھے تم پر سختی جچتی تھی اریما لڑکی ہے صنف نازک ہے میں یہ نہیں کہتی کہ تم اس کی پڑھائی پر توجہ دینی چھوڑ دو لیکن بیٹا لڑکیوں کو سجنے سنورنے کا' اپنی ہجولیوں کے ساتھ وقت گزارنے کا حق ہوتا ہے تم اریما سے یہ حق مت چھینو اتنی سختی سے اس کی شخصیت دب جائے گی اور پھر اس دبی ہوئی شخصیت کے ساتھ وہ اپنے سسرال میں اپنی الگ پہچان کیسے بنا پائے گی مانا کہ اس کا سسرال اس کے تایا کا ہی گھر ہوگا لیکن بیٹا سسرال کی ذمہ داریاں نبھانے کے لیے لڑکی کو کانفیڈنٹ ہونا چاہیے ایک دن بلکہ ایک شام کی بات ہے اسے خوشی خوشی شادی میں جانے دو میرا یقین کرو بیٹا اپنی خواہش کے پورا ہونے پر وہ تمہیں تمہاری خواہش سے بھی زیادہ اچھا پڑھ کر دکھائے گی اب بس مجھے تم سے اس موضوع پر کوئی بات نہیں کرنی اریما اپنی دوست کے گھر شادی پر جائے گی تو جائے گی یہ میرا آخری فیصلہ ہے اور تم اس میں دخل اندازی نہیں کروگے۔'' عابدہ بیگم نے حبیب صاحب کا نیم رضامندانہ انداز دیکھا تو جلدی سے اپنا فیصلہ سنا دیا۔

☺......☆......☺

''یہ ڈریس تو بہت پیارا ہے دادو میں نے تو ایسا ڈریس کبھی خواب میں بھی نہیں پہنا مجھے تو یقین ہی نہیں آرہا کہ میں نے اتنا پیارا ڈریس پہنا ہوا ہے۔'' اریما جھومتے ہوئے کہہ رہی تھی اس نے نیوی بلو (سیاہی مائل نیلا) انگرکھا پہن رکھا تھا جس کے دامن اور سائیڈ والی پٹی پر نازک سی سلور بیل تھی جو سلور نگینوں سے سجی ہوئی تھی دوپٹے کے چاروں طرف بھی نگینوں ہی کی بیل جھلملا رہی تھی۔

تھینک یو۔'' اپنے لیئرز میں کٹے بالوں کو ایک ادا سے جھٹک کر اریما نے عابدہ بیگم کے گال چوم لیے۔

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

''اچھا تو اس طرح دادی کی خوشامدیں کر کے اپنے کام نکلوائے جا رہے ہیں۔ میں بھی کہوں کہ تم نے اپنی دادو پر کیا جادو کر دیا ہے کہ وہ تمہاری تمام جائز اور ناجائز خواہشیں پوری کرتی جا رہی ہیں۔'' صولت بیگم زیتون کے تیل کی شیشی پکڑے کمرے میں داخل ہوئیں۔

''ماما دیکھیں نا یہ ڈریس مجھ پر کتنا اچھا لگ رہا ہے دادو کی چوائس اچھی ہے نا اور یہ دیکھیں دادو نے مجھے یہ جھمکے اور لاکٹ بھی لے کر دیا ہے۔'' اریما نے خوب صورت سے جھمکے صولت بیگم کی آنکھوں کے سامنے لہرائے۔

''ارے واہ جھمکے تو بہت پیارے ہیں' لیکن اماں جی آپ کو اپنی صحت کا خیال بھی تو رکھنا چاہیے سارا دن اریما کے ساتھ بازار کے چکر لگاتی رہی ہیں پتا تو ہے کہ زیادہ چلنے پھرنے سے آپ کی ٹانگوں میں درد ہو جاتا ہے آپ ٹانگیں سیدھی کریں میں تیل کی مالش کر دیتی ہوں پھر آپ کمبل اوڑھ کر لیٹ جائیے گا اور اگر کسی چیز کی ضرورت ہوئی تو مجھے بلا لیجیے گا۔'' صولت بیگم نے نرمی سے عابدہ بیگم کی پنڈلیوں پر زیتون کے تیل کی مالش کرتے ہوئے کہا۔

''ارے مجھے کچھ نہیں ہوا' میں بالکل ٹھیک ہوں بہو اریما کو میٹرک میں پاس ہونے کا گفٹ بھی تو دینا تھا میری بچی خوش ہو گئی اور مجھے کیا چاہیے۔''

''دیکھیں نا دادو میں کیسی لگ رہی ہوں۔'' اریما میک اپ کو فائنل ٹچ دینے کے بعد عابدہ بیگم کو مخاطب کرتے ہوئے مڑی تو عابدہ بیگم جو کہ ہلکی سی غنودگی میں تھیں چونک اٹھیں۔

نفاست سے کیے لائٹ پنک کلر کے میک اپ میں اس کا حسن گلاب کی طرح کھل اٹھا دل ہی دل میں عابدہ بیگم کی فراست کو سراہتے ہوئے وہ اپنا نازک سا سلور کلچ بیگ اٹھا کر کمرے سے باہر آنے کو تھی جب عمر دروازے پر ناک کر کے اندر آیا۔ نیوی بلو ٹو پیس پہنے خوشبوؤں میں بسا عمر بے تحاشا گریس فل لگ رہا تھا۔

''اچھا ہوا تم وقت پر آ گئے میں سوچ ہی رہی تھی کہ تم کہاں رہ گئے ہو ایسا کرنا وہاں پہنچ کر تو بیہ کو فون کر لینا اریما کو اس کے پاس چھوڑ کر آ نا اور پورے تین گھنٹے بعد اریما کو پک کر لینا بھولنا نہیں تین گھنٹے بعد۔'' عابدہ بیگم نے عمر کو تاکید کرتے ہوئے کہا۔

''ٹھیک ہے دادی ویسے آٹھ بجے میری ایک بہت ضروری میٹنگ ہے لیکن آپ فکر نہ کریں میں پورے دس بجے اریما کو پک کر لوں گا چلیں اریما۔'' عمر نے اریما کے سجے سنورے روپ سے بمشکل نظریں چراتے ہوئے کہا۔

دونوں کو قدم بہ قدم ساتھ چلتے ہوئے دیکھ کر چائے کا کپ لیے کمرے میں داخل ہوتی صولت بیگم اور زیر لب قرآنی آیات کا ورد کرتی عابدہ بیگم نے ایک ساتھ اس ساتھ کے دائمی ہونے کی دعا کی تھی۔

''آپ کی گاڑی تو بہت اچھی ہے عمر بھائی ویسے آپ کی قسمت بھی بہت اچھی ہے کہ اسٹڈی ختم ہونے کے فوراً بعد اتنی اچھی جاب مل گئی ورنہ تو پاکستان میں بیروزگاری عام ہے میری مانیں تو اب شادی کر لیں سچ بڑا مزا آئے گا میں تو آپ کی شادی میں لہنگا پہنوں گی اور انارکلی فراک بھی' تب تو پاپا بھی منع نہیں کریں گے ایسا کروں گی کہ میں آج شادی میں موجود لڑکیوں پر نظر رکھوں گی میں نے سنا ہے کہ شادیوں کے فنکشنز میں ہی رشتے ڈھونڈے جاتے ہیں آپ مجھے بتائیں آپ کو کیسی لڑکی چاہیے۔'' اریما نے عالم جوش میں سارے معاملات خود ہی طے کرتے ہوئے عمر سے پوچھا جو اس کی باتوں کو دلچسپی سے سنتے ہوئے گاڑی چلا رہا تھا بے اختیار مسکرا اٹھا۔

''تم بتاؤ وہ کیسی ہونی چاہیے؟'' عمر نے ذرا سا رخ موڑ کر اریما کی طرف دیکھا جو اپنی آنکھوں میں دنیا جہان کا تجسس سموئے اسی کی طرف دیکھ رہی تھی عمر کو بے اختیار شدید ہنسی آئی جسے اس نے بڑی مشکل سے کنٹرول کیا تھا لیکن مسکراہٹ اس کے لبوں سے دور نہیں رہ پائی تھی۔

''میں بتاؤں۔'' اریما چونک کر سیدھی ہوئی۔ ''اچھا ایک منٹ میں بتاتی ہوں کہ آپ جیسے ہینڈسم ہیرو کے

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

لیے کیسی لڑکی ٹھیک رہے گی۔'' اریما کو سوچ میں ڈوبے پانچ منٹ ہو چکے تھے جب عمر کی آواز نے اس کے سکوت کو توڑا۔

''اریما تم نے شادی پر دینے کے لیے کوئی گفٹ لیا ہے یا یونہی خالی ہاتھ جانے کا ارادہ ہے۔'' عمر کی آواز پر وہ ہڑبڑا گئی۔

''اوہ نو! مجھے تو اس بات کا خیال ہی نہیں رہا۔ اب کیا کروں۔'' اریما نے بے اختیار پریشانی سے ہاتھ ملتے ہوئے کہا۔

''مجھے پتا ہے خالی ہاتھ شادی میں جانا اچھا نہیں لگے گا' اس لیے ہم اس وقت شاپنگ مال جارہے ہیں۔'' عمر نے گاڑی پارک کرتے ہوئے کہا۔ وہ شرمندہ شرمندہ سی گاڑی سے باہر نکلی۔ اپنی غائب دماغی پر رہ رہ کر تاؤ آرہا تھا اوپر سے ہیل والی سینڈل کے ساتھ چلنا کسی عذاب سے کم نہیں تھا کہ ہیل پہننے کی عادت جو نہیں تھی۔

''ارے واہ یہ پری آج راستہ بھول کر زمین پر کیسے آ گئی؟''

''سوہنیو ہماری طرف بھی دیکھ لو ہم بھی پڑے ہیں راہوں میں......'' وہ کوئی منچلے نوجوان تھے جو ایک دوسرے کے ہاتھوں میں ہاتھ ڈالے اس کا راستہ روک کر کھڑے ہو گئے تھے۔

اریما نے گھبرا کر عمر کو تلاشا تو وہ اسے اپنے سے کافی فاصلے پر نظر آیا' اس کا رخ گفٹ آئٹم کی دکان کی طرف تھا۔ اریما نے دائیں سائیڈ سے ہو کر آگے جانا چاہا تو وہ دونوں لڑکے جلدی سے دائیں جانب آ گئے وہ دونوں جان بوجھ کر اس کا راستہ روک رہے تھے۔

اریما کی ہتھیلیوں میں اترتا پسینہ اس کے چہرے پر گھبراہٹ کی شکل میں ظاہر ہو رہا تھا' اپنی لاپروائی اور سستی پر عمر سے پڑنے والی متوقع ڈانٹ کا ڈر بھی اسے سہائے دے رہا تھا۔

''او......ہیلو! کیا بات ہے' تم جیسے آوارہ اور بدکردار لوگوں کی وجہ سے ہی تو لڑکیوں کا اکیلے باہر نکلنا مشکل ہو گیا ہے' اب یہاں سے جاتے ہو یا پولیس کو فون کروں۔'' عمر کی دبنگ آواز سر جھکائے ہراساں سی کھڑی اریما کے کان میں پڑی تو تحفظ کے ایک نرم سے احساس نے اسے اپنی لپیٹ میں لے لیا۔

''بی بریوار یما پبلک پلیس پر ایسے لوگ تو موجود ہوتے ہی ہیں اگر تم ہمت کر کے مجھے آواز دے لیتی تو شاید تمہیں اتنی پریشانی کا سامنا نہ کرنا پڑتا' خیر چھوڑو اب جلدی چلو ہمیں دیر ہو رہی ہے۔'' عمر تو یوں کہہ رہا تھا جیسے کچھ ہوا ہی نہ ہو اور گھبرائی ہوئی اریما جو عمر کی متوقع ڈانٹ کے ڈر سے کپکپارہی تھی حیران رہ گئی گاؤں کا پروردہ عمر اتنا لبرل ہوگا یہ بات اس کے لیے اچھنبے کا باعث تھی۔ عمر کے ہلکے پھلکے انداز پر گفٹ پیک کروانے تک وہ بالکل نارمل ہو چکی تھی۔

شادی کے فنکشن کو اریما نے اپنی فرینڈز کی سنگت میں خوب انجوائے کیا تھا۔ اپنے اردگرد رنگوں خوشبوؤں اور روشنیوں کو پا کر وہ مدہوش ہوئی جا رہی تھی۔ اس کا دل خوش تھا بے تحاشا خوش' جب رات کو سوتے ہوئے اس نے اپنے دل کی خوشی کی وجہ ڈھونڈنی چاہی تو یہ جان کر حیران رہ گئی کہ اس کی خوشی کی وجہ صرف شادی میں شرکت نہیں' بلکہ عمر کے ساتھ گزرے پل ہی اس کی بے پایاں خوشی کی اصل وجہ ہیں۔ یہ حقیقت بھی اس پر اسی دن منکشف ہوئی تھی کہ عمر اس کے دل و دماغ پر پوری طرح حاوی ہو چکا ہے۔

☺......☆......☺

الارم کے بجنے پر اریما نے قدرے چونک کر گھڑی کی طرف دیکھا۔ شام کے چار بج کر پینتالیس منٹ ہو رہے تھے اریما نے ایک نظر اپنی فزکس کی کتاب پر ڈالی جہاں موجود ٹاپک ابھی اسے پوری طرح یاد نہیں تھا وہ جوشش و پنج کی حالت میں تھی ایک فیصلے پر پہنچنے کے بعد جو کتاب بند کر کے اٹھ کھڑی ہوئی' رگڑ رگڑ کر منہ دھوتے بالوں کو ایک اسٹائل سے بناتے' بے حد لائٹ محسوس نہ ہونے والا میک اپ کرتے ہوئے وہ اپنا سبق یاد نہ ہونے پر مضطرب تھی لیکن دل کے فیصلے دماغ کے فیصلوں پر حاوی ہو رہے

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

تھے۔ آج عمر دادی کو بتا کر گیا تھا کہ وہ ساڑھے پانچ بجے گھر آجائے گا' عمر کے آنے سے پہلے اریما کو تیار ہونا تھا نہ جانے کیوں اس دن کے بعد اس کا دل عمر کے لیے عجیب سے انداز میں دھڑکنے لگا تھا۔ اس کا دل چاہتا تھا کہ عمر اس کے علاوہ کسی اور کی طرف آنکھ بھر کر بھی دیکھ نہ پائے وہ اس کے لیے سجنے لگی تھی۔ پچھلے کچھ دنوں سے اس کی پڑھائی کا بھی بہت حرج ہو رہا تھا۔ سارا سارا دن وہ عمر کے بارے میں سوچ سوچ کر مسکراتی رہتی ابھی کل ہی اسے ٹیسٹ میں ستر فیصد مارکس لینے پر حبیب صاحب سے اچھی خاصی ڈانٹ پڑی تھی لیکن اپنے شوریدہ جذبات کے سامنے وہ بے بس ہوئی جا رہی تھی۔

بیل کی آواز پر اس نے اپنے آپ پر ایک تنقیدی نگاہ ڈالی اور جلدی سے لاؤنج کا رخ کیا عمر سے یہ بات چھپانی بھی مقصود تھی کہ وہ بطور خاص اس کے لیے لاؤنج میں آ کر بیٹھی ہے اور پھر یہ اس کا روزمرہ کا معمول بنتا جا رہا تھا۔

☺......☆......☺

"دادو کچھ دن اور رک جائیں نا' میں اداس ہو جاؤں گی مت جائیں نا دادو۔" اریما نے روتے ہوئے اپنی چھوٹی سی سرخ ہوتی ہوئی ناک کو مسلا۔

"ارے میرا بیٹا روؤ تو نہیں ورنہ دادو کا سفر بھی اچھا نہیں گزرے گا' اچھا چلو ایسا کرو منہ ہاتھ دھو کر کپڑے بدل کر آجاؤ' جانے سے پہلے میں تمہیں ڈھیر ساری شاپنگ کرواؤں گی چلو جاؤ شاباش۔" عابدہ بیگم نے اسے پچکارتے ہوئے کہا۔

"حبیب بیٹا میرا ارادہ اریما کے انٹر کے بعد اس کی اور عمر کی شادی کا ہے بچپن کی منگنی ہے اس کو اتنا لمبا عرصہ رکھنا ٹھیک نہیں' تمہیں اس لیے بتا رہی ہوں کہ تم دونوں اپنا ذہن تیار رکھو۔"

"لیکن اماں ابھی اریما کو پڑھنا ہے ڈاکٹر بننا ہے اور ویسے بھی ابھی وہ بہت چھوٹی ہے اور آپ منگنی کی فکر نہ کریں' ہم نے اسے کچھ نہیں بتایا۔" حبیب صاحب نے جلدی سے کہا۔

"اسے کچھ نہ پتا ہو عمر تو سب کچھ جانتا ہے نا۔ عمر اب نوکری پر لگ گیا ہے' خوب صورت اور جوان ہے لوگ تو ایسے لڑکوں کی تاک میں رہتے ہیں اگر کوئی لے اڑا تو ہاتھ ملتے رہ جاؤ گے اب مزید دیر کرنا مناسب نہیں میں اپنی زندگی میں ہی یہ خوشی دیکھنا چاہتی ہوں اور ویسے بھی اس فیصلے کے لیے مجھے تمہاری رائے درکار نہیں۔" عابدہ بیگم کے فیصلہ کن انداز پر صولت بیگم بے حد خوش ہوئیں عمر کو اپنے داماد کے روپ میں دیکھنے کا ان کا دیرینہ خواب اب پورا ہونے کو تھا۔

"دادی...... دادی دیکھیں ہم نے آپ کے لیے کارڈز بنائے ہیں۔" ارسل اور ارحم آگے پیچھے بھاگتے ہوئے کمرے میں داخل ہوئے ان کے ہاتھ میں ریڈ اور گرین کلر کے چمکتے ہوئے خوب صورت کارڈز تھے جن پر "مس یو" کے الفاظ بڑی خوب صورتی سے پینٹ کیے گئے تھے۔

"ارے واہ یہ کارڈز تو بہت پیارے ہیں' میرے شہزادے۔" عابدہ بیگم نے چٹا چٹ دونوں کے گال چومتے ہوئے انہیں اپنے بازوؤں کے گھیرے میں لیا۔ اب وہ کنکھیوں سے حبیب صاحب کی طرف دیکھ رہی تھیں جن کے ماتھے پر موجود سلوٹیں ان کی پریشانی کی گواہ تھیں لیکن نظر انداز کرنے کا ہنر عابدہ بیگم کو خوب اچھی طرح آتا تھا۔

☺......☆......☺

"نہیں یار میرا ایسا خیال بالکل نہیں' لڑکی کی صورت نہیں سیرت اور ذہانت اہم ہوتی ہے۔ ایسی غلطی نہ کرنا ایسے ہی کسی لڑکی کی ظاہری شکل و صورت اور تام جھام پر فریفتہ ہو کر اپنے ماں باپ کی پسند کو ٹھکرا دینا بہت غلط بات ہے تمہارے ماں باپ نے تمہارے لیے لیکچرار لڑکی سلیکٹ کی ہے تو کچھ سوچ کر ہی کی ہوگی۔ بے وقوف انسان تم یہ ہی تو نہیں جانتے کہ ایک پڑھی لکھی اور ذہین لڑکی آنے والی نسل کو سنوار دیتی ہے اور تم جسے پسند کرتے

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

ہو وہ ہے ہی کیا سوائے فیشن اور میک اپ کے اسے کسی تیسری چیز کے بارے میں علم ہی نہیں' میری مانو تو اپنے ماں باپ کا کہنا مان لو اچھے رہو گے کم از کم میں تو تمہارے ماں باپ کے فیصلے سے متفق ہوں۔ باقی تمہاری مرضی۔"
اور کمرے کے باہر کھڑی عمر کی گفتگو کا حرف حرف سنتی اریما اپنی بے وقوفی پر اپنے آپ کو کوستی رہی کہ عمر کو متاثر کرنے کے لیے وہ جن طریقوں پر عمل کر رہی تھی وہ اسے عمر تک نہیں بلکہ اس سے دور لے کر جارہے تھے۔

☺......☆......☺
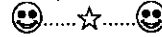
"اوئے ہوئے اتنی بدبو میں تو اس بدبو سے مرجاؤں گی۔" فضا نے ناک پر دوپٹہ رکھتے ہوئے کہا وہ تینوں آج مینڈک کا ڈاسیکشن (آپریشن) کرنے کے لیے بائیولوجی لیب کے باہر جمع تھیں جہاں کسی محلول میں ڈوبے ہوئے ڈھیروں بے ہوش مینڈک ایک بڑے سے ٹب میں رکھے گئے تھے۔ ٹب کے پاس ہی ایک بڑا سا لوہے کا چمٹا تھا جس کی مدد سے ہر اسٹوڈنٹ کو اپنا اپنا مینڈک حاصل کرنا تھا۔

"ہائے اللہ جی یہ ہم کہاں پھنس گئے اب ہم انہیں باہر کیسے نکالیں گے۔" فروا نے ڈرائنگ بورڈ کو زمین پر رکھتے ہوئے کہا۔

"پاپا نے مجھے کہاں پھنسا دیا میں نے کہا بھی تھا کہ مجھے فائن آرٹس دلوادیں' پھر بھی' آہ...... آ ہی گیا۔" اریما نے چمٹے کو احتیاط سے ٹب سے باہر نکالتے ہوئے کہا جس کے ساتھ ایک بڑا سا مدہوش مینڈک جھول رہا تھا کتنی دیر سے چمٹے سے نبرد آزما اریما اپنی بات بھول کر پُرجوش ہوگئی پچھلے دس منٹ سے مینڈک ٹب میں موجود لیسدار مواد کی وجہ سے بار بار پھسل کر واپس ٹب میں ہی جا گرتا تھا اب جبکہ وہ مینڈک کو ڈرائنگ بورڈ پر منتقل کرنے کا مشکل مرحلہ سر کرچکی تھی اپنے آپ کو لیڈر سمجھتے ہوئے ہدایات جاری کر رہی تھی۔

"فضا میں اس کی ٹانگ سیدھی کر رہی ہوں تم اس کی ٹانگ پر کیل رکھو اور فروا تم کیل پر ہتھوڑا مارنا۔" مینڈک کی

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

ٹانگ کو چٹے کی مدد سے سیدھا کرتے ہوئے اریما نے فضا اور فروا کو ہدایت دیتے ہوئے دوسرے ہاتھ سے اپنے ناک پر رکھے ہوئے دوپٹے پر دباؤ بڑھایا۔

''فضا یاد ہے نا تم نے شام کو مجھے فون کرنا ہے۔'' اپنے اور فروا کے لیے دو مینڈکوں کو ڈرائنگ بورڈ پر پیوست کرنے کے بعد اب وہ فضا کے لیے تیسرے مینڈک کی ٹانگوں میں کیل لگوا رہی تھی اس نازک صورت حال میں بھی وہ فضا کو یاد دہانی کروانا نہیں بھولی تھی۔ اریما کی بات پر فروا اور فضا نے ایک دوسرے کو معنی خیزی سے دیکھا تھا۔

☺......☆......☺
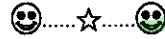
''نہیں فضا شادی کے لیے اپنی پڑھائی چھوڑ دینا مناسب نہیں میں فروا کو ایسی غلطی نہیں کرنے دوں گی ارے پڑھائی سب سے پہلے ہے شادی کا مقصد محض اچھے کپڑے اور جوتے تو نہیں' اگلی نسل کو سنوارنے کا کام بڑا کٹھن ہوتا ہے' کم پڑھی لکھی یا ان پڑھ لڑکی یہ کٹھن کام کرنے کی اہلیت نہیں رکھتی' میں کل ہی فروا کو سمجھاؤں گی کہ وہ یہ غلطی نہ کرے۔'' اریما بے حد سنجیدگی سے فون پر بات کر رہی تھی۔ عمر بھی لاؤنج میں موجود تھا' وہ روز اسی وقت ان کے ٹیوٹر کے آنے سے پہلے ارسل اور ارحم کو اسٹڈی میں ہیلپ دیتا تھا اور اب اریما کی توقع کے عین مطابق پڑھانا چھوڑ کر اریما کے زریں خیالات سے مستفید ہو رہا تھا۔

''بڑی کمینی ہو تم اریما ایک لائق فائق بندے کو دھوکا دیتے ہوئے شرم تو نہیں آتی خود تو پڑھائی چھوٹنے کی دن رات دعائیں کرتی ہو اور معصوم انسانوں کو اپنی شخصیت کا بالکل الٹا رخ دکھاتی ہو ویسے تمہارے مطابق شادی جوتوں اور کپڑوں کا نہیں تو اور کس چیز کا نام ہے۔'' فون کے دوسری طرف موجود فضا اسے برابر چوٹ پر چوٹ لگا رہی تھی۔

''ٹھیک ہے فضا تم سے کل کالج میں ملاقات ہوگی۔'' دل ہی دل میں فضا کو گالیاں دیتے ہوئے اریما نے بظاہر ہنستے ہوئے فون بند کیا البتہ عمر اس کے خیالات سے متاثر ہو چکا تھا۔

دن بڑی تیز رفتاری سے گزرتے جا رہے تھے پاپا کو خوش اور عمر کو امپریس کرنے کے چکر میں وہ دن رات پڑھائی میں مصروف تھی اور اس محنت کا اعجاز تھا کہ اس نے انٹر میں اسی فیصد مارکس لے لیے۔ ان دنوں وہ حبیب صاحب کی خواہش بلکہ رعب کی وجہ سے میڈیکل کے انٹری ٹیسٹ کی تیاری کر رہی تھی سو رزلٹ میں کامیابی کی خوشی سے زیادہ انٹری ٹیسٹ کی ہولنا کی کا خیال ہر وقت دل دہلائے رکھتا تھا نہ تو وہ میڈیکل پڑھنا چاہتی تھی اور نہ ہی فیل ہو کر عمر کے سامنے شرمندہ ہونا چاہتی تھی' سو کوئی درمیانی راستہ ملنے کی دعا مانگتے ہوئے وہ دن میں کئی بار روتی تھی اس کی دعائیں مستجاب ٹھہری تھیں تبھی عابدہ بیگم کی آمد نے پورے گھر میں ہلچل مچا دی۔

''ہائیں کیا تم سچ کہہ رہی ہو۔ اریما تمہاری منگنی بچپن میں ہی ہو چکی ہے اور وہ بھی عمر بھائی کے ساتھ اور اگلے ماہ کی دس تاریخ کو تمہاری شادی ہے۔ حیرت کی بات ہے تمہارے پاپا تمہاری اتنی جلدی شادی کرنے پر کیسے مانے اور ہم یہ کیسے مان لیں کہ تم اپنی منگنی کے بارے میں نہیں جانتی تھیں۔'' فضا اور فروا نے اس پر سوالوں کی بوچھاڑ کی فضا اور فروا خاص طور پر اسے مبارک باد دینے بلکہ اس حیرت ناک خبر کی تصدیق کرنے اس کے گھر آئی تھیں اور اب اریما کے کمرے میں اسے گھیرے بیٹھی تھیں۔ جبکہ چیونگم چباتی ہوئی اریما مسلسل مسکرا رہی تھی۔

''ریلیکس بابا ریلیکس پہلی بات تو یہ ہے کہ پاپا مانیں یا نہ مانیں دادی کے حکم سے انکار کرنا ان کے بس میں نہیں...... رہی منگنی والی بات تو اس پر میں خود بڑی حیران ہوں اگر مجھے پتا ہوتا کہ جسے اپنا بنانے کے لیے میں اتنے جتن کر رہی ہوں وہ میرا اپنا ہے تو بھلا اسے ایمپریس کرنے کی اتنی کوششیں کیوں کرتی؟ خیر چلو اچھا ہی ہوا اب وہ ساری زندگی یہ سوچیں گے کہ میں پڑھنے کی شوقین ہوں اور صرف اس شادی کی خاطر اپنے شوق سے دست بردار ہوئی ہوں۔ ساری زندگی وہ میری قدر کرتے رہیں

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

گے اور مجھے ڈاکٹر بھی نہیں بننا پڑے گا۔" اریما نے چٹخارا لیا۔ "اچھا یہ بتاؤ تم لوگ شادی میں کیا پہن رہی ہو۔ دن تو بہت کم رہ گئے ہیں۔ ویسے میں نے ماما سے کہہ دیا ہے کہ شادی کے سارے ارینج منٹس اپنی پسند کے کرواؤں گی۔" اریما نے اپنے فیورٹ ٹاپک کی طرف آتے ہوئے کہا جو ان دونوں کا بھی فیورٹ تھا۔

☺......☆......☺

"نہیں دادی یہ بات مناسب نہیں ہے' شادی کا کیا ہے پھر ہو جائے گی' لیکن کسی کی آنکھوں سے اس کے خواب نوچ لینا درست نہیں' نہیں دادی میں ابھی یہ شادی نہیں کرسکتا' بالکل نہیں۔" عمر نے جھنجلائے ہوئے لہجے میں کہا وہ آج عابدہ بیگم کو کنوینس کرنے آیا تھا' جو راضی ہونے پر تیار نہیں تھیں۔

"کوئی کسی کے خواب نہیں نوچ رہا شادی ہر لڑکی کا اولین خواب ہوتی ہے اور ہم اس کے اس خواب کو تعبیر دے رہے ہیں۔ وہ یہاں کھل کر سانس بھی نہیں لے پا رہی اور تم اس کی آنکھوں میں اترنے والے خوش رنگ خوابوں کی بات کررہے ہو تم اس بارے میں سوچ کر اپنا وقت ضائع نہ کرو جا کر شادی کی تیاری کرو' پہلے ہی وقت بہت کم رہ گیا ہے اور کام بہت زیادہ۔" عابدہ بیگم قطعیت سے کہہ کر دوبارہ سے اریما کے دوپٹے پر گوٹا لگانے میں مصروف ہوگئیں۔

"لیکن دادی اریما کی خوشی تو جان لیں۔" عمر اب بھی متامل تھا۔

"اریما سے میری بات ہوچکی ہے وہ بہت خوش ہے یقین نہیں آتا تو شادی کی تیاریوں میں اس کی دلچسپی دیکھ لو بس اب کوئی نا' ناں نہیں آج تمہارے ماں باپ بھی آرہے ہیں خوامخواہ پریشان ہوں گے۔"

مہندی اور بارات کے فنکشنز حبیب صاحب کے گھر پر ہی ہونا تھے سو حشمت صاحب' ہما بیگم اور اریبہ شادی سے پانچ دن پہلے ہی شہر آرہے تھے۔

"اور ہاں آج شام کو جلدی گھر آجانا' مجھے شاپنگ کے لیے تمہارے ساتھ بازار جانا ہے۔" ہاتھ کے اشارے سے عمر کو بولنے سے منع کرتے ہوئے عابدہ بیگم نے ہدایت کی ڈھیر سارے رنگ برنگ دوپٹے ہاتھوں میں اٹھائے کمرے میں داخل ہوتی اریما کے چہرے پر پھیلی ہوئی خوشی دیکھ کر عمر اگلی بات سچ مچ کہنا بھول گیا تھا۔

☺......☆......☺

آج لان میں رنگ ونور کا سیلاب آیا ہوا تھا' لان میں ایک بڑی سی گولڈن کینوپی لگائی گئی تھی' جس کی گول چھت کو ڈھیروں لائٹوں سے سجایا گیا تھا' سو وہ شامیانہ کم اور عہد رفتہ کے کسی بادشاہ کا شاندار دربار زیادہ لگ رہا تھا۔ شامیانے میں داخل ہونے والے راستے کو سرخ اور پیلے پھولوں سے بنے دروازے کی شکل دی گئی تھی۔ اسٹیج کو بھی پیلے اور سرخ دوپٹوں اور دیدہ زیب پھولوں سے سجایا گیا تھا۔ ہال میں جا بجا سجے گول ٹیبلو جن پر پیلے رنگ کا ریشمی غلاف بچھایا گیا تھا اور انہیں گول ٹیبلو کے گرد کرسیوں کی بجائے رنگ برنگ شوخ سے موڑھوں کی موجودگی نے ہال کو بڑا آرٹسٹک ٹچ دیا گیا تھا۔

جب اصلی پھولوں سے سجی پالکی شامیانے کے داخلی دروازے کے باہر رکھی گئی تب ہی سفید رنگ کے گھوڑے پر سوار عمر کی آمد نے حاضرین کی نگاہوں میں ستائش ہی ستائش بھر دی کاپر گولڈن مکسڈ شیڈڈ کلرز کی شیروانی پہنے گلے میں پیلا دوپٹہ ڈالے عمر کا قد کچھ اور دراز لگ رہا تھا۔ اس کے ہونٹوں پر کھیلتی مبہم سی مسکراہٹ اس وقت مزید گہری ہوگئی جب پریوں جیسا سندر روپ لیے اریما پالکی سے باہر نکلی اریما نے فریش گرین کلر کا چوبیس کلیوں والا خوب گھیر دار فراک پہن رکھی تھی جس کے دامن پر گوٹے کا انتہائی بھاری کام انوکھی چھب دکھا رہا تھا۔ اس پر سبز دوپٹہ لیے جس کے چاروں طرف گولڈن کرن اور پورے دوپٹے میں گوٹے کے پھولوں کا چھن اس کے چہرے کی معصومیت میں اضافہ کررہے تھے۔ لائٹ اورنج میک اپ' پھولوں کے زیور سے سجا چہرہ اور ناک میں پڑی ہیرے کی ننھی سی لونگ یہ سب چیزیں اس کے حسن میں

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

اضافہ کررہی تھیں دونوں نے مسکراتے ہوئے قدم آگے بڑھائے۔

داخلی دروازے سے اسٹیج تک ہال میں بچھے ریڈ کارپٹ کے دونوں اطراف لڑکیاں قطاروں کی شکل میں کھڑی تھیں ہر لڑکی کے پاس لکڑی کی لمبی سی اسٹک تھی جس پر سرخ گلابی اور پیلے پھول کافی بڑے مقدار میں لپیٹے گئے تھے جیسے ہی وہ دونوں ہال کے اندر داخل ہوئے قطاروں کی شکل میں آمنے سامنے کھڑی لڑکیوں نے اپنی اپنی اسٹکس کو اوپر کی طرف اٹھا کر آپس میں ملادی تھیں دیکھتے ہی دیکھتے داخلی دروازے سے اسٹیج تک الٹی وی کی شکل کی وسیع وعریض چھت تیار ہوگئی۔ وہ دونوں دھیرے دھیرے آگے بڑھنے لگے اب لڑکیاں اپنی اپنی اسٹکس ہولے ہولے ایک دوسرے سے ٹکرارہی تھیں جس کے باعث ان چھڑیوں پر لپٹے پھولوں کی پتیاں آہستہ آہستہ جھڑتی ہوئی ان دونوں پر برس رہی تھیں یوں پھولوں کی اس دلفریب برسات میں چلتے ہوئے ان دونوں نے اسٹیج تک کا سفر طے کیا۔ مہندی کی اس خوب صورت سی رات میں جب حبیب صاحب نے اسے گلے سے لگا کر پیار کیا تو اتنا پھوٹ پھوٹ کر روئے کہ سب کو رلا ڈالا۔ حبیب صاحب اس سے کتنا شدید پیار کرتے ہیں یہ بات اریما کو اس گھر سے رخصت ہونے سے فقط چند گھنٹوں پہلے ہی پتا چلی تھی۔

☺......☆......☺

”ویسے بیگم ایک بات تو ماننی پڑے گی تم شادی کے موقع پر بہت حسین لگ رہی تھیں اور بارات کے موقع پر تو تم بالکل انارکلی لگ رہی تھی۔“ جہازی سائز بیڈ پر نیم دراز عمر شادی کا البم دیکھتے ہوئے اریما سے مخاطب ہوا جو ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے بیٹھی اپنے میک اپ کو فائنل ٹچ دے رہی تھی۔

”آپ بھی تو شہزادہ سلیم لگ رہے تھے ویسے کیا میں صرف تصویروں میں ہی حسین نظر آتی ہوں۔“ اریما نے بڑی نزاکت سے عمر کے مقابل بیٹھتے ہوئے البم کو ذرا سا اپنی طرف موڑا۔

”میری نظر سے دیکھو نا بیگم تو اس دنیا میں تم سے زیادہ حسین کوئی دوسرا چہرہ ہے ہی نہیں...... یہ چہرہ تو تب سے میرے دل میں بس رہا ہے جب میں نے اپنے دل کو جانا تھا۔“ عمر کی بات پر اریما بے اختیار شرما گئی۔ ”تم جانتی ہو اریما حسن اور ذہانت اکٹھے ہوجائیں تو انہیں نظر انداز کرنا ناممکن ہوجاتا ہے تمہارا دھیان پڑھائی سے نہ بھٹکے صرف اسی لیے میں نے کبھی تمہیں ہمارے درمیان موجود خوب صورت سے رشتے کا احساس نہیں دلایا کیونکہ میں جان چکا تھا کہ تمہاری زندگی میں پڑھائی کی اہمیت بہت زیادہ ہے اور میرے لیے تمہارے خواب میرے خوابوں سے زیادہ قیمتی تھے۔ میں جانتا ہوں کہ تمہارے بہت سے خواب ادھورے ہیں۔ تمہارے ساتھ زیادتی ہوئی ہے میں اس زیادتی کا مداوا کرنے کی کوشش کروں گا میں تم سے وعدہ کرتا ہوں اریما کہ دنیا کی تمام خوشیاں تمہاری جھولی میں ڈال دوں گا پھر چاہے مجھے اس کے لیے کتنی ہی بڑی قیمت کیوں نہ چکانی پڑے۔“ عمر کا لہجہ جذبات سے گندھا ہوا تھا۔

”کوئی بات نہیں عمر مجھے آپ مل گئے پوری دنیا مل گئی اب مجھے کچھ اور نہیں چاہیے اور خوابوں کا کیا ہے ہر خواب پورا ہونے کے لیے تو نہیں ہوتا...... اچھا آپ یہ تصویریں دیکھیں میں ذرا کچن سے ہوآؤں تائی امی کو میری مدد کی ضرورت ہوگی۔“ اریما نے جان بوجھ کر اپنے لہجے میں ہلکی سی افسردگی پیدا کی تاکہ عمر اس کا کچھ اور قدر دان ہوسکے اور اس کو اسی طرح خوشیاں دینے کی کوشش کرتا رہے۔ آج عمر نے اسے شاپنگ پر لے کر جانا تھا اور وہ اپنے دل میں امڈتی خوشی کے گہرے احساس کو ہمیشہ کے لیے اپنی مٹھی میں قید کرلینا چاہتی تھی اور اس کے لیے عمر کے دل میں احسان مندی کا جذبہ جگائے رکھنا ضروری تھا۔

☺......☆......☺

”لائیے تائی امی آج گاجر کی کھیر میں پکاتی ہوں آپ کی بہو آگئی ہے اب آپ صرف آرام کیا کریں۔“ اریما

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

نے ہما بیگم کے ہاتھ سے ادھ چھلی گاجر پکڑی۔
"ارے بیٹا یہاں اس گاجر کی کھیر کو گجریلا کہتے ہیں اور ہما بہت اچھا گجریلا بناتی ہے آج کھا کر دیکھنا داد دینے پر مجبور ہو جاؤ گی۔" عابدہ بیگم نے ڈائننگ ٹیبل کی کرسی گھسیٹ کر بیٹھتے ہوئے اپنی بہو کی تعریف کی تو وہ شرم سے سرخ پڑ گئیں۔
"اماں جی آپ تو تعریفیں کر کے اگلے بندے کو پیڑ پر ہی چڑھا دیتی ہیں میں نے گجریلا پکانا آپ سے ہی تو سیکھا ہے اور بیٹا ابھی تمہیں کام کرنے کی کیا ضرورت ہے ابھی تمہاری شادی کو صرف تین مہینے ہی تو ہوئے ہیں میری ساس (عابدہ بیگم) نے تو مجھے چھ مہینے کام کو ہاتھ بھی نہیں لگانے دیا تھا ویسے بھی اس حالت میں اتنی دیر کھڑے ہونا تمہارے لیے مناسب نہیں۔" ہما بیگم نے اریما کے ہاتھ سے گاجر پکڑتے ہوئے رسانیت سے کہا۔
"ہاں بیٹا بہو ٹھیک کہہ رہی ہے ابھی تمہارے کام کے نہیں آرام کے دن ہیں ویسے بھی تمہارے تایا ابا کو گجریلے میں بالکل گھلی ہوئی گاجریں پسند ہیں اور گجریلا دوپہر کے کھانے کے بعد کھایا جائے گا اور اتنی جلدی میں گاجریں کہیں کچی نہ رہ جائیں۔" عابدہ بیگم نے اریما کو نرمی سے سمجھایا۔
"ہاں بیٹا تمہارا پہلا میٹھا بہت شاندار ہونا چاہیے تاکہ پوری زندگی میٹھی میٹھی گزرے۔ تم پھر کسی دن سکون سے گجریلا بنا لینا۔" ہما بیگم کے لہجے میں اریما کے لیے فکرمندی اور خلوص جھلک رہا تھا اپنی اکلوتی بہو سے انہیں بے تحاشا لگاؤ ہو چکا تھا جو ہمہ وقت اپنی میٹھی میٹھی باتوں سے ان کا دل بہلائے رکھتی تھی ان کی اپنی بیٹی اریبہ جو کہ میٹرک کی طالبہ تھی بھائی کی طرح ہی پڑھائی کی بے حد شوقین تھی اور پوری طرح پڑھائی کو پیاری ہو چکی تھی ایسے میں اریما نے اپنی شوخ اور چلبلی طبیعت سے گھر کو رونق بخش دی تھی اپنی ساس اور دادی سے ماضی کے قصے سنتے ہوئے وہ کتنے ہی چھوٹے موٹے کاموں میں ان کا ہاتھ بٹا دیتی تھی۔ گھر کی آرائش و زیبائش کی بیشتر اشیاء اس نے اپنے ہاتھوں سے بنائی تھیں اور اپنے ہاتھوں کا ہنر دیکھ کر خود بھی حیران تھی اور تو اور پچھلے دو ماہ میں اریبہ، عابدہ بیگم اور ہما بیگم کے کتنے ہی سوٹ اس نے بڑی عمدگی اور جوش و خروش سے سیے تھے۔ تتلی کی مانند پورے گھر میں اڑتی پھرتی اریما نے سسرال میں بہت جلد ایڈجسٹ کر لیا تھا ہما بیگم کے ناں ناں کرنے کے باوجود وہ ہر کام میں پیش پیش ہوتی تھی۔
"مجھے بھی میری ساس نے بہت آرام کروایا ہے لیکن اب میں اور آرام نہیں کرنا چاہتی میں کیا کروں تائی اماں فارغ بیٹھے بیٹھے اکتا جاتی ہوں اور ٹی وی دیکھنے کا مزہ تو مل کر دیکھنے میں ہے۔" جانتی تھی کہ ہما بیگم اسے ٹی وی دیکھنے کا مشورہ دیں گی سو پہلے ہی کہہ دیا۔
"تائی امی گجریلے میں گاجریں بالکل گھلی ہوئی ہوں گی۔ دادی پلیز تائی امی سے کہیے نا۔" اس کے منت بھرے انداز اور عابدہ بیگم کے اشارے پر ہما بیگم نے مسکراتے ہوئے گاجریں اریما کو تھمائیں۔
"بھابی ذرا یہ ٹاپک تو سمجھا دیں ارے بھابی یہ کیا اتنی زیادہ گاجروں کا جوس کیا مہمان آ رہے ہیں۔" اریما بیگم پورے زور و شور سے گجریلے کی تیاری میں مصروف تھی جب اریبہ ہاتھ میں کیمسٹری کی کتاب لیے کچن میں داخل ہوئی۔ آج کل وہ اریما سے ٹیوشن لے رہی تھی کچن کے منظر نے اسے ٹھٹکنے پر مجبور کر دیا۔
"ارے آؤ اریبہ ذرا دادو اور تائی امی سے چھلی ہوئی گاجریں لے کر انہیں اچھی طرح دھو کر مجھے دو کل تمہیں اسکول سے چھٹی ہے نا میں تمہیں شام میں پڑھا دوں گی۔ ابھی وقت کم اور مقابلہ سخت ہے۔ ابھی مجھے دو گھنٹوں میں گجریلا پکانا ہے اور یہ دو گھنٹے تمہیں میری مدد کرتے ہوئے گزارنے ہیں۔" اریما کے شگفتہ اور ایڈونچر بھرے انداز پر سدا کی خشک مزاج اریبہ بھی مسکراتے ہوئے اس کے ساتھ شریک ہو گئی۔
"ویسے بھابی گجریلے میں تو گاجریں کدوکش کر کے ڈالی جاتی ہیں نا آپ کیا اس میں صرف گاجر کا جوس ڈالیں

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

گی اریبہ نے ڈھیر سارے دودھ میں پکتے ہوئے چاولوں کے کچے پن کو چیک کیا جو بالکل گل چکے تھے۔

گاجر کے رس کے ساتھ گاجر کے یہ باریک ریشے بھی تو ہیں ان کو بھی گجریلے میں ڈالیں گے۔'' اریما نے مشین کا اوپر والا حصہ کھول کر اس میں موجود گاجروں کے بے حد باریک ریشے ابلتے ہوئے دودھ اور چاولوں کے مکسچر میں ملائے' اگلا کام صرف بیس منٹ کا تھا۔ دودھ تو ویسے بھی گاڑھا ہو چکا تھا۔

''پتا نہیں یہ مشینی گجریلا کیسا پکے گا' تمہارے تایا ابا نے دنیا جہاں کی ساری مشینیں جمع کر رکھی ہیں لیکن آج سے پہلے کچن میں کبھی ان کا اتنا بھرپور استعمال نہیں ہوا' میں تو مسالا بھی سل بٹے پر پیستی ہوں۔'' اریما سے بات کرتے ہوئے وہ کچھ متفکر سی تھیں۔

''امی اگر آپ کہیں تو تھوڑا سا گجریلا گاجروں کو کدوکش کر کے بنالوں' آج عمر کے ابا نے خاص طور پر فرمائش کی تھی اگر انہیں پسند نہ آیا تو......'' ہما بیگم نے اپنی پریشانی عابدہ بیگم سے شیئر کی البتہ آواز بہت سرگوشی والی تھی کہ اریما کی دل آزاری انہیں بالکل گوارا نہیں تھی۔ جواباً عابدہ بیگم نے مسکراتے ہوئے نرمی سے ان کا ہاتھ دبایا انداز تسلی آمیز تھا۔

ہنستے بولتے' گلابی رنگ کی آمیزش لیے یہ بادامی سا گجریلا ڈھائی بجے تیار ہو گیا' اریما نے موٹے موٹے گرائنڈ کیے ہوئے بادام گجریلے کے ڈونگے پر چھڑک کر اسے فریزر میں رکھ دیا تا کہ گجریلا خوب ٹھنڈا ہو جائے۔

''ارے واہ بیٹا' تم نے تو اپنی تائی امی کو بھی مات دے دی...... اتنے کم وقت میں اتنا مزے دار گجریلا تو کبھی یہ بھی نہیں پکا پائی' واہ بھئی واہ مزا آ گیا' یہ لو بیٹا تمہارا انعام۔'' حشمت صاحب نے ہزار ہزار کے کتنے ہی نوٹ بغیر گنے اس کی طرف بڑھائے اور ڈونگے سے گجریلے کا ایک اور چمچ بھر کر اپنی پلیٹ میں منتقل کیا۔

''واقعی بیٹا تم نے تو کمال کر دیا' عمر صحیح کہتا تھا تم واقعی بہت ذہین ہو کیسا جھٹ پٹ اور مزیدار گجریلا پکایا ہے یہ میری طرف سے تمہارا انعام۔'' ہما بیگم نے اپنی کلائیوں میں پڑے ہوئے سونے کے بھاری کنگن اریما کو پہناتے ہوئے اس کا ماتھا چوما۔

''میں کہتی تھی نا کہ میری پوتی بڑے گنوں والی ہے۔'' عابدہ بیگم نے ساس بہو کے پیار کے مظاہرے کو دیکھتے ہوئے فخر سے کہا۔ شہری بھولا نے کے حوالے سے ہما بیگم کے خدشات سے واقف جو تھیں۔ ''کیوں بھئی عمر تم میری پوتی کو اس موقعے پر کیا دے رہے ہو؟''

''گجریلے کے شایان شان تو نہیں لیکن اس وقت میرے پاس یہی ہے۔'' عمر نے اپنا پورے کا پورا والٹ اریما کو تھمایا تو اس کے چہرے پر قوس وقزح بکھر گئی۔

''اور یہ میری طرف سے میری پیاری سی نند کے لیے آخر یہ گجریلا میں نے اس کی مدد سے ہی تو پکایا ہے۔'' اپنے ہاتھ میں پکڑے عمر کے والٹ سے پیسے نکال کر اریبہ کی طرف بڑھاتے ہوئے اریما نے اسے بھی سرپرائز دے ڈالا۔

☺......☆......☺
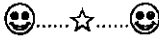
''میری مانو تو تم بھی شادی کروالو میری تو لائف سیٹ ہو گئی ہے۔ شادی کے بعد سسرال سے تو جو پیار ملا سو ملا' اب تو پاپا بھی مجھ پر صدقے واری جاتے ہیں۔ سچ مجھے تو لگتا ہے کہ شادی سے پہلے میری زندگی کوئی بھیانک خواب تھی۔'' فضا کو نصیحت کرتے ہوئے اریما نے اطمینان بھرے لہجے میں کہا وہ پچھلے دو دن سے میکے میں تھی اور آج واپسی کا ارادہ تھا سو فضا سے الوداعی ملاقات کے لیے پچھلے ایک گھنٹے سے ان کے گھر بیٹھی تھی اور اب چائے اور پکوڑوں سے لطف اندوز ہو رہی تھی۔

''ہاں بھئی اتنی محبت کرنے والی سسرال' سارا سارا دن کپڑوں' کھانے کی نت نئی ترکیبوں کی باتیں میک اپ کرنے کی آزادی اور پڑھائی سے کوسوں دور ہماری اریما صاحبہ کے لیے تو راوی چین ہی چین لکھ رہا ہے ویسے ایک بات تو بتاؤ اریما عمر بھائی تو لڑکیوں کی پڑھائی کے بڑے حامی تھے لیکن اپنی بیوی کے لیے گاؤں کے روایتی مرد

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

کیوں ثابت ہوئے۔'' اریما کے بھرے بھرے گلابی چہرے کو دیکھتے ہوئے فضا نے اپنا سوال پوچھ ہی لیا۔

''نہیں فضا تم غلط سمجھی ہو عمر روایتی مرد نہیں ہیں انہوں نے کبھی مجھے دبا کر رکھنے کی کوشش نہیں کی دیکھو نا میرا سسرال اتنی دور ہے اس کے باوجود وہ مہینے میں ایک بار تو ضرور مجھے میرے ماما پاپا سے ملوانے لاتے ہیں۔ جب کہیں شاپنگ کروانے لے جاتے ہیں' ڈنر تو ہم اکثر ہی باہر کرتے ہیں' رہی آگے پڑھنے کی بات تو یقین کرو اگر میں خواہش کروں تو وہ مجھے آسانی اور خوشی سے تعلیم مکمل کرنے کی اجازت دے دیں لیکن میں ایسی خواہش کیوں کروں گی مجھے کسی پاگل کتے نے نہیں کاٹا اتنی مشکل سے تو میرے دل کی مراد پوری ہوئی ہے نہ بابا نہ اب تو کوئی مجھے کسی ملک کی بادشاہت کے بدلے بھی آگے پڑھنے کے لیے کہے تو میں وہ بھی ٹھکرا دوں' ایک تو اتنی بورنگ پڑھائی اوپر سے رزلٹ کا خوف توبہ کرو۔''

''تمہیں پتا ہے فضا میری سب سے بڑی خواہش کیا ہے' میری سب سے بڑی خواہش یہ ہے کہ کبھی کوئی ایسا موقع آئے جب میرے آس پاس کے افراد میں سے کسی کا رزلٹ اناؤنس ہو اور میں سب کے ساتھ ہنس بول کر اس کا رزلٹ سیلبریٹ کروں' خوب ہلا گلا کروں اور پھر خوب مدبر بن کر اسے اگلے رزلٹ کو شاندار بنانے کی ٹپس دے سکوں اور اگر کبھی کسی کا رزلٹ اچھا نہ ہو تو اسے حوصلہ دوں اس کا غم بانٹوں اس کو محنت کرنے کی تلقین کروں لیکن تب جلد یا بدیر میرا کوئی رزلٹ متوقع نہ ہو یہ سوچ کر میری نگاہیں نہ جھک جائیں کہ اگر میرا رزلٹ ایسا ہوا تو کیا ہوگا؟ کسی کے شاندار رزلٹ پر یہ بات دل میں کھد بد نہ مچائے کہ اگر میں اتنے مارکس نہ لے پائی تو پاپا میرا کیا حشر کریں گے کوئی مجھے یہ نہ کہے کہ اب دیکھتے ہیں اریما کیا تیر مارتی ہے' یہ جملہ میری ساری توانائیاں نچوڑ لیتا ہے تب دل چاہتا ہے کہ سارے ایگزامینیشن ہالز کو آگ لگا دوں تاکہ میرے دل کے ساتھ ساتھ یہ بھی جل جائیں......'' بولتے بولتے اس کا سانس پھول گیا' تبھی وہ

ایک لمحے کے لیے رکی تھی اس نے گہرا سانس لے کر اپنے آپ کو نارمل کیا۔ ''لیکن خیر اب ایسا نہیں ہوگا میری نند کا میٹرک کا رزلٹ آنے والا ہے' اس کا رزلٹ ڈے میں انجوائے کروں گی بغیر اپنی بے عزتی کے ڈر کے۔'' ایک خوب صورت سی مسکان اریما کے ہونٹوں پر آ ٹھہری تھی لیکن اس کی رزلٹ ڈے کو انجوائے کرنے کی خواہش پوری ہی نہیں ہو پائی کہ عین اریبہ کے رزلٹ والے دن ننھی فارینہ دنیا میں تشریف لے آئیں۔ فارینہ کا عقیقہ اس کی پیدائش کے ساتویں دن کرنے کا پروگرام بنایا گیا تھا اور ان سات دنوں میں مٹھائیاں اور صدقات بانٹتے فنکشن ارینجمنٹ کے بارے میں باتیں کرتے فارینہ کو سنبھالنے میں حشمت صاحب اور حبیب صاحب کی فیملیز انتظامات میں ایسی مصروف ہوئیں کہ اریما اریبہ کے رزلٹ کے بارے میں کچھ جان ہی نہیں پائی۔

☺......☆......☺

آج گھر میں جشن کا سماں تھا فارینہ کے عقیقے کی رسم خوب دھوم دھام سے ادا کی جا رہی تھی۔ اریما فارینہ کو گود میں لیے کسی ملکہ کی سی شان سے بیٹھی ہوئی تھی۔ کھلتے ہوئے زنک کلر کی لیمبر اینڈ لانگ شرٹ کے ساتھ ہم رنگ دوپٹہ سر پر اوڑھے اریما کی چھب ہی نرالی تھی ممتا کا نور اس کے چہرے پر ٹوٹ کر برس رہا تھا' جب عابدہ بیگم نے اس کے سر سے پیسے وارتے ہوئے خاندانی نولکھا ہار اسے تحفے میں دیا تو کتنے ہی آنسو اس کی آنکھوں میں جھلملا اٹھے پھر ایک کے بعد ایک سب ہی فیملی ممبرز نے ایسے بیش قیمت تحائف دیئے اب سب کو فارینہ کے دادا کے گفٹ کا انتظار تھا۔ اریما حشمت صاحب کی لاڈلی بہو تھی سو ان کا تحفہ بھی لازمی طور پر خاص الخاص ہی ہونا تھا' اسٹیج پر آ کر حشمت صاحب نے ایک فائل اریما کو پکڑائی تو وہ مسکرا اٹھی اس کے خیال میں یہ کسی پراپرٹی کے ملکانہ حقوق کے کاغذات تھے۔

''اس کی کیا ضرورت تھی تایا ابا میرے نام پہلے ہی کافی پراپرٹی ہے۔'' اریما نے فائل کو گود میں رکھتے ہوئے

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

کہا' فارینہ کو عمر اپنی گود میں اٹھا چکا تھا۔

"نہیں بیٹا تمہارے پاس ابھی اس پراپرٹی کی کمی ہے اسے کھول کر تو دیکھو۔ خواتین وحضرات کیونکہ میں نے اریما کو اپنی بیٹی مانا ہے اس لیے یہ فیصلہ کیا ہے کہ اریما بھی اریبہ کے ساتھ ہی کالج جایا کرے گی میں نے ان دونوں کے کالج آنے جانے کے لیے گاڑی اور ڈرائیور کا انتظام کرلیا ہے۔ اس فائل میں اور کچھ نہیں بی ایس سی کا ایڈمیشن فارم ہے۔" حشمت صاحب نے اریما کا سر تھپتھپاتے ہوئے کہا۔

اریبہ کا رزلٹ کب آیا سائیں سائیں کرتے ہوئے کانوں اور ماؤف ہوتے دماغ کے ساتھ اریما نے اپنی گود میں کھلی فائل کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ اس میں موجود ایڈمیشن فارم کو دیکھ کر وہ حقیقتاً بے دم ہوگئی تھی۔ تمام حاضرین محفل تالیاں پیٹتے ہوئے حشمت صاحب کے فیصلے کو سراہ رہے تھے سب سے زیادہ جاندار آواز حبیب صاحب کی تالیوں کی تھی۔

☺......☆......☺
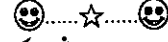
"تایا ابو نے عجیب سی بات نہیں کی۔" اریما نے فارینہ کو بیڈ پر لٹاتے ہوئے اپنے لہجے کو حتی الامکان سرسری رکھا کہ وہ آگے پڑھنے سے دوٹوک انکار کر ہی نہیں سکتی تھی۔ جانتی تھی کہ عمر اس کی ذہانت اور پڑھائی سے شدید ترین لگاؤ سے ہی تو متاثر تھا سنبھل سنبھل کر کہتے ہوئے اس نے محتاط نظروں سے عمر کی جانب دیکھا جو سونے کے لیے کپڑے چینج کر چکا تھا اور اب شیشے کے سامنے کھڑا بال بنا رہا تھا اریما کی بات پر بال بنانا چھوڑ کر چہرے پر مبہم سے تاثرات لیے بیڈ پر اس کے مقابل آ بیٹھا۔

"بات تو اباجی نے واقعی بہت عجیب کی ہے۔" عمر کے الفاظ پر اریما کے مردہ تن میں جیسے جان پڑ گئی۔

"ہیں نا میں تو خود یہ سوچ رہی تھی کہ فارینہ کو سنبھالنے کے ساتھ پڑھائی کیسے کروں گی۔ پڑھنے کے لیے تو پوری توجہ چاہیے اور فارینہ کے ساتھ میں گریجویشن کیسے کروں گی' آپ تایا ابو سے خود ہی بات کرلیجیے گا وہ صرف اریبہ کا ایڈمیشن کروا دیں میرا کیا ہے اپنے سارے شوق میں فارینہ کو پڑھا کر پورے کرلوں گی۔"

"تم غلط سمجھ رہی ہو میرا مطلب تھا کہ اباجی نے تمہیں تو سرپرائز دینا ہی تھا' تمہارے ساتھ ساتھ مجھے بھی دے ڈالا' تم نے اپنی پڑھائی جاری رکھنی ہے یہ بات تو شادی سے پہلے ہی طے تھی لیکن تمہاری حالت کی وجہ سے ہمیں تمہارے ایڈمیشن کو پس پشت ڈالنا پڑا ڈلیوری کے بعد تمہارا کالج میں ایڈمیشن کروانا ہے یہ بات تو میں اچھی طرح جانتا تھا لیکن یہ ایڈمیشن اتنی جلدی ہوجائے گا یہ بات تو میں نے سوچی بھی نہیں تھی خیر جو بھی ہوا اباجی نے تو کمال کردیا۔ آج میں بہت خوش ہوں کیونکہ میں جانتا ہوں کہ تم بھی اپنے تعلیمی سلسلے کے آگے بڑھنے پر بہت خوش ہو۔" عمر کا موڈ بے حد خوشگوار تھا۔

"لیکن وہ فارینہ....." ڈوبتی ہوئی اریما نے تنکے کا سہارا لینا چاہا۔

"فارینہ کی فکر نہ کرو اس کو سنبھالنے کے لیے اس کی دادی اور پردادی دونوں موجود ہیں۔ تم بس کالج جانے کی تیاری کرو۔" کمبل اوڑھتے ہوئے عمر بے حد مطمئن تھا۔

☺......☆......☺

"ارے واہ بھابی یہ تو کمال ہوگیا' اب دونوں نند بھابی مل کر آگے پڑھیں گی۔ کلاسز مختلف ہیں تو کیا ہوا کالج تو ایک ہے' دونوں مل کر دنیا کو تسخیر کرلیں گی۔" اریما کے گلے لگتے ہوئے اریبہ بے حد پُرجوش تھی۔ انہیں 9:30 پر کالج جانا تھا اور ابھی صرف سات بجے تھے سو باتیں کرنے کے لیے فرصت ہی فرصت تھی۔

دوبارہ سے پڑھائی' کالج' ٹیسٹ' رزلٹ یہ تو میں نے کبھی سوچا ہی نہیں تھا۔ اریبہ کی خوشی اور جوش سے بے نیاز اریما کی آنکھیں لبالب پانی سے بھر چکی تھیں تکلیف کا اذیت ناک احساس اس پر بری طرح حاوی ہو رہا تھا۔

"آئیں بھابی ہم اللہ کی اس کرم نوازی پر دو نفل شکرانے کے ادا کرلیں۔" خوشی سے چہکتی اریبہ نے اریما

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

کو بازو سے پکڑ کر کھینچا جبکہ اریما بڑی حسرت سے دیکھ کر رہ گئی۔ اریما کا ارادہ ان سب کو سرپرائز دینے کا تھا لیکن اسے خود ہی سرپرائز مل گیا۔ کالج سے گھر اور گھر سے کالج ابھی وہ اپنی نئی روٹین کے مطابق اپنے آپ کو ایڈجسٹ کرنے کی کوشش کررہی تھی کہ عمر نے دو سال کے لیے انگلینڈ جانے کی خبر سنا کر دھماکہ کردیا۔

ہنگامہ تو اریما نے بھی بہت مچایا تھا لیکن عمر کے شاندار مستقبل کی خاطر اسے راضی ہونا پڑا۔ عمر کے جانے کے بعد ابتدائی پندرہ بیس دن تو وہ بالکل گم صم ہی رہی لیکن پھر فارینہ کی قلقاریاں بی ایس سی کی ٹف پڑھائی اور عمر کے باقاعدگی سے اسکائپ پر رابطہ رکھنے سے وہ آہستہ آہستہ نارمل زندگی کی طرف واپس آنے لگی لیکن نارمل زندگی بھی کہاں آسان رہی تھی اس کے لیے۔

☺......☆......☺
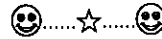
"لائیں تائی امی رات کا کھانا میں پکالیتی ہوں۔" اریما نے کچن میں داخل ہوتے ہوئے ہما بیگم سے کہا جو چکن کڑاہی پکاتے ہوئے خاصی مصروف لگ رہی تھیں۔

"کیسی باتیں کررہی ہو اریما بیٹا' سارا دن کالج میں گزار کر تھک ہار کر واپس آتی ہو اب میں اتنی بھی ظالم ساس نہیں کہ بہو کی ذہنی مشقت کو نظر انداز کر کے اس سے جسمانی مشقت لینا شروع کردوں۔ میرے لیے جیسی اریبہ ہے ویسی ہی تم ہو۔ جب تک تمہاری پڑھائی پوری نہیں ہوجاتی تمہیں کچن میں کام کرنے کی کوئی ضرورت نہیں' ہاں یاد آیا بہو عمر کا فون آیا تھا وہ تم سے بات کرنا چاہتا تھا' تم جاؤ جا کر اس سے بات کرلو۔" نرم لہجے میں کہتی ہوئی ہما بیگم اب دوبارہ ہانڈی کی طرف متوجہ ہوچکی تھیں اور اریما جو کتاب سے جان چھڑانے کے لیے کچن میں آئی تھی بے اختیار آنسو پی کر رہ گئی۔ مرے مرے قدموں سے اپنے کمرے کی طرف جاتے ہوئے اس کا دل بھر بھر آرہا تھا۔ جب سے اس کی کلاسز اسٹارٹ ہوئی تھیں تائی امی' تایا ابا' دادو یہاں تک کہ عمر بھی اتنی دور سے صرف اس کی پڑھائی اور کالج کے بارے میں ہی باتیں کرتا رہتا

تھا اتنی کڑوی باتوں کو مسکرا مسکرا کر میٹھی گولیوں کی طرح نگلتی وہ بے دم ہوئی جارہی تھی اس پر مزید ستم یہ کہ اس کے اردگرد موجود تمام افراد اپنی دانست میں اس سے اسی کے مزاج کے مطابق بات کرتے تھے اور تو اور گھر میں موجود واحد لڑکی اریبہ بھی رنگوں' جگنوؤں اور تتلیوں کی باتیں کرنے کی بجائے اس سے دنیا جہان کے بدوضع اور بدرنگ کیڑے مکوڑوں اور بدہیت جانوروں کی اندرونی اور بیرونی خصوصیات پر سیر حاصل بحث کرنے میں مصروف عمل رہتی تھی اریما کی آزادی سے بھاگتی دوڑتی زندگی کتابوں کے بوجھ سے کچھ اس طرح متاثر ہوئی تھی کہ گھٹ گھٹ کر رینگ رینگ کر بڑی مشکل سے آگے بڑھ رہی تھی۔

"شاباش بیٹا ایسے ہی محنت کرتی رہنا۔ اللہ تمہیں ہمیشہ ایسی کامیابیاں نصیب کرتا رہے سیکنڈ ایئر میں بھی A+ گریڈ ہی لینا تب اس سے ڈبل انعام ملے گا۔" اریبہ کو شاندار سا لیپ ٹاپ تھماتے ہوئے حبیب صاحب نے اس کے سر پر پیار سے ہاتھ پھیرا۔

"سچی بھابی اریبہ کے رزلٹ کے بارے میں سنا تو ان سے رہا نہیں گیا۔ ارسل اور ارحم تو اپنے اسکول کے ٹرپ کے ساتھ مری گئے ہوئے ہیں۔ ورنہ انہوں نے اریما سے ملنے ضرور آنا تھا۔ اسے بہت یاد کرتے ہیں۔" صولت بیگم نے ہما بیگم کو مخاطب کرتے ہوئے کہا جن کے چہرے پر بیٹی کی شاندار کامیابی چمک بن کر آرہی تھی۔

"بھئی اریبہ کی اس کامیابی میں اریما بھی برابر کی حصے دار ہے اریبہ کو اریما ہی پڑھاتی رہی ہے اور دیکھنا جب میری اس بیٹی کا رزلٹ آئے گا تو وہ اریبہ سے بھی اچھا ہوگا۔" حشمت صاحب نے اپنی ساس اور دادی کے درمیان کمبل میں چھپ کر بیٹھی اریما کو دیکھا۔

"اریما بیٹا پیپرز کی تیاری میں بے پروائی نہ کرنا۔ بی ایس سی کے پیپرز میں اب اتنا زیادہ وقت باقی نہیں ہے پتہ ہے نا محنت کے بغیر ذہانت بے کار ہوتی ہے۔" حبیب صاحب باپ تھے اریما کی بے پروائی سے واقف

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

تھے لہٰذا بے لفظوں میں تنبیہہ کی اور اریما جو اپنے لیے اتنا ٹف ٹارگٹ سیٹ ہونے پر پہلے ہی پریشان تھی حبیب صاحب کی معنی خیز گفتگو پر اندر تک کانپ گئی۔ اپنی بے بسی پر اس کا چہرہ مرجھا گیا تھا۔

”پڑھائی...... پڑھائی اور صرف پڑھائی......“ اس دن کے بعد اریما اس جملے کی عملی تصویر بن گئی۔ اپنے دل کی مرضی کے خلاف وہ سچ مچ اپنا آپ بھلائے پیپرز کی تیاری میں غرق تھی۔ سسرال میں اپنے آپ کو نالائق کہلوانا اسے قطعی طور پر منظور نہیں تھا۔ گھر کی بات تو ایک طرف رہی گاؤں والے بھی چوہدری حشمت علیم الدین کی بہو کے رزلٹ کے لیے منتیں مان رہے تھے۔ اپنا بھرم قائم رکھنے کے لیے اس نے سخت محنت کی تھی۔ نتیجتاً پیپرز بہت اچھے ہوئے تھے لیکن رزلٹ کا انتظار بڑا مشکل تھا۔

حسب توقع اریبہ کا سیکنڈ ایئر کا رزلٹ بہت زبردست رہا تھا۔ اس نے 88% مارکس کے ساتھ پری میڈیکل پاس کر کے پورے خاندان کا سر فخر سے بلند کردیا تھا۔ سبھی بے تحاشا خوش تھے لیکن اریما کا دل دھڑ دھڑ کر رہا تھا کہ یونیورسٹی میں ہنگامہ آرائی کی وجہ سے ابھی تک اس کا اپنا رزلٹ ڈکلیئر نہیں ہوا تھا۔ اریما کی یہ خوش گمانی کہ اریبہ کے رزلٹ سے پہلے بی ایس سی کا رزلٹ ڈکلیئر ہوجائے گا اور وہ اطمینان کے ساتھ اریبہ کا رزلٹ انجوائے کرسکے گی پوری نہیں ہوسکی تھی اوپر سے حبیب صاحب کی آمد نے اس کے ہاتھ پاؤں پھلا دیئے تھے۔

”اگر میری پرسنٹیج اریبہ سے کم ہوئی تو؟“ کبھی یہ سوال اس کے سر پر آ کھڑا ہوتا۔ ”اگر ایسا ہوا تو میں پاپا کا سامنا کیسے کروں گی؟“ کبھی یہ سوال اس کی آنکھوں کے سامنے ناچنے لگتا اسی کوگوکی کیفیت میں وہ چائے لے کر ڈرائنگ روم میں پہنچ گئی جہاں اریبہ موضوع گفتگو تھی۔

☺......☆......☺

”دور ہے تو کیا ہوا اس کے سگے چچا کا شہر میں رہنے کا کیا فائدہ اگر وہ صرف رسائی نہ ہونے کے باعث میڈیکل کالج میں ایڈمیشن نہ لے سکے۔ آپ فکر نہ کریں، میں خود اس کو آپ سے ملوانے کے لیے وقتاً فوقتاً گاؤں آجایا کروں گا۔ اتنی لائق فائق اولاد کے روشن مستقبل کے لیے والدین کو اتنی قربانی تو دینی ہی چاہیے اور ویسے بھی اریما اور فارینہ تو آپ کے پاس ہیں ہی لہٰذا گھر کی رونق ختم ہونے کی تو آپ بات ہی نہ کریں بس میں نے کہہ دیا کہ اریبہ میرے ساتھ شہر جارہی ہے یہاں رہ کر وہ زیادہ سے زیادہ بی ایس ای ہی کرپائے گی یہاں تو یونیورسٹی کی سہولت بھی نہیں ہے کہ وہ اپنے فیورٹ سبجیکٹ میں ماسٹرز کرلے نہیں بھائی صاحب میں اریبہ کے ساتھ یہ ظلم نہیں ہونے دوں گا۔“ اپنے فیورٹ موضوع ”تعلیم“ پر وہ بلاتکان گھنٹوں بول سکتے تھے سو بول رہے تھے۔

سدا کے خشک مزاج حشمت صاحب بھی مسکراتے ہوئے ان کی پُرجوش تقریر سن رہے تھے ان کی مسکراہٹ اس بات کی دلیل تھی کہ وہ حبیب صاحب کی بات مان چکے تھے۔

☺......☆......☺

”دادی مجھے تو یقین ہی نہیں آرہا کہ میں پاکستان واپس آچکا ہوں، سچ کبھی کبھی تو مجھے آپ سب کی اتنی یاد آتی تھی کہ دل چاہتا تھا کہ سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر واپس آجاؤں۔“ فارینہ کو گود میں بٹھائے ہوئے عمر بے حد مسرور تھا جو ہمک ہمک کر چاول چنتی ہما بیگم کی طرف بڑھ رہی تھی۔ اریما چائے لے کر اندر آئی تو ٹرے کو سنٹرل ٹیبل پر رکھ کر فارینہ کو اٹھا لیا جواب باقاعدہ گلا پھاڑ کر رونا شروع ہوچکی تھی۔

”لاؤ بیٹا اسے مجھے دو تمہیں خوامخواہ تنگ کرے گی، تم سے مانوس ہوتے ہوتے اسے ابھی کچھ وقت لگے گا۔“ ہما بیگم نے چاولوں کی پرات پیچھے ہٹاتے ہوئے کہا۔

”نہیں تائی امی آپ زردہ پکالیں اسے چپ کروانے کا ایک نسخہ میرے پاس موجود ہے پڑھائی کے دوران اسے زیادہ وقت نہیں دے پائی تو کیا ہوا اسے اچھی طرح سے جانتی ہوں۔“ اریما نے فارینہ کو شیلف پر رکھی لائٹ پنک کلر کی لپ اسٹک تھماتے ہوئے کہا جو لپ اسٹک ہاتھ

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

میں آتے ہی چابی والی گڑیا کی طرح چپ کرگئی تھی۔

آج عمر نے ہما بیگم سے ان کے ہاتھ کا تیار ڈھیر سارے میووں سے سجا زردہ کھانے کی فرمائش کی تھی وہ اسی کی تیاری کررہی تھیں۔

''فارینہ نے تو ثابت کردیا کہ وہ اریما کی بیٹی ہے اریما کو بھی شروع سے ہی میک اپ کرنے کا بہت شوق تھا۔'' صولت بیگم نے چہرے پر لپ اسٹک کی الٹی سیدھی لکیریں لگائی فارینہ کو دیکھتے ہوئے قہقہہ لگایا۔ آج لاؤنج میں خوب رونق تھی، حبیب صاحب صولت بیگم ارسل، ارحم اور اریبہ خاص طور پر عمر سے ملنے آئے تھے اور دو گھنٹے پہلے ہی پہنچے تھے۔ فیروزی اور پرپل اسٹائلش سے کرتے اور کیپری کے ساتھ تین گز لمبا دوپٹہ لیے اریما بات بات پر کھلکھلا رہی تھی۔ دودھیا بازو چمکتی ہوئی چوڑیوں سے سجے تھے جبکہ بالوں میں گلاب کا تازہ نکھرا گلاب کا پھول بھی لگایا گیا تھا۔ آج لمبے عرصے بعد اریما دل سے تیار ہوئی تھی تبھی اپنے اوپر پڑنے والی عمر کی والہانہ نظروں کو اس کی طرف دیکھے بغیر ہی محسوس کرتے ہوئے اس کے گال دہکنے لگے تھے۔

''آپی جب میں نے آپ کے اتنے اچھے رزلٹ کے بارے میں سنا تو حیران رہ گیا۔ مجھے امید نہیں تھی کہ آپ ''پریشر'' کے بغیر مطلب ٹیوشن کے بغیر 91% مارکس لے لیں گی۔'' اریما کی گھوری پر ارحم نے اپنے الفاظ کی تصحیح کرتے ہوئے کہا۔ صد شکر کہ اس نے ماضی میں دفن راز کی باتوں سے پردہ نہیں اٹھایا تھا کہ اپنے سسرال والوں کی نظر میں اریما پڑھنے کی بے حد شوقین لڑکی تھی اور تو اور شادی کے بعد اپنی پڑھائی کا شوق وہ عابدہ بیگم کو بھی کئی بار جتا چکی تھی۔

☺.....☆.....☺

''ایسے ہی رہنے دو بہت اچھی لگ رہی ہو یہاں میرے پاس آ کر بیٹھو۔'' فارینہ کی کاپی پر مختلف ڈرائنگز بنا کردیتے ہوئے عمر نے اریما کو چوڑیاں اتارتے دیکھا تو ٹوکے بغیر نہ رہ سکا۔ اریما مسکراتے ہوئے بیڈ پر آ بیٹھی۔

''میں نے تمہیں بہت مس کیا اریما اور اپنی بیٹی کو بھی۔'' اریما کا ہاتھ پکڑتے عمر نے فارینہ کی طرف پیار سے دیکھتے ہوئے کہا جو کاپی پینسل پکڑے بے حد مصروف تھی۔

''تبھی دو کی بجائے ڈھائی سال کے بعد واپس آئے ہیں۔'' اریما نے سو دفعہ دیا ہوا طعنہ ایک بار پھر دیا۔

''ارے بابا اب معاف بھی کردو تمہیں اتنی دفعہ بتا چکا ہوں کہ ویزے کا مسئلہ بن گیا تھا ورنہ میری اتنی مجال کہ دو سال کی اجازت لوں اور ڈھائی سال کے بعد آؤں ویسے ان ڈھائی سالوں میں سب کچھ کتنا بدل گیا ہے نا اریبہ کے بغیر گھر بہت خالی خالی لگنے لگا ہے۔'' خوشیوں بھرے پورے دو دن گزار کر وہ سبھی آج ہی شہر واپس گئے تھے۔

''ویسے مجھے لگتا نہیں تھا کہ اریبہ اتنی ذہین اور قابل ہے کہ اسے میڈیکل کالج میں ایڈمیشن مل جائے گا۔'' عمر کے لہجے میں بہن کے لیے پیار اور فخر جھلک رہا تھا۔

''ماشاء اللہ اریبہ واقعی بہت ذہین لڑکی ہے اور لڑکیوں کی ذہانت کو ضائع کرنا بہت بڑا ظلم ہے میں تو خود ڈاکٹر بننا چاہتی تھی اگر میری شادی اتنی جلدی نہ ہوتی تو میں اس وقت میڈیکل کے تیسرے سال میں ہوتی لیکن خیر اب کیا ہوسکتا ہے۔'' اریما نے گہری سانس بھرتے ہوئے کہا وہ اپنے آپ کو جھوٹی شیخی بگھارنے سے باز نہیں رکھ پائی تھی۔ ویسے بھی اسے اس بات کی فکر نہیں تھی کہ اسے آگے پڑھنا پڑے گا۔ سائنس سبجیکٹ میں ماسٹرز کرنے کے لیے ریگولر کلاسز اٹینڈ کرنا ضروری تھا اور یہ ممکن ہی نہیں تھا کہ گاؤں کے آس پاس کوئی یونیورسٹی ہی نہیں تھی سو وہ بڑی بے فکری سے باتیں کررہی تھی۔

''پاپا یہ دیکھیں اے بی سی....'' توتلی زبان میں بولتی ہوئی فارینہ عمر کی توجہ اپنی کاپی کی جانب مبذول کروا رہی تھی۔

''ارے واہ اریما یہ دیکھو فارینہ نے اے بی سی کتنی اچھی طرح لکھی ہے۔'' وہ حیرت سے فارینہ کی کاپی پکڑتے ہوئے بولا۔

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

''حیران مت ہوں آخر بیٹی کس کی ہے۔'' اریمانے فارینہ کے گالوں پر پیار کرتے ہوئے کہا۔

''اس کا مطلب ہے کہ فارینہ کو اب اسکول میں داخل کروادینا چاہیے تاکہ میری اتنی ذہین بیٹی پراپر گائیڈنس حاصل کرسکے۔'' عمر نے فارینہ کو اپنی گود میں منتقل کیا۔

☺......☆......☺

''نہیں فضا تمہاری یاد تو آتی ہی رہتی ہے بس مصروفیت کی وجہ سے فون نہیں کرپاتی تھی۔ لیکن اب فکر نہ کرو مابدولت پوری طرح سے آزاد ہیں اب میں تمہیں روزانہ فون کیا کروں گی اور ہم روزانہ ڈھیروں باتیں کیا کریں گے۔'' اریما خوب چہکتے ہوئے فضا سے بات کررہی تھی۔

''اتنا خوش مت ہو یہ آزادی کسی بھی وقت سلب ہوسکتی ہے۔ بھولو مت کہ میرے دلہا بھائی کو اپنی بیگم کی پڑھائی سے بڑا پیار ہے اچھا اب یہ بتاؤ کہ میری شادی پر آؤ گی یا پھر......'' فضا نے دانستہ بات ادھوری چھوڑی۔

''کیا مطلب آؤ گی یا پھر...... ارے بابا آف کورس آؤں گی فردا کی شادی پر تو میرے بی ایس سی کے پیپرز ہونے والے تھے اسی لیے نہیں آسکی۔ اب تو راوی چین ہی چین لکھ رہا ہے۔ تمہاری شادی کے فنکشنز کی ارینج منٹ میں ہی کروں گی' تمہاری شادی کا جوڑا بھی ہم مل کر خریدیں گے۔ میں شادی سے دو ہفتے پہلے ہی شہر آجاؤں گی۔ نہیں نہیں اجازت کا کوئی مسئلہ نہیں ہے۔'' اریمانے ناک پر سے مکھی اڑائی۔ ''ابھی تم سکون سے بازار جاؤ کل بات کرتے ہیں۔ اللہ حافظ۔'' اریمانے مسکراتے ہوئے فون بند کیا اب وہ گنگناتے ہوئے قمیص پر پھول کاڑھ رہی تھی۔

☺......☆......☺

''ایک تو میں اس بات پر بڑی حیران ہوں کہ اتنی سی بچی کے پلے گروپ میں داخلے کے لیے بھی ٹیسٹ لیا جاتا ہے یہ پرائیویٹ اسکولوں نے بھی عجیب سا چلن اپنالیا ہے۔'' عابدہ بیگم کی بڑبڑاہٹیں عروج پر تھیں۔

''لو بھلا ٹیسٹ لیا تھا تو رزلٹ بھی ساتھ ہی دے دیتے یہ کیا کہ پورے تین دن انتظار کی سولی پر لٹکتے رہو کہ نہ جانے داخلہ ملے گا یا نہیں یہ عمر رزلٹ لینے گیا ہے یا پائے پکانے ابھی تک آیا کیوں نہیں۔'' پچھلے آدھے گھنٹے سے ٹہلتی ہوئی ہما بیگم بھی جھنجلاہٹ بھرے لہجے میں بولیں۔ اس ٹینشن زدہ ماحول میں اریما واحد تھی جو مسکرا رہی تھی آج پہلی بار وہ کسی کا رزلٹ آنے پر متفکر نہیں تھی کہ اس کی پڑھائی کا سلسلہ بطریق احسن خود بخود ختم ہوچکا تھا سو وہ بے فکری سے گنگناتے ہوئے اپنے مخصوص انداز میں گجریلا پکارہی تھی۔ گاڑی کے ہارن کی آواز پر عابدہ بیگم' ہما بیگم کے ساتھ سارے کام چھوڑ چھاڑ کر تیزی سے باہر نکلیں۔

اریمانے گنگناتے ہوئے اطمینان سے چولہا بند کرکے گجریلا ڈونگوں میں منتقل کیا اور پھر ٹھنڈا ہونے کے لیے فریزر میں رکھ دیا۔ اس کے بعد اسی اطمینان سے چلتی ہوئی لاؤنج میں آئی جہاں سب کے کھلے ہوئے چہرے فارینہ کی پہلی کامیابی کی گواہی دے رہے تھے۔

''بیٹی کی پہلی کامیابی مبارک ہو۔'' سب سے مبارک باد وصول کرنے کے بعد جب وہ عمر کے قریب پہنچی تو وہ مسکراتے ہوئے گویا ہوا۔

''آپ کو بھی مبارک ہو ان شاء اللہ میری بیٹی ڈاکٹر بن کر اپنی ماں کا خواب ضرور پورا کرے گی۔'' فارینہ کے بالوں کو پیار سے سہلاتے ہوئے اریما بے تحاشا خوش تھی۔

''جی نہیں اپنا خواب تم خود ڈاکٹر بن کر پورا کرلینا فارینہ اپنی فیلڈ کا انتخاب خود کرے گی۔'' عمر کے چہرے کے تاثرات بے حد خوشگوار تھے۔

''عمر آپ بھی عجیب باتیں کرتے ہیں بھلا بی ایس سی کے بعد میڈیکل میں ایڈمیشن لینے کا کیا تک بنتا ہے؟'' اریمانے بے فکری سے کہا۔

''ارے میری بھولی بیگم صرف ایم بی بی ایس ہی ڈاکٹر بننے کا واحد ذریعہ نہیں ہے ایک راستہ پی ایچ ڈی بھی ہے

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

جی ہاں میں تمہارا ایم ایس سی میں ایڈمیشن کروا رہا ہوں۔ یونیورسٹی میں ایڈمیشن کی ڈیٹ تو گزر گئی تھی صد شکر کہ یونیورسٹی کا وائس چانسلر میرے دوست کا بڑا بھائی ہے بس اللہ کا کرم ہوگیا' بس اب تم زوالوجی میں ایم ایس سی کے بعد ایم فل اور پھر پی ایچ ڈی کی تیاری کرو میں نے کہا تھا نا کہ میں تمہارے سارے خواب پورے کرنے کی کوشش کروں گا۔ آج اللہ کے فضل و کرم سے میں نے اس راستے پر پہلا قدم رکھ دیا ہے۔" عمر کے لہجے میں ڈھیروں ایکسائٹمنٹ موجود تھی۔

"لل...... لیکن مجھے گاؤں چھوڑ کر کہیں نہیں جانا۔" اریما کا خیال تھا عمر نے اس کا ایڈمیشن شہر کی یونیورسٹی میں کروادیا ہے سو دہل کر نفی میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔

"تمہیں کس نے کہا ہے کہ میں تمہیں اپنے سے دور جانے دوں گا' میں نے تمہیں بتایا ہے نا کہ یونیورسٹی کے وائس چانسلر میرے دوست کے بڑے بھائی ہیں انہوں نے ہماری بڑی مدد کی ہے' تمہیں صرف پریکٹیکلز اور پیپرز دینے کے لیے یونیورسٹی جانا پڑے گا' اٹینڈنس کا مسئلہ وہ خود ہی حل کرلیں گے رہی بات گائیڈنیس کی تو میں نے ان سے بات کرلی ہے تم آن لائن کلاس لے لیا کرنا' میں تمہیں کل کتابیں لادوں گا' تم اپنی پڑھائی شروع کرو۔" اس کی واپسی کے تمام راستے مسدود کرتا ہوا عمر بے انتہا پُرجوش تھا۔

"جیتے رہو بیٹا' اگر ہر لڑکی کا شوہر تم جیسے خیالات کا مالک ہو تو کسی لڑکی کے خواب ادھورے نہ رہیں۔" عابدہ بیگم نے عمر کا ماتھا چومتے ہوئے دعا دی۔

"جاؤ اریما گجریلا لے کر آؤ خوشی کا موقع ہے منہ میٹھا کرتے ہیں۔ اپنے تایا ابا کے لیے الگ سے ڈونگے میں نکال لینا خوشی کے موقع پر وہ جی بھر کر میٹھا کھاتے ہیں۔" ہما بیگم کے چہرے پر مسکراہٹ سجی تھی۔

"ڈاکٹر اریما عمر ذرا جلدی آنا چچا جان کو بھی فون کرکے یہ خوشی کی خبر سنانی ہے۔" عمر نے کچن کی طرف جاتی ہوئی اریما کو شوخی سے پکارا۔

زلزلوں کی زد میں آئے اپنے بے جان وجود کو گھسیٹتے ہوئے کچن کی طرف جاتی ہوئی اریما کے قدم من من بھاری ہورہے تھے' فضا کی شادی' قیصوں پر کڑھائی' فراغت سے ڈائجسٹ پڑھنا سارے خوش رنگ خواب ایک ایک کرکے آنکھوں میں چبھنے لگے تھے۔

جھوٹ کے پاؤں نہیں ہوتے\
شیخی خور کا انجام ہمیشہ برا ہوتا ہے\
سانچ کو آنچ نہیں

اس کے ذہن میں ناچتے تھرکتے الفاظ اسے چڑا رہے تھے۔ اپنے تو اسیوں کے رزلٹ بھی وہ اپنی پڑھائی کی ٹینشن کے ساتھ ہی سنا کرے گی' اس بات کا اسے پورا یقین ہو چلا تھا۔ کانپتے ہوئے ہاتھوں کے ساتھ گاجر کی کھیر سے سجا ڈونگا اور پلیٹیں ٹرے میں رکھتے ہوئے اس کے آنسو تیزی سے اس کے گالوں کو بھگو رہے تھے جب ہی کچھ اشعار نے ذہن کے دروازے پر دستک دی تھی۔

کوئی امید بر نہیں آتی\
کوئی صورت نظر نہیں آتی\
موت کا ایک دن معین ہے\
نیند کیوں رات بھر نہیں آتی\
پہلے آتی تھی حال دل پہ ہنسی\
اب کسی بات پر نہیں آتی

ٹرے اٹھاتے ہوئے اس نے بے دردی سے اپنے آنسو صاف کیے اور مضبوط قدموں سے چلتی ہوئی لاؤنج کی طرف بڑھی حالانکہ اپنی ٹانگوں کی لرزش کو وہ بڑی اچھی طرح محسوس کرسکتی تھی۔ لاؤنج میں داخل ہوتے ہی اس نے ایک بشاش مسکراہٹ چہرے پر سجائی کہ "شیخی خور" کو شیخی کا "بھرم" بھی تو رکھنا تھا۔

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

سیما بنت عاصم

رات کائنات پر اپنے سیاہ پنکھ پھیلائے اونگھ رہی تھی۔ برسات کی نم‘ سیلن زدہ‘ محبوس فضا‘ کبھی کسی کونے کھانچے سے پھوار آن پڑتی‘ ساتھ کوئی نم اڑتا پڑتا ہوا کا جھونکا‘ برآمدے کے گول ستونوں کے اوپر‘ ٹین کی چادروں پر ٹپاٹپ بوندوں کا مدھم سا شور تھا‘ برآمدے میں چھوٹے بڑے کھٹولوں کی قطار تھی۔ ڈوبتے چاند کی رات تھی‘ رمضان المبارک کا رحمتوں‘ برکتوں بھرا آخری عشرہ‘ جب مسجدوں میں چراغاں‘ معتکفین کے حجروں میں رونق بڑھ جاتی ہے انسان ساری ساری رات رب کو کھوجتا ہے۔

رات کا جانے کون سا پہر تھا‘ بار بار میری آنکھ بند ہوتی پھر کھل جاتی آس پاس کوئی سفاک لمحہ آ ٹھہرا تھا کسی کہی ان کہی کا بھید کھولتا جان لیوا لمحہ اور ایک عجیب بے کلی وسراسیمگی کا عالم‘ جیسے کچھ ہو جائے گا...... کچھ کھو جائے گا کسی کروٹ قرار نہ پڑتا۔ میرے اطراف ماضی کے کئی دریچے کھٹا کھٹ کھلتے چلے جا رہے تھے۔ یہ کئی سال پہلے کی بات ہے‘ کہانی بہت پرانی ہے۔ نواب منزل کی کہانی‘ چھوٹے بڑے کچے پکے گھروں سے بنی کالونی میں ہر طرح کے گھر تھے جس کی جیسی بساط تھی ویسا ہی گھر بنا لیا تھا۔ نواب منزل ہمارے گھر کے سامنے سے اگلا گھر پڑا تھا‘ نواب صاحب نے دو پلاٹ جوڑ کر بڑا شاندار گھر بنایا تھا۔ سرخ اینٹوں سے چنی دیواریں‘ شطرنج کی بساط جیسا ماربل کا فرش‘ لکڑی کے محرابی دروازے کھڑکیاں‘ سفید براق کرتا پاجامہ میں ملبوس‘ منحنی سے نواب صاحب نکڑ پر پرچون فروش کی دکان کی آہنی بنچ پر بیٹھے‘ پان چباتے برانڈڈ سگریٹ پیتے یا موٹے فریم کی عینک لگائے صبح کے اخبار کا مطالعہ کرتے نظر آتے۔ کبھی منشی فضل کریم کے گھر کی بیرونی دیوار سے لگے گوار کی گھنیری چھاؤں تلے دھرے تخت پر بیٹھے‘ عمر گزشتہ کی یادیں دہراتے‘ حقہ گڑگڑاتے‘ سنا کہ پی ڈبلیو ڈی سے ریٹائرڈ ہیں۔ پینشن آتی ہے‘ لد گئے وہ زمانے جب دولت ان کے گھر کی باندی تھی‘ سب کچھ تقسیم کی نذر ہو گیا مگر نوابی آن بان ہنوز تھی۔

ایک روز علی الصبح محلہ بھر میں غلغلہ اٹھا‘ نواب صاحب رات بھلے چنگے پرچون کی دکان پر حقہ گڑگڑا کر گھر کو لوٹے تھے سنا کہ دل کا اٹیک ہوا تھا۔ خوش بخت تھے سوتے کے سوتے رہ گئے‘ نواب منزل کے گول گول ستونوں والے برآمدے کا منظر پل بھر میں بدل گیا‘ ہر طرف تک سفید چاندنیاں گٹھلیوں کے ڈھیر بے ترتیب سپاروں کی قطار یہی وہ وقت تھا جب نواب صاحب کی سب سے بڑی ادھیڑ عمر بٹیا جمیلہ آپا ایک کونے میں بیٹھی دکھ سے سسکتی نظر آئیں۔

’’اب ہمیں گھر سے نکلتے وقت اللہ حافظ کون کہے گا؟‘‘ نواب صاحب کے گھر میں نکلتے‘ بڑھتے‘ بڑوں کو آداب کی روایت اب بھی برقرار تھی مگر اس وقت کون جانتا تھا کہ ایک نواب صاحب نے ہی نہیں سب نے جمیلہ آپا کو اللہ حافظ کہہ دیا تھا۔

ایک بار جمیلہ آپا نے میری امی کو بتایا کہ ابا میاں نے ہمیں گود لیا تھا‘ تبھی بے چاری کوؤں میں کبوتر بنی‘

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

بات بے بات ٹھونگیں کھاتی نظر آئیں۔

ایک وقت تھا نواب منزل کی سالانہ نیاز میں بڑے ہال کمرے میں یہ بڑا لمبا سارا دستر خوان لگتا جس پر زمانے بھر کا انبار جو پہلی بار ان کے یہاں آن بیٹھتا بس سیر ہو کے اٹھتا۔ ایک ایک کر کے نواب صاحب کے آنگن کی ساری چڑیاں اڑ گئی تھیں' رہ گئیں تو ایک شاہدہ' گوری چٹی لمبی چوڑی اسی پر سارا گھر چلتا۔ کسی غیر ملکی فارماسیوٹیکل کمپنی کی ملازم' ہزاروں میں تنخواہ تھی اور چھ بہنوں کے لاڈلے' اکلوتے بنے میاں۔ بڈھے ہونے کو آئے مگر عقل ٹھکانے نہ لگی' بکتے جھکتے' زمانے بھر سے اڑتے لڑتے پھرتے یا پھر جمیلہ آپا۔ سنا کہ ان کے کھوٹے مقدر انہیں دوبارہ میکے واپس لائے' اب انگلی کے نام سے بھی ان کے مزاج چڑھ جاتے۔

میں نے کراہ کر ایک اور کروٹ بدلی تھی' آوارہ بادلوں کے ٹکڑوں تلے گاہے بگاہے ادھورا چاند چھب دکھاتا تو پل بھر میں کائنات منور ہو جاتی۔ چاند شرما کر دوبارہ بادلوں کی اوٹ لے لیتا' ڈیوڑھی سے گزر کر آتی برسات کی باس لیے دل و جان کو معطر کرتا نم ہوا کا جھونکا۔ رات کے پر ہول سناٹے میں' کسی خوف کے ڈراتے سہاتے سائے' میں نے ایک اور کروٹ لے کر آنکھیں موند لی تھیں۔

نواب منزل کا اگلا دروازہ عقبی جانب کھلتا' جہاں شہناز جیسی فارغ و لاپروا بیبیوں کی نشست جمتی۔ زمانے کی نکمی ناکارہ شہناز کو شوہر بڑا اسکھڑ نصیب ہوا تھا' گھر کے بیرونی حصہ میں چھوٹا سا باغیچہ اسی کا کمال تھا۔ دو چار پلاسٹک کی کرسیاں ڈال لیں اور لیجیے جناب جم گئی نواب منزل کے آس پاس کی بیبیوں کی نشست۔ وہیں سے بیگم نواب کی چھب دکھائی پڑتی تھی' پٹھانوں جیسی سرخ و سفید' بھاری بھرکم بیگم نواب فرشی غرارہ سمیٹے نواب منزل کے آنگن کے تخت پر کسی بوڑھے گدھ کی طرح بیٹھی نظر آتیں' مانو اسی نشست کا حصہ تھیں۔

مجھے اسی کالی کلوٹی شنو نے بتایا نواب صاحب نے ساری زندگی انہیں ہتھیلی کا چھالا بنائے رکھا۔ کبھی ان کے ہاتھ کی پکی روٹی نہیں کھائی' اب بیگم نواب کو سنائی دیتا نہ سجھائی پڑتا مگر کھنڈر بتاتا کہ عمارت شاندار تھی' پانی پیتیں تو حلق سے اترتا نظر آتا' نواب صاحب یونہی تو ان کے والہ و شیدا نہ تھے۔

ہائے ہائے کیا وقت تھا' نواب منزل میں خوشی غمی ہوتی' پہلی پکار بھابی دلہن کی پڑتی امی بھی دوڑی جاتیں۔ اب بھی کئی بار بھگدڑ مچتی' شاہدہ' جمیلہ' بیگم نواب کو لے کر اسپتال دوڑتیں' ڈاکٹر انہیں دیکھ کر مایوسی سے سر ہلاتا' ان کے لیے بس دعا کریں۔ ان کی

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام پر موجود آل ٹائم بیسٹ سیلرز:-

http://paksociety.com http://paksociety.com http://paksociety.com http://paksociety.com http://paksociety.com http://paksociety.com

Downloaded From Paksociety.com

شوگر بارڈر لیول پر بی پی آسمانوں کی سیر کرتا نواب صاحب کے بعد مانو چلتی پھرتی لاش بن کر رہ گئی تھیں۔

فلک پر رقص کرتے بادلوں کا کوئی ٹکڑا ایک بار پھر برس اٹھا تھا۔ مانو فضا کا یک بہ یک ڈھنگ بدل اٹھا۔ کسی نے گلی میں گرتے پرنالے تلے پی پارکھ دیا ہے' فضا میں مدھم سی جلترنگ بج اٹھی' بارش کی سرتال' چلتی ہوا کا ان یکھا رقص۔ میرے دل پر یک دم ایک بوجھ آن پڑا' ساون رت کی نم ناک فضا' پرشور ہوا بین کرتی محسوس ہونے لگیں۔ دل و جان کو جکڑ لینے والا ایک کرب و یاسیت کا عالم۔ ڈھیر سارے مہکتے لہکتے لمحے میرے آس پاس آن ٹھہرے ہیں۔

شاہدہ کی شادی' بنے میاں کی اگلی شادی کے ساتھ ہوئی۔ سنا تو یہی تھا شاہدہ کا دلہا' چوہدری کنالوں کا مالک ہے' رعب دار' انداز و اطوار بھی جاگیردارانہ ہی تھے۔ شاہدہ ایسے ہی رشتے کے انتظار میں وقت کھوتا کررہی تھیں یا قدرت نے ہی انہیں نواب منزل کے نفوس کے دانہ پانی کے لیے چن رکھا تھا' اللہ کے بھید اللہ ہی جانے' دیر آید درست آید۔

تیس کی دہائی میں شاہدہ ٹھکانے لگیں' تو یہ بھی کم نہ تھا اب رہے بنے میاں تو' نواب صاحب کا نام چلانے کو ان کی شادی لازم تھی۔ جمیلہ آپا نے ہمیں خود بتایا' ہمارے بنے میاں کی چار شادیاں ہوئی ہیں۔

''ہائیں چار...... سنا تو یہی تھا بنے میاں کی دو شادیاں چھپ چھپاتے رچائی گئیں' مگر ان کی اصلیت پا کر دونوں بھاگ نکلیں۔''

''ارے بیٹا...... شادی بیاہ میں تین تیرہ کہاں چلتا ہے۔ نفیسہ سے بنے میاں کی تیسری شادی سے پہلے ان کا نکاح گڑیا سے پڑھوایا گیا تھا۔'' جمیلہ آپا نے کہا۔

''لو جی یہ بھی خوب رہی۔''

مجھے جمیلہ آپا کے منہ سے یہ لفظ ''بیٹا'' بڑا بھلا بہت اپنا اپنا سا لگتا اور شاید یہی سننے کے لیے ان سے چھیڑ چھاڑ' ڈھیلا بازی تک چلتی کبھی جو وہ کوئی ادھڑا' ٹانکہ بخیہ لیے چلی آتیں' ہم چھیڑتے۔

''شرم نہیں آئے گی آپ کو لال جوڑا پہنیں گی؟''

''تو اور کیا' ہم نہ پہنیں گے تو اور کون پہنے گا۔''

''بھینسا پیچھے لگ جائے گا آپ کے۔''

''تو ہم بھینسے کے پیچھے لگ جائیں گے۔''

وہ ہماری کسی بات کا کبھی برا نہ مناتیں۔ تو نہی تو نہیں ہم دھڑلے سے کہتے' دنیا زمانے سے ہماری دعا سلام مگر جمیلہ آپا ہماری دوست ہیں مگر شاید دوستی بہت دور کا لفظ ہے' ہوتے ہیں نا کچھ لوگ جو سدا کے ساتھی ہوتے ہیں اور کچھ رشتے ان کہے ان مٹ مگر انمول۔ کبھی جو وہ روٹھ جاتیں' ہم اپنے ہاتھ سے ان کے لیے میٹھا بناتے۔

''تم کچھ بھی کہہ لو' کرلو ہم نہیں کھائیں گے۔'' وہ منہ پھیرتیں ہم جان کو آجاتے۔

''ہمارے ہاتھ سے تو کھانا پڑے گا' ہم نہ نہ کرتے بھی ان کے منہ میں ٹھونس دیتے۔'' ان کی ہنسی چھوٹ جاتی اور جو کبھی ہم روٹھ جاتے تو کس دھڑلے سے کہتیں۔

''لو بھلا' تم ناراض ہوگی تو ہم تمہیں ناراض ہونے تھوڑی دیں گے۔'' چشم تصور میں آپا جمیلہ کا سراپا لہرایا تھا' یہ تمام کرب و اذیت انہی کے نام تو تھا ایک پل کے ساتھ ہزاروں پل' ایک کے بعد ایک چلے آرہے تھے۔

نفیسہ کو ہسپتال لے جانے کا وقت آیا تو پہلی پکار امی کی پڑی' وہ بھی لپکی گئیں۔ انہوں نے ہی لوٹ کر

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

بیگم نواب کو خبر دی کہ سب خیر ہے۔ بیگم نواب آنکھیں چندھیا کر ازار بند سے بندھی مخملیں تھیلی ٹٹولنے لگی۔

''دلہن بیگم اچھی خبر لائی ہیں' خالی ہاتھ تھوڑی جانے دیں گے۔''

خبر اچھی نہیں بری تھی' ان سے مخفی رکھی گئی تھی بنے میاں کے گھر آنگن کی پہلی کلی کھلنے سے پہلے مرجھا گئی تھی۔ خبر اچھی ہو کہ بری وہ جھیلنے کی سکت ہی نہ رکھتی تھیں اور یہ سب ہی جانتے تھے مگر تا بہ کے۔

ایک رات پھر بھگدڑ مچی مگر اس بار دھماکہ ہو گیا تھا بیگم نواب کا سرد وجود نواب منزل لوٹا جیسے وہ یہی دن دیکھنے کے لیے زندہ تھیں مگر کچھ لوگ جاتے وقت اپنے ساتھ بہت کچھ لے جاتے ہیں۔

نواب صاحب' بیگم نواب اپنی ذات میں انجمن رکھتے مگر وہ شاہدہ کا وقت تھا' جو سارے گھر کو سمیٹ کر چلتی شاید اسی لیے منہ کو آتی تنگی نے چاروں سمت پنکھ پھیلا کے نواب منزل کو سمیٹ لیا تھا۔

ٹپاٹپ بوندوں کا مدھم شور ٹھہر گیا' بھٹکتے برستے بادلوں نے فلک کا سینہ شفاف کر دیا۔ مجھے فضا میں آکسیجن کم پڑتی محسوس ہونے لگی' نیند کا کوئی آوارہ جھونکا میرے پاس سے گزرتا چلا گیا' میں نے آنکھیں موند لیں۔

شاہدہ کے ہاں امید تب بندھی جب خیر سے بنے میاں کے آنگن میں دوسری کلی کھلنے کی نوید تھی مگر اس سے پہلے ایک اور قیامت ٹوٹ پڑی نواب منزل میں ڈاکہ پڑا۔ ڈکیتی کیا تھی مانو چوروں کے منحوس ہاتھ جھاڑو ہی پھیر گئے۔ شاہدہ کو غش پر غش آ رہے تھے' کسی حال سے تھی تنکا تنکا جوڑ کے بنایا آشیانہ' لٹیرے رات بھر میں لوٹ کر چلتے بنے۔ سب بہنیں اس وقت کو پچھتاتیں' جب گلی بھر میں اعلان کرتی سدھاری تھیں' بڑی آپا کے گھر نیاز ہے رات بھر کھچڑا پکے گا۔

کسی نے لٹیرے دیکھے نہ دیکھے مگر نواب منزل تو لٹ ہی گئی' لاکھ کا گھر خاک کا ہو گیا' سارا گھر بھائیں بھائیں کرنے لگا تھا۔ ایک وقت آیا کہ وہاں ٹوٹے برتن جھلنگا چارپائیاں رہ گئیں۔ ڈاکہ کیا پڑا مانو مفلسی اور بدحالی نے نواب منزل کا رستہ ہی دیکھ لیا' گھر بھر میں پھوہڑپن کا راج تھا۔ لگتا ہی نہ تھا کہ کبھی یہاں زندگی کوکتی تھی اور یہ سب نفیسہ کے طفیل تھا۔ پرلے درجے کی پھوہڑ' بدزبان مگر نواب صاحب کا نام تو چلا ہی دیا خیر سے اس بار چاند جیسا بیٹا جنم دیا۔ امی شاہدہ کے چاند کی رونمائی کو گئیں تو اسے بھی بھتیجے کے واری صدقے پایا۔

''دیکھ رہی ہیں نا بھابی دلہن' چھوٹے نواب کی مستیاں۔'' اس لمحے فضا میں لاتوں سے بائیسیکل چلاتے چھوٹا نواب عاکف گھنیری پلکوں والا خوب صورت بچہ تھا۔ امی نے لاکھ نہ نہ پر بھی دس کا نوٹ اس کی بنیان میں اڑس دیا۔

مگر شاہدہ کی گھر گرہستی محدود تھی' ایک بچہ ہو کے رہ گیا دوسرے کی خبر ہی نہ آئی' نہ امید بندھی۔ اس نے اکتا کر پھر سے جوائن کر لیا' آمدنی وہی ہزاروں میں مگر اب پرائی ہو گئی تھی۔ شاہدہ نے تب بھی بھائی کے لیے دو پیسے کا آسرا تو بنا ہی دیا' نواب منزل ایک پورشن الگ کر کے کرائے پر اٹھا دیا گیا' اب اسی پر گزر بسر تھی۔

بنے میاں کا آج بھی وہی عالم تھا' بکتے جھکتے گزرتے چلے جاتے' چھیڑنے کی دیر ہوتی وہ جان کو آ جاتے' نہ نہ کرتے بھی دو بچوں کو ابا تو بن ہی گئے مگر دنیا تو دنیا ہے نہ بھئی' آتے جاتے کوئی نہ کوئی ان کے تار چھیڑ ہی دیتا۔

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

''اجی بنے میاں! گٹر اُبلے پڑ رہے ہیں کچھ تو کیجیے۔'' اور بنے میاں حکومت کے ناقص نظام کی شان میں قصیدے پڑھنے کھڑے ہوجاتے' لوگ ہنستے۔

''نفیسہ کے پر پرزے' شاہدہ کے سدھارنے کے ساتھ ہی نکل پڑے تھے' چھٹانک بھری کی عورت سارے گھر میں دندناتی پھرتی' سارا محلہ اس کی چیخم پکار سنتا اور اس کی گز بھر لمبی زبان سے ایک زمانہ پناہ مانگتا۔ اپنے آگے کسی کی نہ چلنے دیتی' نہ کسی کی سنتی نہ مانتی مگر غنیمت تھی کہ گزارا کررہی تھی' بنے میاں کو ان کے گنوں سمیت جھیلنا آسان کام نہ تھا۔ ساری بہنیں یہیں آکر مات کھا جاتیں' نفیسہ کے میکے میں بھی بھاوجوں کا راج تھا' کوئی منہ لگانے والا ہوتا تو بنے میاں جیسے کھوٹے ناکارہ کے نصیبوں کیوں لکھی جاتی۔

یہ انہی وقتوں کی بات ہے' امی کے ہاتھ ایک معقول رشتہ لگا۔ کھاتا پیتا آدمی تھا' نہ کوئی آگے نہ پیچھے' جمیلہ آپا کو دوہا جو بھی جڑ جاتا تو بڑی بات تھی کہ سوال ان کی در بدری کا تھا۔ امی زمانہ شناس تھیں خوب جانتیں کہ کھوٹے مقدر کو سب ہی کھرا کرتے ہیں۔ ایک وقت آتا ہے اپنی بیٹی پرائی اور پرائی گھر والی بن جاتی ہے۔ نواب منزل پر بھی وہی وقت تھا مگر نا...... جمیلہ آپا نے سنا تو طوفان کھڑا کردیا پھر کس میں دم تھا کہ ان کی ناں کو ہاں میں بدلتا' امی نے ٹوکا تو اڑا گئیں۔

''لے جانے بھی دو بھابی دلہن' اب بچپن کی عمر میں ہم بیاہ رچاتے کیا اچھے لگیں گے۔''

بچپن مجھے ان کے منہ سے یہ لفظ بڑا عجیب کھلنڈر سا لگا جیسے وہ کہتی ہوں بچپن ہمیں ٹالنے کو...... کچھ نہیں تو اپنی عمر دس سال تو بڑھا ہی گئی تھیں اس وقت انہیں کون سمجھاتا' زندگی اور وقت کبھی کسی کا انتظار نہیں کیا کرتے اور جمیلہ آپا جیسے لوگ دامن بچاتے پھرتے کہ ابھی تو بڑا وقت پڑا ہے' دیکھی جائے گی مگر ایک وقت آتا ہے کہ وصولی کے دروازے بھی بند ہوجاتے ہیں۔

نفیسہ کے سبب زندگی ان پر تنگ پڑگئی تھی' یہ سب ہی کو نظر آتا تھا عورت کیا تھی' آگ اگلتا لاوا' چیزیں پٹختی شور مچاتی کبھی جو زیادہ بھاؤ کھاتی بنے میاں کو نکال باہر کھڑا کرتی۔

''بڈھے...... چل نکل یہاں سے کام کا نہ کاج کا۔'' اور بنے میاں اول فول بکتے' اپنا بوریا بستر سنبھال گھر کے سامنے ڈپٹی صاحب کے چبوترے پر جا پڑتے' وہیں رات گزارتے۔ نفیسہ وہ بکری تھی جس کی دو چار لاتیں جائز لگتیں۔

اولین تاریخوں میں نکڑ والے پرچون فروش کے پاس ماہانہ راشن لکھواتی نظر آتی۔ اک ماہانہ کرایہ پر تکیہ تھا جو راشن بلوں میں ہی ختم ہوجاتا' اس کے بعد وہی اللہ کا نام' موٹا چھوٹا جمیلہ آپا سے ان کی ایک پل نہ بنتی اور وہ تھیں کہ مٹی کا مادھو نواب منزل پر اسی کا راج چلتا جس نے وہاں کے دستور کا رنگ بدل دیا تھا۔

نواب منزل کے گٹر ابلے پڑتے' دیواروں سے جالے لٹک گئے' سالانہ نیاز بڑھادی گئی۔ جمیلہ آپا کبھی منشی فضل کریم کی گولر تلے دھرے تخت پر کبھی ڈپٹی صاحب کے چبوترے پر دال سبزی چنتی بناتی نظر آتیں۔ گرمی ستاتی تو گوٹے کناری سے سجی پنکھی لیے آن براجمان ہوتیں تو گلی کے لڑکے ہانک لگاتے۔

''او بھئی بڑی بی سلامالیکم!'' ان کے لبوں پر جامد مہر دو بدو تو بس ہم سے چلتی۔

''ہم سب سمجھتے ہیں' آپ لڑکوں کو چھیڑنے کے لیے بیٹھتی ہیں۔''

''تو اور کیا...... لڑکے بھی تو ہمیں چھیڑتے ہیں۔'' وہ دوبدو کہتیں۔

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

''لڑکے آپ کو چھیڑیں گے تو ہمیں کون چھیڑے گا۔''

''خیر اس محلہ کے لونڈے لپاڑے تھے بھی شریر‘ ہم جیسی لڑکیاں بالیاں تو بچ کے ہی چلتیں۔''

کچھ دن پرے کی ہی بات ہے‘ گورنمنٹ کے کسی تعمیراتی منصوبہ کے تحت گلیاں سڑکیں کھدی پڑی تھیں‘ ہم کالج کو نکلے تو یہ بڑا سارا گڑھا‘ سوچا کون لمبا چکر کاٹ کے جائے۔ ہماری ساری ہی ٹولی نے گڑھا پھلانگ لیا اسی نکڑ کے چھپر تلے لڑکوں کی ٹولی چہلیں کررہی تھی۔

''کیا جمپ ماری نا یار...... ابے تو لُو لگا سکتا ہے ایسی جمپ۔''

''نہیں یار‘ میں تو نہیں لگا سکتا۔'' ہماری ہنسی نکل گئی۔

رات کے پرہول سناٹے میں دور کہیں جھینگر کے شور کی آواز ابھری تھی‘ ایک تفکر تھا جو جواز بن گیا۔ یادوں کی کتاب کھلتی چل جارہی تھی میرا ذہن دور کہیں بہت دور پرواز کررہا تھا۔ جیسے وقت کہیں عقب میں جاکر پھر سے چل نکلا ہے۔

کچھ وقت گزرا شاہدہ عاکف کو اپنے ساتھ لے گئیں۔ وقت گزرتے کیا دیر لگتی ہے اس کے بچے کے ساتھ پلے گا تو کچھ اچھا کھا پہن لے گا۔ پڑھ لکھ گیا تو بھائی کا بازو بنے گا مگر نا وہی ماں کے ہو کے کمینگی‘ بھری تھالی میں کپڑے چننا۔

شاہدہ نے عاکف کو واپس نواب منزل لا پھینکا‘ امی نے شاہدہ کو پایا تو اس کا گھیراؤ کیا۔

''جانے بھی دو بچہ ہے‘ چار حروف پڑھ جائے گا تو تمہارے بھائی کا بازو بنے گا۔'' مگر وہ بدک اٹھی۔

''بھابی دلہن...... میں تو کچھ بھی نہیں کرسکتی‘ اس نے گلی محلہ میں بیٹھ کر جن لوگوں کے سامنے چوہدری صاحب کو برا بھلا کہا ہے انہوں نے چوہدری صاحب کے کان بھرے ہیں اب مجھے تو اپنے گھر میں رہنا ہے نا۔''

اس کا فرمان بجا تھا مگر نواب منزل کا شیرازہ بکھر کر رہ گیا تھا۔ تنگ دستی‘ مفلوک الحالی نواب منزل کے در و دیوار سے لپٹ کر رہ گئی تھی‘ کبھی جو کوئی سوکھی باسی روٹی جمیلہ آپا کو دودھ میں ڈبو کر کھاتے دیکھ ہی لیتا وہ جھٹ پردہ ڈالتیں۔

''دانت میں تکلیف ہے روٹی چبائی نہیں جاتی۔''

ان کی سرمئی آنکھوں میں ملال کے رنگ‘ چہرے کی لکیروں میں یاسیت اتر آئی تھی مگر خاندانی آن رگوں میں جوش مارتا نوابی لہو۔ سوال سے روکتا اور وہ وقت ہائے ہائے مر کے پید بھی ہوجاتے تو لوٹ کر آنے والا نہیں تھا۔ جب دنوں نواب منزل کے دستر خوان کا ذائقہ نہ بھولتا تھا۔ آنگن میں دھوپ بھر کے آتی ان کے اچار کا مرتبان ہماری چھت کی منڈیر پر رہتا‘ جمیلہ آپا آئے روز اس کی خبر گیری کو آتیں‘ ڈوئی چلاتیں‘ نفیسہ کسی حال سے ہوتیں تو چٹا چٹ اچار چاٹتیں کبھی جو جمیلہ آپا کڑی لے آتیں‘ امی چھیڑتیں۔

''اے بی جمیلہ‘ خیر سے تمہارا بھی دل للچا گیا اچار کو؟'' وہ جھینپ جاتی‘ مذاق کی بات مذاق میں اڑاتیں۔

''حد کرتی ہو بھابی دلہن‘ ایسی خطرناک فلمیں تو انگریز بھی نہیں بناتے۔''

اور جو دوست تمہاری نظروں سے تمہاری ضرورت نہ پڑھ سکے اس کے سامنے دست سوال دراز کرکے خود کو ارزاں مت کرو۔ امی نے آئے دن بہانے سے نوازنا شروع کردیا‘ ابا میاں ہیڈ کلرک تھے۔ امی ہر

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

جمعرات نیاز ضرور دلاتیں‘ مٹر یا چنے کی پلاؤ‘ حلوہ بڑی سفید پوش سے ڈھک کر بھیجتیں۔

سودا سلف لینے جاتیں تو جمیلہ آپا کا پان چھالیہ اٹھا لاتیں۔ جمیلہ آپا ازار بند سے بندھی تھیلی سے سکے چنتیں تو اڑا جاتیں۔

''ارے جانے بھی دو جمیلہ‘ دو چار روپے کا کیا لین دین۔'' اور ایک نفیسہ تھی‘ جس نے نواب منزل کی نوابی آن بان شان کا جلوس نکال کے رکھ دیا تھا۔ ہنڈیا چولہے پر چڑھا کر محلہ بھر سے نمک مانگتی پھرتی‘ کوئی آڑا وقت پڑ جاتا تو آس پڑوس سے منہ پھوڑ ہی لیتی۔ گلی میں ڈپٹی صاحب‘ عباس ٹھیکیدار جیسے باحیثیت لوگ بھی تھے۔

خیر وعدہ نفیسہ کا بھی کھرا ہی ہوتا۔ مکان کا کرایہ راشن بلوں میں پھنک جاتا سب سے بڑھ کر چھوٹے نواب کی پڑھائی‘ وہ انگریزی اسکول میں پڑھ رہا تھا‘ نفیسہ کہیں منتیں ترلے کر کے کوئی رعایت حاصل کر ہی لیتیں تو خیرات کا ٹکڑا یا رعایت اسے نامنظور رہتی۔ وہ بگڑا بھنکا لڑکا تھا‘ نفیسہ گھر کا راشن پانی‘ منوں بوجھ خود لاد کر لاتیں‘ لے جاتیں وہ بے فکری سے سائیکل چلاتا پھرتا۔

محلے کے شریر لڑکوں سے بنے میاں کی آئے روز سر پھٹول چلتی‘ لڑکے انہیں پتھر مارتے‘ وہ لڑکوں کو چپت‘ ہمیشہ دوسروں کی رہتی‘ مانو بنے میاں نہ ہوئے راہ پڑے پیپا ہوگئے۔ ہر کوئی بجا کے چل دیتا‘ ایک روز بکتے جھکتے شاہدہ کے منت خوشامد کرنے جا پہنچے۔ اسے اپنے خاوند کی خار اس کا ڈر تھا‘ زیادہ منہ لگالیتی تو ساری نواب منزل اس کے گھر ہی آن پڑتی‘ میاں سے تو چھپ چھپا کر دال دلیہ تو چلا ہی دیتی۔

دکھی گرہستی کا بار عورت کے اندر غبار بھر دیتا ہے‘ یہ غبار بڑ بڑ روزن مانگتا نفیسہ بھڑکتی۔ سارا محلہ سنتا وہ جملہ آپا سے برابر دو بدو کرتی‘ وہ اسے کچھ کہتی وہ بھی انہیں وہی کہتیں‘ لڑائی زور پکڑتی‘ وہ جمیلہ آپا کو نکال باہر کھڑا کرتی‘ جمیلہ آپا دھان پان لرزتا کانپتا وجود لیے ڈپٹی صاحب کے چبوترے پر جا بیٹھتیں۔

اول اول وہ بہانے گھڑتیں ''گرمی زیادہ ہے‘ ہوا کھانے بیٹھے ہیں'' میں نے نام ونمود پر رلتا بہت کم لوگوں کو پایا ہے‘ کون نہ جانتا نفیسہ انہیں مانگنے پر روٹی دیتی‘ گن کر پیڑے بناتی۔

رفتہ رفتہ نفیسہ کی زبان کے جوہر آئے روز کی جوتم پیزار سب پر کھل گئی بدبخت‘ نانجاز عورت‘ اس گھرانے کی بہو تھی جہاں پان بھی آداب کے وصول کیا جاتا۔

اسے جمیلہ آپا کی شکل سے خار چڑھتی مگر جمیلہ آپا جانے کس مٹی کی بنی تھیں ان کے لبوں کی قفل نہ ٹوٹی‘ پانی رواں رہے تو پتھر میں شگاف ڈال دیتا ہے‘ ٹھہرا رہے تو کیچڑ ان کے چہرے کی لکیروں میں عمر رفتہ کی ان گنت کہانیاں پنہاں تھیں جب کوئی راستہ نہ پاتیں تو سفید دوپٹے کی بکل لگائے سر جھکائے آنسو پیتی گزرتی چلی جاتی تو کوئی پوچھ ہی بیٹھتا۔

''اے جمیلہ بی! اتنی رات گئے کہاں چلیں؟''

''عائشہ منزل جارہے ہیں۔''

عائشہ منزل جمیلہ آپا کی دو بہنوں کا مسکن تھا‘ عقیلہ شکیلہ خیر سے دونوں ہی مقدر کی کھوٹی تھیں مگر شاہدہ ہو شکیلہ یا عقیلہ سب پان چھالیہ کا خرچ اترن کے کپڑے دے کر ہاتھ جھاڑ لیتیں‘ سب کے اپنے اپنے دکھ تھے سب کے اپنے اپنے چاند۔ اس خرچ پر بھی نفیسہ کی نظریں ٹکی رہتیں‘ بھتیجے کندھے سے لٹکتے جان کھاتے وہ آنا کانی کرتیں تو نفیسہ کے لتھے۔

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

آپ دنیا کے کسی بھی خطے میں مقیم ہوں
ماہنامہ نئے اُفق کراچی
ہم بروقت ہر ماہ آپ کی دہلیز پر فراہم کرینگے
ایک رسالے کے لیے 12 ماہ کا زرسالانہ
(بشمول رجسٹرڈ ڈاک خرچ)
پاکستان کے ہر کونے میں 600 روپے
امریکا' کینیڈا' آسٹریلیا اور نیوزی لینڈ کے لیے
6000 روپے
میڈل ایسٹ' ایشیائی' افریقہ' یورپ کے لیے
5000 روپے
رقم ڈیمانڈ ڈرافٹ' منی آرڈر' منی گرام
ویسٹرن یونین کے ذریعے بھیجی جاسکتی ہیں۔
مقامی افراد دفتر میں نقد ادائیگی کرسکتے ہیں۔
رابطہ: طاہر احمد قریشی...... 0300-8264242
نئے اُفق گروپ آف پبلی کیشنز
کمرہ نمبر 7 فریدہ چیمبرز عبداللہ ہارون روڈ کراچی۔
فون نمبر: 2/35620771-922+
aanchalpk.com
aanchalnovel.com
circulationngp@gmail.com

''اے اتنا پیسہ کیا قبر میں لے کر جاؤ گی' چار آٹھ آنے دے نہیں سکتی ہو بچوں کو۔'' انہیں دیتے ہی بن پڑتی۔

سرد راتوں کی سفاکی عروج پر جا پہنچتی نواب منزل کا دروازہ ان کے لیے بند ہوجاتا تو جمیلہ آپا یہاں وہاں بیٹھتی لرزتی کانپتی نظر آتیں' ایسے میں کوئی پوچھ ہی بیٹھتا۔

''اے جمیلہ بی' آج نفیسہ دروازہ نہیں کھولنے والی۔''

''کھولے گی...... کھولے گی۔'' جمیلہ آپا کا انداز ایسا ہوتا جیسے کہتی ہوں کب تک نہ کھولے گی' کبھی نہ کبھی تو کھولے گی۔

ایک ہی دروازہ تو ان کے لیے کھلتا تھا اور پھر جانے کس پہر نواب منزل کا دروازہ جمیلہ آپا کے لیے کھل ہی جاتا' احسان کتنا ہی برا ہو صدفی صد برا نہیں ہوتا۔ یہ تو طے ہے جمیلہ آپا اپنا پاندان سمیٹے اندر چلی جاتیں۔ کبھی جو نفیسہ گھنٹوں کے لیے بولائی بولائی نکل کھڑی ہوتی' ان کے چہرے پر فاقہ نظر آتا مگر وہ دھیمی مدھم آواز میں پردہ ڈالتیں۔

''اے بی جمیلہ کچھ کھایا پیا ہے کہ نہیں۔''

''کھالیں گے...... کھالیں گے' نفیسہ ہمارے لیے میٹھا بنا کے گئی ہے۔''

کون نہ جانتا کہ نفیسہ ان کے لیے میٹھا بنالی کہاں بس نہ چلتا اپنے ہاتھ سے ان کے منہ میں زہر کے لڈو ٹھونس دیتی۔ اب سوچتی ہوں جمیلہ آپا بھلے وقتوں میں ٹھکانے لگ جاتیں تو شاید یوں مٹی برباد نہ ہوتی مگر اللہ جو کرتا ہے بہتر ہی کرتا ہے' جانے اس میں بھی رب کی کیا بہتری تھی۔

وقت کا کام گزرنا ہے سو وہ گزرتا ہے مگر حیات کٹھن

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

ہوتو ٹھہر جاتی ہے‘ لگتا تو ایسا ہی ہے کہ دنیا میں کچھ لوگ صرف مصائب جھیلنے کو آتے ہیں۔

ناجائز تجاوزات کے نام پر حکومت نے بلڈنگوں کی بلڈنگیں ڈھادیں‘ چھوٹی بستیوں میں بلڈوزر چلے تو نواب منزل کی بیرونی دیواریں بھی کام میں آگئیں‘ کچھ وقت گزرا یار لوگ ملبہ پر کچرا پھینکنے لگے۔ لو جی کچرا آسمان کو پہنچا‘ نواب منزل کا دروازہ بند ہوگیا پچھلی سمت کا دروازہ کھل گیا اور وہی فارغ ولا پروا بیبیوں کے ہمراہ شنو کے باغیچہ میں نشست۔

کبھی جو ہمارا ادھر سے گزر ہوتا وہی چھیڑ چھاڑ جمیلہ آپا کی ہانک......

’’لوگ ہماری گلی میں بغیر ٹکٹ کے آجاتے ہیں۔‘‘ ہمیں شوخی سوجھی۔

ان کی کرسی تھام کر عقب سے پچھلی جانب جھلادیا‘ کرسی کے اگلے دو پائے زمین سے اٹھے کرسی ہوا میں لہرائی وہ بوکھلا گئیں۔

’’ارے بیٹا...... بیٹا ہم گر جائیں گے۔‘‘

’’آپ گر جائیں گے تو ہم اٹھالیں گے فکر کا ہے کی۔‘‘ ساتھ تو کی بیبیاں ہنستیں‘ کون نہ جانتا کہ جمیلہ ادھر اُدھر بیٹھ کر وقت گزارتیں۔ گھر کی فضا ان کے لیے تنگ جو پڑ گئی تھی۔ رفتہ رفتہ نواب منزل آسیب زدہ کھنڈر بن گئی‘ جمیلہ آپا صدیوں سے بھٹکتی کسی آوارہ روح کی مانند یہاں وہاں کرلاتی پھرتیں۔

کوئی برسوں پرانی گمشدہ شے اچانک میرے ہاتھ آ لگی تھی‘ میں یادوں کے صفحات کھولنے بیٹھی تو ان گنت‘ ان کہے لمحے میرے آس پاس بکھر گئے تھے اور ایک عجیب بے نام سی کیفیت۔ جیسے کچھ ہوگیا‘ ہونے جارہا ہے یا ہوجائے گا۔ دور کسی گھڑیال نے گھنٹے بجائے تھے‘ کوئی وقت جاتا کہ بھیگی رات کا طلسم ٹوٹ جاتا۔ پو پھٹتے ہی ایک نیا دن طلوع ہوگا‘ کچھ وقت گزرے گا‘ سڑکوں پر خاکروبوں کی چھنا چھن‘ گوالے کی سائیکل کی ٹناٹن جاگ اٹھے گی۔ روزی والوں کو موسم کے بدلتے تیور سے کیا لینا‘ کنواں کھود کے پانی پینا ہے میں نے ایک بار پھر کروٹ بدلی ہے۔

برسات رت کی راتیں بڑی بے قرار ہوتی ہیں‘ نہ چھتوں آنگنوں پر بسیرا ممکن رہتا ہے نہ کمرے کی محبوس فضا نیند کا در کھولتی ہے۔ امی نے لالٹین کی لو اونچی کردی ہے‘ منظر کچھ واضح ہوا‘ روشنی میری آنکھوں میں چبھنے لگی ہے جیسے اس روشنی میں کوئی اسرار ہے کسی کہی ان کہی کا بھید۔ میرے دل کو کوئی ان جانا سا احساس جکڑتا‘ پھر چھوڑ دیتا۔ ایک امید وبیم کی کیفیت کھوکھلی امیدیں‘ بے بنیاد دلاسے‘ لاچار دعائیں۔ میں نے اپنا آپ ٹٹولا ہاں جمیلہ آپا کل ہسپتال گئی تھیں‘ اسٹریچر پر ان کا دھان پان وجود لاد کر جب رضا کار لے جارہے تھے‘ میرے دل کو کچھ ہوا جیسے وہ اب کبھی لوٹ کر نہ آئیں گی‘ میں اب کبھی انہیں پھر سے نہ دیکھ پاؤں گی۔

ابھی دن ہی کتنے گزرے تھے‘ جمیلہ آپا اندھیرے میں گھر کی کھلی ٹنکی میں جا پڑی تھیں۔ بوڑھی ہڈیاں کرچی کرچی ہوگئی تھیں‘ اب بھلا ہڈی ٹوٹنے سے بھی کوئی مرا ہے‘ لوگ آتے پوچھتے چلے جاتے‘ کئی روز ان کی پلستر شدہ ٹانگ ہوا میں معلق رہی وہ کہتی رہیں۔

’’ہمیں ہسپتال لے کر نہ جانا‘ ہم ٹھیک ہیں۔‘‘

مگر کچھ بھی ٹھیک نہ تھا جانے کب سے پلتا پنپتا کوئی ناسور ان کے اندر پنجے گاڑھے بیٹھا تھا‘ ان کے چہرے پر مردنی زردی کھنڈی تھی۔

اس کے بعد آپا جمیلہ صرف خبروں میں رہ گئیں سنا کہ ہسپتال میں بھی کئی بار جمیلہ آپا نے بھابی دلہن کو یاد

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

کیا' امی کو جوڑوں کا درد چین نہ لینے دیتا' ہسپتال تھا بھی تو اللہ کے پچھواڑے۔

گلی میں کوئی کتا رویا تھا لگتا ہے وہ کسی خبر کی آہٹ کو پا گیا تھا۔ سنا ہے کتے کی حسیات بہت تیز ہوتی ہیں' وہ ان دیکھی کا بھید جانتے ہیں میرے دل کی رفتار پنڈولم کے ساتھ ساتھ چلنے لگی ہے۔

جانے کتنا وقت بیتا' رات کا کون سا پہر ڈھلا سائرن بجا' آخر شب موذن کی پہلی پکار سے پہلے خبر آ ہی گئی۔ کوئی ان دیکھا ریڈار جس کی مسلسل نشاندہی کر رہا تھا ڈپٹی صاحب کے چبوترے پر بیٹھ کر آپا جمیلہ کی جانے کس بہن نے دہائی دی تھی۔

''ارے ہماری بہن چلی گئیں۔'' میرا دل پنجرے میں مقید زخمی پرندے کی طرح پھڑ پھڑایا اور امی دہل کر اٹھ بیٹھیں۔

''ہئے ہئے..... مٹی سنور گئی بے چاری جمیلہ کی' سچ تو یہی تھا۔''

امی چائے کا تھرماس بھر کر لپکی گئی تھیں بھرا پرا کنبہ تھا مگر کچھ رعائتیں صرف موت سے مشروط ہوتی ہیں۔ اس بار جانے کس اڑتے پڑتے لمحے میں انہوں نے امی سے دل لگی کی تھی۔

''اس عید پر سب سے پہلے ہم بھابی دلہن سے عید ملیں گے۔'' اس وقت خود ان کے گمان میں بھی خاک نہ ہوگا کہ یہ عید انہیں نصیب ہونے والی ہی نہیں' علی الصبح ایک ایمبولینس نواب منزل کے دروازے سے آن لگی۔ جمیلہ آپا کی ادھ کھلی آنکھوں میں ان کہی کہانیاں لبوں پر جامد چپ۔ کچھ لوگ زندگی جیتے اور کچھ زندگی کو جھیلتے اسے گھسیٹتے ہیں۔

شاید نواب منزل کا تیسرا اور آخری ماتم اب وہاں غیروں کا سکہ چلنا تھا' مانو آہ و بکا کا ایک طوفان امڈ پڑا تھا۔ نواب منزل کے سامنے ملی جلی آوازوں کا شور تھا' لوگوں کے آنے جانے میں ایک بے حسی بے مہری سی تھی۔

''ہمارے آنگن کی آخری چڑیا' پھر سے اڑ گئی اب نہیں آنے والی۔'' شاہدہ داخلی دروازے سے لگی بین کر رہی تھی۔

میت ہسپتال سے گھر اور اب قبرستان کے سفر میں تھی' جانے کب سے بھٹکتا آوارہ بادل کا ٹکڑا اب پھر کسی پل برس پڑنے کو بے تاب تھا۔ سنا تھا کہ بارش کے بعد کی گھٹن شدید ہوتی ہے' مجھے آس پاس گھٹن بڑھتی محسوس ہوئی تو لوٹ آئی۔ مجھے اپنے وجود کا وزن گوارا ہی نہ تھا' اس پل اور کچھ نہیں تو دو آنسوؤں کا خراج دے کر اس ان کہے انمول رشتے کی تو لاج رکھ ہی لیتی مگر آنسو کا ایک قطرہ' مرنے والے کو سمندر بن کے لگتا ہے۔ سنا ہے دنیا کے مصیبت زدگان کی قبر میں اجالے ہوگا۔

موت ایک اٹل حقیقت ہے جو آیا ہے اسے جانا ہی ہے مگر جمیلہ آپا جیسے لوگ اپنے پیچھے ان مٹ مگر ان کہی کہانیاں چھوڑ جاتے ہیں۔

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

www.paksociety.com

قسط نمبر 19

نادیہ فاطمہ رضوی

گزشتہ قسط کا خلاصہ

ماریہ اور میک کو ایک کمرے میں دیکھ کر ولیم بدگمان ہوجاتا ہے اور شادی کرنے کا فیصلہ کرتا ہے ماریہ اسے سمجھانے کی کوشش کرتی ہے لیکن وہ ہر تعلق ختم کردیتا ہے۔ جیسکا ولیم کی زبانی رشتے کے یوں ختم ہونے کا سن کر شاکڈ رہ جاتی ہے جب ہی وہ ابرام سے تمام حالات ڈسکس کرتی ہے۔ ماریہ جیسکا اور ابرام کے سامنے اسلام قبول کرنے کا ذکر کرتی انہیں شاکڈ کردیتی ہے۔ جیسکا کے لیے یہ سب ناقابل یقین ہوتا ہے فی الحال وہ یہ بات جیکولین سے چھپا لیتے ہیں۔ باسل اپنی ماں کے ساتھ سمیر کے گھر آتا ہے لیکن وہاں کے کشیدہ حالات دیکھ کر متفکر ہوجاتا ہے جب ہی اسے فراز کے لندن جانے کا پتا چلتا ہے اور وہ فون پر سونیا کے بدلہ لینے کے حوالے سے ریکارڈ شدہ تمام باتیں فراز کے گوش گزار کرتا ہے لیکن باسل کی یہ تمام باتیں فراز کی ذات پر عائد الزامات کو غلط ثابت نہیں کر پاتیں جب ہی وہ باسل کو سونیا کے مکروہ چہرے سے روشناس کرواتا ہے باسل یہ سب سن شاکڈ رہ جاتا ہے عورت ذات پر سے اس کا اعتبار اٹھ جاتا ہے۔ لالہ رخ فراز سے بات کرکے اس کی مایوسی کو دور کرنے میں کامیاب ہوجاتی ہے جب ہی وہ سمیر شاہ سے بات کرکے انہیں مطمئن کرنے کی کوشش کرتا ہے اور آفس کے انتظامات بھی سنبھال لیتا ہے۔ مہوش اپنی منگنی رکوانے کے لیے بھائی سے مدد کرنے کا کہتی ہے مگر احمر مہوش کی مدد نہیں کرپاتا ایسے میں وہ زرینہ سے مشورہ طلب کرتی ہے اور زرینہ اس کا ساتھ دینے کی ہر ممکن کوشش کرتی ہے جب ہی وہ اپنے پلان پر عملدرآمد کرنے کا فیصلہ کرلیتی ہے۔ جیکولین شادی کے انتظامات کے سلسلے میں ولیم کے گھر رابطہ کرتی ہے مگر وہاں سے شادی کے انکار کی اصل وجہ جان کر ششدر رہ جاتی ہے ایسے میں وہ بے حد اشتعال کا شکار ہوکر ماریہ کی شادی میک سے کرنے کا فیصلہ کرتی ہے جبکہ ماریہ کے لیے یہ خبر کسی قیامت سے کم نہیں ہوتی۔

اب آگے پڑھیے

❁ ❁ ❁

''میک سے...... مگر میک سے کیسے...... امپاسل! ایسا کیسے ہوسکتا ہے میک سے شادی...... نہیں مام! میک سے شادی کا تو میں سوچ بھی نہیں سکتی۔'' جیکولین کے منہ سے سنی یہ خبر اس کے اعصاب پر بجلی گراگئی وہ بے انتہا افروختہ سی ہوکر ایک ہی سانس میں بولے چلی گئی جب کہ جیکولین اسے بے حد ناگواری سے دیکھنے لگی۔

''مام پلیز...... آپ ایسا مت کریں، میں تو میک کو ٹھیک سے جانتی تک نہیں...... وہ بہت عجیب لڑکا ہے مام...... خدا کے واسطے مام ایسا مت کیجیے۔'' آخر میں ماریہ نے بے ساختہ جیکولین کا ہاتھ لجاجت سے تھاما جس کو جیکولین نے دوسرے ہی لمحے بڑی حقارت سے جھٹک دیا۔

''تم نے ولیم کو خود سے دور کرکے بہت بڑی غلطی کی ہے ماریہ...... تم کیا سمجھتی تھیں کہ ولیم کو خود سے بدظن کرکے اسے یہ رشتہ ختم کرنے پر مجبور کرکے اپنی من مانی کرلوگی۔'' یک دم ماریہ کو یوں محسوس ہوا جیسے جیکولین تمام تر حقیقت

WWW.PAKSOCIETY.COM
WWW.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
RSPK.PAKSOCIETY.COM PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

Downloaded From Paksociety.com

سے آگاہ ہوچکی ہے ایک خوف ودہشت کی لہراس کے پورے جسم میں دوڑ گئی تھی‘ سینے میں دھڑکتا دل اپنی رفتار سے کئی گنا زیادہ تیزی سے دھڑکنے لگا تھا ساتھ ہی پیشانی پر ننھے ننھے پسینے کی بوندیں نمودار ہوگئی تھیں۔ ماریہ کے سامنے ایک کے بعد دوسری مصیبت کھڑی ہورہی تھی۔

”ک..... کیسی من مانی مام.....!“ وہ خود کو بمشکل سنبھال کر بولی مگر پھر بھی زبان کی ہکلاہٹ پر کوشش کرنے کے باوجود قابو نہیں پاسکی‘ جواباً جیکولین نے ماریہ کو بے پناہ غصے میں دیکھا۔

”تم شروع دن سے ولیم کے ساتھ انگیج منٹ کرکے خوش نہیں تھیں اور نہ ہی اس سے یہ رشتہ جوڑنا چاہتی تھیں حالانکہ میں نے تمہیں موقع بھی دیا تھا کہ جسے تم نے چوز کیا ہے اسے میرے سامنے لاؤ مگر وہ تو بھاگ گیا۔“ بے ساختہ ماریہ نے یہ سب سن کر ایک اطمینان آمیز سانس لی۔ وہ سمجھی تھی کہ شاید جیکولین کو اس کے دین اسلام قبول کرنے کی سچائی معلوم ہوگئی ہے۔

”اوہ میرے اللہ بہت بہت شکر ہے۔“ وہ بے ساختہ دل ہی دل میں اپنے رب کا شکر ادا کرتے ہوئے بولی پھر جلدی سے جیکولین کی جانب متوجہ ہوکر گویا ہوئی۔

”مام پلیز..... میرا یقین کریں ایسا کوئی بھی شخص نہیں ہے جسے میں نے کبھی چوز کیا تھا۔ میں بس فی الحال شادی کے چکر میں پڑنا نہیں چاہتی تھی۔“

”مجھے اس بات پر بحث نہیں کرنی ماریہ اور نہ مجھے کوئی دلچسپی ہے۔“

”اوکے مگر مام..... میں میک سے شادی نہیں کروں گی۔“ اس پل وہ جیکولین کا خوف ودہشت بھلا کر ٹھوس لہجے میں بولی اسے ہر حال میں اپنے ایمان کی حفاظت کرنی تھی جو اس کے دل کے ساتھ ساتھ اس کی جسم کی ایک ایک رگ اور خون کے ہر قطرے میں شامل ہوکر اس کی روح تک رسائی حاصل کرچکا تھا‘ جب کہ میک تو اس کے مذہب کا دشمن تھا۔ وہ مرنا تو گوارا کرسکتی تھی مگر میک سے شادی ہرگز نہیں کرسکتی تھی۔

”تم..... تم میرے سامنے زبان چلاؤ گی ماریہ.....!“ جیکولین ماریہ کے انداز وبرتاؤ کو محسوس کرکے بری طرح چونکی۔ آج سے پہلے ماریہ نے کبھی اس قدر بے خوف اور اعتماد سے اس کی بات سے صاف انکار نہیں کیا تھا کچھ تو ایسا تھا جس پر جیکولین چونکی تھی۔ ماریہ کے سہمے جھجکے انداز کی جگہ ٹھوس ومضبوط اور قطعیت بھرے لہجے کو محسوس کرکے جیکولین بے حد حیران ہوئی۔

”میں زبان نہیں لڑا رہی مام..... صرف شادی سے انکار کررہی ہوں اور ویسے بھی ابھی میری شادی کی عمر بھی نہیں ہے۔ مام آپ پلیز مجھے پڑھنے دیجیے۔“ پھر وہ وہاں ٹھہری نہیں تیزی سے مڑ کر اپنے کمرے میں چلی گئی۔

❁.....❁.....❁

آسمان پر سورج اس وقت سوا نیزے پر چڑھا زمین پر جیسے شعلے اگل رہا تھا۔ دھوپ کی شدت اور تمازت نے گرمی کے احساس کو دوچند کردیا تھا‘ تمام اسٹوڈنٹس گرمی سے بے حال دکھائی دے رہے تھے۔ زرتاشہ اور زرمینہ بھی موسم سے خاصی بے زار ہورہی تھیں۔

”اُف زری..... یہاں کراچی میں تو غضب کی گرمی ہے بھئی‘ میرا تو حال خراب ہورہا ہے۔“ زرتاشہ بار بار چہرے پر آئے پسینے کو ٹشو کی مدد سے صاف کرتے ہوئے بولی۔

”ہاں یار اور دیکھو آج پھر کلاس روم میں لائٹ نہیں تھی‘ مجھے تو ایسا لگ رہا تھا کہ جیسے اب دم نکلا کہ تب..... یار یہ یونیورسٹی والے کم ازکم جنریٹر کا تو انتظام کرلیں۔“ زرمینہ بھی سخت بے زاری میں مبتلا ہوکر اپنی نوٹ بک سے خود کو ہوا

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

جھلتے دیتے ہوئے گویا ہوئی' دونوں کا رخ اس پل کینٹین کی جانب تھا۔
''مجھے تو اپنا گھر یاد آرہا ہے زری' کم از کم وہاں گرمی تو نہیں ہوگی نا۔''
''ہوں ویسے گھر تو مجھے بھی اپنا یاد آرہا ہے مگر سمسٹرز پھر نزدیک آرہے ہیں' پڑھائی بھی تو کرنی ہے نا ورنہ ایک ہفتے کے لیے گھر ہی ہو آتے۔'' زرمینہ زرتاشہ کے ہمراہ چلتے ہوئے بولی تو زرتاشہ تائیدی انداز میں سر ہلا کر کہنے لگی۔
''تم ٹھیک کہہ رہی ہو زری...... اب ان شاء اللہ ہم سمسٹرز سے فارغ ہوکر گرمیوں کی لمبی چھٹیوں پر گھر جائیں گے۔'' جواباً زرمینہ اچانک رکی' زرتاشہ نے اسے رکتا دیکھ کر حیرت سے استفسار کیا۔
''کیا ہوا؟'' زرمینہ اداس سی ہوگئی پھر منہ لٹکا کر بولی۔
''یار گھر میں تجھے بہت مس کروں گی' مجھے تمہارے بنا رہنے کی اب عادت نہیں رہی تاشو۔'' زرتاشہ یہ سن کر مسکرادی پھر اس کے پاس آ کر محبت سے بولی۔
''مجھے کون سا تمہارے بغیر رہنے کی عادت ہے جب تک میں تمہاری اوٹ پٹانگ باتیں نہ سن لوں مجھے نیند کہاں آتی ہے۔''
''اچھا میری باتیں اوٹ پٹانگ ہوتی ہیں؟'' زرمینہ مصنوعی خفگی سے بولی تو زرتاشہ نے مسکراتے ہوئے اثبات میں سر ہلایا پھر دوسرے ہی لمحے دونوں ہی زور سے ہنس دی تھیں۔

❁......❁......❁

خاور حیات بزنس ٹرپ سے واپس آیا تو حسب معمول حورین کے لیے ڈھیر ساری شاپنگ کرکے لایا تھا۔
''اُف خاور میں نے آپ کو کتنی بار منع کیا ہے کہ اتنا سب کچھ مت لایا کریں مگر آپ مانتے کہاں ہیں۔'' حورین چیزوں کے ڈھیر کو دیکھتے ہوئے بولی تو خاور حیات آئینہ کے سامنے بال بناتے ہوئے مگن سے انداز میں بولا۔
''تمہیں جب معلوم ہے کہ میں مانتا نہیں ہوں تو منع کیوں کرتی ہو جانِ خاور......'' وہ ابھی ابھی باتھ لے کر نکلا تھا' حورین نے ایک نگاہ خاور حیات کو دیکھا پھر نرمی سے گویا ہوئی۔
''میرے پاس ان چیزوں کے پہلے ہی انبار لگے ہوئے ہیں خاور...... اب میں انہیں کہاں سنبھالتی پھروں گی۔''
کاسمیٹکس لیڈیز پرفیومز' جیولری' شوز' ہینڈ بیگ اور نجانے کیا کیا اس لمحے بیڈ پر بکھرا ہوا تھا۔
''یہ تمہارا ہیڈک ہے ڈیئر......'' خاور اپنے کام سے فارغ ہوکر اس کی جانب پلٹتے ہوئے بولا تو حورین نے تادیبی نظروں سے اسے دیکھا پھر معاً ایک خیال آیا تو اس کی آنکھوں میں چمک سی ابھر آئی۔
''خاور آپ جانتے ہیں عنایہ میری فرینڈ بن گئی ہے۔''
''عنایہ......؟''
''جی جناب آپ کے دوست دانش ابراہیم کی بیٹی۔''
''وہ عنایہ اور تمہاری فرینڈ؟'' خاور قدرے حیرت سے بولا تو حورین تھوڑا برا مان کر کہنے لگی۔
''کیوں وہ میری فرینڈ نہیں بن سکتی کیا؟ مانا کہ وہ بہت چھوٹی ہے مگر دوستی میں عمر کوئی معنی نہیں رکھتی سمجھے آپ۔''
''تو جانِ خاور میں نے آپ سے کچھ کہا کیا؟'' خاور حورین کے قریب آ کر رومانوی انداز میں بولا تو حورین تھوڑا فاصلہ بناتے ہوئے مصنوعی خفگی سے بولی۔
''آپ نے ری ایکٹ تو ایسے ہی کیا تھا ناں۔''
''جی نہیں مسز خاور یہ صرف آپ کا وہم ہے اور کچھ نہیں۔'' وہ پیچھے سے اس کے گھنے سلکی بالوں کو ہلکا سا جھٹکا دیتے

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

ہوئے بولا تو حورین جلدی سے اس کی جانب پلٹ کر بولی۔

"میں اس میں سے کچھ چیزیں عنایہ کو گفٹ میں دے دوں گی۔"

"نو نیور..... آپ ایسا ہرگز نہیں کریں گی مسز خاور یہ صرف اور صرف میں نے اپنی جان کے لیے بہت محبت و خلوص سے خریدا ہے، تمہیں اپنی فرینڈ کو کچھ دینا ہی ہے تو کچھ اور دے دینا' اوکے۔" خاور نفی میں سر ہلاتے ہوئے بولا تو حورین نے ایک نگاہ خاور کو دیکھا پھر مسکرا کر اثبات میں سر ہلایا۔

❁......❁......❁
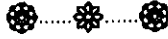
اماں دیکھ رہی تھیں کہ پچھلے کچھ دنوں سے مومن جان کا رویہ مہرو کے ساتھ بہت سخت گیر اور اہانت آمیز ہوگیا ہے وہ بات بے بات اسے بری طرح جھڑکتا تھا' ابھی تھوڑی دیر پہلے بھی یہی ہوا تھا' مہرو نے اسے لسی کا گلاس تھمایا تھا اور ایک گھونٹ چکھتے ہی وہ اس پر برس پڑا۔

"تجھے ڈھنگ سے لسی بھی نہیں بنانی آتی۔" وہ بے پناہ بگڑ کر بولا تو مہرو کچھ حیرت زدہ سی ہوئی۔

"مگر ابا میں نے تو لسی چکھی تھی نمک چینی سب ٹھیک تو ہے۔"

"ہاں ہاں میں پاگل ہوں ناجو یونہی بک رہا ہوں۔" مہرو چپ چاپ وہاں سے پلٹ آئی۔ گڈو بیگم جو صحن میں بیٹھی یہ سب دیکھ رہی تھیں ان سے یہ سب برداشت نہیں ہوا۔ مہرو ان کے جگرا کا ٹکڑا ان کی جان تھی' انہوں نے کچھ سوچ کر مہرو کو پکارا تو کچھ ہی لمحوں میں وہ ان کے سامنے تھی۔

"مہرو ذرا راشدہ کے گھر سے اصلی گھی تو لے آ' میں نے دودھ کی بالائی اسے تھمائی تھی اصلی گھی نکالنے کے لیے' جا شاباش جا کر لے آ۔" جواباً مہرو اثبات میں سر ہلا کر اپنے کاٹن کے دوپٹے کو اچھی طرح وجود سے لپیٹ کر گھر سے نکل گئی تو گڈو مومن جان کے سر پر آ کھڑی ہوئیں۔

"مجھے سمجھ میں نہیں آرہا کہ آخر تُو روز کہاں سے کونین کی گولیاں چبا کر آتا ہے جو گھر آ کر تُو مہرو پر اپنی کڑواہٹ اتارنے لگتا ہے۔" گڈو بیگم کو سامنے دیکھ کر مومن جان نے برا سا منہ بنایا۔

"ہونہہ..... آ گئی مہرو کی حمایتی۔"

"دیکھو مومن جان' میں نے تم سے پہلے بھی کہا تھا کہ مہرو کے ساتھ سختی نہ کیا کرو......"

"مہرو..... مہرو..... مہرو..... تنگ آ گیا ہوں میں اس لڑکی سے' تُو نے تو اسے نجانے کہاں کی مہارانی بنا دیا ہے' یہاں میں نے اسے کچھ کہا نہیں اور وہاں تُو کھڑی ہوگئی اس کی حمایتی بن کر۔" وہ خالی اسٹیل کا گلاس زور سے زمین پر پٹختے ہوئے بولا جب کہ اماں اس کے غصے سے قطعاً متاثر نہیں ہوئیں۔

"تم گلاب بخش کے انکار کا غصہ میری بچی پر مت نکالو' اس بچی کا بھلا کیا قصور ہے' گلاب بخش خود پیچھے ہٹا ہے۔" گڈو بیگم کی بات پر مومن جان نے کلس کر گڈو کو دیکھا پھر چلبلا کر بولا۔

"گلاب بخش پیچھے ہٹ گیا تو کیا ہوا میں کوئی دوسرا رشتہ جلد ہی دیکھ کر اسے بیاہ دوں گا' سمجھ گئی تُو اور اس بار میں تجھ سے پوچھوں گا بھی نہیں۔" پھر وہ تیزی سے موڑھے سے اٹھا اور دروازے سے نکل گیا جب کہ اماں بے پناہ متفکر سی کھڑی کی کھڑی رہ گئیں۔

❁......❁......❁
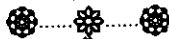
ماریہ کافی مشتعل سی اس پل سرپال کے سامنے کھڑی تھی جو اپنے روم میں آج بھی اپنے مخصوص انداز میں کتب بینی میں مصروف تھے۔

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

''انکل آپ..... آپ میری بات کا یقین کیوں نہیں کرلیتے' میں نے وہ مذہب چھوڑ دیا ہے بس میں کچھ وقت کے لیے اس سے متاثر ہوگئی تھی مگر اب مجھے اپنی غلطی کا پوری طرح سے احساس ہوگیا ہے۔ میں اپنے مذہب پر پوری دلی آمادگی کے ساتھ واپس آگئی ہوں' انکل اب میرا اسلام سے کوئی واسطہ' تعلق نہیں ہے۔'' وہ پوری طرح سرپال کو قائل کرنے اور یقین دلانے کی کوشش کررہی تھی۔ میک سے اسے چڑ تھی وہ میک اور اس کی ایکٹیوٹیز کو سخت ناپسند کرتی تھی اور میک سے شادی اسے کسی بھی طور گوارا نہیں تھی' اپنی بات کہہ کر ماریہ جب خاموش ہوئی تو سرپال نے مخصوص مسکراہٹ ہونٹوں پر سجا کر اسے دیکھا پھر بڑے سکون آمیز لہجے میں گویا ہوئے۔

''اگر تم سچ کہہ رہی ہو تو میک سے شادی کرنے سے کیوں انکاری ہو ڈیئر..... آخر اس میں برائی ہی کیا ہے' وہ ویل آف فیملی سے تعلق رکھتا ہے ہینڈسم اور گڈ لکنگ ہے مجھے پورا یقین ہے کہ وہ تمہیں بہت خوش رکھے گا۔''

''مگر مجھے ابھی کسی سے بھی شادی نہیں کرنی میں صرف اپنی پڑھائی پر مکمل توجہ دینا چاہتی ہوں۔'' وہ انگریزی میں قطعیت بھرے انداز میں بولی پھر معاً ایک خیال آیا تو فوراً اسے پیشتر انہیں ناراضی سے دیکھتے ہوئے گویا ہوئی۔

''میک کا پرپوزل یقیناً آپ ہی نے مام کو دیا ہوگا نا۔'' سرپال اس کی بات پر ہنوز مسکراتے رہے پھر اپنی جگہ سے اٹھ کر دھیرے دھیرے چلتے ہوئے اس کے قریب آکر ٹھہر گئے۔

''تمہاری مام نے تمہاری منگنی ٹوٹنے کا بتایا' وہ اس بات کو لے کر بہت اپ سیٹ تھی۔ جیکولین میری بہت اچھی دوست ہے سو میں نے سوچا کہ میک کا پرپوزل جیکولین کے سامنے رکھ دوں اور ویسے بھی میک تمہیں ناپسند نہیں کرتا۔'' وہ نرم و شفیق لہجے میں بول رہے تھے جیسے وہ اس کے سب سے بڑے ہمدرد اور خیر خواہ ہیں۔ ماریہ ایڈم سرپال کی اس مکاری پر اندر ہی اندر کھول کر رہ گئی اس نے کچھ بھی کڑوا کہنے سے خود کو بمشکل باز رکھا اور انہیں دیکھتے ہوئے بولی۔

''میں آپ کے اس خلوص کی قدر کرتی ہوں انکل' مگر میک مجھے پسند نہیں ہے اور نہ میں شادی کرنے کے موڈ میں ہوں۔''

''اوکے جیسی تمہاری مرضی' اب تم جاسکتی ہو۔'' وہ فوراً بولے اور واپس اپنی کرسی کی جانب بڑھ گئے جب کہ ماریہ بے پناہ حیرت سے انہیں دیکھتی رہ گئی۔ سرپال اتنی آسانی سے کیسے مان گئے یہ بات اسے اندر ہی اندر الجھا گئی تھی۔ سرپال نے اسے گومگو کی کیفیت میں کھڑا دیکھا تو مسکرا کر گویا ہوئے۔

''ماریہ ہماری میٹنگ ختم ہوگئی ہے اب تم جاسکتی ہو اوکے۔'' ماریہ نے چونک کر سرپال کو دیکھا جو دوبارہ کتاب میں مصروف ہوگئے تھے وہ اسی الجھی ہوئی حالت میں ان کے کمرے سے باہر نکل آئی۔

❁.....❁.....❁

مہرو بٹو سے ملنے آئی تو وہ اسے آج کافی بجھا بجھا سا دکھائی دیا۔ دل تو اس کا بھی بہت اداس تھا' ابا کے رویے نے اسے کافی ہرٹ کیا تھا' پتا نہیں کیوں آج کل وہ بات بات پر اپنی تیوریاں چڑھا لیتا تھا اور غلطی ہو یا نہ ہو اسے بری طرح ڈانٹ دیتا تھا۔

''کیا بات ہے بٹو' آج تم بہت چپ چپ اور اداس لگ رہے ہو' سب ٹھیک تو ہے نا؟'' ٹی پنک اور بلیک کنٹراسٹ کے سادے سے لباس میں ملبوس مہرو بٹو کو دیکھ کر نرمی سے بولی' اس پل بٹو ایک گہری سانس بھر کر رہ گیا پھر بڑی دل گرفتگی سے گویا ہوا۔

''کیا بتاؤں باجی جس کے نصیب میں ہی اداسی ہو وہ خوش کیسے رہے گا۔'' بٹو واقعی آج بہت دکھی تھا آج سے پہلے اس نے کبھی ایسی مایوسی اور دل شکنی والی باتیں نہیں کی تھیں۔

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

''نہیں بٹو! ایسی باتیں نہیں کرتے' اپنے نصیب کو برا بھلا نہیں کہتے۔'' وہ اسے سمجھانے والے انداز میں بولی تو بٹو نے گردن موڑ کر اسے شکایتی نظروں سے دیکھا پھر ہنوز لہجے میں بولا۔

''کیوں باجی آخر مجھے اس زندگی سے ملا ہی کیا ہے میرے اوپر لوگ ہنستے ہیں' مذاق بناتے ہیں میرا' مجھ سے دور بھاگتے ہیں۔ حیران اور خوف زدہ ہوکر دیکھتے ہیں' جیسے میں کوئی دوسری مخلوق ہوں۔ میرے بہن بھائیوں کو مجھے اپنا بھائی کہتے ہوئے حیا آتی ہے اور میری بے بے اور ابا......'' وہ تو جیسے پھٹ پڑا' بے پناہ دکھ اور تلخی سے بولتا چلا گیا۔''وہ مجھے ہر وقت ڈانٹتے' پھٹکارتے' دھتکارتے' کوستے ہیں مجھے کہ اللہ کرے کہ میں مرجاؤں۔''

''اللہ نہ کرے بٹو'' مہرو بے ساختہ دہل کر جلدی سے بولی۔

''وہ کہتے ہیں کہ میں ان کے لیے ایک بوجھ ہوں کسی عذاب کی صورت میں ان کے سروں پر مسلط ہوں۔ باجی کیا واقعی میں اللہ کا عذاب ہوں۔'' اپنی بات کے اختتام پر یک دم بٹو نے آخر میں مہرو سے سوالیہ انداز میں استفسار کیا تو اس وقت مہرو کا دل جیسے کٹ کر رہ گیا۔

''نہیں نہیں بٹو' تم اللہ کا عذاب کیونکر ہونے لگے تم تو اللہ کے بہت خاص بندے ہو' بے حد پسندیدہ ہو کیونکہ تم بہت معصوم' شفاف دل ودماغ کے مالک ہو۔ ارے تمہیں اللہ کا عذاب کہنے والے خود اللہ کی ناراضگی سمیٹ رہے ہیں' بہت بڑا گناہ کررہے ہیں۔'' مہرو تیزی سے اس کے کھردرے ہاتھ کو اپنے ہاتھوں میں لے کر بے حد نرمی اور حلاوت سے بولی جب کہ بٹو اپنے ہاتھوں کو کھینچ کر اپنا سر نفی میں ہلاتے ہوئے کہنے لگا۔

''نہیں باجی وہ سب لوگ ٹھیک ہی کہتے ہیں' میں سب کے لیے بوجھ ہی تو ہوں سب کے لیے ایک مذاق ہوں' اپنے گھر والوں کے لیے شرمندگی کی وجہ ہوں۔'' بٹو کی آنکھوں میں نمی در آئی تھی' مہرو کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ اپنے اس پیارے سے دوست کا سارا غم دکھ اور اداسی کیسے ختم کرے وہ تو صرف اپنے ابا کے رویے کو لے ڈسٹرب ہورہی تھی جبکہ ایک بٹو تھا اس کے تو ماں باپ عزیز رشتے' سگے بہن بھائی تک اس کے ساتھ دل شکن رویہ رکھتے تھے' اسے دھتکارتے تھے اس پل اسے بٹو کی دکھ وتکلیف کا بہت شدت سے احساس ہورہا تھا۔

''میں اب کبھی ابا کے رویے پر اداس اور پریشان نہیں ہوں گی' میرے لیے میری اماں ہے نا جو مجھے پیار کرتی ہے۔'' مہرو نے دل میں خود سے عہد کیا پھر سر جھٹک کر بٹو کو دیکھتے ہوئے گویا ہوئی۔

''بٹو' تمہیں اپنی باجی کی باتوں پر بھروسہ ہے یا نہیں؟'' بٹو نے فوراً سے پیشتر اثبات میں سر ہلا کر اپنی نم آنکھیں آستینوں سے پونچھتے ہوئے کہا۔

''جی پورا بھروسہ ہے آپ کی اور باجی لالہ کی ہر بات پر۔''

''تو پھر تم اس بات کا یقین کرو بٹو کہ رب سوہنے کے نزدیک اور پسندیدہ ہم سب سے زیادہ تم رب سوہنے کے پسندیدہ ہو۔ تمہارا اللہ تم سے بہت خوش ہے' بٹو بتاؤ اتنا بڑا انعام اتنی بڑی کامیابی کیا تمہارے لیے کم ہے۔'' بٹو نے مہرو کی بات کو بڑی حیرت سے سنا تھا پھر یک دم خوشی سے لبریز ہوکر مسکرا اٹھا۔

''سچ باجی مہرو......! کیا میں اپنے رب سوہنے کو اچھا لگتا ہوں' وہ مجھ سے خوش ہے؟'' جواباً آنکھوں میں ہلکی سی نمی لیے مہرو اثبات میں سر ہلاتے ہوئے مسکراتے ہوئے بولی۔

''بالکل میرے بھائی' میرے پیارے دوست' تم اللہ کے سب سے پسندیدہ بندے ہو اور دیکھنا تم ان سب لوگوں سے زیادہ عظیم اور بڑا کام کروگے کہ یہ سب بس حیران رہ جائیں گے۔''

''سچ باجی......!'' وہ خوشی سے کھکھیائی آواز میں بولا تو مہرو ہنوز انداز میں بولی۔

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

''بالکل سچ۔''

آج چھٹی کا دن تھا یہی وجہ تھی کہ خاور حیات ناشتے کی میز پر حورین اور باسل کے ہمراہ فرصت سے بیٹھا تھا ورنہ باسل اور خاور دونوں ہی کافی عجلت میں ناشتا کرتے تھے۔ باسل کو یونیورسٹی جانے کی جلدی ہوتی' جب کہ خاور حیات کو آفس کے لیے نکلنا ہوتا تھا۔ حورین چھٹی کے دن ناشتے میں خاص اہتمام کیا کرتی تھی' آج بھی میز باسل اور خاور کی پسندیدہ چیزوں سے بھری ہوئی تھی' وہ تینوں اِدھر اُدھر کی باتوں میں مشغول تھے جب ہی خاور حیات کو کچھ یاد آیا تو وہ حورین کو مخاطب کر کے بولا۔

''حورین آج رات کو آٹھ بجے تک ریڈی رہنا آج ہمیں بہت خاص ڈنر پر جانا ہے اوکے۔'' حورین نے ٹی پاٹ سے چائے پیالی میں انڈیلتے ہوئے ایک نگاہ خاور کو دیکھا پھر مسکرا کر اثبات میں سر ہلا دیا' اس وقت وہ آف وائٹ اور ڈل گولڈ کنٹراسٹ کے سوٹ میں بہت پیاری لگ رہی تھی۔

''اوہ..... آج آپ لوگوں کا ڈنر پر جانے کا پلان ہے۔'' باسل نیپکن منہ سے صاف کرتے ہوئے بولا تو حورین نے اسے دیکھ کر کہا۔

''کیوں بیٹا جی آپ کا کوئی پروگرام تھا کیا؟'' خاور بھی اس پل باسل کو استفہامیہ نظروں سے دیکھنے لگا تو باسل جلدی سے سر نفی میں ہلاتے ہوئے بولا۔

''نو مام..... ایسا کوئی خاص پروگرام نہیں تھا بس میں نے سوچا کہ ڈیڈ اور آپ کے ساتھ آج ڈنر باہر کیا جائے۔'' یہ سن کر حورین کچھ اداس سی ہوگئی پھر خاور کو سوالیہ نظروں سے دیکھا' خاور اس کی نگاہوں کا مفہوم جان کر بولا۔

''ہمارا جانا تو کینسل نہیں ہوسکتا حورین دراصل یہ ڈنر بہت خاص ہے ورنہ میں باسل کی خاطر اسے کینسل کر دیتا۔'' باسل خاور حیات کو بے حد عزیز تھا' وہ اس کی کوئی بھی خواہش کوئی بھی بات رد نہیں کرنا چاہتا تھا مگر مجبوری یہ تھی کہ یہ ڈنر بے حد ضروری تھا جس سے اس کے کاروباری مفاد وابستہ تھے' شہر کے بڑے بڑے بزنس مینز مع اپنی بیگمات کے ہمراہ مدعو تھے اور خاور حیات کو وہاں ہونا ضروری تھا۔ جب ہی باسل اپنے باپ کو دیکھ کر تیزی سے بولا۔

''نو پرابلم ڈیڈ' ایسا کوئی ایشو نہیں ہے آپ لوگ پلیز ڈنر پر جایئے ہم پھر کسی دن پروگرام سیٹ کر لیں گے۔'' بلیک ڈھیلے ڈھالے ٹراوزر پر رائل بلو ٹی شرٹ میں ملبوس باسل کو خاور حیات نے بغور دیکھ کر استفسار کیا۔

''آر یو شیور بیٹا جی؟'' جواباً باسل مضبوط انداز میں بولا۔

''یس ڈیڈ آئی ایم۔'' جب کہ حورین باسل کا جواب سن کر مطمئن سی ہوگئی۔

سونیا سارا بیگم اور اعظم شیرازی کی اکلوتی اولاد تھی جسے ان دونوں نے بہت ناز و نعم سے پالا تھا' سونیا کی پیدائش کے وقت سارا بیگم کی ڈیلیوری میں کچھ پیچیدگیاں ہونے کے باعث ماں اور بچے دونوں کی زندگیاں خطرے میں پڑ گئی تھیں پھر اللہ تعالیٰ نے ان پر اپنا کرم کیا تھا۔ ڈاکٹرز کی کوششوں اور قدرت کی مہربانی سے ماں بچے دونوں سلامت رہے تھے مگر ساتھ ساتھ ڈاکٹرز نے سارا بیگم کو یہ بھی بتا دیا تھا کہ آئندہ وہ ماں بننے کی صلاحیت سے محروم ہوگئی ہیں جسے سن کر سونیا سارا بیگم اور اعظم شیرازی کو اور بھی زیادہ عزیز ہوگئی تھی۔ اس کی پرورش جیسے کسی سلطنت کی شہزادی کی طرح ہونے لگی تھی۔ سونیا کے منہ سے کوئی بات نکلتی نہیں تھی کہ اعظم شیرازی اسے فوراً سے پیشتر پوری کر دیتے تھے حالانکہ انہیں اپنی شریک حیات سارا بیگم کی ذات سے کوئی دلچسپی نہیں تھی' مگر سونیا کے حوالے سے وہ کوئی کوتاہی یا بے پروائی

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

نہیں برتتے تھے جب کہ سارا بیگم اپنے شوہر کی بے وفائی و بھنورا صفت خصلت کا غم سونیا کی ذات میں گم ہو کر بھولنے کی تگ و دو میں لگی رہتیں۔

یہی وجہ تھی کہ سونیا جیسے جیسے بڑی ہو رہی تھی خودسری، ہٹ دھرمی اور ضد اس کے اندر بڑھتی جارہی تھی، ہر کام اس کی مرضی اور خواہش سے ہی کیا جاتا تھا، وہ اپنے معاملات میں بھی پوری طرح سے آزاد و خودمختار تھی۔ اعظم شیرازی اور سارا بیگم نے کبھی اس کی زندگی میں مداخلت نہیں کی تھی وہ جو چاہتی جیسا چاہتی وہی کرتی تھی اس وقت وہ اپنے گھر کے بے حد خوب صورت اور دلکش سے لان میں پھولوں کو دیکھنے میں مگن تھی۔ سارا بیگم نے اوپر ٹیرس سے اسے دیکھا تو سوچ میں پڑ گئیں، گہری شام کے اس سلونے موسم میں ہلکی پھلکی سی ٹھنڈک لیے ہواؤں نے فضا کو کافی خوش گوار کر دیا تھا۔ وہ پچھلے کئی دنوں سے یہاں موجود تھی یا پھر شاید ہمیشہ کے لیے یہاں آ گئی تھی۔ سارا بیگم فی الحال ہر قصے سے لاعلم تھیں، سونیا نے انہیں کچھ بھی نہیں بتایا کہ وہ وہاں کیا کر کے آئی ہے فقط اتنا بولی تھی کہ ''مام اب میں یہاں سکون سے رہوں گی۔'' اس نے اس سے زیادہ کوئی بات نہیں کی تھی جبکہ اسے آئے ہوئے کافی دن گزر چکے تھے۔ وہ بغور دیکھتی رہی تھیں کہ سونیا شادی کے بعد آج اتنے وقت کے بعد بے حد مطمئن اور پُرسکون دکھائی دے رہی تھی، اس کے ہر انداز و اطوار سے وہ ایک خوشی و سرمستی کی کیفیت کو محسوس کر رہی تھیں مگر اس خوشی و اطمانیت کی وجہ سونیا نے انہیں فی الحال نہیں بتائی تھی۔ سارا بیگم کافی دیر سے اسے ٹیرس سے دیکھتی رہیں۔ کچھ ایسا ضرور تھا جو انہیں کھٹک رہا تھا، اسی دم بڑے سے مین گیٹ کا دروازہ چوکیدار نے پوری طرح سے وا کیا تو اعظم خان شیرازی کی نیو ماڈل کی کار اندر داخل ہوئی بے اختیار سارا بیگم اس جانب متوجہ ہوئیں۔

❁ ❁ ❁
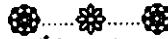
کاہی گرین رنگ کی نیٹ کی ساڑھی پر ڈل کاپر رنگ کی انتہائی نفیس سی کڑھائی پر قیمتی موتیوں اور بلیک وکاپر امتزاج کے ستاروں کے کام نے ساڑھی کی خوب صورتی و دلکشی کو جیسے چار چاند لگا دیے تھے اور جب یہ ساڑھی حورین خاور کے سیڈول جسم کی زینت بنی تو گویا جیسے اپنی تقدیر پر رشک کرنے لگی ہو، اپنے شہد آگیں خوب صورت، چمک دار بال شانوں پر بکھرے بلیک وکاپر کنٹراسٹ کی انتہائی دلفریب جیولری پہنے وہ تو جیسے اس وقت حوروں کو بھی مات دے رہی تھی، اس پر مستزاد انتہائی سافٹ سے میک اپ نے اس کے تیکھے نین نقوش کو ابھار کر اسے بے حد منفرد بنا دیا تھا۔ اسے دیکھ کر کوئی اس بات کا یقین ہی نہیں کرتا تھا کہ وہ ایک جوان بیٹے کی ماں ہے، جب کہ خاور حیات نے بھی بیش قیمتی سیاہ رنگ کا ڈنر سوٹ زیب تن کر رکھا تھا۔ پارٹی اس وقت اپنے عروج پر تھی، ہمیشہ کی طرح اس گیدرنگ میں حورین ہی خصوصی توجہ کا مرکز بنی ہوئی تھی اور خاور حیات فخر و انبساط سے حورین کے ساتھ موجود تھا۔

''یار خاور کبھی کبھی تو مجھے تم سے بہت جیلسی فیل ہونے لگتی ہے، اتنا پرفیکٹ اور آئیڈیل لائف پارٹنر تو نصیبوں والوں کو ملتا ہے۔ تم بہت لکی ہو حورین بھابی جیسا گوہر نایاب تمہارے سنگ جو ہے۔'' خاور حیات کا دوست محب حیدر رشک و حسد کے ملے جلے جذبات میں گھر کر بولا تو جواباً خاور حیات زوردار قہقہہ لگا کر ہنسا پھر سہولت سے گویا ہوا۔

''میرے یار اب ہر کوئی خاور حیات جیسا نصیب لے کر بھی تو پیدا نہیں ہوتا۔''

''یہ بات تو بالکل صحیح ہے ہر کوئی خاور حیات نہیں ہوتا۔'' آغا جمال جو سیمنٹ کا سب سے بڑا ڈیلر تھا اور خاور حیات کے دوستوں میں سے تھا، وہ بھی گفتگو میں حصہ لیتے ہوئے بولا جب کہ اس وقت حورین ان لوگوں کی جانب سے پیٹھ موڑے مسز آغا جمال اور مسز محب حیدر سے باتوں میں مصروف تھی جب ہی اچانک محب حیدر کی نظر مسٹر این ڈی پر گئی۔

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

"ارے مسٹر این ڈی بھی یہاں موجود ہیں۔" محب حیدر کی پُرجوش آواز خاور حیات نے سنی تو اس نے بھی محب حیدر کی نگاہوں کے تعاقب میں دیکھا تو نگاہ اسی سال کے لگ بھگ ایک ڈیسنٹ سے شخص پر جا ٹھہری جو براؤن تھری پیس ڈنر سوٹ میں آنکھوں پر گولڈن فریم کا چشمہ لگائے اپنے دراز قد اور منفرد انداز کی بدولت بہت شاندار لگ رہا تھا۔

"مسٹر این ڈی کا بزنس بڑی تیزی سے اسٹیبلش ہورہا ہے بھئی۔" آغا جمال سافٹ ڈرنک کا گلاس لبوں سے لگا کر ایک سپ لیتے ہوئے کچھ فرلانگ دور کھڑے مسٹر این ڈی کو دیکھتے ہوئے بولا تو خاور حیات نے دونوں کو سوالیہ نگاہوں سے دیکھا۔

"ارے خاور کیا تم مسٹر این ڈی کو نہیں جانتے؟" اس پل آغا جمال کے لہجے میں حیرت ہی حیرت تھی جو خاور کی نگاہوں کا مفہوم پڑھ کر بولا تھا جواباً خاور بے ساختہ نفی میں سر ہلا گیا جس پر محب حیدر اور آغا جمال دونوں نے حیرت سے ایک دوسرے کو دیکھا۔

"کمال ہے یار تم این ڈی سے واقف نہیں ہو؟ ارے یہ موصوف بزنس کی دنیا میں بڑی تیزی سے اپنی کامیابی کے جھنڈے گاڑ رہے ہیں' ان کی ٹیکسٹائل مل کے کپڑے کی دھوم پورے ملک میں مچی ہوئی ہے۔" محب حیدر بھی آغا جمال والے ٹون میں بولا تو خاور حیات کچھ چڑ سا گیا۔

"افوہ یار..... تم دونوں اسی بات پر افسوس کرتے رہو گے کہ میں ان موصوف کو نہیں جانتا یا پھر میرا تعارف بھی کرواؤ گے۔" خاور حیات کی بات پر دونوں جیسے سنبھلے تھے۔

"آف کورس' وائے ناٹ' خاور آؤ میں تمہیں این ڈی سے متعارف کرواتا ہوں۔" پھر وہ تینوں اس جانب بڑھ گئے جہاں مسٹر این ڈی موجود تھے۔ این ڈی خاور حیات سے بہت پرتپاک انداز میں ملے تھے' دونوں بڑی سہولت سے کاروباری گفتگو میں محو تھے جب ایک اور بزنس دنیا کی نامور شخصیت خاور حیات کے پاس آ ٹھہری۔

"ارے مسٹر خاور کچھ وقت ہم غریبوں کو بھی عنایت کردیجیے' کیا بات ہے آپ کی کمپنی آج کل ہماری پروڈکٹ کیوں نہیں خرید رہی' ہم سے کوئی خطا ہوگئی ہے کیا؟" خاور حیات کی توجہ مسٹر این ڈی سے ہٹی تو مسٹر این ڈی یونہی ادھر اُدھر نگاہیں گھما کر اپنے اطراف کے ماحول کو دیکھنے لگے۔ اس پل فائیو اسٹار ہوٹل کے پول سائیڈ پر موجود تمام مہمان خوش گپیوں میں مصروف و مگن تھے' این ڈی یونہی دیکھتے دیکھتے یک دم چونک گئے' سامنے جو شخصیت کھڑی تھی اسے اس روپ میں دیکھ کر وہ چند ثانیے کے لیے ہر طرف سے بالکل غافل ہوگئے تھے جو کاہی گرین ساڑھی میں ملبوس متلاشی نظروں سے اِدھر اُدھر دیکھ رہی تھی۔

"حو..... رین..... تت..... تم اور یہاں؟" مسٹر این ڈی کے لب جیسے پرندے کے پروں کی مانند پھڑپھڑا کر رہ گئے' بے حد نحیف سی آواز میں وہ خود سے بولے تھے پھر یک ٹک حورین کو دیکھتے چلے گئے۔ دماغ اس بات کو ماننے سے انکاری تھا کہ سامنے کھڑی یہ دلکش سی خاتون حورین ہے مگر دل چیخ چیخ کر کہہ رہا تھا کہ یہ بلاشبہ حورین ہے وہ حورین جو.....

"اوکے مسٹر این ڈی آپ سے ان شاء اللہ بہت جلد ملاقات ہوگی۔" اچانک خاور حیات کی آواز فضا میں گونجی تو وہ بے اختیار اپنے دھیان سے چونکے۔

"جی..... جی بالکل مسٹر حیات۔" مسٹر این ڈی خاور حیات کے ہاتھ کو سہولت سے تھامتے ہوئے بولے تو خاور مسکرا کر وہاں سے پلٹا جب کہ این ڈی نے بڑی بے قراری سے اسی جانب دیکھا جہاں کچھ دیر پہلے حورین کھڑی تھی مگر اب وہ وہاں موجود نہیں تھی یک لخت این ڈی کے اندر عجیب سی بے چینی واضطراب اترتا چلا گیا تھا۔

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

❀......❀......❀
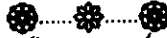
وسیع وبیکراں آسماں سیاہی کی چادر اوڑھے بالکل شفاف تھا‘ گھٹتے پیلاہٹ مائل چاند کی مدھم سی روشنی زمین پر پھیل کر عجیب سا تاثر پیدا کررہی تھی۔ اطراف لگے بادام چیڑ اور اخروٹ کے درخت چپ کا لبادہ اوڑھے بالکل ساکت وصامت کھڑے کسی گہری سوچ میں غلطاں تھے چہار سو بے پناہ سناٹا اور خاموشی کا راج تھا جب کہ فضا میں ٹھہری ہلکی سی خنکی اور سبک خرامی سے چلتی ہوائیں ماحول سے پُراسراری سرگوشی کرتیں لالہ رخ کے دل میں ہلکے ہلکے خوف کو اجاگر کررہی تھیں۔ وہ اس وقت گیسٹ ہاؤس سے واپس آرہی تھی آج کل آفس میں ہونے والے آڈٹ کی وجہ سے وہ لیٹ ہوجاتی تھی جب کہ گیسٹ ہاؤس کا چوکیدار جورات زیادہ ہوجانے پر اسے گھر تک چھوڑ دیتا تھا آج وہ بھی آفس نہیں آیا تھا لہٰذا لالہ رخ اکیلے ہی نکل آئی تھی اس وقت آٹھ بجے تھے مگر وادی میں تو سرشام ہی رات کے اندھیرے اپنا ڈیرہ ڈال کر بیٹھ جاتے تھے۔ لالہ رخ تیز تیز قدموں سے چلتی اپنے گھر کی جانب بڑھ رہی تھی جبکہ دل ہی دل میں قرآنی آیتوں کا ورد بھی کررہی تھی وہ جیسے ہی ذیلی سڑک سے اوپر وادی کی کچی سڑک پر اتری تو کچھ ہی فرلانگ پر بنے چھوٹے سے باغیچے کے قریب ایستادہ الیکٹرک پول پر لگے بلب کی کمزوری روشنی میں اسے دو سائے حرکت کرتے دکھائی دیئے‘ وہ حیران ہونے کے ساتھ ساتھ ہراساں بھی ہوگئی تھی۔

’’یہ اس وقت یہاں کون ہے؟ ہوسکتا ہے انکل عنایت ہوں یا پھر حنیف چاچا۔‘‘ وہ زیرلب خود سے بولی کیوں کہ یہ دونوں صاحبان اس پل بھی کبھار چہل قدمی کے لیے نکل کھڑے ہوتے تھے۔

’’افوہ لالہ‘ یہ تم اتنی ڈرپوک کیسے ہوگئیں؟ جو کوئی بھی ہے تمہیں کھا تو نہیں جائے گا۔‘‘ پھر اگلے ہی پل اس نے سر جھٹک کر خود کو سرزنش کی اور دوسرے ہی لمحے مضبوط قدموں سے آگے ہی بڑھی کہ اچانک کسی کی بے حد جھنجلائی آواز کانوں میں پڑی۔

’’تم سمجھتے کیوں نہیں ہو یہ کام اتنا آسان نہیں ہے۔‘‘ لالہ رخ بے حد حیرانی سے ان دونوں نفوس کو دیکھے گئی جن کی پشت اس کی جانب تھی سنگی بنچ پر بیٹھے ان دونوں اشخاص میں سے ایک کو وہ اس کی آواز سے بخوبی پہچان گئی تھی جو دبی دبی آواز میں بڑی رازداری سے محوکلام تھے‘ نا چاہتے ہوئے بھی لالہ رخ بادام کے درخت کی اوٹ میں ہوگئی وہ یہ بات بخوبی جانتی تھی کہ کسی کی باتیں چھپ کر سننا انتہائی غیر اخلاقی حرکت ہے مگر وہ ایسا کرنے پر مجبور ہوگئی تھی۔

’’اس کی ماں ایسی چوکس چوکیدارنی ہے کہ رات کو سوتے ہوئے بھی اس کی حفاظت کرتی ہے۔‘‘ وہی آواز ایک بار پھر فضا میں ابھری۔

’’تو ایک عورت کو چکما نہیں دے سکتا‘ افسوس ہے تیری مردانگی پر۔‘‘ دوسری اجنبی مگر بے حد کھردری آواز لالہ رخ کی سماعت سے ٹکرائی جب ہی وہ جھنجلا کر بولا۔

’’اونہیں یار‘ یہ عورت میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتی اس کے لیے تو میرا ایک ہاتھ ہی کافی ہے مگر ڈر مجھے صرف برادری کا ہے اور اسی خیال نے میرے ہاتھوں کو باندھے رکھا ہے۔‘‘

’’تو تُو کون سا لڑکی کو بیچ رہا ہے نکاح ہی کرے گا نا۔‘‘

’’یہی ارادہ ہے میرا مگر مجھے رقم تگڑی چاہیے۔‘‘

’’ارے تُو رقم کی فکر مت کر بس اس کی ماں کو سنبھال لے۔‘‘ لالہ رخ کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ یہ کس قسم کی گفتگو ہورہی ہے یک دم رگ وپے میں گھبراہٹ ووحشت کے ساتھ ساتھ خوف اور خدشات کا احساس بڑی سرعت سے اترتا چلا گیا۔

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

''ہونہہ وہ سالا گلاب بخش عین وقت پر دغا دے گیا ورنہ میں مہرو کو عزت کے ساتھ اس کے بیٹے سے بیاہ دیتا مگر لگتا ہے عزت و شرافت ان دونوں ماں بیٹی کو راس نہیں۔'' مومن جان کی مکروہ آواز سن کر لالہ انگشت بدنداں رہ گئی اس پل اسے یوں محسوس ہوا جیسے اس کے پیروں سے کسی نے زمین کھینچ لی ہو۔ بے ساختہ اپنے بائیں ہاتھ کو اس نے اپنے منہ پر سختی سے رکھا دماغ جیسے اس دم لٹو کی طرح تیزی سے گھومنے لگا تھا۔

''بس تم جلدی سے کوئی تگڑی سی پارٹی دیکھو اب میں دیکھتا ہوں میرے راستے میں کون رکاوٹ کھڑی کرتا ہے۔'' مومن جان تلخ لہجے میں بولا تو لالہ رخ کی رہی سہی ہمت بھی جواب دے گئی وہ وہیں درخت کی اوٹ میں گھٹنوں کے بل بیٹھتی چلی گئی حیرت و بے یقینی دکھ و صدمے کی کیفیت میں گھری وہ نجانے کتنی دیر یونہی بیٹھی رہی پھر یک دم کسی جانور کے بولنے کی آواز پر وہ اپنے حواسوں میں واپس آئی تو بجلی کی تیزی سے اٹھ کر اس نے باغیچے کی جانب دیکھا جہاں اب کوئی نہیں تھا لالہ رخ نے بے حد تکلیف کے عالم میں سینے میں اٹکی ہوئی سانس فضا کے حوالے کی اس وقت اسے اپنے گھر پہنچنا پل صراط سے گزرنے کے مترادف لگ رہا تھا۔

❁.........❁.........❁

اس کا دل چاہ رہا تھا کہ کوئی وزنی چیز اس کے سر پر دے مارے یا پھر اپنے ناخنوں سے اس کا خوب صورت چہرہ نوچ ڈالے بے حد آرام و اطمینان سے بلیک ٹراوزر کی جیبوں میں ہاتھ ڈالے وہ اس پل ماریہ ایڈم کے ضبط و برداشت کا امتحان لینے پر تلا ہوا تھا۔

''او...... میرے اللہ یہ شخص بار بار کیوں میرے راستے میں حائل ہو جاتا ہے جس سے شدید تر نفرت ہے اے میرے مالک مجھے اس کے شر سے بچالے میرے ایمان کی حفاظت فرما میرے مولا آمین۔''

''مجھے سامنے پا کر تم کہاں گم ہو جاتی ہو ماریہ؟'' یک لخت میک کی آواز اس کی سماعتوں میں پہنچی تو بڑی سرعت سے چونک کر ماریہ نے اپنے مقابل کھڑے میک کو دیکھا جو اپنے سیاہ گھنے بالوں میں جیل لگا کر انہیں پیچھے پونی کی صورت میں باندھے اپنی پراسرار چمکتی آنکھیں اس پر ٹکائے پوری توجہ اور دھیان سے اسے دیکھ رہا تھا چند ثانیے ماریہ بے حد خاموش نگاہوں سے اسے دیکھتی رہی اس پل وہ کالج کی عمارت کے پچھلے جانب بنی خوب صورت سی مصنوعی جھیل کے پاس کھڑے تھے جب سے جیکولین نے اسے یہ بتایا تھا کہ اس کی شادی اب میک سے کی جارہی ہے ماریہ کا تو جیسے دن کا چین اور رات کی نیندیں اڑ گئی تھیں۔ اس نے ڈائریکٹ میک سے بات کرنے کی ٹھانی اور اب وہ میک کے سامنے موجود تھی۔

''میک تمہیں میری بات کیوں نہیں سمجھ میں آتی کہ میں تمہیں پسند نہیں کرتی اور نہ تم سے شادی کرنے میں انٹرسٹڈ ہوں پھر تم کیوں میرے پیچھے پڑے ہو۔'' وہ اپنے اندر کی بے پناہ ناگواری اور بے زاری کو اس وقت بمشکل دباتے ہوئے انتہائی کاٹ دار لہجے میں بولی تو اپنے مخصوص انداز میں مسکراتا میک یک دم سنجیدہ ہوا اس کے چہرے پر بے حد پتھریلے اور ناقابل فہم تاثرات ابھر آئے تھے۔ وہ ایک دم اس کی جانب بڑھا تو بڑی بے ساختگی سے ماریہ دو قدم سہم کر پیچھے ہوئی تھی۔

''میں بھی تمہارے عشق میں گرفتار نہیں میرے لیے لڑکیوں کی کوئی کمی نہیں ہے ماریہ ایڈم...... تم سے زیادہ حسین اور پرکشش لڑکیاں میرے صرف ایک اشارے کی منتظر ہیں۔'' ماریہ نے دم سادھے خاموشی سے اسے دیکھا جو مزید کہہ رہا تھا۔

''اگر تم جیکولین آنٹی کی بیٹی نہ ہوتیں تو میں تمہارا وہ حشر کرتا کہ پھر کسی کی تمہارے بعد اپنے مذہب کو چھوڑنے کی

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

ہمت نہ ہوتی۔'' یک دم ماریہ کے سر میں شدید درد اٹھا' سارا طنطنہ اور غصہ ایک ہی جست میں کافور ہوگیا تھا۔

''میک میں...... میں اپنے مذہب پر ہی قائم ہوں میں نے تمہیں بتایا تھا کہ میرے قدم بہک گئے تھے' میں بھٹک گئی تھی۔ وہ سب میں نے اپنی نادانی اور بے وقوفی میں کر ڈالا تھا میک' اب میرا اسلام سے کوئی تعلق نہیں ہے' یقین کرو میک پلیز مجھ پر ایک بار تو یقین کرو۔'' آخر میں اس کا لہجہ نمی لیے بے پناہ ملتجیانہ ہوا تو میک نے بڑی طنزیہ نگاہوں سے اسے دیکھا پھر چند ثانیے بعد انتہائی زہر خند لہجے میں بولا۔

''ہم ایک بار جو غلطی کر چکے ہیں وہ بار بار نہیں دہرائیں گے ماریہ دو سال پہلے بالکل تمہاری طرح کھڑا مارشل بھی یونہی یقین دلا رہا تھا کہ میں نے اسلام چھوڑ دیا ہے مگر وہ ہمیں دھوکہ دے رہا تھا جھوٹ بول رہا تھا۔''

''مارشل......'' ماریہ نے بے حد چونک کر میک کو دیکھا پھر بڑے حیران کن لہجے میں اس سے استفسار کرتے ہوئے بولی۔

''مارشل...... وہی مارشل جیم جو ساؤتھ افریقہ سے آیا تھا۔'' ماریہ کو اپنا سینئر ایک دم یاد آیا تو اس نے فوراً سے پیشتر میک سے پوچھا۔

''مگر اس نے تو خودکشی......'' یہ جملہ بولتے بولتے اسی پل اسے کچھ ادراک ہوا تو اس نے پھٹی پھٹی آنکھوں سے میک کی طرف دیکھا جو مسکراتے ہوئے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے بولا۔

''تم صحیح سمجھ رہی ہو ماریہ' بس چند سیکنڈ لگے اسے دوسری دنیا میں پہنچنے میں۔''

''ت...... تم لوگوں نے مارشل کو مارا تھا؟'' وہ بمشکل بول پائی تھی اس پل مارشل کا چہرہ اس کی آنکھوں میں گھوم رہا تھا' صدمے کے مارے اس سے بولا ہی نہیں جا رہا تھا' جواباً میک اپنی مسکراہٹ سمیت گویا ہوا۔

''نو...... نو ماریہ ڈیئر' ہم نے نہیں مارا بلکہ اس نے تو خودکشی کرلی تھی...... چچ چچ چچ...... بے چارے مارشل نے پندرھویں منزل سے چھلانگ لگائی تھی۔'' ماریہ کی آنکھوں میں جیسے دنیا ہی ڈول گئی ان لوگوں کی سفاکی اور بربریت کا اسے صرف اندازہ تھا مگر آج میک کے منہ سے یہ سب سن کر ماریہ اندر سے بری طرح لرز گئی تھی۔

''یا اللہ یہ لوگ انسان نہیں درندے ہیں' مجھے ان لوگوں کے شر سے بچالے میرے مالک۔'' وہ بے ساختہ دل ہی دل میں اپنے خالق حقیقی کو یاد کرتے ہوئے بولی پھر کچھ چونک کر دکھ و تاسف کے ملے جلے انداز میں گویا ہوئی۔

''تم لوگوں نے ایک معصوم لڑکے کی جان لے لی میک اور اپنے کارنامے کو تم کتنے فخر اور غرور سے بتا رہے ہو۔'' ماریہ کے جملے پر میک کے چہرے کے تاثرات یک لخت بدلے۔ وہ دو قدم اس کی جانب بڑھ کر اس کے اوپر جھکتے ہوئے بولا۔

''وہ معصوم نہیں تھا ماریہ ایڈم اس نے تو ایسا گناہ کیا تھا کہ ہمارا اگر بس میں ہوتا تو ہم اسے سات مرتبہ زندہ کرتے اور ہر بار ایک اذیت ناک موت دیتے۔''

''میک......!'' ماریہ کے شنگرفی لب پرندے کے پروں کی مانند دہشت سے پھڑپھڑائے۔

''اس نے مذہب اسلام کو اختیار کیا تھا اپنا مذہب چھوڑ کر وہ مسلمان ہوگیا تھا اور تم...... تم یہ کہتی ہو کہ وہ معصوم تھا۔'' آخر میں وہ اپنی انگشت شہادت اس کی جانب اٹھاتے ہوئے بولا تھا جبکہ ماریہ کو اس وقت ایسا لگ رہا تھا کہ اس کے جسم کا ایک ایک عضو معطل ہوگیا ہو وہ بے حد دقتوں سے اپنے قدموں پر اپنا وجود سنبھالے کھڑی تھی۔

''ماریہ ایڈم...... جو کوئی بھی ہمارے مذہب کو چھوڑ کر خاص طور پر اسلام جوائن کرے گا اسے ایسے ہی عبرت ناک سزا دی جائے گی' چاہے وہ میرا سگا باپ ہی کیوں نہ ہو۔'' ماریہ پھٹی پھٹی آنکھوں سے منہ کھولے ٹکر ٹکر بس

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

اس کو دیکھتی رہی۔

''تم جیکولین آنٹی کی بیٹی ہو اس کا لحاظ سرپال کررہے ہیں ہم نہیں' سمجھیں۔'' وہ ایک ہنکارہ بھر کر وہاں سے پلٹا اور نکلتا چلا گیا جب کہ ماریہ گم صم سی کھڑی کی کھڑی رہ گئی۔

❁......❁......❁
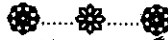
''حورین یہ تم تھیں او میرے اللہ! تم کتنی بدل گئی ہو۔ ایک لمحے کو تو مجھے یقین ہی نہیں آیا کہ تم میرے سامنے کھڑی ہو۔'' این ڈی گاڑی ڈرائیو کرتے ہوئے بے حد اضطراری انداز میں دل ہی دل میں خود سے بولا۔

''مجھے تو یہ لگا تھا کہ اب شاید زندگی میں دوبارہ تم سے کبھی نہیں مل سکوں گا مگر آج......'' گاڑی کا موڑ سہولت سے کاٹتے ہوئے وہ بے اختیار بڑبڑایا اس پل ذہن کی اسکرین میں وہی منظر بار بار ریوائنڈ ہو کر سامنے آرہا تھا جب حورین پلٹ کر اس کی نگاہوں کی رینج میں آئی تھی وہ اس پارٹی میں آنے سے پہلے کتنا مطمئن و پرسکون تھا مگر واپسی میں جیسے اضطراب و بے قراری کا سمندر اس کے وجود کے اندر امڈ آیا تھا جس نے اس کی روح دل و دماغ کو بری طرح اپنی لپیٹ میں لے لیا تھا اب وہ بری طرح پچھتا رہا تھا کہ کاش وہ اس پارٹی میں آتا ہی نہیں' کاش آج بھی حورین اس کے سامنے نہ آتی وہ گاڑی چلاتے ہوئے مسلسل اسی نہج پر سوچ رہا تھا۔

❁......❁......❁

لالہ رخ کا سانس اس وقت دھونکنی کی مانند چل رہا تھا اس پل اسے یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے وہ کوئی طویل مسافت طے کر کے پہنچی ہو وہ کس قدر مشکلوں سے گھر پہنچی تھی۔ یہ صرف وہی جانتی تھی گھر میں داخل ہوتے ہی اس کا سامنا امی سے ہوا تھا' جو اس کے چہرے پر اڑتی ہوائیوں کو دیکھ کر بے حد پریشان ہو گئی تھیں۔

''کیا ہوا لالہ' تم اتنی گھبرائی ہوئی کیوں ہو سب خیریت تو ہے نا تمہارے چہرے کی رنگت کیوں اتنی پیلی ہو رہی ہے میری جان؟'' لالہ رخ کو اس وقت امی کا سامنا کرنے میں بے حد وقت محسوس ہو رہی تھی۔

''وہ......وہ امی میں وہ......'' یک دم لالہ رخ ہکلا سی گئی تھی پھر تخت پر گرگئی۔

''لالہ......تمہاری طبیعت تو ٹھیک ہے نا؟'' پھر وہ سرعت سے اس پر جھکیں اور ہاتھوں اور پیروں کو جلدی سے چھو کر بے حد پریشانی سے بولیں۔

''تمہارے ہاتھ پاؤں تو ٹھنڈے ہو رہے ہیں بیٹا' مجھے بتاؤ ہوا کیا ہے؟ اچھا ٹھہرو میں پانی لاتی ہوں۔'' پھر کچھ ہی لمحوں میں وہ لالہ رخ کے لبوں سے پانی کا گلاس لگا رہی تھیں' پانی پی کر لالہ رخ کے حواس کچھ قابو میں آئے اور ہوش میں آتے ہی اسے پہلا خیال امی کی پریشانی کا آیا تھا وہ تیزی سے خود کو سنبھال کر بولی۔

''امی میں ٹھیک ہوں وہ دراصل راستے میں ایک آوارہ کتا میرے پیچھے پڑ گیا تھا میں بہت خوف زدہ ہو گئی تھی۔'' امی کو کچھ نہ کچھ بتا کر انہیں مطمئن تو کرنا تھا سو جلدی سے لالہ رخ بات چھپاتے ہوئے کہہ گئی جب کہ امی نے دہل کر اپنے سینے پر ہاتھ رکھا۔

''الٰہی خیر' اوہ یہ تو بہت برا ہوا' بیٹا کیا تم اکیلی گھر آرہی تھیں؟''

''ہاں امی آج اکیلی ہی تھی...... خیر چھوڑیئے آپ پریشان مت ہوئیے میں اب ٹھیک ہوں اچھا میں جا کر لباس تبدیل کرتی ہوں جب تک آپ کھانا گرم کر لیجیے۔'' وہ امی سے نگاہیں چراتے ہوئے جلدی جلدی بولی' تو انہوں نے اثبات میں سرہلا دیا' جب کہ لالہ رخ سرعت سے وہاں سے اٹھ کر اپنے کمرے میں آگئی۔

❁......❁......❁

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

وہ تحیر و استعجاب اور ایک شاکڈ کی کیفیت میں بیٹھیں سونیا کو دیکھے جارہی تھیں جو ساری کتھا سنا کر اب بڑے اطمینان سے اپنے ناخنوں پر نیل پینٹ لگارہی تھی انہیں تو بہت دیر تک یقین ہی نہیں آیا کہ ابھی تھوڑی دیر پہلے سونیا نے انہیں جو کچھ سنایا...... وہ سب انہوں نے حقیقت میں سنا ہے یا پھر وہ محو خواب ہیں' آہستہ آہستہ ان کا ذہن شعور کی حدود میں داخل ہوا تو استعجاب و حیرت کی جگہ صدمے اور تاسف نے لے لی انہیں اپنی بیٹی کی شدت پسندی اور ضدی طبیعت کا اندازہ تو تھا مگر وہ اس حد تک جاسکتی تھی یہ انہوں نے کبھی بھی سوچا نہیں تھا۔ وہ بہت دیر تک ایک ہی پوزیشن میں ساکت سی بیٹھی اپنی لاڈلی اکلوتی بیٹی کو دیکھے گئیں جو اپنی نادانی میں خود ہی اپنے گھر کو تباہ و برباد کرنے پر تلی ہوئی تھی۔ کامیش جیسا مکمل اور کامیاب مرد شاید ہی دوبارہ اسے ملتا' وہ بے اختیار اپنا سر دونوں ہاتھوں میں گرا گئیں سونیا نے نیل پینٹ کی بوتل کو بند کرتے ہوئے ایک نگاہ اپنی ماں کو دیکھا پھر ایک گہرا سانس بھر کر بولی۔

''ڈونٹ وری مما' آپ ٹینشن مت لیں فراز شاہ کا چیپٹر کلوز ہوچکا ہے' وہ گناہ گار انسان اپنی بے گناہی کبھی ثابت نہیں کرسکے گا ہمیشہ کے لیے وہ اپنے گھر والوں کی نگاہ میں گر گیا ہے۔'' سونیا سارا بیگم کو پریشان و متفکر دیکھ کر اپنے تئیں یہی سمجھیں کہ وہ اس وجہ سے پریشان ہورہی ہیں کہ سونیا کی اصلیت کہیں ان لوگوں پر نہ کھل جائے جواباً سارا بیگم نے سونیا کو بے حد تاسف بھری نگاہوں سے دیکھا پھر ایک تھکی ہوئی سانس فضا کے حوالے کرتے ہوئے گویا ہوئیں۔

''مجھے تم سے اتنی بڑی حماقت اور بے وقوفی کی قطعاً امید نہیں تھی سونیا۔'' سارا بیگم کے منہ سے انتہائی غیر متوقع جملہ سن کر سونیا نے بے اختیار پہلو بدل کر انہیں نا سمجھی والے انداز میں دیکھا اور بولی۔

''کیا مطلب مما...... کیا آپ کی بیٹی احمق اور بے وقوف ہے؟'' اس وقت دونوں ماں بیٹی سیٹنگ روم میں بیٹھی تھیں اِدھر اُدھر کی ہلکی پھلکی باتوں کے بعد سارا بیگم کو سونیا نے خود ہی سب کچھ بڑے مسرور انداز میں بتایا تھا۔

''ہاں میرا یہی مطلب ہے سونیا تم واقعی بہت بے وقوف ہو' اپنی حماقت میں تم خود ہی اپنے آشیانے کو تنکا تنکا کرکے بکھیر رہی ہو۔'' سارا بیگم کی صاف گوئی اس وقت سونیا اعظم خان کو بے حد بری لگی۔

''آپ کہنا کیا چاہتی ہیں مما؟''

''یہی کہ کامیش جیسے انسان کو چھوڑ کر تم اپنی زندگی کی سب سے بڑی غلطی کرنے جارہی ہو۔''

''اوہ کم آن مما......'' اس نے بے پروائی سے شانے جھٹکے تھے۔

''یہ سچ ہے بیٹا' تم بہت گھاٹے کا سودا کررہی ہو' اپنی زندگی کی سب سے قیمتی متاع سے بآسانی دست بردار ہورہی ہو۔'' انہوں نے حقیقت کا آئینہ سامنے رکھا۔

''اففف ممی' کامیش میری لائف کی قیمتی متاع نہیں ہے' میں اسے پسند نہیں کرتی۔''

''لیکن وہ مکمل مرد ہے۔''

''نہیں ممی' وہ پتھر کا آدمی ہے' اس کے اندر کوئی جذبات نہیں ہیں' وہ چلتی پھرتی مشین ہے بس۔'' سونیا بہت برا سا منہ بناتے ہوئے بولی تو سارا بیگم چند ثانیے بغور اسے دیکھتی رہیں پھر بہت پیار بھرے انداز میں بولیں۔

''بیٹا عورت تو وہ ہستی ہے جو پتھر اور بتوں میں بھی جان ڈال دے' اپنی خوب صورت اداؤں اور حسن کی بجلیاں گرا کر بڑے سے بڑے پارسا مرد کو بھٹکا دے' اسے دنیا و مافیہا سے بے گانہ کردے۔'' اپنی بیٹی کو ہوش کے ناخن دینے کی غرض سے انہوں نے بے حد کھل کر اسے سمجھایا تھا۔ سونیا نے ایک نظر ماں کو دیکھا پھر بڑے نارمل انداز میں سائیڈ ٹیبل پر دھرے میگزینز میں سے ایک اٹھاتے ہوئے بولی۔

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

''آئی نو مما' میں یہ ساری باتیں پہلے سے جانتی ہوں مگر ایم سوری' مجھے کامیش شاہ میں کوئی دلچسپی نہیں ہے فائن......'' جواباً سارا بیگم محض خاموشی سے سونیا کو دیکھتی رہ گئیں۔

❀......❀......❀
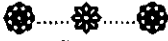
ماریہ جب سے کالج سے آئی تھی بے تحاشا مضطرب و بے قرار سی اپنے کمرے میں اِدھر سے اُدھر چکر پھیریاں لگا رہی تھی۔ جیسے جیسے وہ میک اور اس کے ساتھ ہونے والی گفتگو کے بارے میں سوچ رہی تھی' ویسے ویسے وہ خوف و دہشت کے آکٹوپس میں جکڑے جارہی تھی۔ بار بار مارشل کا چہرہ اس کی نگاہوں کے سامنے آرہا تھا' کتنا سادہ اور معصوم سا لڑکا تھا وہ سب کی ہیلپ کرنے کو ہمہ وقت تیار' بہت خوش اخلاق اور خوش گفتار تھا' وہ اسے یاد کر کے نئے سرے سے غم واندوہ کی کیفیت میں مبتلا ہوگئی۔ اسے وہ دن یاد آگیا جب وہ کالج پہنچی تو ہر اسٹوڈنٹ کے منہ پر بے حد افسوس و رنج کے ساتھ صرف مارشل کا نام اور تذکرہ تھا پھر جب اسے پتا چلا کہ مارشل نے گزشتہ رات خودکشی کرلی ہے تو یہ خبر اسے بھی اندر سے ہلا گئی تھی وہ بے حد تحیر و استعجاب کی کیفیت میں مبتلا ہوگئی تھی۔

''جیسکا' مارشل بھلا کیوں خودکشی کرے گا وہ تو بہت زندہ دل اور شوخ مزاج لڑکا تھا' مجھے یقین نہیں ہے کہ وہ خودکشی کرسکتا ہے۔'' ماریہ ششدر سی ہوکر جیسکا سے بولی تھی' وہ خود بھی مارشل کی ناگہانی موت پر افسردہ تھی۔

''تم ٹھیک کہہ رہی ہو ماریہ مگر مارشل نے خودکشی ہی کی ہے یہ بات ثابت ہوچکی ہے۔'' جیسکا ملول سی ہوکر بولی تھی۔ اس وقت تو ماریہ نے اس بات پر غور نہیں کیا تھا نہ ہی توجہ دی تھی کہ ثابت کس نے کیا مگر آج اس پر یہ اچھی طرح واضح ہوگیا تھا کہ یقیناً میک کے گروپ نے ہی مارشل کے قتل کو خودکشی کا رنگ دیا ہے۔

''مارشل تم نے اپنی جان تو دے دی مگر یقیناً اللہ تعالیٰ کا قرب اور اس کی محبت کو تم نے حاصل کرلیا ہے اور بے شک یہی تو سب سے بڑی کامیابی ہے یقیناً اللہ کریم نے تمہیں بلند ترین درجات پر فائز کیا ہوگا' تم ایک مرد مومن کی طرح ظالم اور کفر کے آگے سر اٹھائے ڈٹے کھڑے رہے اور موت کے خوف سے بھی اللہ کا بتایا ہوا راستہ نہ چھوڑا۔ تم بلاشبہ بہت عظیم انسان ہو مارشل......'' وہ یک دم اپنے کمرے کی کھڑکی کے پاس رک کر بظاہر باہر دیکھتے ہوئے خود سے بولے گئی جب کہ اس پل اس کا دلکش چہرہ پوری طرح سے آنسوؤں میں بھیگا ہوا تھا۔

❀......❀......❀
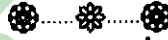
مہوش تو جیسے ہواؤں میں اڑ رہی تھی' مارے خوشی و انبساط کے اس کے قدم زمین پر ٹک ہی نہیں رہے تھے' زرینہ کے آئیڈیے نے بھرپور کام کر دکھایا تھا۔ مہوش کے منگیتر صاحب کی غیرت و ہمت انگڑائی لے کر بیدار ہوگئی تھی' جب مہوش نے سہولت سے اس سے دست بردار ہونے کا اظہار کیا تھا اپنی امی حضور کو اپنی جان لینے کی دھمکی دے کر مہوش کے ابا کے پاس بھیجا تھا جنہوں نے اپنی غلطی تسلیم کر کے اپنے بیٹے کی زندگی کی خاطر بہت منت اور لجاجت سے مہوش کو مانگا تھا' نتیجتاً مہوش کے والد بھی اپنی بہن کے آگے نرم پڑ گئے تھے اور پھر اپنی بیوی' احمر اور بھائیوں کے کہنے پر اس رشتے سے معذرت کرلی تھی۔ منگنی سے صرف پانچ دن پہلے انکار کا عندیہ سن کر ان لوگوں نے ناک بھوؤں چڑھائی تھیں اور غصے اور جذبات میں ایسے ایسے جملوں کا استعمال کر ڈالا تھا جو اُن کی ذہنی پسماندگی اور خاندانی پس منظر کو بخوبی اجاگر کر گیا تھا اب وہ اس بات پر شکر گزار تھے کہ انہوں نے اپنی بیٹی کو ایسے جاہلوں کے حوالے نہیں کیا تھا۔ مہوش نے تو کینٹین جا کر زرینہ اور زرتاشہ کو زبردست ٹریٹ دے ڈالی تھی۔

''ہائے سچ میں زری تم نے ناممکن کو ممکن کر دکھایا یار۔'' مہوش چکن برگر کا بائٹ لیتے ہوئے ساتھ میں ٹھنڈی کولڈ ڈرنک کا بڑا سا سپ لے کر بولی تو زرینہ نے بڑے مغرورانہ انداز میں زرتاشہ کو دیکھا تھا جب کہ وائٹ شلوار قمیص میں

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

ست رنگی بڑے سے دوپٹے میں ملبوس زرمینہ کو دیکھتے ہوئے زرتاشہ نے چڑ کر رول کا لقمہ دانتوں سے کاٹا تھا جس پر وہ سہمنے کی اداکاری کرتے ہوئے بولی۔

''ہائے اللہ...... تاشو یہ رول تو آرام سے کھاؤ ایسا لگ رہا ہے جیسے رول نہیں تم مجھے چبا رہی ہو۔''

''ہونہہ...... میرا ٹیسٹ اتنا خراب نہیں۔'' زرتاشہ منہ بنا کر بولی ڈارک بلو اور آف وائٹ کنٹراسٹ کے لان کے سوٹ میں وہ بہت پیاری لگ رہی تھی۔

''گائز اب یہ سمسٹر تو میں ڈراپ کررہی ہوں' میرے ہونے والے میاں جی اب کوئی بھی خطرہ مول نہیں لینا چاہتے' لہٰذا ڈائریکٹ شادی ہی ہوگی۔'' مہوش اپنے آپ میں مگن سی بولی تو دونوں اس کی طرف متوجہ ہوئیں۔

''کیا مطلب مہوش...... کیا تم اپنی پڑھائی ادھوری ہی چھوڑ دو گی؟'' زرتاشہ حیرت سے استفسار کرتے ہوئے بولی تو مہوش اطمینان سے گویا ہوئی۔

''نہیں ڈیئر بس اب شادی کے بعد ہی جاری رکھ سکوں گی۔''

''ہونہہ...... پھر ہوگئی تمہاری پڑھائی وڑھائی۔'' زرمینہ طنزیہ بولی تو مہوش اس کی بات کو ان سنی کرتے ہوئے بولی۔

''دیکھو اس جمعہ کو پھوپو شادی کی تاریخ طے کرنے آرہی ہیں اور تم دونوں کو میری شادی کے ہر ایونٹ میں شریک ہونا ہے' میں کوئی بھی بہانہ نہیں سنوں گی' اوکے۔'' مہوش کی تنبیہہ پر زرمینہ اور زرتاشہ دونوں نے ہی ایک ساتھ اثبات میں سر ہلائے تھے۔

❁......❁......❁

دانش ابراہیم نے آج خاور حیات اور حورین کے ساتھ باسل حیات کو بھی اپنے دولت کدے پر ڈنر کے لیے انوائٹ کیا تھا۔ حورین ہلکے عنابی رنگ کی سادہ سی ساڑھی میں سلیقے سے بالوں کو جوڑے کی شکل میں لپیٹے لائٹ سے میک اپ اور نفیس سی پرل کی جیولری میں بہت گریس فل لگ رہی تھی' جب کہ باسل حورین اور خاور کے اصرار پر بادل نخواستہ عنایہ دانش کے گھر چلا آیا تھا وہ حسب معمول بہت چپک رہی تھی۔

''بھئی خاور میری یہ بلبل میری زندگی اور دل کی رونق ہے اس کے بناء دانش ابراہیم کچھ بھی نہیں۔'' دانش ابراہیم عنایہ کو خود سے لپٹاتے ہوئے بولے تو حورین اور خاور مسکرانے لگے جبکہ حورین بولی۔

''بالکل بھائی صاحب عنایہ ہے ہی اتنی پیاری سب کو اپنا گرویدہ کرلیتی ہے اپنی پیاری باتوں سے۔'' باسل نے سامنے صوفے پر بیٹھی عنایہ کو بغور دیکھا جو اس پل بلیک جینز پر پرل اسٹائلش سی ہاف کرتی پہنے بالوں کو اپنے مخصوص انداز میں پونی ٹیل کی شکل دیئے بہت اٹریکٹو لگ رہی تھی۔ اسی دوران عنایہ نے باسل کی جانب دیکھا تو دونوں کے درمیان مسکراہٹ کا تبادلہ ہوا۔

''بھئی اب تو عنایہ بیٹی ہماری مسز کی فرینڈ بھی بن گئی ہیں۔'' خاور حیات نے بھی لقمہ دیا تو سب ہنسنے لگے جب ہی عنایہ باسل کو شرارتی نگاہوں سے دیکھتے ہوئے بولی۔

''انکل اب ذرا اپنے بیٹے کے بارے میں بھی ہمیں کچھ بتایئے موصوف تو کافی سنجیدہ اور ریزرو نیچر کے لگتے ہیں۔'' عنایہ نے اچانک ہی اس کی ذات کو موضوع بنایا' باسل اپنی جگہ بے اختیار جزبز سا ہوا جب کہ خاور حیات نے گردن موڑ کر اپنے بیٹے کو محبت پاش نگاہوں سے دیکھا اس وقت وہ دانش ابراہیم کے خوب صورت و ڈیکوریٹڈ ڈرائننگ روم میں خنک سے ماحول میں بیٹھے تھے۔

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

”نہیں تو باسل سنجیدہ نیچر کا مالک تو نہیں......“ خاور حیات نے قدرے حیرت و بے یقینی کا اظہار کیا۔

”تو اس کا مطلب ہے کہ یہ سنجیدگی کا لباس صرف مخصوص لوگوں کے لیے ہے۔“ وہ ہنوز لہجے میں ایک بار پھر بولی تو نجانے کیوں گھبرا کر باسل اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا۔

”انکل آپ نے اپنا لان بہت اسٹائلش دے میں ڈیکوریٹ کیا ہے‘ کیا میں دیکھ سکتا ہوں؟“

”کیوں نہیں بیٹا‘ عنایہ بیٹا جاؤ باسل کو اپنا گارڈن تو دکھاؤ۔“ باسل کی بات پر دانش ابراہیم خوش دلی سے بولے تو عنایہ تیزی سے اٹھتے ہوئے کہنے لگی۔

”او کے ڈیڈ۔“ پھر وہ دونوں وہاں سے باہر نکل آئے۔

❀......❀......❀

آج بہت دنوں بعد ابرام جیسکا کے ہمراہ لانگ ڈرائیو پر نکلا تھا ایک اچھے سے ریسٹورنٹ میں کینڈل لائٹ ڈنر کرنے کے بعد وہ اس کے قریب ہی پارک میں ست قدموں سے چہل قدمی کرنے لگے تھے۔ رات کے اس پہر مصنوعی اور دھیمی سنہری روشنیوں سے لندن کی دلکشی اور خوب صورتی ایک نئے انداز سے جلوہ گر تھی۔ ابرام کسی سوچ میں مستغرق اسموکنگ کرنے میں مصروف تھا‘ جب کہ اس کے پہلو میں چلتے ہوئے جیسکا نے ابرام کا بازو اپنے دونوں ہاتھوں میں لپیٹ کر اپنا سر اس کے شانے پر رکھ لیا تھا۔

”ابرام نجانے کیوں جب میں تمہارے ساتھ ہوتی ہوں تو مجھے دنیا کی ہر چیز بھول جاتی ہے‘ یاد رہتے ہو تو صرف تم‘ تمہاری قربت مجھے موم کی مانند پگھلانے لگتی ہے۔ ابرام آخر تم کیوں اتنے سنگ دل اور بے رحم ہو‘ میری محبت تمہیں کیوں نہیں پگھلاتی ابرام؟“ جیسکا اس پل جذبات سے مخمور لہجے میں بولی‘ ابرام کی قربت نے اسے جیسے مدہوش سا کر دیا تھا۔ ابرام نے نگاہ نیچی کر کے ایک نظر جیسکا کے سر کو دیکھا پھر ایک گہری سانس بھر کر رہ گیا‘ وہ چاہتے ہوئے بھی جیسکا کو محبت بھرا جواب نہیں دے پاتا تھا حالانکہ وہ اس کی سب سے اچھی اور واحد دوست تھی‘ جب ہی چلتے چلتے اچانک جیسکا رکی۔ ڈیپ ریڈ اسکرٹ پر وائٹ شرٹ پہنے ڈارک میک اپ میں وہ کسی کو بھی بآسانی ہوش و خرد سے بیگانہ کر سکتی تھی مگر ابرام نجانے کسی مٹی کا بنا ہوا تھا جو اس کے بے پایاں حسن اور قاتل اداؤں کے آگے ثابت قدم کھڑا رہتا تھا۔

”تم بہت روڈ ہو ابرام کم از کم میری باتوں کا کوئی جواب ہی دے دو۔“ وہ اسے بے حد ناراضی سے دیکھتے ہوئے خفگی سے بولی‘ ابرام نے چند ثانیے اسے دیکھا پھر کچھ کہنے کے لیے منہ ہی کھولا تھا کہ عقب سے کسی کی مردانہ آواز اس کی سماعتوں سے ٹکرائی۔

”اچھا تو اس کا مطلب ہے کہ تم مجھ سے جھوٹ بھی بولنے لگی ہو لالہ رخ صرف تین منٹ میں تم نے پانچ مرتبہ اپنی بات کو بدلا ہے۔“ بے ساختہ ابرام نے مڑ کر دیکھا تو بالکل ہی سامنے لکڑی کی بنچ پر اسے ایک بے حد پُرکشش ایشین لڑکا بیٹھا دکھائی دیا۔ جیسکا بھی بے اختیار ابرام کی نگاہوں کے تعاقب میں دیکھنے لگی۔

”میں نے تم سے کہا تھا نا لالہ رخ...... ہم اچھے دوست ہیں۔“ وہ ایک بار پھر بولا تو جیسکا نے بے حد اٹک کر لالہ رخ کا نام دہرایا۔

”لالہ رخ کتنا خوب صورت نام ہے نا۔“ جیسکا انگریزی میں بولی تو ابرام محض چپ رہا اور بڑی دلچسپی سے اس ایشین لڑکے کو دیکھنے لگا۔

”چلو ٹھیک ہے میں تم سے کل بات کروں گا مگر تمہیں وعدہ کرنا ہوگا تم مجھے وہ بات بتاؤ گی جو تمہارے دل میں

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

ہے۔" پھر کچھ ہی دیر بعد اس نے سیل آف کر کے سر اٹھا کر سامنے دیکھا تو ایک خوب صورت سے کپل کو اپنی جانب تکتا پا کر وہ خوش اخلاقی سے مسکرایا جواباً ابرام تھوڑا اسٹپٹایا پھر دوسرے ہی لمحے اس نے بھی فراز شاہ کو مسکراہٹ پاس کی۔ فراز بنچ سے اٹھ کر ابرام کے قریب آیا اور پھر بڑی خوش دلی سے مصافحہ کی غرض سے ہاتھ ابرام کی جانب بڑھاتے ہوئے بولا۔

"ہیلو آئی ایم فراز شاہ۔" جواباً ابرام نے بھی فراز شاہ کے ہاتھ کو سہولت سے تھاما۔

"آئی ایم ابرام۔"

"اوہ نائس ٹو میٹ یو مسٹر ابرام......"

"مجھے بھی خوشی ہوئی مسٹر فراز......" فراز ابرام کے منہ سے اتنی صاف اردو سن کر بے اختیار اچھلا پھر خوشگوار حیرت سے بولا۔

"آپ کو اردو آتی ہے مسٹر ابرام؟" جواباً ابرام نے مسکراتے ہوئے اثبات میں سر ہلایا اور پھر جیسکا کا تعارف فراز شاہ سے کروایا۔

"آپ لندن کسی ریلیٹو کے پاس آئے ہیں کیا؟" ابرام اس سے اردو میں ہی استفسار کرتے ہوئے بولا تو جواباً فراز نے اسے اپنے یہاں آنے کا مقصد مختصراً بتایا پھر تقریباً پندرہ منٹ کی گفتگو کے بعد دونوں نے اپنے سیل فون نمبر ایک دوسرے کو دیئے اور بڑی خوش دلی سے وہاں سے رخصت ہوئے تھے۔

❀......❀......❀
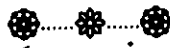
کامیش تھوڑی دیر پہلے ہی گھر پہنچا تھا' نیم گرم پانی سے شاور لے کر وہ سلیپنگ گاؤن میں ملبوس بالوں کو تولیے سے رگڑتا ہوا جونہی باتھ روم سے نکلا تب ہی دروازے پر دستک ہوئی تھی کامیش کے یس کہنے پر سمیر شاہ کمرے میں داخل ہوئے تو کامیش یک دم پزل سا ہوگیا۔

"اوہ ڈیڈ آپ...... میں سمجھا کہ رشید چائے لے کر آیا ہے ابھی تھوڑی دیر پہلے ہی میں نے اسے چائے کا کہا تھا۔ آپ مجھے بلا لیتے میں آجاتا آپ کے پاس۔" رات کے اس پہر سمیر شاہ کو اپنے روم میں دیکھ کر وہ بخوبی سمجھ گیا تھا کہ اس وقت وہ اس سے کوئی بہت ہی خاص بات کہنے آئے ہیں۔

"اٹس اوکے بیٹا کوئی بات نہیں' آپ مصروف تو نہیں ہو۔" سمیر شاہ کے استفسار پر کامیش تیزی سے نفی میں سر ہلاتے ہوئے گویا ہوا۔

"ناٹ آٹ آل ڈیڈ...... آپ پلیز بیٹھیے نا۔" اسی اثناء میں رشید چائے رکھ کر چلا گیا تھا۔

"آپ سے بہت دنوں سے ملاقات نہیں ہو پا رہی تھی تو سوچا اس وقت تمہیں جا کر پکڑ لوں۔" سمیر شاہ شگفتگی سے مسکراتے ہوئے بولے تو کامیش شاہ بے ساختہ مسکرا دیا پھر چائے کا سپ لیتے ہوئے شرمندہ آمیز لہجے میں بولا۔

"دراصل ڈیڈ' کچھ کیسز کی وجہ سے میں آج کل کافی الجھا ہوا ہوں' اسی لیے آپ لوگوں کو وقت نہیں دے پا رہا ایم سوری ڈیڈ۔" کامیش شاہ کے چہرے پر ندامت و شرمندگی کے رنگوں کو جھلکتا دیکھ کر سمیر شاہ ہنس کر گویا ہوئے۔

"آئی نو بیٹا جی آپ جس ڈیپارٹمنٹ میں ہیں اس میں کتنا بزی رہتے ہیں' یہ مجھے معلوم ہے اور پھر ماشاءاللہ پرموشن کے بعد تو ذمہ داریاں اور بھی بڑھ گئی ہیں۔"

"بس ڈیڈ کچھ دن اور پھر مجھے تھوڑی بہت فرصت مل جائے گی۔" وہ چائے کا آخری سپ لیتے ہوئے بولا تو چند ثانیے کے لیے سمیر شاہ نے بغور اپنے بیٹے کو دیکھا پھر ایک گہری سانس کھینچ کر خود کو کچھ بولنے پر آمادہ کرتے ہوئے

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

دھیرے سے کھنکھار کر گویا ہوئے۔

''کامیش بیٹا آپ سے ایک بات پوچھوں؟'' اس پل وہ پوری طرح ان کی طرف متوجہ تھا۔

''بالکل پوچھیے ڈیڈ۔'' وہ مودبانہ انداز میں بولا تو کچھ دیر کے لیے سمیر شاہ خاموش ہوئے پھر ہموار لہجے میں بولے۔

''تمہیں اپنے باپ پر کتنا بھروسہ ہے؟''

''خود سے بھی زیادہ......''

''اور میری باتوں پر؟''

''آف کورس ڈیڈ...... جتنا آپ پر بھروسہ ہے اتنا ہی یقین آپ کی باتوں پر ہے۔''

''ہر بات پر یقین ہے؟'' وہ پھر بولے۔

''ہاں ڈیڈ بغیر کسی شک وشبے کے۔''

''تو پھر اس بات پر یقین کرلو کامیش کہ فراز بے قصور ہے۔'' سمیر شاہ فوراً سے پیشتر سرعت سے کہہ اٹھے جب کہ کامیش شاہ نے بے اختیار اپنے ہونٹوں کو بھینچ لیا۔ سمیر شاہ نے بہت غور سے اس پل کامیش کے چہرے کو دیکھا جیسے بہت کچھ کھوجنا چاہتے ہوں کچھ خاموش لمحے یونہی چاپ چاپ گزر گئے۔ سمیر شاہ یک ٹک کامیش کو دیکھتے رہے پھر کافی دیر بعد انہوں نے ہی بے نام سی خاموشی کو توڑتے ہوئے کہا۔

''کامیش تمہیں میری بات پر بھروسہ ہے نا؟'' کامیش نے کچھ چونک کر اپنے باپ کو دیکھا پھر ایک گہری سانس کھینچتے ہوئے سے بولا۔

''مجھے آپ کی بات پر بھروسہ ہے ڈیڈ۔''

''تو پھر تم اس بات پر کیوں یقین نہیں کررہے ہے کہ فراز بے گناہ ہے اسے سونیا نے صرف اپنے اندھے انتقام کا نشانہ بنایا ہے۔'' وہ اس لمحے جیسے تڑپ اٹھے تھے جب ہی کامیش نے بڑی نرمی سے سمیر شاہ کے دونوں ہاتھ اپنے مضبوط ہاتھوں میں لیتے ہوئے کہا۔

''میں نے آپ کو بتایا نا کہ مجھے آپ پر خود سے بھی زیادہ بھروسہ ہے۔''

''تو پھر اس کا مطلب ہے کہ تم فراز کو مجرم نہیں سمجھتے۔'' سمیر شاہ نے سرعت سے سوال داغا' اس نے ایک لحظہ اپنے عزیز از جان باپ کو دیکھا پھر سنجیدگی بھرے انداز میں بولا۔

''اس کا جواب میں آپ کو وقت آنے پر دوں گا ڈیڈ' ابھی میں آپ کو جواب نہیں دے سکتا لیکن یقین کریں ڈیڈ' میں آپ پر ہر طرح کا بھروسہ کرتا ہوں۔'' وہ ہنوز ان کے ہاتھوں کو تھامے مضبوط لہجے میں بولا تو سمیر شاہ اسے دیکھتے رہے۔

❁......❁......❁

مہرو پچھلے چند دنوں سے بخوبی نوٹ کررہی تھی کہ لالہ رخ کسی نہ کسی بات کو لے کر کافی متفکر ہے' اس نے ایک دوبار پوچھنا چاہا مگر وہ خوب صورتی سے ٹال گئی تھی مگر آج تو لالہ رخ کے انداز نے اسے بھی اچھا خاصا پریشان کر ڈالا تھا جب چھٹی کے دن وہ صبح ہی صبح اس کے گھر آ کر اس کو جگانے کی غرض سے اس کے کمرے میں آ دھمکی تھی۔

''کک...... کیا ہوا...... کون ہے؟ مہرو مہرو...... خبردار اگر کسی نے بھی اسے ہاتھ لگایا تو میں اسے زندہ نہیں چھوڑوں گی۔'' وہ اتنی بری طرح بدحواس ہوئی تھی کہ مہرو نے جلدی سے لالہ رخ کے دونوں بازوؤں کو تھاما تھا۔

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

''ہوش میں آؤ لالہ...... سب ٹھیک ہے کوئی نہیں ہے یہاں...... میں ہوں مہرو...... لالہ سب ٹھیک ہے۔'' وہ اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بولی تو پہلے تو لالہ رخ ناسمجھی کے عالم میں اسے یک ٹک دیکھے گئی پھر جب نیند کا خمار دماغ سے اترا تو اچانک وہ ہوش میں آئی۔

''اوہ...... مہرو تم...... مم...... میں شاید خواب میں ڈر گئی تھی۔'' وہ خوامخواہ کھسیانی سی ہنسی ہنستے ہوئے اپنے بازو پر سے اس کے ہاتھوں کو نرمی سے ہٹاتے ہوئے بولی تو مہرو بے حد متفکرانہ انداز میں اسے دیکھے گئی۔ آج لالہ رخ نے ہمیشہ کی طرح اس کے یوں اٹھانے پر بے نقط نہیں سنائی تھیں۔

''تم مجھے کیوں آوازیں دے رہی تھیں لالہ...... اور...... اور یہ سب کیا تھا؟'' مہرو بے حد الجھ کر اس سے استفسار کر رہی تھی۔ لالہ رخ نے نگاہ اٹھا کر اسے دیکھا پھر بے پروائی سے گویا ہوئی۔

''ابھی تو تمہیں بتایا ناکہ میں خواب میں ڈر گئی تھی۔'' مہرو کچھ دیر اسے پُرسوچ نگاہوں سے دیکھتی رہی پھر دھیمے لہجے میں بولی۔

''لالہ...... مجھے ایک بات سچ سچ بتاؤ' میں کئی دن سے دیکھ رہی ہوں کہ تم کچھ پریشان اور الجھی ہوئی ہو اور تو اور میرا حد سے زیادہ خیال کر رہی ہو اور اب خواب میں بھی میں پہنچ گئی۔ تم مجھے ہی پکار رہی تھیں نا پلیز لالہ بتاؤ نا کیا پریشانی ہے تمہیں۔'' ریڈ اینڈ وائٹ کاٹن کے سادے سے شلوار سوٹ میں کالی چادر کندھوں پر ڈالے لمبے گھنے بالوں کو چوٹی میں مقید کیے وہ بے حد متفکر ہو کر اس سے پوچھ رہی تھی' اس پل لالہ رخ کا یک دم دل چاہا کہ مہرینہ کے گلے لگ کر پھوٹ پھوٹ کر رو دے اور اسے بتادے کہ میری بھولی معصوم سہیلی تیرا باپ کتنا سفاک اور ظالم ہے جو کاغذ کے چند پرزوں کے عوض تجھے نکاح جیسے پاکیزہ اور مقدس بندھن کے نام پر تیری بولی لگانے' نیلام کرنے کے درپے ہے۔ اب بھلا میں اکیلی جان تیری کیسے حفاظت کروں' تیرا تو محافظ ہی لٹیرا بن بیٹھا' کیسے تجھے اس کے گھناؤنے عزائم سے بچاؤں۔ وہ سوچتی چلی گئی جب ہی مہرو کی آواز پر وہ حال کی دنیا میں لوٹی۔

''لالہ...... کیا سوچنے لگیں پلیز مجھے بتاؤ آخر ایسی کون سی بات ہے جو تمہیں اندر ہی اندر کھائے جارہی ہے؟''

''افوہ مہرو' تم بھی نا ایک بات کے پیچھے ہی پڑ جاتی ہو' ابھی تو بتایا ناکہ خواب میں ڈر گئی تھی۔'' اس نے اپنی دلی کیفیت کو جھنجلاہٹ کے پردے میں چھپانا چاہا تھا جب کہ مہرو تپ کر بولی۔

''میرے سامنے زیادہ جھوٹ بولنے کی ضرورت نہیں ہے لالہ' میں اچھی طرح جان چکی ہوں کہ تم کوئی بہت بڑی پریشانی ہم سب سے چھپا رہی ہو۔''

''تم حد سے زیادہ شکی اور وہمی ہوتی جارہی ہو مہرو' میرے پاس تمہارے اس بے وجہ کے وہم کا کوئی علاج نہیں ہے۔'' وہ بستر سے اٹھ کر سلیپر پیروں میں ڈالتے ہوئے بے پروائی سے بولی تو مہرو کے تو تلووں پر لگی اور سر پر بجھی تھی۔

''زیادہ بکواس کرنے کی ضرورت نہیں ہے لالہ' مجھے بے وقوف بنانے کی کوشش چھوڑو اور سیدھا سیدھا مجھے وہ بات بتاؤ۔''

''افوہ...... اللہ کے واسطے مہرو' آخر کیوں تم ایک بات کے پیچھے پڑ کر مجھے زچ کر رہی ہو۔'' آج پہلی بار لالہ رخ بے پناہ ذہنی دباؤ میں آکر مہرینہ کے اوپر چلا اٹھی۔ مہرو نے بے حد تحیر و استعجاب کے عالم میں اسے پوری طرح آنکھیں کھول کر دیکھا۔ آج سے پہلے لالہ رخ نے کبھی ایسا ناقابل فہم اور تکلیف دہ انداز اس کے ساتھ نہیں اپنایا تھا' یک دم مہرو کی شفاف آنکھوں میں نمکین پانی اتر آیا۔

''تم پلیز اس وقت یہاں سے جاؤ۔'' وہ جھنجلاہٹ بھرے لہجے میں بولی اس وقت اپنے آپ میں الجھی لالہ رخ

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

مہرو کی آنکھوں کی نمی بھی دیکھ نہیں سکی۔

"ٹھیک ہے لالہ میں یہاں سے جارہی ہوں۔" مہرو جما جما کر لفظ ادا کرتے ہوئے بولی اور پھر بے حد سرعت سے رخ موڑ کر اس کے کمرے سے نکلتی چلی گئی جب کہ اسی پل لالہ رخ کو جیسے ہوش آیا۔

"اوہ میرے اللہ میں نے تو مہرو کو ہرٹ کردیا۔" وہ بے حد پشیمانی کے عالم میں اپنے دونوں ہاتھوں کی انگلیاں ایک دوسرے میں پھنساتے ہوئے بولی پھر مہرو کو آوازیں دیتی باہر کی طرف بھاگی جب کہ مہرو یہ جاچکی تھی۔

❁......❁......❁

"اس لڑکی کی تو میں عقل ٹھکانے لگادوں گی نجانے یہ کرنا کیا چاہتی ہے۔ یہ اپنی ماں کو اچھی طرح جانتی نہیں ہے اب میں دیکھتی ہوں یہ اپنی من مانی کیسے کرتی ہے۔" ماریہ قریب ہی شاپنگ مال سے جیسکا کے ہمراہ واپس ابھی ابھی اپارٹمنٹ میں داخل ہوئی تھی۔ ڈور کی چابی ہونے کی وجہ سے وہ دروازہ کھول کر خود ہی لاؤنج میں داخل ہوگئی تھی جہاں اسے جیکولین گرجنے کے ساتھ ساتھ برستے ہوئے بھی نظر آئی' اسے اس قدر جاہ وجلال میں دیکھ کر دونوں ہی لڑکیاں اندر ہی اندر بری طرح سہم سی گئیں جب کہ ابرام سر جھکائے بالکل خاموش بیٹھا تھا۔ جیسکا اور ماریہ نے خائف نگاہوں سے ایک دوسرے کو دیکھا اسی اثناء میں جیکولین کی نگاہ ماریہ پر گئی تو وہ چیل کی مانند اس پر جھپٹی اور انتہائی غیر متوقع طور پر ماریہ کے چہرے پر تھپڑوں کی بارش کرڈالی' جیسکا تو ہک دک سی جہاں کی تہاں کھڑی کی کھڑی رہ گئی جب کہ ابرام بجلی کی تیزی سے صوفے سے اٹھا اور ان دونوں کے درمیان آ کھڑا ہوا۔

"مام پلیز کنٹرول یور سیلف' پلیز کول ڈاؤن مام......" وہ بے اختیار جیکولین کی دونوں کلائیوں کو تھام کر بولا مگر جیکولین تو پوری طرح سے اپنا کنٹرول کھوبیٹھی تھی۔ اس وقت اس کے سر پر جیسے جنون سوار ہوگیا تھا۔

"تم بیچ میں سے ہٹ جاؤ ابرام۔" جیکولین نے ایک جھٹکے سے اپنی کلائیاں آزاد کراتے ہوئے اسے دھکا دیا' ابرام بے ساختہ کنارے پر ہوا تو جیکولین ایک بار پھر ماریہ پر پل پڑی اور انتہائی بے دردی سے اس کے بالوں کو نوچ ڈالا' ایک اذیت کے احساس سے ماریہ کے لبوں سے بے اختیار تکلیف دہ چیخ نکلی جب کہ جیسکا اپنی جگہ منجمد کھڑی تھر تھر کانپ رہی تھی۔ ابرام سنبھل کر ایک بار پھر ان دونوں کے درمیان آیا۔

"مام پلیز اسٹاپ اٹ' اپنے آپ کو سنبھالیے۔" وہ بے ساختہ ماریہ کو اپنے بازوؤں میں چھپا گیا' جیکولین کے حرکت کرتے ہاتھ ایک دم ٹھہرے۔

"ابرام تم بیچ میں سے ہٹ جاؤ' آج میں اسے زندہ نہیں چھوڑوں گی' یہ لڑکی ہماری بدنامی رسوائی کا باعث بنے گی صرف اور صرف تکلیف دے گی یہ ہمیں چھوڑ دو اسے۔"

"مام میں آپ سے ریکوئسٹ کرتا ہوں پلیز آپ ریلیکس ہوجائیں۔" ابرام منت آمیز لہجے میں بولا تو ایک لحظہ کے لیے جیکولین نے ابرام کو دیکھا پھر بے پناہ تنفر بھرے انداز میں ماریہ کو دیکھ کر بولی۔

"یہ لڑکی ہمیں بے عزت کرنے کے درپے ہے' پہلے اس نے ولیم کو خود سے بدگمان اور بدظن کرکے اسے منگنی توڑنے پر مجبور کیا اور اب میک کو بھی جاکر صاف انکار کردیا۔"

"اوہ تو اس کمینے شیطان میک نے مام کو سب کچھ بتادیا۔" ماریہ نے اپنے حواسوں کو بحال کرتے ہوئے دل ہی دل میں سوچا پھر بے اختیار اپنا ہاتھ رخسار پر رکھا جہاں گرم سیال کی موجودگی کا احساس اسے ہوا' اسی اثناء میں جیسکا بھی ہمت کرکے ماریہ کے پہلو میں چپ چاپ آ کھڑی ہوئی تھی۔

"آپ پلیز یہاں آ کر بیٹھیے۔" ابرام جیکولین کو نرمی سے تھام کر سامنے دھرے صوفے پر لے گیا۔

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

''ہونہہ آخر یہ لڑکی پیدا ہی کیوں ہوئی' نجانے مزید کیا کچھ دیکھنا پڑے گا اس کی بدولت' مگر نہیں آگے سے ایسا ویسا کچھ نہیں ہوگا اس نے اپنی جتنی من مانی کرنی تھی وہ کرلی' سرپال نے جو کہا ہے اب میں وہی کرنے والی ہوں۔'' وہ ماریہ کو کچا چبانے والی نگاہوں سے دیکھتے ہوئے بولی جب کہ آخری جملے پر تینوں نفوس بری طرح اپنی اپنی جگہوں سے اچھلے تھے۔

''اب سرپال نے کون سا نیا شوشہ چھوڑ ہے۔'' ماریہ اندر ہی اندر خائف سی ہوکر خود سے بولی جب کہ ابرام نے سوالیہ نگاہوں سے جیکولین کو دیکھا پھر بے پناہ الجھن آمیز لہجے میں گویا ہوا۔

''سرپال نے آپ سے کیا کہا ہے مام؟'' اسے اس وقت نجانے کیوں ایسا لگ رہا تھا جیسے کوئی انہونی ہونے والی ہے وہ منتظر مگر بے قرار نگاہوں سے جیکولین کو دیکھے گیا جو اس پل بے پناہ خاموشی سے بغور ماریہ کے چہرے کو دیکھ رہی تھی۔ جیکولین کے بھاری ہاتھوں نے اس کے چہرے کا حلیہ ہی بگاڑ کر رکھ دیا تھا' وہ ایک ہاتھ سے اپنے ہونٹ سے رستے خون کو روکے ساکت سی کھڑی تھی۔

''پال نے مجھ سے کہا ہے کہ.....'' وہ کچھ لمحے کے لیے ٹھہری جیسکا اور ابرام دونوں کی بے اختیار سانسیں رک سی گئی تھیں۔

''اسے میں فادر جوزف کے حوالے کردوں گی۔''

''کیا.....؟'' تینوں پر ایک ہی لمحے جیسے بجلی آن گری' ماریہ کو لگا جیسے کسی نے اس کے جسم پر ڈائنا مائٹ لگا کر اس کے وجود کے پرخچے اڑا دیئے ہوں' وہ پھٹی پھٹی آنکھوں سے منہ کھولے اپنی جنم دینے والی ماں کو یک ٹک دیکھتی چلی گئی پھر اگلے ہی پل تیورا کر زمین پر گر گئی۔

❁.....❁.....❁
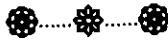
لالہ رخ کو اس پل یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے اسے اضطراب و بے چینی کے گہرے اندھیرے کنوئیں میں دھکیل دیا ہو' بے پناہ پریشانی و تفکر میں گھری وہ تنہا ہی اتنے بڑے انکشاف کو اپنی ذات پر جھیل رہی تھی۔ مہرو کا باپ' باپ نہیں بلکہ ایک بیوپاری تھا وہ کس کے آگے اس تکلیف دہ اور ناقابل یقین سچائی کا ذکر کرکے اپنے دل کا بوجھ ہلکا کرتی اس دن فراز نے اسے کال کی تھی مگر وہ چاہنے کے باوجود بھی یہ بات اسے بتا نہیں سکی تھی۔ جو بھی تھا مومن جان لالہ رخ کا پھوپا اور مہرو کا باپ تھا' آخر وہ کس منہ سے یہ بات فراز شاہ کے گوش گزار کرتی' اس نے بڑی دقتوں سے فراز کے سامنے خود کو کمپوز کرکے بات کی تھی مگر پھر بھی وہ اس کی پریشانی کو بھانپ گیا تھا۔ مہرو اس سے بہت سخت ناراض اور خفا ہوکر گھر سے گئی تھی' یہی بات لالہ رخ کو چین نہیں لینے دے رہی تھی لہٰذا اس وقت وہ مہرو کے گھر پر موجود تھی۔ صد شکر کہ مومن جان گھر پر نہیں تھا ورنہ وہ خود پر کیسے قابو پاتی یہ وہ خود بھی نہیں جانتی تھی۔ مہرو تو دو گھنٹے پہلے گھر سے نکلی تھی۔

''اُف لالہ میں اس لڑکی کا کروں بھی تو کیا' مجال ہے جو یہ لڑکی ایک جگہ ٹک کر بیٹھ جائے۔'' گڈو بیگم بیزاریت بھر لہجے میں بولیں جبکہ لالہ رخ اضطراری کیفیت میں یک دم اپنی جگہ سے اٹھی۔

''کیا مہرو گھر پر نہیں......؟'' گڈو بیگم نے اس پل کچھ چونک کر لالہ رخ کو دیکھا جو انہیں کافی الجھی ہوئی نظر آئی۔

''کیا ہوا لالہ بیٹا' تم کچھ پریشان دکھائی دے رہی ہو سب ٹھیک تو ہے نا؟''

''آں ہاں...... ہاں سب ٹھیک ہے' بس مجھے ذرا مہرو سے کچھ کام تھا۔ اچھا پھوپو میں پھر آؤں گی اس وقت ذرا جلدی میں ہوں۔'' وہ مزید انہیں کچھ بھی کہنے کا موقع دیئے بنا تیزی سے باہر نکل گئی جب کہ گڈو بیگم دروازے کو دیکھتی رہ گئیں جہاں سے تھوڑی دیر پہلے لالہ رخ گئی تھی۔

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

❁.......❁.......❁
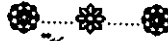
آج بہت دنوں کے بعد ساحرہ کسی گیدرنگ میں شریک ہوئی تھی ورنہ اس دن کے واقعہ کے بعد وہ صرف اپنے روم میں ہی مقید ہوکر رہ گئی تھی۔ بڑی مشکلوں سے سمیر شاہ نے اسے نارمل روٹین کی طرف لائے تھے ورنہ تو آفس جانا بھی اس نے بالکل چھوڑ دیا تھا۔ مسز رحمٰن کے بیٹے کے ولیمہ میں وہ اس وقت موجود تھی۔

''ارے ساحرہ، تمہیں کیا ہوا بھئی، اتنی کمزور کیوں لگ رہی ہو۔'' مسز لیاقت سلیولیس بلاوز پر بڑی نزاکت سے ساڑھی کا مہین سا پلو پھیلاتے ہوئے حیرت سے اپنی بھنویں اچکاتے ہوئے بولیں۔

''آپ کو نہیں پتا مسز لیاقت، ساحرہ پچھلے دنوں کافی بیمار رہی ہے۔'' ساحرہ کی فرینڈ حدیقہ نے جواب دیتے ہوئے کہا تو مسز لیاقت ''اوہ'' کر کے رہ گئیں پھر ان ہی جیسی اور دو خواتین وہاں آ دھمکیں۔ ساحرہ بھی ان سب کے ساتھ خوش گپیوں میں مصروف ہوگئی۔

''ویسے مسز رحمٰن کی چوائس پر مجھے کافی حیرت ہورہی ہے، ان کی بہو تو بالکل عام سی ہے۔'' مسز لیاقت دلہن پر تبصرہ کرتے ہوئے نخوت بھرے انداز میں بولیں جن کی بے حد خوب صورت بہو اس وقت پوری محفل میں چہکتی ہوئی اِدھر سے اُدھر گھوم رہی تھی۔

''ہوں سنا ہے بیٹے کی پسند ہے یونیورسٹی میں ساتھ پڑھتی تھی۔'' مسز ایاز نے معلومات میں جیسے اضافہ کیا۔

''انسان کو کم سے کم اپنے میچ کی تو بہو لانی چاہیے نا، اب ساحرہ کو ہی دیکھ لو اپنے بیٹے کے لیے کیا چھانٹ کر ماسٹر پیس ڈھونڈا ہے۔'' مسز لیاقت نے انجانے میں ساحرہ کے زخموں پر نمک پاشی کر ڈالی تھی۔

''آپ ٹھیک کہہ رہی ہیں مسز لیاقت، ساحرہ کی بہو تو گویا چاند کا ٹکڑا ہے اوپر سے پہننے اوڑھنے کا ڈھنگ۔'' حدیقہ نے بھی لقمہ دیا، ساحرہ کو اس پل لگا جیسے کوئی اس کا دل اپنی مٹھی میں لے کر آہستہ آہستہ مسل رہا ہو وہ بے اختیار پہلو بدل کر رہ گئی۔

''ارے بھئی ساحرہ کبھی اپنی بہو کو بھی کسی پارٹی میں لے کر آؤ نا، ہمیں تو بہت پسند ہے تمہاری بہو۔'' حدیقہ ساحرہ کی جانب رخ موڑ کر اس کی اندرونی کیفیت سے بے خبر بولی۔

''ہاں...... ہاں کیوں نہیں۔'' وہ بمشکل فقط اتنا ہی کہہ پائی اس پل اس کا دل چاہ رہا تھا کہ وہ کسی بھی پروا کیے بناء یہاں سے بھاگ جائے سب کی نظروں سے چھپ جائے۔

''فراز تم نے مجھے یہ کس مقام پر لا کر کھڑا کر دیا ہے، میں تمہیں کبھی معاف نہیں کروں گی۔'' ساحرہ دل ہی دل میں بے حد دکھی ہوکر خود سے بولی پھر یک دم فراز کے نام پر چونک کر حال کی دنیا میں واپس لوٹ کر نا سمجھی والے انداز میں مسز ایاز کو دیکھنے لگی۔

''ساحرہ بھئی بتاؤ نا فراز کی شادی کب کرو گی مسز ایاز یہ پوچھ رہی ہیں۔'' ساحرہ کو ہنوز خاموش پا کر حدیقہ کچھ حیران سی ہوکر ساحرہ کو ٹہوکا مارتے ہوئے بولی۔

''ک...... کیا پوچھ رہی ہیں آپ مسز ایاز؟'' ساحرہ تیزی سے خود کو سنبھال کر گویا ہوئی۔

''بھئی میں یہ پوچھ رہی ہوں کہ اب آپ کا فراز کے متعلق کیا پروگرام ہے ویسے ایک دو بہت ویل آف لڑکیاں میری نظر میں ہیں۔''

''ابھی تو فی الحال کوئی پروگرام نہیں، وہ آج کل لندن میں ہے ہماری کمپنی کی لندن کی برانچ کو ٹیک آف کیا ہے اس نے۔'' ساحرہ کی بات پر مسز لیاقت متاثر کن لہجے میں بولیں۔

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

''اوہ ویری نائس۔'' پھر ساحرہ وہاں زیادہ دیر ٹھہر نہیں سکی ان سب سے ایکسکیوز کر کے وہاں سی چلی گئی۔

❁......❁......❁
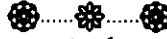
''یا اللہ! یہ مہرو کہاں چلی گئی اب میں اسے ڈھونڈوں بھی تو کہاں...... '' خالہ برکتے باجی راحیلہ آپا خالدہ وہ ان سب کے گھروں میں مہرو کو پوچھ آئی تھی مگر وہ کہیں پر بھی موجود نہیں تھی' اب وہ بٹو کے گھر سے بھی نا امید اور مایوس واپس لوٹ رہی تھی' بٹو اس کی ماں کے بقول اپنے ابا کے ہمراہ دوسرے گاؤں گیا ہوا تھا۔

''مہرو کہاں چلی گئیں تم۔'' لالہ رخ شل ہوتے ہوئے اعصاب سمیت خود سے بولی' اپنا سیل فون بھی وہ گھر پر ہی چھوڑ کر نکلی تھی۔ شام کے دھندلکے بڑی تیزی سے گہرے ہو رہے تھے' آسمان میں پرندے شور مچاتے ہوئے دن بھر کی مسافت طے کرنے کے بعد اب اپنے اپنے گھونسلوں کی جانب محو سفر تھے۔ آہستہ آہستہ اندھیرے کے ساتھ خاموشی اور سناٹا بھی فضاء میں اتر رہا تھا جب کہ وہ ابھی تک مہرو کو تلاش نہیں کر پائی تھی۔

''مہرو کی بچی کہاں چلی گئی ہے تو۔'' لالہ رخ اپنے دائیں ہاتھ سے اپنی کشادہ پیشانی کو تھام کر بولی کہ اسی دم اس کے سیل فون کی بپ بج اٹھی سرعت سے اسکرین کی جانب دیکھا تو تاشو کالنگ بلنک ہوتا دیکھ کر وہ چند پل کے لیے ٹھہری پھر دوسرے ہی پل یس کا بٹن دبا کر فون کان سے لگالیا۔

''کہاں ہو لالہ' میں نے امی کو فون کیا تھا تو انہوں نے بتایا تم مہرو کے گھر پر ہو' ابھی تک وہیں پر ہو کیا؟'' زرتاشہ ایک ہی سانس میں بولتی چلی گئی۔ لالہ رخ لب بھینچے خاموشی سے سنتی رہی۔

''اچھا لالہ' بات سنو میرے سمسٹرز شروع ہو رہے ہیں' تم سن رہی ہو نا۔'' دوسری جانب جامد سناٹے کو محسوس کر کے زرتاشہ بولی تو لالہ بادل نخواستہ گویا ہوئی۔

''ہوں تاشو...... میں سن رہی ہوں میں تمہیں گھر پہنچ کر فون کرتی ہوں ابھی راستے میں ہوں۔'' یہ کہہ کر اس نے بناء زرتاشہ کا جواب سنے فون بند کر دیا یقیناً زرتاشہ لالہ رخ کے اس عمل پر حیران ہوئی مگر اس بارے میں سوچنے کی اسے فرصت نہیں تھی' اندھیرا ہونے سے پہلے پہلے اسے ہر طور مہرو کو ڈھونڈنا تھا پھر تقریباً پندرہ منٹ میں ہی ہر چیز رات کی سیاہی میں سرعت سے ڈوب گئی تھی اور اس کے ساتھ ساتھ لالہ رخ کا دل بھی ڈوب گیا تھا۔

''مہرو کہاں چلی گئیں تم؟'' وہ تقریباً اب رو دینے کو تھی یک دم ایک دہشت ناک خیال اسے بے تحاشا خوف زدہ کر گیا۔

''کہیں پھوپا نے مہرو کو...... مہرو......'' بے اختیار وہ ہذیانی انداز میں چلائی پوری وادی میں اس کی آواز گونج اٹھی پھر دوسرے ہی پل وہ گھٹنوں کے بل بیٹھ کر پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی تھی۔

(ان شاء اللہ باقی آئندہ ماہ)

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

ثناء منیر کھوکھر

سنی ہیں بڑی عجیب سی حکایتیں
اے محبت! تیرے در و بام کی
کریں خواہشیں تُو نے ایسی ایسی
نہ کر پائیں پوری مگر
نہ چھوڑ پائیں ادھوری کسی طور بھی
قطرہ قطرہ خون رگوں سے نچڑ جاتا ہے
آسیب ہی تو ہے
جو بھوک پیاس سب نگل جاتا ہے
بڑا منافق لگا اے محبت تیرا بیوپار مجھے
نقصان پہ نقصان کسی کا مقدر بنے
تو کوئی منافع پہ منافع مسلسل لیے جاتا ہے
ہے محبت اور جنگ میں سب کچھ جائز کہہ کر
پاکیزگی محبت کی نیلام کیے جاتے ہیں
روتی ہے بے آبرو ہو کر پھر محبت
آزمائش کی بھٹی میں جب شک کا ایندھن جلایا جاتا ہے
رونے کی اجازت نہیں اس کے گہرے گھاؤ پہ
نہ کوئی شناسائی نہ تعلق اس کی حدود میں کام آتا ہے

ہسپتال کی نرم سرسبز گھاس کو اپنی انگلی کی پوروں سے نوچتے ہوئے وہ اپنے اندر ہوتی اتھل پتھل سے الجھ رہا تھا۔ اپنی ایک چھوٹی سی غلطی کی وجہ سے آج وہ سب گنوا بیٹھا تھا۔ اپنی محبت‘ اس کا یقین‘ کچھ بھی تو نہیں رہا تھا اس کے پاس اس کا بس نہیں چل رہا تھا کہ ہاتھ بڑھا کر مٹھی سے پھسلے لمحوں کو واپس مٹھی میں قید کر لیتا لیکن اذیت بھی تو یہی تھی کہ لمحے کبھی قید نہیں ہوتے اور گزرا وقت کبھی واپس نہیں آتا۔

❁.......❁.......❁
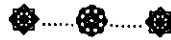
’’امی آخر میرے جاب کرنے پر اعتراض کیوں ہے آپ سب کو۔‘‘ ہفتہ بھر سے سب کی منتیں کرتی‘ کبھی خوشامد‘ کبھی خفگی سے مناتی لیکن جب اپنی جدوجہد کا کسی پر رتی بھر اثر ہوتا نہ دیکھا تو عائلہ دوٹوک بات کرنے خالدہ بیگم کے سامنے کھڑی ہوگئی۔

’’کیوں تمہیں نہیں پتا سب کے اعتراض کی وجہ۔‘‘ امی نے چبھتے ہوئے لہجے میں اس کے چہرے کو بغور دیکھتے ہوئے کہا۔

’’کیا مطلب امی میں سمجھی نہیں؟‘‘ اس نے ناسمجھی سے ماں کو دیکھا لیکن ان کے چہرے پر لکھی تحریر پڑھ کر کتنا کچھ ٹوٹا تھا اس کے اندر جب بولی تو اس کی آواز میں سارا درد سمٹ آیا۔

’’امی آپ بھی باقی سب کی طرح سوچتی ہیں۔‘‘ عائلہ نے بے یقینی سے ماں کی طرف دیکھا۔

’’امی......! آپ ایسا کیسے کرسکتی ہیں؟‘‘ کتنی حیرانگی تھی اس کے لہجے میں جیسے امی نے کچھ اور کہا ہو اور اسے سننے میں غلطی ہوئی ہو لیکن خالدہ بیگم کی خاموشی نے عائلہ کا باور کرایا کہ اس نے بالکل صحیح سنا ہے۔

’’امی آپ کو بھی اپنی بیٹی پر یقین نہیں ہے۔‘‘ کتنا ٹوٹا ہوا لہجہ تھا اس کا‘ خالدہ بیگم کا دل جیسے کسی نے مٹھی میں دبوچا لیکن وہ رخ پھیر گئیں کیونکہ اب وہ کمزور نہیں ہونا چاہتی تھیں۔ پہلے ہی انہوں نے اور ان کے خاندان نے بہت ذلت سہی اب وہ عائلہ کو مزید من مانی کرنے کی اجازت نہیں دے سکتی تھیں۔

’’امی...... آپ تو ماں ہیں میری‘ آپ کو تو مجھ پر یقین ہونا چاہیے‘ ماں سے بہتر اولاد کو کون سمجھ سکتا ہے۔‘‘ کتنی آس تھی اس کے لہجے میں اس نے بار بار

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

ماں کو یقین دلانے کی کوشش کی۔

خالدہ بیگم نے پلٹ کر بغور عائلہ کے چہرے کو دیکھا کتنی معصومیت تھی اس کے چہرے پر جیسے ابھی اس کی انگلی چھوڑی تو ہجوم میں کہیں گم ہوجائے گی لیکن وہ اس طوفان کو کیسے نظر انداز کرتیں جو ان کے وجود کو تہس نہس کر گیا تھا۔ جس کی وجہ ان کی یہی بیٹی بنی جس پر انہیں کبھی بڑا مان تھا۔ انہوں نے خاموشی سے عائلہ کو دیکھا لیکن جب وہ بولیں تو ان کے لہجے میں آنسوؤں کی نمی گھلنے لگی۔

''اسی بات کا تو دکھ ہے کہ ماں ہوکر بھی میں اپنی اولاد کو پہچان نہیں پائی۔ پتا ہے عائلہ، بیٹی ماں کی پرچھائی ہوتی ہے اگر بیٹی نیک، باحیا ہو تو لوگ کہتے ہیں کہ عزت دار ماں کی بیٹی ہے لیکن اگر بیٹی بدچلن ہو تو لوگ ماں کے سر کی چادر کھینچنے میں ذرا دیر نہیں لگاتے۔'' قطرہ قطرہ ان کے اندر کا دکھ آنسوؤں کی صورت ٹپکنے لگا اور عائلہ جواب تک سب کو اپنی بے گناہی کا یقین دلا رہی تھی اب اسے اپنا آپ مجرم لگنے لگا کیونکہ یہ بات بالکل سچ تھی کہ وہ مجرم تھی یا بے قصور لیکن سزا اس کی ماں بھگت رہی تھی۔ وہ جتنا بھی انجان بنتی پر اتنا تو جانتی تھی کہ ہر کوئی ماں کو باتیں سناتا ہے ان کی غلط تربیت کا انہیں طعنہ دیا جاتا ہے' اسے اپنا آپ بہت چھوٹا لگنے لگا تھا۔

''امی مجھے معاف کردیں میرا یقین کریں میں نے سچ میں ایسا کچھ نہیں کیا جس کی وجہ سے آپ کو شرمندگی ہو۔ امی پلیز ایک بار میرا یقین کرلیں۔ اچھا امی آپ خود مجھے بتائیں کہ میں ایسا کیا کروں کہ آپ کو مجھ پر یقین آجائے۔'' عائلہ نے اپنے ہاتھ کی پشت سے آنسوؤں کو رگڑتے ہوئے کہا۔

''ٹھیک ہے میں تمہارا یقین کرلیتی ہوں کہ تم بے قصور ہو۔''

''سچ امی......! امی مجھے پتا تھا آپ میرا یقین ضرور کریں گی۔'' اس نے خوشی سے ماں کو بازوؤں کے

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

حصار میں بھینچ لیا۔

"تو پھر وہاں شادی کرلو جہاں وہاج کہتا ہے۔" خالدہ نے اپنی بات مکمل کی۔ عائلہ کے ہاتھوں کی گرفت ڈھیلی پڑگئی اسے یقین ہی نہ آیا کہ اس کی ماں یقین کے بدلے اس سے اس کی زندگی مانگ سکتی ہیں جبکہ وہ تو ابھی بہت کچھ کرنا چاہتی تھی لیکن اب پیچھے بھی نہیں ہٹ سکتی تھی ماں سے وعدہ جو کیا تھا ان کے یقین کے بدلے ہر شرط پوری کرنے کا۔

❁......❁......❁

"وہاج مجھے ذرا مارکیٹ تک تو لے چلو۔" خالدہ بیگم نے وہاج کو سیڑھیاں اترتے دیکھا تو کچن سے آواز لگائی۔

"کیوں خیریت امی؟" وہ کچن میں ہی چلا آیا اور فریج سے سیب نکال کر کھانے لگا۔

"ہاں وہ عائلہ کی شادی کے لیے خریداری کرنی ہے کتنے تھوڑے دن رہ گئے ہیں اور ابھی اتنا کچھ خریدنا باقی ہے، سوچتی ہوں عائلہ کو بھی ساتھ لے جاؤں۔" انہوں نے عجلت میں کام سمیٹتے ہوئے کہا۔ وہاج کا منہ کی طرف جاتا ہاتھ رک گیا ایک دم سے اس کے منہ کا ذائقہ بگڑنے لگا۔ جیسے کوئی کڑوی چیز اس کے منہ میں چلی گئی ہو اس نے آدھ کھائے سیب کو شیلف پر رکھا جو لڑھک کر کچن کی چمک دار سطح کو داغ دار کر گیا تھا، خالدہ بیگم نے حیرانگی سے بیٹے کو دیکھا۔

"کیا ہوا تمہیں، ابھی تو اچھے بھلے تھے۔" خالدہ کو وہاج کے بگڑے تیور بالکل سمجھ میں نہ آئے۔ وہ حیران تھیں کہ چند سیکنڈ میں ایسا کیا ہوگیا جس کی وجہ سے ان کا بیٹا بن بادل برسات کی تفسیر بنا کھڑا ہے۔

"کیوں آپ کو نہیں پتا؟"

"نہیں مجھے کیسے پتا ہوگا میں کوئی نجومی تھوڑا ہی ہوں۔" انہوں نے نا سمجھی والے انداز سے کہا۔

"امی آپ جانتی ہیں کہ میں اس کا نام بھی سننا نہیں چاہتا اور آپ چاہتی ہیں کہ میں اس کی شادی کی خریداری کے لیے آپ کے ساتھ جاؤں اور تو اور آپ اسے بھی اپنے ساتھ لے جانا چاہتی ہیں تاکہ نیا تماشہ لگے۔ اسے ہمارے سر میں خاک ڈالنے کا ایک اور موقعہ مل جائے۔" وہاج نے اشتعال سے کہتے ہوئے شیلف پر زور سے ہاتھ مارا جس کے نتیجے میں پاس پڑا گرم چائے کا کپ اس کے ہاتھ پر چھلک گیا۔ اس نے فوراً ہاتھ پیچھے کھینچا، اس کے منہ سے کراہ کی آواز سن کر خالدہ بیگم اس کی طرف متوجہ ہوئیں۔

"دیکھا بے وجہ اور بے وقت کا غصہ ہمیشہ نقصان سے دوچار کرتا ہے ابھی ہاتھ جلا لیا رکو میں مرہم لے کر آتی ہوں۔"

"کوئی ضرورت نہیں...... جتنی تکلیف اور نقصان آپ کی لاڈلی کی وجہ سے سہنا پڑا اس کے برابر کا تو کوئی نقصان نہیں ہوسکتا۔" چائے کی جلن نے اس کے غصے کو سوا نیزے پر پہنچا دیا خود تو جلا ہی جلا ساتھ میں خالدہ بیگم کو بھی اپنے الفاظ کے الاؤ سے جلا کہ راکھ کر دیا۔

"اور ایک بات اپنی چہیتی بیٹی سے کہیے گا وہ جب تک اس گھر سے دفع نہیں ہوجاتی میرے سامنے آنے کی کوشش بالکل نہ کرے ورنہ میں کچھ بھی کر گزروں گا اور اس کی ذمہ دار وہ خود ہوگی۔" یہ کہہ کر وہ رکا نہیں۔ خالدہ بیگم سر تھامے وہیں بیٹھتی چلی گئیں، ان کا خیال تھا کہ عائلہ کی شادی کے لیے رضامندی جان کر وہاج کا غصہ کم ہوجائے گا اور گھر کا ماحول بہتر ہوگا لیکن ایسا کچھ بھی نہیں ہوا۔ حالات جوں کے توں تھے ایک طرف بیٹی تھی جو دن بہ دن خاموش ہوتی جارہی تھی، اب نہ وہ احتجاج کرتی اور نہ وہ دوسروں سے یقین کی بھیک مانگتی بلکہ خاموشی سے اپنی ہر ذمہ داری کو پورا کرتی اور دوسری طرف بیٹا تھا جو خاندان بھر سے ذلت سہنے کے بعد اپنی لاڈلی بہن سے نفرت کی آخری حدوں کو چھونے لگا تھا، جو بہن کبھی ایک پل کے لیے نظروں سے دور ہوجاتی تو اسے گھر بھر میں ڈھونڈنے

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

والا بھائی آج اس کی شکل دیکھنے کا روادار نہ تھا۔

''امی کیا ہوا آپ کو؟ بھابی جلدی سے کچن میں آئیں' دیکھیں امی کو کیا ہو گیا۔'' عائلہ جو سالن جلنے کی بو سونگھتی ہوئی کچن میں آئی تھی ماں کو سر تھامے نیچے بیٹھے دیکھ کر فوراً ماں کی طرف لپکی۔

''کچھ نہیں ہوا مجھے۔'' جیسے ہی عائلہ نے ہاتھ بڑھا کر تھامنا چاہا خالدہ بیگم ہاتھ جھٹک کر خود ہی اٹھنے لگیں۔

''میں اپنے کمرے میں جا رہی ہوں' فاریہ تین بجے تک تیار ہو جانا بازار جانا ہے تمہیں میرے ساتھ۔'' عائلہ کو مکمل نظر انداز کرتے ہوئے انہوں نے اپنی بہو فاریہ سے کہا جو بھاگتی ہوئی دروازے پر پہنچی تھی۔

''پر امی عائلہ تو کہہ رہی تھی آپ کی طبیعت ٹھیک نہیں پھر بازار کیسے جائیں گے۔'' فاریہ نے ساس سے کہا۔

''طبیعت کوئی ٹھیک ہونے دے گا تو ہی ٹھیک ہوگی نا ان دونوں بہن بھائیوں نے تو جیسے ٹھان لیا ہے میری جان لے کر ہی دم لیں گے۔'' خالدہ بیگم نے بے بسی سے کہا۔

''اللہ نہ کرے امی آپ کو کچھ ہو اور بھلا ہم ایسا کیوں چاہیں گے۔'' عائلہ نے تڑپ کر کہا۔ خالدہ بیگم نے عائلہ کے چہرے کی طرف دیکھا جہاں دکھ اور بے چینی ہلکورے لے رہی تھی۔

''فاریہ میرے ساتھ میرے کمرے میں آؤ' سامان کی لسٹ بنانی ہے۔'' انہوں نے فاریہ سے کہا اور اپنے کمرے میں چلی گئیں' فاریہ بھی عائلہ کو نظر انداز کرتی ساس کے پیچھے چلی گئی۔

''امی میں تو مجرم بھی نہیں ہوں پھر بھی اتنی کڑی سزا' اتنے سال بیت جانے کے بعد بھی آپ لوگوں کے رویے اتنے ہی شدید ہیں جیسے اس دن تھے۔ ایسا لگتا ہے جیسے میں انہی دنوں میں قید ہو گئی ہوں' رہائی

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

کوشش کرنا نہیں چاہتے۔ ایسے ہی کسی دن میرا دم گھٹ جائے گا۔'' خود کو نظر انداز کیا جانا عائلہ کو دہری اذیت میں مبتلا کرنے لگا تھا۔

❁......❁......❁

بڑے عجیب ہیں یہ فاصلے
نہیں خبر ہوں کہاں شروع اور کہاں ختم
بس عمر کٹ جاتی ہے اس سوال میں
اور تلاش میں اس جواب کے
کیوں چنا یہ راستہ کس منزل کی چاہ میں
جو مل جائے یہ جواب تو ذرا رکیں سرور لیں
اپنی متاع حیات کا
نہ بھاگیں افراتفری میں ہم
کہ کسی انجانے موڑ پر یہ احساس بیدار ہو
دور...... بہت دور
ہم چھوڑ آئے غلطی سے
اپنی شناخت بھول کر

کتنی خاموشی سے عائلہ کو اس کے میکے سے وداع کیا گیا تھا' اتنی خاموشی سے تو مرنے والوں کو بھی رخصت نہیں کیا جاتا جتنی خاموشی سے اس کو یشب خان کے آنگن میں اتارا گیا تھا۔ جتنی خاموشی باہر تھی اس سے کہیں زیادہ خاموشی اس کے اندر تھی اس نے منجمد ہاتھوں کو حرکت دے کر اپنی رات کی تاریکی کی طرح گہری سیاہ بڑی بڑی آنکھوں سے دھند ہٹانے کی کوشش کی تو یہ دھند مزید بڑھنے لگی اور عائلہ کو خبر دیئے بغیر چپکے سے اس کے مہندی لگے ہاتھوں پر قطرہ قطرہ گرنے لگی' اپنی شادی کے حوالے سے کتنے ارمان تھے اور جیون ساتھی کے حوالے سے تو اس کا آئیڈیل انوکھا ہی تھا اس کے کانوں میں سرگوشیوں کی آہٹیں بڑھنے لگیں تو اس شور سے گھبرا کر اس نے خود کو ماضی کی شوریدہ لہروں کے سپرد کردیا۔

''ہائے عائلہ میں تمہیں کیسے بتاؤں کہ وہ کتنا پیارا ہے اور اس پر اس کی ادائے بے نیازی' سچ تم دیکھو تو دیکھتی رہ جاؤ بلکہ اپنی رائے ہی بدل دو۔''

''کون اپنی رائے بدل رہا ہے اور کس بارے میں ہمیں بھی تو پتا چلے۔'' اس سے پہلے کہ ماہین' عائلہ کو اپنے فیانسی کے حسن کے قصیدے سنا سنا کر پکاتی فرح نے ایک دم سے مداخلت کردی۔

''یہ اپنی ماہین کی تازہ تازہ منگنی ہوئی ہے بے چاری مری جارہی ہے بلکہ غش کھارہی ہے اپنے فیانسی کے حسن کے جلوے دیکھ کر۔'' عائلہ نے ماہین کی اپنے فیانسی کے عشق میں غرق ہونے والی حالت پر گہری چوٹ کی۔

''ارے واہ...... اکیلے اکیلے منگنی کروالی اور بنا خبر کیئے' میں بتارہی ہوں ماہین بی بی دوستوں سے پردہ داری ٹھیک بات نہیں۔'' فرح نے مصنوعی خفگی سے ماہین کی شرمائی لجائی شکل دیکھتے ہوئے کہا۔

''اکیلے اکیلے کیوں میں تو تم دونوں سے کب سے کہہ رہی ہوں' منگنی کیا شادی کروالو پر تم چپ کا روزہ رکھے بیٹھی ہو اور عائلہ جو شاہکار کھوجنے کی کوشش میں ہے وہ تو اسے ملنے سے رہا...... تو میں نے سوچا کیوں نہ اس نیک کام کی شروعات میں ہی کردوں کیونکہ میرا تم لوگوں کی طرح بوڑھے ہونے کا ارادہ بالکل نہیں۔'' ماہین نے مزے سے کہتے ہوئے دونوں کو ایک ساتھ لپیٹ میں لے لیا۔

''دماغ ٹھیک ہے تمہارا یہ جو آنکھوں کی جگہ بڑے بڑے کنچے فٹ کرکے بیٹھی ہو' انہیں کھول کر دھیان سے دیکھو کہاں سے میں تمہیں بوڑھی نظر آتی ہوں۔'' فرح کے تو تلوے پر لگی اور سر پر بجھی' اس نے جل کر ماہین سے کہا جو اب کھل کھلا کر ہنسنے میں مشغول تھی۔

''ارے بس کرو۔ کیا کررہی ہو تم دونوں اب کیا سارے کالج میں اشتہار لگواؤ گی اپنا' بیوی کی طرح لڑنا شروع ہوجاتی ہو۔'' عائلہ جو ان کی باتوں سے محظوظ ہورہی تھی ایک دم سے سیز فائر کردیا۔

''میں سچ کہہ رہی ہوں عائلہ افسانوی دنیا سے نکلو

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

اور کوئی مناسب سا انسان منتخب کرلو کیونکہ جیسا آئیڈیل تم چاہتی ہو ویسا کسی ناول کا ہیرو تو ہوسکتا ہے پر حقیقت میں ملنا ناممکن۔'' ماہین نے سنجیدگی سے عائلہ کو مخلصانہ مشورہ دیا' فرح بھی ماہین کی ہاں میں ہاں ملانے لگی۔

''کیوں ماہین ناممکن کیوں' جب مرد جتنے بھی بدکردار ہو کر یہ خواہش کرسکتے ہیں کہ انہیں ایسی عورت کا ساتھ ملے جو باکردار ہو اس کا کبھی کسی مرد سے افیئر یا کوئی تعلق نہ رہا ہو وہ اوس کے پہلے قطرے کی طرح پاکیزہ اور شفاف ہو تو پھر عورت ایک باکردار مرد کی خواہش کیوں نہیں کرسکتی۔ میرا بھی دل چاہتا ہے کہ مجھے ایسا انسان ملے جو بہت خوب صورت بے شک نہ ہو پر اس کا دل کورے کاغذ کی طرح ہو جس پر پہلی اور آخری تحریر لکھنے والی میں ہی ہوں۔'' بولتے بولتے عائلہ کی آواز کب بلند ہوئی اسے پتا ہی نہ چلا۔

''کیا ہوا عائلہ آپ کی طبیعت تو ٹھیک ہے کچھ چاہیے کیا؟'' عائلہ ایک دم حواسوں میں لوٹ آئی اسے خبر ہی نہ ہوئی کب ماہین کی جگہ یشب نے لے لی۔ کچھ دیر تو وہ سمجھ ہی نہ پائی اس نے حیران نظروں سے یشب کو دیکھا جو اس کی طرف متوجہ تھا اور خاصا پریشان بھی۔

عائلہ نے گھبرا کر اپنے اردگرد سجے کمرے کو دیکھا۔ یشب نے عائلہ کی پیشانی پر چمکتے پسینے کی ننھی ننھی بوندوں کو ہاتھ بڑھا کر چھونا چاہا تو وہ ایک دم بدک کر پیچھے ہوئی اس کے تمام حواس ایک دم ہی بیدار ہوگئے تھے۔ ماضی کے گل رنگ بیل بوٹوں پر اڑتی پھرتی تتلی کو یشب نے اپنی مٹھی میں قید کرکے ایک دم حال میں لاکھڑا کیا تھا۔ عائلہ کا دم گھٹنے لگا' یشب کی مٹھی میں دبے اپنے ہاتھ کو ایک دم سے اس نے پیچھے کھینچنا چاہا' یشب نے حیران نظروں سے عائلہ کی غیر ہوتی حالت کو دیکھا تو فوراً ہاتھ چھوڑ دیا۔

''کیا ہوا عائلہ؟ آپ ٹھیک تو ہیں یہ لیں پانی پئیں۔'' اس نے پاس رکھے جگ سے گلاس میں پانی انڈیل کر عائلہ کے ہونٹوں سے لگانا چاہا۔

''نہیں مجھے پانی نہیں چاہیے آپ پلیز......'' اس نے ہاتھ سے گلاس پرے دھکیلتے ہوئے یشب کی طرف دیکھتے ہوئے کہنا چاہا پر کہہ نہ پائی تو جھجکتے ہوئے نظریں چرالیں۔

یشب نے اس کے آدھے ادھورے لفظوں کو سمجھنے کی کوشش کی پر جیسے ہی سمجھ آئی اس نے اچنبھے سے عائلہ کی طرف دیکھا لیکن اس کے چہرے پر کھلی زردیوں کو دیکھتے ہوئے بولا۔

''آپ بے فکر ہو کر آرام کریں' میرے لیے آپ کی صحت اور سکون سے بڑھ کر کچھ نہیں...... پلیز اطمینان سے چینج کرکے سو جائیں۔ میں یہیں ہوں صوفے پر کسی چیز کی ضرورت ہو تو مجھے بتایئے گا۔'' وہ یہ کہہ کر رکا نہیں اور کمرے سے ملحقہ ڈریسنگ روم میں چلا گیا تھوڑی دیر کے بعد چینج کرکے باہر آیا تو اس سے پوچھ کر لائٹیں آف کرکے صوفے پر لیٹ گیا۔

اس سارے مرحلے میں وہ خاموشی سے اسے دیکھتی رہی' وہ جیسے ہی رخ موڑ کر لیٹ گیا بے بسی کی آخری حدوں کو چھوتی عائلہ بے آواز آنسو بہانے لگی۔ اس انسان نے جس سے تعلق جڑے ابھی چوبیس گھنٹے بھی نہیں ہوئے اس نے اس کی خاموشی کی زبان سمجھ لی لیکن اس کے اپنوں نے اسے سمجھا نہیں اور خاموشی سے اسے بوجھ سمجھ کر کسی اور کے کندھے پر لاد دیا۔ اس نے اذیت سے سوچتے ہوئے یشب کو دیکھا' عائلہ کو وہ شخص اطمینان سے میٹھی نیند سوتا ہوا محسوس ہوا اس کے دماغ میں اتھل پتھل ہونے لگی۔

''کتنا عجیب ہے یہ شخص' جس نے اپنی بیوی کے خاموش انکار کو اپنی مردانگی اپنی انا کا مسئلہ نہیں بنایا بلکہ خاموشی سے اس کی بات کا مان رکھا۔ کاش یہ شخص میرے انکار کو اپنی محبت سے اقرار میں بدل لیتا۔'' اس کے اندر کی محبت کے لیے ترسی عورت ماتم کرنے لگی'

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

اپنی بے مائیگی پر اس کے اندر خواہشیں سر اٹھانے لگیں۔ اس کے اندر کا شور بڑھنے لگا تو گھبرا کر لہنگا سنبھالتی بیڈ سے اترنے لگی مگر پاؤں لہنگے میں الجھ گیا گرنے سے بچنے کے لیے جیسے ہی دیوار کا سہارا لیا چوڑیاں ایک دم سے کھنک اٹھیں۔ عائلہ نے گھبرا کر یشب کو دیکھا وہ ذرا سا کسمسائے اور پھر کروٹ بدل لی' کچھ دیر وہ یونہی کھڑی رہی پھر سنبھل سنبھل کر چلتے ہوئے ڈریسنگ روم میں چلی آئی۔

⁂

''اگر تم میری نہیں تو کسی اور کی بھی نہیں ہوسکتی' میں تمہیں کسی اور کا ہونے ہی نہیں دوں گا تم صرف میرے لیے بنی ہو۔'' وہ ایک دم سے اٹھ بیٹھی جیسے کوئی ڈراؤنا خواب دیکھ لیا ہو۔ کتنا ضدی تھا وہ' اسے پھر سے خوف آنے لگا۔ نو سال گزر جانے کے باوجود آج بھی عائلہ کو وہ سب جب یاد آتا تو خوف اس کے اندر بسیرا کرنے لگتا' اس نے کانپتے ہاتھوں سے پانی کے گلاس کو ہونٹوں سے لگالیا۔ ٹھنڈا پانی اس کے سلگتے وجود کو تراوٹ دینے لگا۔ کچھ دیر اسے خود کو سنبھالنے میں لگی جیسے ہی کچھ حواس بہتر ہوئے اس نے اردگرد کا جائزہ لیا اس کی آنکھوں میں رات کا منظر لہرانے لگا تو فوراً اس کی نظروں نے صوفے کا تعاقب کیا لیکن وہاں اب کوئی نہیں تھا۔

''شاید وہ بہت صبح اٹھنے کا عادی تھا یا پھر وہ اس کا سامنا کرنا نہیں چاہتا۔'' عائلہ نے گھڑی کی سمت دیکھا تو دس کے ہندسے پر تھی۔

''کسی نے مجھے جگایا نہیں' حیرت ہے۔'' وہ حیران ہوکر سوچنے لگی اس کی حیرت بجا تھی کیونکہ جب وہاج کی شادی ہوئی تو صبح ہی صبح عائلہ کو انتظار تھا کب فاریہ بھابی جاگیں اور وہ ان کے اردگرد منڈلاتی پھرے اور پھر جب وہ جاگیں تو وہ کبھی ناشتے کے بہانے' کبھی ان کی تیاری کا پوچھنے کے بہانے ان کے کمرے کے چکر لگاتی رہی' سوچ کر ایک بار پھر اس پر یاسیت چھانے لگی جب سے رشتہ طے ہوا تھا تب سے صرف ایک ضعیف سی خاتون ہی ملنے آئی تھی وہ بھی دو بار اس نے اپنی سوچ کو کھنگالنے کی کوشش کی لیکن ایک خاتون جو کہ یشب کی بی اماں کے تعارف سے اس سے متعارف ہوئی تھیں اس کے سوا اور کوئی یاد نہ آیا یاد کیسے آتا اس نے جاننے کی کوشش ہی نہیں کی تھی نا کسی سے پوچھا اپنی سسرال کے حوالے سے یہاں تک کہ اسے اپنے شوہر کا نام بھی نکاح کے وقت ہی پتا چلا پہلی بار اسے خود پر غصہ آیا۔

''تو کیا اس شادی پر یشب کے گھر والے راضی نہ تھے۔'' ایک نئی سوچ اس کے اندر سر اٹھانے لگی۔ ''پر ایسا کیسے ہوسکتا ہے وہ اپنے گھر والوں کی مرضی کے بغیر مجھ سے بھلا کیوں شادی کرنے لگے' میرا کون سا ان کے ساتھ کوئی دلی تعلق تھا۔'' اس سے پہلے کہ اس کی سوچیں مزید اڑان بھرتی دروازے پر دستک ہوئی۔

''آجائیں دروازہ کھلا ہے۔'' کہتے ہوئے اس نے خود پر سے کمبل ہٹایا اور دوپٹہ درست کرکے بیٹھ گئی۔

''عائلہ بی بی...... بڑی بیگم صاحبہ آپ کو نیچے بلا رہی ہیں' آپ کے گھر والے ناشتا لے کر آئے ہیں۔'' ملازمہ نے آکر پیغام دیا' جسے سنتے ہی وہ فوراً اٹھی لیکن بیتے دنوں میں گھر والوں کے رویے یاد آتے ہی واپس بیٹھ گئی۔ دل چاہا منع کردے لیکن نئی جگہ کا لحاظ کرتے ہوئے ملازمہ کو ابھی آتی ہوں کہہ کر تیار ہونے لگی۔

⁂

ڈائننگ ٹیبل پر یشب اور بی اماں کے علاوہ اس کے میکے سے فاریہ بھابی اور وہاج موجود تھے۔ اماں کے سمجھانے پر وہاج کو مجبوراً آنا پڑا تھا' عائلہ کو ان چاروں نفوس کے علاوہ اور کوئی نظر نہ آیا۔ عائلہ کو کھد بد ہونے لگی پر پوچھنا مناسب نہ لگا سوچا آہستہ آہستہ پتا

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

چل جائے گا۔

''ارے فاریہ بیٹی! آپ لوگ تو اتنا تکلف کررہے ہیں کھائیں نا۔'' بی اماں نے فاریہ کو کھانے سے ہاتھ کھینچتے دیکھا تو اصرار کیا۔

''نہیں، نہیں آنٹی جی! تکلف کیسا بس میرا ناشتہ ہوگیا۔'' فاریہ نے مسکراتے ہوئے کہا۔ ''ویسے بھی لوگ تو بیٹی کے گھر کا پانی تک نہیں پیتے ہم نے تو پھر اتنا کچھ کھالیا۔''

''اب کہاں رہیں وہ سب باتیں، وہ تو اب گئے وقتوں کی باتیں ہوگئیں اب تو نئے دور کے نئے رواج ہیں جو مجھے تو بالکل پسند نہیں۔ پرانی قدریں کیا گئیں لوگوں میں سے احساس اور مروت بھی جاتا رہا۔'' بی اماں نے ٹھنڈی سانس بھرتے ہوئے کہا۔

''آپ بالکل ٹھیک کہتی ہیں اب بہت کچھ ایسا ہونے لگا ہے جو نہیں ہونا چاہیے۔'' وہاج نے کہتے ہوئے لحہ بھر کے لیے عائلہ پر نظریں ٹکائیں لیکن اس کے ساتھ بیٹھے یشب کو دیکھ کر فوراً نظروں کا زاویہ بدل لیا۔ عائلہ کا دل کھانے سے اوب گیا وہ پہلے ہی برائے نام کھا رہی تھی اب وہاج کی بات نے کھانے سے بالکل دل اچاٹ کردیا تھا۔ یشب نے دیکھا تو پوچھا۔

''کیا بات ہے عائلہ کھانا کیوں نہیں کھا رہیں۔'' وہ جو ناخنوں سے نیل پالش کھرچنے میں مصروف تھی۔ یشب کی طرف دیکھا تو اس کے مسکراتے چہرے اور گہری نظروں سے گھبرا گئی۔ اس نے وہاج اور فاریہ کی طرف دیکھا جو بظاہر کھانے میں مصروف تھے۔

''نہیں...... کوئی بات نہیں وہ بس میرا پیٹ بھر گیا اس لیے۔'' اس نے ہکلاتے ہوئے کہا۔

''ایک تو آج کل کی لڑکیاں ڈائٹنگ کرکر کے اپنا ستیاناس کرلیتی ہیں یقیناً عائلہ بیٹی بھی ڈائٹنگ پر ہوگی تبھی تو اتنی سی ہے، بالکل گڑیا کی طرح۔'' بی اماں نے اس کی طرف محبت سے دیکھتے ہوئے کہا۔

اپنی ذات کو موضوع گفتگو بنتے دیکھ کر وہ کنفیوژ ہونے لگی چوری چوری یشب کی طرف دیکھا تو وہ پہلے ہی اس کی جانب متوجہ تھا۔ اس کی مسکراتی نظروں سے سٹپٹا کر نظریں جھکالیں، عائلہ کا کانوں کی لو تک سرخ پڑتا چہرہ اس کی گھبراہٹیں یشب کو لطف دینے لگیں۔

''آنٹی جی! اگر آپ کی اور یشب کی اجازت ہو تو ہم عائلہ کو رسم کے لیے ساتھ لے جائیں۔'' فاریہ بھابی نے ناشتے کے بعد بی اماں سے کہا۔ عائلہ کے اندر کڑواہٹ بھرنے لگی دل چاہا دوٹوک انکار کردے۔

''نہیں عائلہ...... آپ کے ساتھ نہیں جائے گی۔'' اس سے پہلے کہ عائلہ دل میں آئے انکار کو زبان تک لاتی۔ یشب بول اٹھا، عائلہ نے حیران ہوکر یشب کی طرف دیکھا عائلہ کیا وہاں موجود چاروں نفوس حیران ہوگئے، لیکن عائلہ کی حیرانگی کی وجہ یشب کے انکار سے زیادہ اس کا لہجہ بنا پتا نہیں کیوں لیکن عائلہ کو اس کا لہجہ عجیب لگا حتمی اور سخت......

''میرا کہنے کا مطلب ہے کہ ہمیں ہمارے آبائی گاؤں جانا ہے وہاں کچھ مسئلہ ہے۔'' (بی اماں ایک دم چونکیں لیکن بولی کچھ نہیں) ''آج ہی نکلنا ہے اور عائلہ بھی ہمارے ساتھ جائیں گی تو ایسے میں عائلہ آپ کے ساتھ نہیں جاسکتی۔ میں وہاں سے واپسی پر عائلہ کو لے آؤں گا آپ سے ملوانے۔'' یشب نے وضاحت دیتے ہوئے عائلہ کی طرف دیکھا جو اس کے الفاظ کے اتار چڑھاؤ میں الجھی ہوئی تھی۔

''عائلہ آپ کو تو اعتراض نہیں۔'' اس نے عائلہ سے پوچھا۔

''نہیں...... مجھے کوئی اعتراض نہیں جیسا آپ مناسب سمجھیں۔'' وہ بھلا کیوں انکار کرتی اس کے تو دل کی مراد پوری ہوئی تھی، ایسا نہیں تھا کہ اس کا دل اس اجنبی در و دیوار سے آتے ہی مانوس ہوگیا تھا لیکن وہ واپس اس جگہ نہیں جانا چاہتی تھی جس جگہ اس کے رشتوں کا مان ٹوٹا، اس کا اعتبار کھویا لیکن کب تک وہ

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

بھاگ سکتی تھی۔

''اچھا ٹھیک ہے ہمیں اجازت دیں ہم چلتے ہیں۔'' اس سے پہلے کہ اس کی سوچیں مزید تلخیاں سمیٹیں فاریہ اور وہاج جانے کے لیے کھڑے ہوئے' وہ بھی بی اماں اور یشب کے ساتھ کھڑی ہوگئی۔ فاریہ بھابی نے آگے بڑھ کر اسے گلے لگالیا۔

''ہمیشہ خوش رہو..... اپنا اور یشب کا بہت خیال رکھنا۔'' بھابی نے اس سے کہا۔

''جی.....'' وہ بدقت اتنا ہی کہہ پائی کیونکہ وہاج اس کے سر پر برائے نام ہاتھ رکھ کر آگے بڑھ گیا تھا' بنا کوئی نصیحت یا دعا دیے اسے جی بھر کر رونا آیا وہاج کے سرد رویے پر۔

''اگر آپ کو میرا روکنا بُرا لگا ہے تو آپ چلی جائیں' کل جب واپس آئیں گے تب ہم گاؤں چلے جائیں گے۔'' یشب نے اس کے آنسو پوروں پر چنتے ہوئے فکرمندی سے کہا۔ عائلہ کی آنکھوں میں تیرتی نمی اس کے اندر بے چینیاں بھرنے لگی۔ عائلہ نے یشب کی طرف دیکھا وہ مضطرب تھا بے چین تھا اس کے لیے۔

''نہیں میں ٹھیک ہوں۔'' وہ بس اتنا ہی کہہ پائی اور تیزی سے اندر کمرے میں چلی گئی۔ (میں تمہیں تکلیف نہیں دینا چاہتا پھر بھی میں مجبور ہوں اور اپنی مجبوری میں تمہیں بتا نہیں سکتا) وہ گم صم سا کھڑا اسے جاتا دیکھتا رہا۔

''فکر مت کرو میکے سے بچھڑنے کا غم ابھی تازہ ہے آہستہ آہستہ ٹھیک ہوجائے گی۔'' بی اماں فاریہ اور وہاج کو رخصت کرکے پلٹیں تو گم صم کھڑے یشب کے کندھے پر ہاتھ رکھا وہ چونک کر بی اماں کی طرف پلٹا اور مسکرادیا۔

''جانتا ہوں لیکن مجھے سمجھ نہیں آتی کہ عورتیں بات بات پر اتنا کیسے رو لیتی ہیں اور ہم بے چارے مردوں کو مجرم سا فیل ہونے لگتا ہے۔'' اس نے موڈ خوشگوار بنانے کے لیے بی اماں کو چھیڑا۔

''تم لوگوں کی سمجھ میں یہ بات آ بھی نہیں سکتی کیونکہ اللہ نے تم لوگوں کو عورت کی طرح نازک دل نہیں دیا بلکہ بڑے بڑے پتھر دل کی جگہ فٹ کردیے ہیں جن سے سر پھوڑتے ساری زندگی نکل جاتی ہے ہم عورتوں کی۔'' بی اماں نے سرد آہ بھر کر کہا۔

یشب کو ملال سا ہونے لگا جانے انجانے میں وہ بی اماں کو دکھی کر گیا تھا۔ اس سے پہلے کہ وہ نانا جان کو یاد کرکے آبدیدہ ہوجاتیں وہ پنجوں کے بل ان کے سامنے بیٹھا اور دونوں کانوں کو پکڑ کر معافی مانگنے لگا۔

''مجھے معاف کردیں بی اماں' مجھے کیا معلوم تھا کہ عورتوں کی لیڈر کے سامنے کھڑا ہوکر میں عورتوں کی شان میں گستاخی نہیں کرسکتا۔'' بی اماں کا موڈ خوشگوار کرنے کے لیے اس نے بچوں کی طرح منہ بسورتے ہوئے کہا۔ بچپن میں جب بھی اس سے غلطی ہوتی وہ ایسے ہی زمین پر بیٹھ کر کانوں کو پکڑ لیتا بی اماں اس کے انداز پر کھل کر مسکرادیں۔

''بڑی باتیں بنانے لگے ہو ابھی بہو سے تمہاری شکایت کرتی ہوں۔'' انہوں نے کان پکڑ کر اسے اٹھاتے ہوئے کہا۔

''اماں چھوڑیں میرا کان' بڑی تکلیف ہورہی ہے۔'' یشب نے درد سے چلاتے ہوئے کہا' بی اماں نے فوراً کان چھوڑ دیا۔

''کیا ہوا کان کو اتنی زور سے تو میں نے نہیں دبایا تھا۔'' وہ پریشان سی اس کا کان سہلانے لگیں۔ یشب نے بی اماں کے پریشان چہرے کو دیکھا اور قہقہے لگانے لگا۔ بی اماں نے حیرانگی سے اسے پاگلوں کی طرح ہنستے ہوئے دیکھا لیکن اس کی شرارت سمجھتے ہوئے خفگی سے گھورنے لگیں۔

''ارے لڑکے باؤلا ہوگیا ہے کیا..... ابھی میں دل کے دورے سے لڑھک جاتی تو.....'' بی اماں غصے سے بولیں انہیں یشب کے دل دہلانے والے مذاق

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

سے ہمیشہ چڑ ہوتی۔

''ایم سوری اماں......'' وہ ہنستے ہوئے بی اماں کے گلے لگ گیا۔

''ہٹ پیچھے۔نہیں ہوں میں تیری اماں...... میرا دل ہلا کر رکھ دیا اور یہ تُو نے بہو کے میکے والوں سے جھوٹ کیوں کہا کہ ہم نے آج ہی گاؤں جانا ہے۔'' بی اماں کو ایک دم سے کچھ دیر پہلے کی بات یاد آئی۔اس کی مسکراہٹ کو بریک لگے وہ رخ پھیر کر سر کھجانے لگا۔

''تم نہیں بتانا چاہتے تو مت بتاؤ پر مجھے پتا ہے کہ تم نے بہو کے میکے والوں سے جھوٹ کیوں کہا کہ ہم نے آج ہی گاؤں جانا ہے۔'' بی اماں اسے خاموش دیکھ کر اس کے سامنے آ کھڑی ہوئیں۔ یشب نے حیرانگی سے بی اماں کو دیکھا جانے اب وہ کیا کہنے والی تھیں۔وہ ان کے بے تاثر چہرے کو دیکھ کر سوچنے لگا۔

''مجھے پتا ہے بہو کے بغیر اب دل نہیں لگتا تمہارا ہے نا یہی بات۔'' بی اماں نے قیاس آرائی کرتے ہوئے یشب سے تصدیق چاہی تو وہ مسکرانے لگا۔

''ارے واہ میری بی اماں نجومی ہوگئیں اور مجھے پتا ہی نہیں چلا۔اچھا چلیں اندر ورنہ آپ کی بہو پھر سے بادل کی طرح برسنے لگ جائے گی۔''یشب نے عائلہ کے آنسو بہانے پر چوٹ کی۔

''یشب......''بی اماں نے تنبیہی نظروں سے یشب کو گھورا۔

''اچھا چلیں نا۔'' یشب بی اماں کو بازوؤں کے حصار میں لے کر اندر کی طرف قدم بڑھانے لگا۔

❁......❁......❁

''کتنے خوش قسمت ہوتے ہیں کچھ لوگ محبتوں کے معاملے میں۔'' عائلہ اپنے کمرے کی کھڑکی سے یشب کو بی اماں سے لاڈ اٹھواتے دیکھ رہی تھی۔

آج یشب جلدی گھر آ گیا تھا اور اب لان میں بیٹھی بی اماں زبردستی اس کے سر کی مالش کر رہی تھیں' ویسے تو بی اماں رشتے میں یشب کی نانی اماں تھیں لیکن انہوں نے یشب کو ہمیشہ ایک ماں کی طرح سنبھالا تھا۔ یشب انہیں بچپن سے ہی بی اماں کہہ کر بلاتا تھا۔ عائلہ بی اماں کو یشب پر محبتیں لوٹاتے حسرت سے دیکھنے لگی۔

بڑی شدت سے وہ منظر اپنی پوری سفاکی سمیت عائلہ کو یاد آنے لگا جب اس کی ماں نے بڑی بے دردی سے اس کے گال پر طمانچے مارے' وہ روتی رہی بار بار کہتی رہی کہ اس نے کچھ نہیں کیا لیکن اماں کے ہاتھ نہیں رکے جب اسے سب سے زیادہ ماں اور ان کے یقین کی ضرورت تھی تب اسے نہ ماں کا ساتھ ملا اور نہ ان کا یقین۔

''کتنی حرماں نصیب تھی وہ۔'' دکھ سے سوچتے ہوئے باہر کی ٹھنڈک کو اپنے اندر اتارنے کے لیے اس نے گہرا سانس لیا۔

''اپنی تنہائیوں میں مداخلت کی جرأت کا تھوڑا حق مجھے بھی سونپ دیں۔'' وہ اپنے خیالوں میں گم تھی جب یشب نے پیچھے سے آ کر اس کے کانوں میں رس گھولا۔وہ بدک کر پیچھے مڑی لیکن مزید اس کے ساتھ جا لگی کیونکہ وہ بالکل اس کے ساتھ کھڑا تھا۔

''آپ......!'' اس نے حیرانگی سے اپنے سامنے کھڑے یشب کو دیکھا اور پھر باہر لان کی طرف جہاں اب بی اماں اکیلی بیٹھی تھیں۔وہ اپنے خیالوں میں گم تھی اسے خبر ہی نہ ہوئی کب یشب اس کے پیچھے آ کھڑا ہوا۔اسے اپنی غائب دماغی پر غصہ آیا' پتا نہیں یشب میرے بارے میں کیا سوچیں گے کہ میرے حواس ہر وقت گم ہی رہتے ہیں۔'' عائلہ نے سوچتے ہوئے یشب کی طرف دیکھا تو وہ انہماک سے اسے دیکھتے ہوئے مسکرا رہا تھا۔جیسے ہی دونوں کی نظریں ٹکرائیں یشب کی مسکراہٹ گہری ہوگئی' عائلہ نے سٹپٹا کر نظریں جھکا لیں۔

''آپ کب سے گھبرانے لگیں آپ تو بڑی پُر اعتماد تھیں عائلہ؟'' یشب نے عائلہ کی لرزتی اٹھتی گرتی پلکوں کو دیکھ کر کہا۔

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

عائلہ نے یشب کے چہرے کو کھوجنے کی کوشش کی کہ اس کی بات کے مفہوم کو سمجھ سکے لیکن اس کے بے تاثر چہرے اور نیلی نیلی آنکھوں سے کچھ اخذ نہ کرپائی۔ وہ ایک دم سے چونکی اس نے آج پہلی دفعہ یشب کی آنکھوں کو غور سے دیکھا تھا۔ وہ نیلی آنکھوں والے لوگوں سے خائف رہتی کیونکہ اس کی دانست میں نیلی آنکھوں والے لوگ دھوکے باز ہوتے ہیں اسے یشب سے خوف آنے لگا۔

''کیا ہوا میری آنکھوں میں ڈوبنے کا ارادہ تو نہیں۔'' یشب نے عائلہ کو اپنی آنکھوں کا بغور معائنہ کرتے دیکھ کر اسے چھیڑا لیکن وہ مسکرانہ پائی۔

''آپ کو کیسے پتا کہ میں بڑی پُر اعتماد تھی۔'' اس کی حیرت کسی طور کم ہونے میں نہیں آرہی تھی کیونکہ یشب نے جس پُر اعتماد عائلہ کا ذکر چھیڑا تھا وہ تو بدگمانیوں کے ڈھیر تلے کب کی دب چکی تھی۔

یشب نے واضح طور پر عائلہ کی آواز میں کپکپاہٹ محسوس کی اس سے پہلے کہ یشب کچھ کہتا اس کا سیل گنگنا اٹھا۔ اس نے اپنی پاکٹ سے سیل نکالا اور اس کی چمکتی اسکرین کو دھیرے سے چھو کر کان سے لگایا۔

''ہیلو السلام علیکم! ماموں جان کیسے ہیں آپ؟''

''جی میں بالکل خیریت سے ہوں اور بی اماں بھی بالکل خیریت سے ہیں۔''

''ارے واہ...... یہ تو بڑی اچھی خبر سنائی آپ نے آپ کو بہت بہت مبارک ہو میں ابھی بی اماں کو بتاتا ہوں۔'' عائلہ نے یشب کے خوشی سے چمکتے چہرے کو دیکھا جو اپنے ماموں سے کوئی نیوز سن کر بہت خوش تھا۔

''جی ماموں میں ابھی بی اماں سے آپ کی بات کرواتا ہوں۔'' وہ فون لے کر باہر کی طرف لپکا۔ عائلہ کو یشب کی بات ادھوری رہ جانے کا قلق ہوا۔

❁......❁......❁

''عائلہ چھوڑو یہ سب ابھی فلائٹ میں ٹائم ہے رات آٹھ بجے کی فلائٹ ہے تم میرے پاس آ کر بیٹھو مجھے تم سے ضروری بات کرنی ہے۔'' بی اماں نے عائلہ کے ہاتھ سے تہہ شدہ کپڑوں کو لے کر سائیڈ پر رکھتے ہوئے کہا' وہ بی اماں کے پاس ہی بیڈ پر ٹک گئی۔

''بی اماں آپ چلی جائیں گی تو آپ کے بغیر دل کیسے لگے گا ہمارا۔'' عائلہ نے اداسی سے کہا۔

''میرا بچہ تم لوگوں کے بغیر تو میرا بھی دل نہیں لگے گا' میرے اسفر کو اللہ نے دس سال کے بعد اولاد کی خوشی سے نوازا ہے اس وقت میرا وہاں ہونا بہت ضروری ہے۔ تمہاری بھتیجی کی شادی نہیں ہوتی تو تم لوگوں کو بھی اپنے ساتھ امریکہ لے جاتی اسی بہانے تم لوگوں کا ہنی مون بھی ہوجاتا۔'' بی اماں نے پیار سے عائلہ کے ماتھے پر بوسہ دیتے ہوئے کہا' عائلہ محض مسکرا کر رہ گئی۔

''عائلہ مجھے تمہیں یہ بات کہنے کی بالکل ضرورت نہیں کہ تم یشب کا خیال رکھنا کیونکہ مجھے یقین ہے کہ تم بڑی اچھی طرح سے اس کا دھیان رکھو گی۔ بیٹا تم اس کی جیون ساتھی ہو تمہیں اس کی ہر بات' ہر دکھ کا علم ہونا چاہیے۔'' بی اماں نے عائلہ کے ہاتھ کو پیار سے تھپتھپاتے ہوئے کہا۔

''آپ بالکل فکر مت کریں میں پورا دھیان رکھوں گی اور آپ جو بھی کہنا چاہتی ہیں بلا جھجک کہیں۔'' عائلہ نے بردباری سے کہا۔

''جیتی رہو' مجھے تم سے یہی امید تھی عائلہ' یشب ابھی کم عمر تھا جب میری بیٹی مہر النساء اور میرے داماد کا روڈ ایکسیڈنٹ میں انتقال ہوگیا۔ یشب اکلوتا تھا اس لیے میں نے یشب کی ذمہ داری اٹھائی' میرا بڑا ارمان تھا کہ اس کی شادی کروں بہو گھر میں آئے رونق ہوجائے پر اس نے تو جیسے شادی نہ کرنے کی قسم کھالی تھی۔''

''کیوں بی اماں ایسا کیوں؟'' عائلہ کو حیرت ہوئی' بی اماں نے بغور اس کے چہرے کو دیکھا اور پھر

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

بولیں۔

''کسی لڑکی سے محبت کا روگ لگالیا تھا اس نے۔''

''لیکن بی اماں اگر وہ کسی سے محبت کرتے تھے تو شادی کے لیے کیوں نہ مانے۔'' عائلہ نے حیرانگی سے پوچھا۔

''ارے بیٹا...... اس لڑکی سے شادی ہوتی تو مانتا نہ جب یہ قصہ چھیڑا تب مہر النساء زندہ تھی اس لیے میں یہاں نہیں تھی تو مجھے پتا ہی نہ چل سکا کہ اصل قصہ کیا تھا' لڑکی نہ مانی یا اس کے گھر والے بس وہ اس کے نصیب میں نہ تھی سو نہ ملی لیکن اس لڑکے نے تو جیسے قسم کھالی کہ کبھی شادی نہیں کرے گا۔'' قدرے توقف کے بعد بی اماں پھر بولیں۔ ''میرے منانے پر بھی نہ مانا' کہتا تھا آپ کی ہر بات مانوں گا مگر یہ نہیں۔ اب پتانہیں کیا ہوا کہ اچانک تم سے شادی پر مان گیا۔'' بی اماں بول رہی تھیں اور عائلہ حیرانگی سے ان کو سن رہی تھی۔

''شکر ہے جیسے بھی سہی مانا تو اب میں اسے تمہارے حوالے کرکے بے فکر ہوکر جاسکتی ہوں۔'' بی اماں نے طمانیت سے مسکراتے ہوئے کہا پر عائلہ مسکرا بھی نہ سکی۔

❁......❁......❁
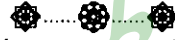
''پتا نہیں امی کو اپنے بھانجے میں کون سے سُرخاب کے پَر نظر آتے ہیں کہ میری شادی اسی سے کرنے پر تلی ہیں۔'' جلتی کڑھتی عائلہ نے ماہین کے سامنے جلے دل کے پھپھولے پھوڑے۔

''تو تم آنٹی سے کھل کر بات کرو جب وہ وہاج بھائی کی پسند کا خیال رکھ سکتی ہیں تو تمہاری پسند کا کیوں نہیں۔'' ماہین نے عائلہ کو نئی راہ دکھانے کی کوشش کی۔

''کہا تھا میں نے امی سے پر وہ کہتی ہیں کہ فاریہ ایک اچھی نیک لڑکی تھی' اس لیے وہاج بھائی کی بات مانی اگر ان کی پسند صحیح نہ ہوتی تو کبھی بھی وہ نہ مانتیں اور پتا ہے ماہین امی نے مجھ سے کیا کہا۔'' عائلہ نے ماہین کی طرف رخ پھیرتے ہوئے بات ادھوری چھوڑ کر اس کی توجہ حاصل کرنے کی کوشش کی۔

''کیا کہا آنٹی نے؟'' ماہین فوراً متوجہ ہوئی۔

''وہ کہتی ہیں کہ فارص میں تمہیں کیا خرابی نظر آتی ہے اتنا اچھا نیک لڑکا ہے کاروباری ہے اور سب سے بڑھ کر دیکھا بھالا ہے۔'' عائلہ نے کہتے ہوئے دانت پیسے۔

''عائلہ ایک بات کہوں اگر برا نہ مانو تو......'' ماہین نے عائلہ سے ڈرتے ڈرتے اجازت چاہی۔

''اگر بات بُرا ماننے والی ہے تو مت کہو۔'' عائلہ نے بے مروتی کی انتہا کردی۔

''دیکھو عائلہ......تم میری دوست ہو تمہارا ساتھ دینا میری مجبوری ہے لیکن سچ کہوں تو آنٹی بالکل صحیح کہتی ہیں دیکھنے میں خاصا خوب صورت ہے' اچھی پرسنلٹی ہے' ٹھیک ٹھاک کمالیتا ہے اور سب سے بڑھ کر تم سے محبت کرتا ہے۔'' ماہین نے بڑے بوڑھوں کی طرح سمجھاتے ہوئے کہا۔ عائلہ نے اسے ایسے دیکھا جیسے اس کی ذہنی حالت پر شک ہو۔

''ماہین میڈم آپ فارص کی سب سے بڑی خوبی تو بھول ہی گئی ہیں جو میں آپ کو بتاتی چلوں اور وہ خوبی ہے اس کا کریکٹر آئے دن گرل فرینڈز بدلنا اور وہ بھی اتنے دھڑلے سے اور امی کہتی ہیں کوئی بات نہیں۔ مرد شادی سے پہلے ایسا کرتے ہیں بعد میں سب ٹھیک ہوجاتا ہے۔'' عائلہ نے تمسخر سے کہا۔

''پر عائلہ وہ تم سے محبت......'' ماہین نے کہنا چاہا لیکن عائلہ نے ٹوک دیا۔

''ماہین مجھے وہ انسان نہیں چاہیے جو صرف محبت کا راگ الاپتا ہو جبکہ عورت کی عزت اس کے نزدیک کوئی معنی نہ رکھے۔ مجھے محبت چاہیے پر عزت کے ساتھ۔'' عائلہ نے جل کر کہا۔

''عائلہ فینٹیسی میں جینا چھوڑ دو ری ایلٹی کو فیس کرنا

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

سیکھو اگر تم کہو کہ سفید گھوڑے پر بیٹھ کر کوئی راج کمار آئے کسی لڑکی کی طرف آنکھ اٹھائے بغیر تمہارا ہاتھ تھامے گا اور ساری زندگی تمہیں ہی دیکھتا رہے گا تو اس انتظار میں ساری زندگی بھی گنوا دو تو بھی کوئی نہیں آنے والا۔'' ماہین نے کہا اور پیر پٹختی ہوئی گیٹ عبور کرگئی۔

اور عائلہ کتنی دیر تک گیٹ کی تھرتھراہٹ کو محسوس کرتی رہی' کوئی بھی تو نہیں سمجھتا تھا اسے' سب ظاہری چیزیں دیکھ رہے تھے پر اسے تو یہ سب نہیں چاہیے تھا۔ بہت خوب صورت انسان تو کبھی بھی اس کا آئیڈیل نہ تھا' ایک معقول شکل وصورت کا انسان ہو جو محبت سے زیادہ اس کی عزت کرے اس کی قدر کرے کیونکہ اس کا ماننا تھا کہ زندگی میں محبت ہو اور عزت نہ ہو تو زندگی سہل نہیں گزرتی لیکن اگر عزت کے ساتھ محبت زندگی میں آئے تو زندگی کی رعنائیاں روح تک کو سرشار کردیتی ہیں۔

❁......❁......❁
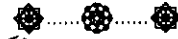
کھڑکی کے پار اب بارش کا زور کافی کم ہوگیا تھا اور کہیں کہیں قطرہ قطرہ بوندیں ٹپک رہی تھیں۔ جدید سہولیات سے آراستہ اس کمرے میں اگر کچھ غیر اہم اور دھتکارا ہوا عائلہ کو لگا تو وہ اس کا اپنا وجود تھا۔

شادی کے بعد ہر گزرتا دن عائلہ کو اہم لگنے لگا کیونکہ یشب کی اس کے لیے توجہ' اس کی عائلہ کے چہرے کو حصار میں لیتی' بولتی آنکھیں عائلہ کی گھبراہٹ پر مونچھوں تلے مسکراتے ہونٹ' بہانے بہانے سے عائلہ کے پاس آکر دور چلے جانا' عائلہ کے لیے بہت خاص تھا' بہت اپنائیت لیے ہوئے لیکن اب یہ حقیقت کہ وہ اس سے پہلے کسی اور پر فریفتہ تھا اسے عائلہ کی نظروں میں خاص سے عام کرگیا تھا۔

''ارے تم ابھی تک تیار نہیں ہوئی' جانا نہیں کیا شادی میں۔'' وہ اپنے ہی خیالوں میں تھی کہ یشب کی آواز نے اسے چونکا دیا۔ یشب عائلہ کے چہرے کو ایک جذب کے عالم میں تکنے لگا' عائلہ کنفیوژ سی اِدھر اُدھر دیکھنے لگی۔

''میں نے تمہاری آنکھوں میں اپنے لیے کچھ محسوس کیا ہے۔'' یشب نے سنجیدگی سے اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا۔

عائلہ چونکی پھر گھبرا کر پلکیں جھکا دیں کیونکہ وہ نہیں چاہتی تھی کہ یشب اس کے دل کا حال جانے' بے شک اس کے دل کو ٹھیس پہنچی تھی لیکن اب وہ حقیقتوں میں جینا سیکھ گئی تھی اور یشب اس کا واحد سہارا اور پناہ گاہ تھا اگر وہ اس سے بدظن ہوتا تو اس کے پاس جینے کا کوئی جواز نہ رہتا۔

''مجھے ابھی ابھی ایسا محسوس ہوا کہ تم شادی میں نہ جاکر اس خوب صورت موسم کی خوب صورتی کو میرے ساتھ محسوس کرنا چاہتی ہو۔'' یشب نے اس کے پیچھے سے آکر اس کے گرد حصار باندھتے ہوئے اس کے کندھے پر سر رکھتے شرارت سے کہا۔

یشب کی قربت میں عائلہ کا دم گھٹنے لگا۔ اگر اس پر حقیقت نہ کھلی ہوتی تو وہ اس لمحے کو شدت سے جیتی لیکن ابھی اسے گھبراہٹ ہونے لگی۔

''یشب پلیز دیر ہورہی ہے سب انتظار کررہے ہوں گے آپ شاور لے لیں میں آپ کے کپڑے نکالتی ہوں۔'' عائلہ نے آہستگی سے یشب کو پیچھے دھکیلا اور عجلت میں وارڈ روب کی طرف بڑھ گئی۔

''اے کاش کچھ دیر تو مجھے اس خوش فہمی میں جینے دیتی کہ آپ ہر وقت مجھے ہی سوچتی ہیں۔'' یشب نے مظلوموں کی طرح سرد آہ بھرتے ہوئے کہا اور عائلہ کے ہاتھ سے کپڑے لے کر واش روم میں گھس گیا۔

❁......❁......❁

''آپا ضرور کوئی بات ہے تبھی تو اتنی جلدی جلدی وہاج نے بیٹی کا بیاہ رچادیا۔'' رشیدہ نے آنکھیں مٹکاتے ہوئے بڑے رازدارانہ انداز میں نسیم سے کہا۔

''رشیدہ شک تو مجھے بھی ہے' میں نے تو یہ بھی سنا ہے کہ فائقہ گھر سے غائب رہی ہے پورا ایک دن۔''

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

اب دیکھونا بہن کی اتنی عمر ہوگئی تھی تو اس کے ہاتھ پیلے کیے اور بیٹی ابھی پڑھ رہی ہے اور اس کی شادی کی فکر ستانے لگی وہاج کو۔'' نسیم نے داناؤں کی طرح اپنی بات کے حق میں دلیل پیش کی۔

''مجھے تو بڑا ترس آتا ہے فاریہ کی قسمت پر پہلے نند کی وجہ سے لوگوں کی باتیں سنیں بے چاری نے اور اب نند کا اثر اس کی معصوم بچی کو کھا گیا۔ فائقہ بالکل اپنی پھوپو عائلہ پر گئی ہے منہ زور۔'' رشیدہ جو کہ فاریہ کی رشتے کی خالہ تھی ایک دوسری رشتے دار خاتون نسیم سے باتوں میں اتنی مصروف تھی کہ اپنے پیچھے کھڑی عائلہ جو ماں کو ڈھونڈتے ادھر آنکلی تھی اس کی پھیکی پڑتی رنگت بھی نہ دیکھ سکی۔

''سچ کہتی ہو رشیدہ مجھے تو وہاج اور فاریہ پر بڑا ترس آتا ہے بے چارے کسی کو منہ دکھانے کے قابل نہیں رہے۔'' چٹخارے لے کر باتیں کرتی عائلہ کے کردار پر کیچڑ اچھالتی اس پر بدچلن ہونے کا ٹیگ لگاتی دونوں خواتین فاریہ اور وہاج کی لومیرج کو یکسر نظر انداز کر گئیں اور لاؤنج کے دروازے پر کھڑی عائلہ لوگوں کے دہرے معیار پر ساکت ہی تو رہ گئی' خود کو گرنے سے بچانے کے لیے دروازے کی چوکھٹ کو مضبوطی سے تھام لیا۔ کیسی ذلت تھی جو کم ہونے کی بجائے گزرتے وقت کے ساتھ ساتھ اذیت کے نئے در کھولتی جارہی تھی جب سے اس کی اور یشب کی شادی ہوئی تھی گھر والوں کے رویے کچھ نارمل ہوگئے تھے' لوگ اس سے مسکراتے ہوئے ملتے لیکن پیٹھ پیچھے اس کے کردار کی کیسے دھجیاں اڑاتے تھے یہ راز آج عائلہ پر کھلا تھا اور کتنی سفا کی لیے ہوئے تھا یہ راز اپنے اندر۔

''یشب......'' عائلہ بڑبڑائی۔ اگر یشب سے کسی نے کچھ کہہ دیا تو میں انہیں کیسے یقین دلاؤں گی۔ ایک دم سے اسے یشب کی فکر ستانے لگی اس کے ماتھے پر آئی پسینے کی ننھی ننھی بوندیں بھی خوف سے منجمد ہونے لگیں۔ وہ تیزی سے باہر کی طرف لپکی جہاں مہمان گاڑیوں میں سوار ہورہے تھے میرج ہال پہنچنے کے لیے سب کو جلدی تھی۔

عائلہ نے یشب کی تلاش میں اِدھر اُدھر نظر دوڑائی تو اسے یشب اپنی گاڑی کے پاس کھڑا نظر آیا لیکن وہ اکیلا نہیں تھا اس کے ساتھ کوئی شخص کھڑا تھا جس کی پشت عائلہ کی طرف تھی۔ وہ تقریباً بھاگتے ہوئے یشب کی طرف لپکی کہ اچانک اس کے قدم تھم گئے اس کے کانوں میں پڑنے والی آواز نے اسے پاتال میں دھکیل دیا۔

''یہ صرف کہنے کی باتیں ہیں یشب صاحب ورنہ آپ کو اگر علم ہو کہ آپ کی بیوی کے کالج لائف میں کتنے شناسا تھے تو آپ اس پر دو حرف بھیجنے میں دیر نہیں لگائیں گے۔'' فارص کی زہریلی آواز نے اسے آگے بڑھنے کے قابل بھی نہ چھوڑا وہ جہاں تھی وہیں کھڑی کی کھڑی رہ گئی۔

''اگر میری بات پر یقین نہیں آتا تو اس کے گھر والوں سے پوچھ لیں وہ تو اس پریم کہانی کے عینی شاہدین میں سے ہیں۔'' فارص نے خباثت سے کہتے ہوئے قہقہہ لگایا۔

اس سے زیادہ سننے کی سکت عائلہ میں نہ رہی' بند ہوتی آنکھوں سے اس نے یشب کے ضبط سے سرخ پڑتے چہرے کو دیکھا اور تیورا کر زمین پر گر پڑی۔

❁......❁......❁

جیسے ہی عائلہ حواسوں میں لوٹی خود کو ہسپتال کے کمرے میں پایا۔ کچھ دیر وہ حیرانگی سے اِدھر اُدھر دیکھتی رہی لیکن جیسے ہی حواس بحال ہوئے تو کچھ دیر پہلے کا منظر آنکھوں کے پردے پر لہرانے لگا وہ خوف سے چیخ پڑی۔

''یشب میں نے کچھ نہیں کیا میرا یقین کریں۔''

یشب جو دروازے پر کھڑا ڈاکٹر کی ہدایات سننے میں مصروف تھا۔ عائلہ کی چیخ سن کر اس کی طرف لپکا۔

''کیا ہوا میری جان میں یہیں ہوں تمہارے

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

پاس۔'' یشب نے اس کا چہرہ دونوں ہاتھوں میں تھامتے ہوئے محبت سے کہا۔

''یشب میں نے کچھ نہیں کیا سب جھوٹ بولتے ہیں' میں سچ کہہ رہی ہوں۔'' عائلہ کا بس نہیں چل رہا تھا کہ وہ فارص کی کہی باتیں اس کے ذہن سے کھرچ سکے۔

''عائلہ کوئی کچھ بھی کہے مجھے کسی کی باتوں پر بھروسہ نہیں' میری عائلہ کے متعلق مجھے کسی سے جاننے کی کوئی ضرورت نہیں کیونکہ میں اپنی عائلہ کو اچھی طرح جانتا ہوں۔'' یشب نے اس کے کپکپاتے وجود کو مضبوطی سے تھامتے ہوئے اسے اپنے ہونے کا یقین دلایا۔

''لیکن وہ فارص......''

''شش......'' اس سے پہلے کہ عائلہ مزید کچھ کہتی یشب نے اس کے ہونٹوں پر انگلی رکھ کر اسے خاموش کرادیا۔ ''میری بات دھیان سے سنو عائلہ' کس نے کیا کہا اور کیوں کہا یہ باتیں ایسی حالت میں سوچنا تمہارے لیے ٹھیک نہیں ہے۔'' یشب نے گمبھیر مسکراہٹ ہونٹوں پر سجاتے ہوئے کہا۔ عائلہ نے ناسمجھی سے یشب کو دیکھا تو وہ اس کے پاس بیڈ پر ٹک گیا۔

''عائلہ تم ماں بننے والی ہو اور میں پاپا۔'' یشب اس کے کان کے قریب بولا تو وہ شرم سے سرخ پڑگئی' یشب نے عائلہ کے اس روپ کو اپنے دل کے نہاں خانوں میں سمولیا۔

عائلہ نے یشب کی ساری توجہ خود پر محسوس کی تو شرم سے سرخ ہوتی یشب کے کشادہ سینے میں منہ چھپالیا۔ وہ عائلہ کی اس ادا پر جی جان سے فدا ہوگیا اور کسی متاع کی طرح اس نے اسے سمیٹ لیا۔

❁......❁......❁

''عائلہ وہ تم سے سچی محبت کرتا ہے اور مزے کی بات تو یہ کہ بالکل تمہارے آئیڈیل جیسا ہے' بالکل کورا کاغذ۔'' ماہین نے مزے سے کہتے ہوئے داد طلب انداز سے عائلہ کو دیکھا۔

''تمہیں کیسے پتا کہ وہ مجھ سے سچی محبت کرتا ہے اور میں ہی اس کی پہلی اور آخری محبت ہوں۔'' عائلہ نے ماہین کی عقل پر ماتم کرتے ہوئے کہا۔

پچھلے ایک ہفتے سے ماہین اسے کسی کی محبت کے قصیدے سنارہی تھی عائلہ جس گرلز کالج میں بی ایس سی کی اسٹوڈنٹ تھی اسی کالج کی دوسری برانچ جو بوائز کالج پر مشتمل تھی اور وہ برانچ اسی گرلز کالج کے ساتھ ہی واقع تھی۔ بہت کم فاصلہ تھا دونوں برانچز کے بیچ میں اور ماہین جس کی محبت پر یقین کرنے کے لیے عائلہ پر زور دے رہی تھی وہ اسی بوائز کالج کا ایک اسٹوڈنٹ تھا جس نے کسی طرح ماہین کو عائلہ کے متعلق اپنے جذبات سے آگاہ کیا اور اس کی بھرپور منت سماجت کی کہ وہ عائلہ کو اس کی محبت کا یقین دلائے ورنہ وہ اپنی جان دے دے گا اور ماہین اس کی محبت پر جھٹ ایمان لے آئی اور اسے اور عائلہ کو ایک کرنے کی سرتوڑ کوشش کرنے لگی' اس کا خیال تھا کہ جب وہ عائلہ کو اس لڑکے کی محبتوں کی شدت کے متعلق بتائے گی تو وہ جھٹ مان جائے گی پر عائلہ نے تو ماہین کو سراہنے کی بجائے اسے آڑے ہاتھوں لیا۔

''دیکھو عائلہ وہ تم سے اتنی محبت کرتا ہے کہ اگر تم اسے نہ ملی تو وہ اپنی جان دے دے گا۔'' ماہین نے اپنے تئیں عائلہ کو متاثر کرنے کے لیے یہ بات کہی۔

''اگر ایسی بات ہے تو وہ مجھ سے بالکل محبت نہیں کرتا۔'' بڑے آرام سے کہتے ہوئے عائلہ نے ماہین کے حواسوں پر بم پھوڑا۔

''تم پاگل ہو یا پھر تمہیں یہ سب مذاق لگ رہا ہے' کوئی تمہاری خاطر اپنی جان دینے پر تلا ہے اور تمہیں کوئی فرق ہی نہیں پڑتا۔'' ماہین کو عائلہ کی ذہنی حالت پر شبہ ہونے لگا۔

''تم جانتی ہو ماہین کہ میں فارص سے اس کے

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

کریکٹر کی وجہ سے شادی نہیں کرنا چاہتی۔ جب میں فارس کو قابل بھروسہ نہیں سمجھتی تو ایک راہ چلتے انسان کی محبت کی صداقت پر کیسے یقین کرلوں اور ویسے بھی تم جانتی ہو لڑکوں کی ترجیحات بدلتی رہتی ہیں۔'' عائلہ نے ماہین کو اپنے انکار کی وجہ بتاتے ہوئے کہا لیکن ماہین کے پاس نئی دلیل تھی۔

''سارے لڑکے تو ایسے نہیں ہوتے اب وہاج بھائی کو ہی دیکھ لو انہوں نے فاریہ بھابی سے محبت کی اور انہی سے شادی بھی کی۔'' ماہین نے اسے لاجواب کرنے کی کوشش کی۔

''لیکن سب ایک جیسے تو نہیں ہوتے نا ماہین مستقل مزاج۔'' عائلہ کہاں ہار ماننے والی تھی۔

''وہی تو میں بھی کہہ رہی ہوں سب ایک جیسے نہیں ہوتے عائلہ..... غیر مستقل مزاج۔'' ماہین نے غیر مستقل مزاج پر زور دیتے ہوئے کہا۔

''ماہین اگر اس کو مجھ سے اتنی ہی سچی محبت ہوتی تو وہ جائز طریقے سے میرے گھر والوں کے پاس آتا۔ میں پہلے ہی فارس سے بچپن میں ہوئی منگنی کے انکشاف پر پریشان ہوں' ایسے میں اگر گھر والوں کو اس قصے کی بھنک بھی لگ گئی تو میرے لیے اپنے انکار پر ٹکے رہنا مشکل ہوجائے گا اور مجھے فارس سے شادی کرنی پڑے گی۔ تم پلیز میری بات کو سمجھو اور اس قصے کو یہیں ختم کردو۔'' عائلہ نے تحمل سے ماہین کو سمجھاتے ہوئے کہا۔

ماہین جانتی تھی کہ عائلہ فارس سے شادی کے لیے بالکل راضی نہیں لیکن اسے یہ بھی خطرہ تھا کہ کہیں اس کے گھر والے اسے منا نہ لیں۔ ایسے میں اسے عائلہ کے لیے وہ شخص بہترین لگا جو اس کا سچا طلب گار تھا اور محبت کا دعویدار بھی۔ عائلہ ماہین کی خاموشی کو اس کی رضامندی سمجھی کہ وہ اب اس قصے کو نہیں چھیڑے گی لیکن ماہین کا دماغ تو عائلہ کی جائز طریقے سے رشتہ مانگنے والی بات پر اٹک گیا تھا۔

❁.......❁.......❁

عائلہ کے کپکپاتے ہاتھوں سے کاغذ کا وہ ٹکڑا چھوٹ کر زمین بوس ہوگیا' وہ حیران تھی اور اسے ماہین کی اس حرکت پر رہ رہ کر غصہ بھی آرہا تھا۔ جانے کب ماہین نے عائلہ کی کتاب میں اس دعویدار کا خط رکھ دیا اسے معلوم نہ ہوسکا وہ تو اب کتاب پڑھنے بیٹھی تو اس کے ہاتھ کاغذ کا یہ ٹکڑا لگا۔

''السلام علیکم!

میری جان عائلہ.....'' عائلہ نے جھٹکے سے سر اٹھایا' کچھ دیر پہلے عائلہ کے ہاتھ سے گرنے والا کاغذ کا ٹکڑا اب فارس کے ہاتھ میں تھا اور وہ اسے بآواز بلند پڑھنے میں مگن تھا۔

''آپ مجھے نہیں جانتیں لیکن میں آپ کو جیسے برسوں سے جانتا ہوں اور مزید جاننے کا خواہش مند ہوں۔ مجھے امید ہے میری یہ جسارت آپ کو ناگوار نہیں گزرے گی' آپ چاہتی ہیں کہ میں جائز طریقے سے آپ کے گھر رشتہ بھیجوں آپ کی دوست ماہین نے بتایا تو آپ کا حکم سرآنکھوں پر بہت جلد میں اپنے گھر والوں کو آپ کے گھر بھیجنے والا ہوں کیونکہ میں باقی کی زندگی آپ کے ساتھ جینا چاہتا ہوں۔

آپ کا اور صرف آپ کا چاہنے والا۔''

خط کے آخری الفاظ فارس نے چبا چبا کر پڑھے' خط کا ایک ایک لفظ پڑھتے ہوئے جن نظروں سے فارس نے عائلہ کو دیکھا اس کا جی چاہا زمین پھٹے اور وہ اس میں سما جائے۔ آج تک وہ فارس کو لوز کریکٹر کہتی آئی تھی لیکن آج خود اس کا اپنا کردار مشکوک ہوگیا تھا اس کی ذات سوالیہ نشان بن گئی تھی۔

''واہ عائلہ بی بی! ہمیں پارسائی کا درس دینے والے خود تو پارسائی میں پی ایچ ڈی کیے بیٹھے ہیں۔'' فارس نے تمسخر سے کہا۔

''آج تک تم سب کے سامنے میرے کردار پر کالک تھوپتی آئی تھیں' آج دیکھنا سب کے سامنے

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

میں تمہارے چہرے پر کیسے کالک تھوپوں گا۔'' خباثت سے مسکراتے ہوئے کہا۔

فارس نے عائلہ سے کہا اور زور زور سے چلا کر سب کو اکٹھا کرنے لگا اور عائلہ لٹھے کی طرح سفید پڑ گئی وہ اسے روکنا چاہتی تھی' زور زور سے چلا کر اپنی بے گناہی کا یقین دلانا چاہتی تھی لیکن وہ اپنی جگہ سے ایک انچ بھی نہ ہل سکی اور دیکھتے ہی دیکھتے سب جمع ہونے لگے۔

فارس نے وہ خط دوبارہ سب کے سامنے ایک ایک لفظ پر زور دیتے ہوئے پڑھا اور عائلہ سب کی آنکھوں کو اپنے وجود کے آر پار ہوتا محسوس کرنے لگی۔ خالدہ بیگم نے حیران نظروں سے اس کی طرف دیکھا انہیں یقین ہی نہیں آیا کہ عائلہ ان کی تربیت کا اس طرح سے مذاق اڑائے گی۔

''دیکھا خالہ آپ نے' عائلہ مجھ سے شادی سے انکار اپنے اسی عاشق کے لیے کر رہی تھی۔'' فارس نے عائلہ کو بازو سے کھینچتے ہوئے خالدہ بیگم کے سامنے کھڑا کیا۔ تکلیف اور ذلت کی زیادتی سے عائلہ کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔

''عائلہ سچ سچ بتاؤ معاملہ کیا ہے؟'' خالدہ بیگم نے کرخت لہجے میں عائلہ سے پوچھا۔

''امی یہ سب جھوٹ ہے میں تو اس شخص کو جانتی بھی نہیں۔'' عائلہ نے خالدہ بیگم کا ہاتھ تھامنا چاہا جو انہوں نے جھٹک دیا۔

''جس شخص کو تم جانتی نہیں ہو اس کو رشتہ لانے کے لیے کیسے کہہ دیا۔'' خالدہ بیگم نے چبھتی ہوئی آنکھوں سے اس کے چہرے کو ٹٹولا۔

عائلہ کی سمجھ میں نہ آیا کہ وہ کیا کہے اس نے تو بس ماہین کے سامنے سرسری سی بات کی تھی اس کی کب خواہش تھی کہ وہ شخص اس کا رشتہ لے کر آئے۔

''چٹاخ......'' کی آواز نے در و دیوار کو لرزا دیا' عائلہ کی خاموشی کو اور ہی رنگ دیتے ہوئے خالدہ بیگم کی انگلیاں اس کے منہ پر نشان چھوڑتی چلی گئیں۔

عائلہ جو خالدہ بیگم کے زوردار تھپڑ سے زمین پر اوندھے منہ گر چکی تھی اس نے حیرت سے اپنے گال پر ہاتھ رکھا۔ خالدہ بیگم نے آج تک اسے مارنا تو دور کی بات اونچی آواز میں بات بھی نہیں کی تھی' اس کے آنسوؤں میں روانی آ گئی اس نے دھندلی آنکھوں سے ماں کو دیکھنا چاہا جو بیٹی کے ہاتھوں ملنے والی ذلت پر خود بھی رو رہی تھیں۔ کتنی حیرت تھی جو ختم ہونے میں ہی نہیں آ رہی تھی جس ماں نے ان کے باپ کے مرنے کے بعد ان کو ماں اور باپ دونوں بن کر پالا اور کسی دکھ کو ان کے پاس سے گزرنے تک نہیں دیا وہ آج کیسے اتنی کٹھور ہو گئیں۔

خالدہ بیگم نے عائلہ کے ہر فیصلے میں ہمیشہ اس کا ساتھ دیا' کبھی بے جا روک ٹوک نہیں کی کیونکہ انہیں اپنی تربیت پر پورا بھروسہ تھا' انہیں یقین تھا کہ عائلہ خاندان بھر میں ان کا سر فخر سے بلند کردے گی لیکن آج...... عائلہ نے ماں کے چہرے پر لکھی بے یقینی کو دیکھا تو اپنی نظروں میں گر گئی اسے تھپڑ سے زیادہ ماں کی بے یقینی رُلا گئی۔ اس کے حواس اس صدمے کو سہہ نہ پائے اور اس کا ساتھ چھوڑنے لگے۔

❁......❁......❁

آنکھ کھلی تو کمرے میں چار سو اندھیرا بکھرا ہوا تھا اس نے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر اِدھر اُدھر دیکھنے کی کوشش کی لیکن ناکام رہی۔ اسے اپنا گال جلتا ہوا محسوس ہوا۔ آنکھوں میں بھی چبھن ہوئی محسوس ہوئی' اسے اپنی بے بسی پر جی بھر کر رونا آیا۔ اس نے بیڈ سے اٹھنے کی کوشش کی لیکن بخار کی زیادتی نے اٹھنے نہ دیا اسی وقت کوئی کمرے کی تاریکی کو چیرتا ہوا اندر داخل ہوا۔

''شام کو تمہارا نکاح ہے فارس کے ساتھ' یہ لو یہ جوڑا شام کو پہن لینا۔'' آنے والی فاریہ بھابی تھیں' عائلہ کو لگا آج وہ بالکل تہی دست ہو گئی ہے۔ وہ بھابی کو روکنا چاہتی تھی لیکن وہ پلٹ گئیں اور دروازے تک

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

جاتے جاتے رک کراس کی طرف رخ کیا۔

"تمہارے بیڈ کی سائیڈ پر میڈیسن رکھی ہے کھالینا' ویسے تو تمہیں میڈیسن کی کیا ضرورت ہماری عزتوں کا جنازہ نکال کرتم ویسے ہی بہت خوش ہوگئی ہوگی۔"

"بھابی ایسا تو مت کہیے آپ تو میرا یقین کریں' بھابی فارس سے کیسے آپ اس طرح میرا نکاح کر سکتے ہیں۔" عائلہ نے اٹھنے کی کوشش کرتے ہوئے بدقت فاریہ بھابی سے کہا۔

"اتنا کچھ کرچکنے کے بعد ابھی بھی تمہارا جی نہیں بھرا کتنی مشکل سے فارس اور خالہ کے سامنے ہاتھ جوڑ کر معافی مانگتے ہوئے کتنی منتوں سے منایا ہے انہیں اس نکاح کے لیے' ماں جی تمہاری حرکت کی وجہ سے کتنی بیمار ہیں اور وہاج کسی کو منہ دکھانے کے قابل نہیں رہے' کچھ احساس ہے تمہیں۔" فاریہ جیسے عائلہ کی بات سن کر پھٹ پڑی۔

"اب شام کو چپ چاپ تیار ہوجانا اگر تمہیں تھوڑی سی ماں جی اور وہاج کی فکر ہے تو......" یہ کہہ کر فاریہ وہاں رکی نہیں تھی' عائلہ ہلتے ہوئے پردے کو یک ٹک دیکھے گئی اور پھر پھوٹ پھوٹ کررودی۔

❁......❁......❁

کسی بے جان مجسمے کی طرح وہ خود ہی سج سنور کر بیٹھ گئی نہ کسی کو مدد کے لیے بلایا اور نہ کوئی واویلا کیا۔ بخار کی حدت نے اس کے رخساروں کو انار کی طرح سرخ کردیا۔ حزن و ملال نے اس کے روپ کو مزید نکھار دیا اپنی بے وقعتی پر اس کا روم روم ماتم کناں تھا ابھی کچھ ہی دیر میں مولوی صاحب آنے والے تھے' نکاح کے لیے اس کے نفاست و سادگی سے سجے کمرے میں چند لڑکیاں موجود تھیں جو دلہا کی آمد کے ساتھ ہی ساتھ باہر کی طرف لپکیں۔ اپنی بارات جو محض چند افراد پر مشتمل تھی کے آنے کا سن کر بھی اس کے وجود میں کوئی ہلچل نہ ہوئی۔ کبھی کبھی باہر سے ہلکے پھلکے شور کی آوازیں آجاتیں لیکن یہ آوازیں اپنے اندر اتنی سکت نہیں رکھتی تھیں کہ عائلہ کے اندر پھیلی خاموشی کا گلہ گھونٹ سکتیں۔

ایک دم باہر سے وہاج کے تیز تیز بولنے کی آوازیں آنے لگیں' ہر لحہ بڑھتے اس شور کو وہ چاہ کر بھی نظر انداز نہ کرسکی اچانک دروازے کے پٹ کو زور سے دھکیلتے ہوئے وہاج کمرے میں داخل ہوا ضبط سے اس کی سرخ ہوتی آنکھیں اور پھولی ہوئی سانس عائلہ کو کسی انہونی کی خبر دینے لگیں۔

"بدذات۔ جی نہیں بھرا تمہارا جو اپنے عاشق کے گھر والوں کو عین نکاح کے وقت بلالیا۔" اپنے اتنے شاندار پڑھے لکھے بھائی کے منہ سے ایسے تھرڈ کلاس الفاظ سن کر عائلہ پتھرا گئی۔ اس کی آنکھیں حیرت کی زیادتی سے پھیل گئیں۔ وہاج نے آتے ہی اس کے منہ پر زور زور سے طمانچے مارنے شروع کردیئے وہ لڑھک کر زمین پر وہاج کے قدموں میں ڈھے گئی۔

وہاج نے زوردار ٹھوکر سے اسے پرے دھکیلا۔

ابھی تو وہ کل والی ذلت ہی نہ بھول پائی تھی کہ اب اچانک وہاج اس پر برس پڑا' وہ حیران تھی کہ اب اس سے ایسی کون سی غلطی ہوگئی' وہ پوچھنا چاہتی تھی لیکن اسے موقع ہی نہ دیا گیا۔

"کل جو کچھ تم نے کیا میں نے اسے نظر انداز کیا یہ سوچ کر کہ چلو بچی ہے غلطی ہوگئی لیکن مجھے کیا پتا تھا کہ تمہاری ہمت اتنی بڑھ جائے گی کہ نکاح کے وقت اپنے ہوتے سوتوں کو بلالو گی۔" وہاج نے اس کے پاس بیٹھ کر اس کے بالوں کو مٹھی میں دبوچا۔

"ہماری آنکھوں میں دھول جھونکی کہ اس شخص سے تمہارا کوئی واسطہ نہیں اور نہ تم اسے جانتی ہو۔" وہاج نے اسے جھٹکے سے اٹھا کر کھڑا کیا' اس کی ٹانگیں کانپنے لگیں۔

"میں سچ کہہ رہی ہوں بھائی...... میں نہیں جانتی اسے۔" عائلہ نے بمشکل کہا۔

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

"تم اگر اسے نہیں جانتی تو اس کے گھر والے نکاح کے وقت کیسے آگئے اور ان کو کس نے بتایا کہ تم اس شادی کے لیے راضی نہیں تھی' بتاؤ مجھے۔" وہاج پر تو جیسے خون سوار تھا۔

"میں سچ کہہ رہی ہوں مجھے نہیں معلوم اسے کیسے پتا چلا۔" عائلہ نے ابھی اتنا ہی کہا کہ وہاج نے اسے زور سے دھکا دیا اور اس کا سر دیوار سے جا لگا۔ درد کی ایک شدید لہر اس کے اندر اٹھنے لگی' وہ دیوار کے ساتھ بیٹھتی چلی گئی۔ وہاج کا غصہ کسی طور پر کم ہونے میں نہیں آ رہا تھا وہ عائلہ کی طرف بڑھنے لگا کہ فاریہ نے اس کا بازو دبوچ لیا۔

"بس کریں مر جائے گی۔"

"مر جانے دو اسے۔ ہماری عزت کو قبر میں اتارنے والے کو زندہ رہنے کا کوئی حق نہیں۔" وہاج کا تو بس نہیں چل رہا تھا کہ اسے زندہ در گور کر دے۔

"ہمارے لیے تو مر ہی چکی ہے اور اگر آپ مری ہوئی کو ماریں گے تو قتل کے جرم میں آپ کو سزا ہو جائے گی اور ہمارا کیا ہوگا۔" فاریہ اسے روکتے روکتے ہلکان ہوگئی تو رونے لگی۔

"فاریہ کہاں کمی رہ گئی تھی ہمارے لاڈ پیار میں جو اس نے......" اس سے زیادہ وہاج سے بولا ہی نہ گیا اور وہ آنکھوں میں آئی نمی کو بے دردی سے رگڑتے ہوئے باہر نکل گیا۔

"اب کس بات کا ماتم کر رہی ہو' خوش ہو جاؤ کیونکہ فارص کے گھر والوں کو ایک بدکردار لڑکی اپنی بہو نہیں بنانی' چلے گئے ہیں وہ لوگ ہم پر تھوکتے ہوئے' اب نہیں ہوگا تمہارا فارص سے نکاح اور جس کے چکر میں تم ہو نا اس سے تو تمہارا مر کر بھی ہم لوگ رشتہ نہیں جوڑنے والے اور جیسے تمہارے کارنامے ہیں کوئی اور بھی تم سے رشتہ نہیں جوڑے گا اگر تمہیں اسی سے شادی کرنی تھی تو پہلے ہمیں بتا دیتی اس طرح سب کے سامنے رسوائی تو نہ ہوتی۔" ایک کے بعد ایک زہر سے بجھا تیر فاریہ بھابی اس کے آر پار کرنے لگیں۔

ماہین اس کی دوست تھی وہ جانتی تھی کہ عائلہ فارص سے شادی نہیں کرنا چاہتی عائلہ کو خوشیاں اور محبت ملے اس لیے ماہین نے اس کے چاہنے والے کی مدد کی اور اسے اس کے نکاح کی خبر دی لیکن وہ نہیں جانتی تھی کہ اس کا یہ قدم عائلہ کو ذلت کی پستیوں میں دھکیل دے گا اور اب تو ماہین اور عائلہ کے ملنے پر بھی پابندی تھی کیونکہ خالدہ بیگم کے خیال میں ان کی بیٹی کو خراب کرنے والی ماہین ہی تھی۔

❁......❁......❁

عائلہ کی پریگنینسی کو آٹھ مہینے ہوگئے تھے اس سارے عرصے میں اسے یشب نے اتنی خوشیاں دیں کہ وہ خود کو دنیا کی خوش قسمت لڑکی سمجھنے لگی۔ اس کی ذرا سی تکلیف پر پریشان ہوتا اس کے ارد گرد بھنورے کی طرح چکر لگاتا' کب اس کی روح کا حصہ بننے لگا اسے خبر ہی نہ ہوئی اب عائلہ کو اپنا آپ یشب کے بغیر ادھورا لگنے لگا۔

"ٹرن ٹرن......" فون کی مسلسل بجتی بیل نے عائلہ کو یشب کے خیالوں سے باہر نکالا جو اس کی تصویر کو بڑی محویت سے تک رہی تھی' سنبھل سنبھل کر قدم اٹھاتی وہ فون کی طرف بڑھی۔

"ہیلو السلام علیکم!" عائلہ نے شائستہ لہجے میں کہا۔

"وعلیکم السلام! جان یشب......" دوسری طرف یشب نے لہک کر کہا۔ عائلہ جھینپ گئی اور یشب تصور میں اس کے گلابی پڑتے روپ کو دیکھ کر مسکرا دیا۔

"آپ کی طبیعت کیسی ہے یقیناً مجھے مس کر رہی ہوں گی۔" یشب دن میں کئی مرتبہ عائلہ کی خیریت معلوم کرنے کے لیے فون کرتا۔

"اگر یہی پوچھنے کے لیے فون کیا ہے تو میں فون رکھنے لگی ہوں۔" عائلہ نے یشب کو چڑانے کے لیے بے رخی دکھائی۔

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

"باپ رے عائلہ اتنا بھاؤ کھا رہی ہیں آپ جب ہمارا بچہ اس دنیا میں آ گیا تو آپ تو میری طرف دیکھیں گی بھی نہیں۔" یشب نے دہائی دی۔

"ہاہاہا......" یشب کی بات سن کر عائلہ نے قہقہہ لگایا۔

"مجھے آپ سے بالکل بات نہیں کرنی عائلہ میری لائبریری میں رائٹنگ ٹیبل کی دراز میں بلو رنگ کی فائل ہے وہ نکال دیں میں کچھ دیر میں آ کر لے جاؤں گا' زیادہ دیر رکوں گا نہیں اس لیے ابھی نکال دیں۔" نروٹھے پن سے کہتے ہوئے یشب نے فون بند کردیا اور عائلہ بے ساختہ مسکراتی چلی گئی۔

❁......❁......❁

"کہاں ہے بلو رنگ کی فائل؟" دراز میں موجود فائلز کو چیک کرتے ہوئے عائلہ خود سے بولی۔

"ہاں یہ رہی بلو فائل۔" فائلز کے اندر دبی نیلے رنگ کی فائل کو کھینچتے ہوئے بولی۔ فائل کے ساتھ ہی بلیک رنگ کی ڈائری اس کے پاؤں کے پاس آ گری۔ عائلہ نے پڑی ڈائری کو اٹھالیا۔

"اچھا تو جناب ڈائری بھی لکھتے ہیں' میں بھی تو دیکھوں کیا لکھا ہے۔"

کیا سہہ پائے گا قلم میرا روپ تیرا
کی ہے جسارت چرانے کی تجھ سے ہر نقش تیرا

پہلے ہی صفحے پر لکھا شعر لکھنے والے کے ذوق کا پتا دینے لگا' عائلہ حیران ہوئی۔

"واہ بڑے رومانٹک ہیں جناب!" لیکن اگلی تحریر نے اسے چونکا دیا' جیسے جیسے وہ پڑھتی گئی اس کی حیرانگی بڑھتی گئی' اب اس کی رنگت متغیر ہونے لگی اور سانس دھونکنی کی طرح چلنے لگی۔

"اچھا تو محترمہ یہاں ہیں میں سارے گھر میں......" یشب نے کہتے ہوئے اس کا رخ اپنی طرف گھمایا تو اس کے زرد پڑتے چہرے کو دیکھ کر یشب کی بات ادھوری رہ گئی۔

"عائلہ کیا ہوا...... تمہاری طبیعت تو ٹھیک ہے؟" یشب کو لگا اس کی طبیعت خراب ہے لیکن جیسے ہی عائلہ نے ڈائری والا ہاتھ اس کی طرف بڑھایا تو وہ ساکت رہ گیا (یعنی عائلہ کو سب پتا چل گیا) اس نے لرزتے ہاتھوں سے ڈائری عائلہ کے ہاتھوں سے لے لی۔

"میں تمہیں بتانا چاہتا تھا لیکن ہمت نہیں کر پا رہا تھا۔" وہ ٹوٹے پھوٹے لفظوں کو ترتیب دینے لگا لیکن عائلہ نے اس کی بات درمیان میں کاٹ دی۔

"اس ڈائری میں جو کچھ لکھا ہے کیا وہ سچ ہے؟" یشب اس کے دوٹوک لہجے پر چونکا۔

"عائلہ پلیز مجھے غلط مت سمجھنا میں تم سے بہت محبت کرتا ہوں۔"

"میں نے پوچھا سچ ہے یا نہیں۔" عائلہ ایک دم غصے سے پھٹ پڑی۔ یشب کو عائلہ کے سرد تاثرات سے خوف آنے لگا لیکن اب سب کچھ کہنے کے سوا اور کوئی چارہ نہیں تھا۔

"ہاں یہ سچ ہے لیکن میں تم سے کچھ چھپانا نہیں......"

"بس...... اور ایک لفظ نہیں یشب خان......" اس سے پہلے کہ یشب مزید کوئی صفائی پیش کرتا عائلہ نے ہاتھ کے اشارے سے روک دیا۔

"زندگی میں پہلی بار میں نے کسی سے محبت کی تو وہ ایسے شخص سے جس کی وجہ سے میں نے اپنی زندگی کے سب سے خوشگوار لمحات ذلتوں کے گہرے اندھیروں میں ڈوبتے ابھرتے گنوا دیئے۔ میری ماں میرا بھائی' میرے جان پہچان والے میرے منہ پر تھوکتے رہے اور مجھے آج پتا چلا کہ ان سب کی وجہ میرا اپنا شوہر یشب خان ہے۔ میری عزت کی دھجیاں بکھیرنے والا' میری عزت کا محافظ ہے۔" عائلہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔

"عائلہ مجھے معاف کردو میرا مقصد تمہیں تکلیف پہنچانا نہیں تھا۔" یشب کو عائلہ کی ٹوٹتی بکھرتی حالت

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

تکلیف دینے لگی۔

''ہاہاہا......'' یثب کی بات سن کر عائلہ نے قہقہہ لگایا اور زور زور سے تالیاں پیٹنے لگی۔

''واہ یثب صاحب......تم مجھے تکلیف نہیں پہچانا چاہتے نا' یہی کہا نا تم نے۔'' تمسخر سے کہتے ہوئے اس نے یثب سے تائید چاہی۔

''میں تمہارے سامنے لحہ لحہ مرتی رہی اور تم کہتے ہو مجھے تکلیف پہنچانا نہیں چاہتے۔ تمہارے سامنے لوگ میرے کردار پر کیچڑ اچھالتے رہے' مجھے بدکردار کہتے رہے۔ تمہارے منہ پر فارص نے کتنے گندے الفاظ استعمال کیے میرے لیے' صرف تمہاری وجہ سے اور تم کہتے ہو تم مجھے تکلیف پہنچانا نہیں چاہتے اور کیسے پہنچائی جاتی ہے تکلیف بولو......'' پاس رکھے واز کو زور سے زمین پر پٹختے ہوئے عائلہ چیخی۔

عائلہ کی بگڑتی حالت یثب کو تشویش میں مبتلا کرنے لگی لیکن وہ جیسے ہی اسے سنبھالنے کے لیے آگے بڑھنے کی کوشش کرتا وہ سختی سے روک دیتی لیکن اب عائلہ کے لیے کھڑے رہنا دوبھر ہوگیا' ہر لحہ بڑھتا درد عائلہ کی برداشت سے باہر ہوگیا تو وہ بے ہوش ہوگئی اس کی بند ہوتی آنکھوں نے یثب کے اوسان خطا کردیئے' وہ بھاگا ہوا عائلہ کی طرف بڑھا اور اسے بازوؤں میں اٹھا کر گاڑی کی طرف لپکا۔

❁......❁......❁
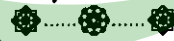
بگڑی حالت نے عائلہ کو آپریشن تھیٹر میں پہنچا دیا۔ کوریڈور میں مرے مرے قدموں سے ادھر ادھر ٹہلتا یثب پریشان بھی تھا' پشیمان بھی اگر وہ عائلہ کو سچ بتا دیتا تو شاید حالات یہ نہ ہوتے۔

''پتا نہیں عائلہ مجھے معاف بھی کرے گی یا نہیں۔'' سوچتے ہوئے اس کی آنکھوں میں نمی تیرنے لگی۔

''اے اللہ! میری عائلہ کو بچالے میرے گناہوں کی سزا مجھے اتنی کڑی مت دینا۔'' وہ شدت سے رو پڑا۔

''مبارک ہو پیدا ہوئی ہے۔'' یثب کا سر سجدے میں جھکا ہوا تھا جب ڈاکٹر نے اطلاع دی وہ فوراً زمین سے اٹھا۔

''ڈاکٹر صاحبہ...... میری عائلہ کیسی ہے۔'' اس نے بے قراری سے عائلہ کے متعلق پوچھا۔

''آپ کی مسز ٹھیک ہیں خطرے کی کوئی بات نہیں' وقت سے پہلے ڈلیوری کی وجہ سے کچھ ویک ہیں' ابھی انہیں بالکل ٹھیک ہونے میں وقت لگے گا اور آپ کی بیٹی کو بھی انڈر آبزرویشن رکھنا ہے۔ فکر کی کوئی بات نہیں سب ٹھیک ہے۔'' لیڈی ڈاکٹر نے اپنے پیشہ وارانہ انداز میں کہتے ہوئے یثب کو تسلی دی۔

''کیا میں اپنی بیوی سے مل سکتا ہوں؟'' یثب نے آنکھوں سے نمی رگڑتے ہوئے جلدی سے پوچھا۔

''نہیں ابھی نہیں' کچھ دیر بعد ہم آپ کی مسز کو روم میں شفٹ کردیں گے تو آپ مل لیجیے گا۔'' کہہ کر ڈاکٹر اپنے روم کی طرف بڑھ گئی۔

❁......❁......❁

ست روی سے کمرے میں داخل ہوتے یثب نے آنکھیں موندے لیٹی عائلہ کو دیکھا تو احتیاط سے دروازہ بند کرکے آگے بڑھا۔ اس نے بغور عائلہ کو دیکھا' کتنی اذیت تھی اس کے چہرے پر اس کا نقش نقش اس کی بے چینی کا گواہ تھا۔ یثب نے جیسے ہی عائلہ کی پیشانی کو چھونا چاہا' اس نے بے دردی سے اس کا ہاتھ جھٹک دیا اور بنا کچھ بولے دوسری سمت رخ موڑ لیا۔

''عائلہ جو چاہو سزا دے دو مجھے لیکن یوں خاموش مت رہو پلیز کچھ تو بولو۔ میں نے جو کیا تمہاری محبت میں کیا۔'' یثب نے جیسے ہی اسے اپنی محبت کا یقین دلانا چاہا' عائلہ نے تڑپ کر اس کی طرف دیکھا۔

''محبت...... کب مانگی تھی میں نے تم سے محبت...... کب کہا تھا میں نے کہ تم مجھ پر اپنی محبت کی بارش کردو۔ تم جانتے ہو تمہاری محبت میرے لیے ایسا گناہ بن گئی کہ ہر آنے جانے والا مجھے ذلت کا چابک

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

مار کر گزرنا اپنا فرض سمجھتا ہے۔ تمہاری محبت میری عزت، میرے کردار کا ناسور بن گئی ہے جو ساری زندگی رستا رہے گا۔ کیسی کی تم نے مجھ سے محبت بتاؤ..... محبت تو معتبر کرتی ہے لیکن تمہاری محبت نے مجھے حقیر کردیا یشب خان، چلے جاؤ یہاں سے تم نے مجھے سب کی نظروں میں گرادیا میں تمہاری شکل دیکھنا نہیں چاہتی سنا تم نے۔'' وہ نفرت سے پھٹ پڑی۔

''عائلہ پلیز ایک بار مجھے معاف کردو میرے لیے نہیں تو ہماری بیٹی کے لیے۔'' یشب گڑگڑایا۔

''جس بیٹی کی تم بات کررہے ہو نا آج سے وہ بھی میرے نصیب میں حصہ دار ہوگئی آج تک لوگ مجھے بدکردار کہتے رہے آج کے بعد وہی لوگ میری بیٹی کو بدکردار ماں کی بدکردار بیٹی کہہ کر بلائیں گے۔ سنا تم نے یشب خان میرے نصیب کی سیاہی اب اسے بھی اپنے حصار میں لے لی گی۔'' وہ بے بسی سے رودی، یشب کو اس کی حالت پر ترس آنے لگا۔

''تمہاری طبیعت ابھی ٹھیک نہیں ہے میں تم سے بعد میں بات کروں گا۔'' یشب نے کہہ کر دروازے کی طرف قدم بڑھائے ہی تھے کہ عائلہ کی آواز نے روک لیا۔

''جو باتیں اب تک ہم کرچکے سو کرچکے اب اور کوئی بات نہیں ہوگی کیونکہ جو اذیت میں بے گناہ ہوکے آج تک سہتی رہی وہ اب تم بھی سہو گے۔'' عائلہ کے لہجے کی سفاکی نے اسے فریز کردیا۔

''میں پیچھے مڑ کر نہیں دیکھ سکتی کیونکہ میرے پیچھے کے تمام راستے تم بہت پہلے بند کرچکے ہو اس لیے میں تمہارے گھر میں رہوں گی لیکن تمہارے ساتھ نہیں۔ پتا ہے کیوں یشب خان؟'' عائلہ نے اسے مخاطب کیا لیکن وہ کچھ کہہ نہ پایا محض اسے دیکھ کر رہ گیا۔

''کیونکہ آج تم میرے لیے اجنبی ہو تمہارے ساتھ برسوں پرانی انجانے میں ہوئی شناسائی نے تم کو میرے لیے اور مجھے تمہارے لیے اجنبی کردیا ہے جانتے ہو کیوں؟'' ایک بار پھر سے عائلہ نے اسے مخاطب کیا لیکن اب کی بار اس کے لہجے میں کاٹ کی بجائے بے بسی لاچاری تھی، یشب کے لیے عائلہ سے نظریں ملانا محال ہوگیا۔

''کیونکہ عورت سب کچھ معاف کرسکتی ہے لیکن اپنی عزت کے قاتل کو کبھی معاف نہیں کرتی اور نہ محبت کے بدلے غیرت کا سودا کرتی ہے۔''

''عائلہ گزری باتوں کو دہرا کر تم کیوں اپنا آج تباہ کررہی ہو جو ہوچکا اسے میں بدل نہیں سکتا لیکن ہم اپنے آنے والے کل کو......''

''میں جانتی ہوں جو ہوچکا اسے بدلا نہیں جاسکتا لیکن میں اسے بھول بھی نہیں سکتی کیونکہ میں جانتی ہوں اگر آج میں نے تمہیں معاف کردیا تو محبت کے نام پر جانے اور کتنی عائلہ رسوا ہوں گی اور تم مردوں کو من مانی کا موقع مل جائے گا۔'' عائلہ نے کہہ کر رخ موڑ لیا اور سختی سے آنکھیں بند کرلیں جیسے اب کبھی اس کی شکل دیکھنے کی خواہش نہ ہو اور چند قدم کے فاصلے پر کھڑے یشب کو یہ چند قدم کا فاصلہ عبور کرکے عائلہ تک پہنچنا ناممکن لگنے لگا کیونکہ اس کے سامنے موجود عورت محبت کی نہیں بلکہ عزت کی شیدائی تھی۔ اور اب یشب کو اس کی کھوئی عزت لوٹا کر شناسائی حاصل کرنی تھی۔

❋

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

حمیرا نوشین

"یہ کیسا لگے گا تم پر۔" سفیان نے سوٹ زرش کے ساتھ لگایا اور اسے ستائشی نظروں سے دیکھا۔

"زبردست۔ بہت سوٹ کررہا ہے تم پر۔" یہ بھی پیک کردیں اس نے سیلز مین کو آرڈر دیا۔

"کیا ہوگیا ہے سنی آپ کو اتنے مہنگے تین سوٹ آپ مجھے دلوا چکے ہیں پھر اس کی کیا ضرورت ہے عید پر میں سارا دن سوٹوں کی نمائش تو نہیں کرتی رہوں گی بس اس کو رہنے دیں آپ۔" وہ دبے لفظوں میں بولی مگر وہ سنی ان سنی کر گیا' وہاں سے سوٹ لے کر وہ اسے جوتوں کی دکان پر لے آیا۔ میچنگ شوز' پرس لے کر جب وہ شاپنگ مال سے نکل رہے تھے تو ہاتھوں میں ڈھیروں شاپنگ بیگز تھے۔

"اتنی فضول خرچی کی کیا ضرورت تھی۔" وہ سیڑھیاں اترتے ہوئے بولی۔

"تمہیں یہ فضول خرچی لگ رہی ہے بھئی سفیان ہمدانی بلڈرز کی مسز ہو تم اب' اتنا تو اپنی بیگم پر خرچ کرنے کا حق بنتا ہے ناں۔" اس نے مسکراتے ہوئے زرش کو دیکھا۔

"زیادہ پیسہ ہونے کا یہ مطلب نہیں کہ انسان بے دریغ خرچ کرتا پھرے۔" اس کا منہ پھولا ہوا تھا۔

"چھوڑو ناں یار' سفیان ہمدانی کے ساتھ عیش کرو۔" بے پروائی سے کہتے ہوئے اس نے اس کے ہاتھوں سے شاپنگ بیگز اپنے ہاتھوں میں منتقل کیے اور وہ اس کے ساتھ چلتے ہوئے مسلسل سوچ رہی تھی کہ اس شاپنگ میں کسی کے گھر کا مہینوں کا خرچ بآسانی چل سکتا تھا۔ وہ دونوں وہاں سے نکل کر پارکنگ ایریا میں کھڑی اپنی گاڑی کی طرف بڑھے تو پیچھے سے ایک نو دس سالہ بچے نے اس کا دوپٹہ کھینچ لیا۔

"باجی میں بھوکا ہوں' دو دن سے کچھ نہیں کھایا میری مدد کردیں۔" بچہ ملتجی لہجے میں بولا۔ زرش نے اسے کچھ دینے کے لیے پرس کھولا تو سفیان اسے کھینچ کر گاڑی کی طرف لے گیا۔

"کیا کررہی ہو ان لوگوں کا تو پیشہ ہی یہی ہے کس کس کو دو گی۔" قدرے درشتی سے کہتے ہوئے اس نے فرنٹ ڈور کھولا۔

"مگر سفیان وہ بچہ......"

"کم آن زرش' جلدی سے گاڑی میں بیٹھو ابھی میں نے تمہیں جیولرز کے ہاں بھی لے کر جانا ہے۔" وہ اس کی بات مکمل ہونے سے قبل ہی بولا اور زرش نے گاڑی میں بیٹھتے ہوئے اس بچے پر نظر ڈالی جو اب بھی ہاتھ پھیلائے اس کی طرف دیکھ رہا تھا' نجانے کیوں اس کی آنکھوں میں پانی جمع ہونے لگا۔

"کیا تھا اگر آپ مجھے چند روپے اس بچے کو دینے دیتے بتایا نہیں بے چارا کب سے بھوکا ہے حالت دیکھی تھی آپ نے اس کی۔"

"کوئی بھوکا ووکا نہیں ہوتا' پیسہ کمانے کے لیے ڈھونگ رچاتے ہیں یہ لوگ۔" سفیان گاڑی چلاتے ہوئے بولا تو وہ خاموش ہوگئی۔

گھر آ کر بھی اسے رہ رہ کر اس بچے کی ملتجی نگاہیں یاد آتی رہیں اسے سفیان سے یہی اختلاف تھا۔ لاکھوں روپے کمانے والا اپنے اوپر اور گھر کی ضروریات پر بے دریغ خرچ کرنے والا کبھی صدقہ و خیرات یا غریب کی

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

مدد کرنے کے بارے میں نہ سوچتا۔ یہاں پر اسے محبت سے کمائے گئے پیسے کا احساس اجاگر ہوجاتا اور وہ دل مسوس کر رہ جاتی' ساری رات وہ عجیب سے احساس سے دوچار ہوتی رہی مگر اپنی کیفیت کا اظہار سفیان سے نہ کیا۔ صبح اسے آفس بھیج کر اس نے ملازمہ سے صفائی کروائی خانساماں کو افطاری کے لیے ہدایت دیتی ہوئی وہ چادر اوڑھ کر گھر سے باہر نکل آئی۔ ڈرائیور کو اس نے مشہور شاپنگ مال کا بتایا تو وہ اسے وہاں لے آیا' اس نے بے قراری سے پورے پارکنگ ایریا کی طرف نظر دوڑائی مگر کل والا بچہ اسے کہیں نظر نہ آیا' وہ پانچ دس منٹ وہیں کھڑے رہی تو اسے کچھ عجیب سا لگا۔ اس نے واپسی کا سوچا تو سامنے ہی وہ اسے ایک کونے میں بیٹھا نظر آ گیا' زرش جلدی سے اس کے پاس گئی۔

''تم...... تم وہی ہوناں جو کل بھوکے تھے اور مجھ سے پیسے مانگ رہے تھے۔'' وہ بے قراری سے بولی۔ بچہ اس کی طرف نہ سمجھنے والے انداز میں دیکھنے لگا اور افسردگی سے بولا۔

''میں تو روز ہی بھوکا ہوتا ہوں باجی۔''

''چلو آؤ میں تمہیں کھانا کھلاؤں۔'' وہ اس کا ہاتھ پکڑ کر اٹھانے لگی مگر بچے نے اپنا ہاتھ کھینچ لیا۔

''نہیں آپ مجھے پیسے دے دیں' میں خود ہی کچھ کھالوں گا۔'' اس نے ہتھیلی پھیلائی زرش کچھ دیر سوچتی رہی اور پھر پرس سے دو سو کے نوٹ نکال کر اس کی ہتھیلی پر رکھ دیئے اتنے پیسے پا کر بچے کی آنکھوں میں چمک آ گئی۔

''اچھا کھانا تو تم کھالو گے' آؤ میں تمہیں آئس کریم کھلاؤں۔'' وہ خاموش بیٹھا رہا۔

''ڈرو نہیں میں تمہیں کچھ نہیں کہوں گی' ہم کہیں نہیں جائیں گے۔ اسی شاپنگ مال میں آئس کریم کی دکان ہے بس وہاں سے آئس کریم کھا کے پھر تم یہیں آ جانا۔'' زرش نے اسے اپنے ساتھ چلنے پر آمادہ کیا تو وہ کچھ ہچکچاتے ہوئے اس کے ساتھ چلنے لگا۔

آئس کریم پارلر میں اس نے اس کے لیے آئس کریم منگوائی اور اسے بغور دیکھنے لگی گرد و غبار سے اٹے سنہری بال بکھرے ہوئے تھے۔ اس کا رنگ سرخ و سپید تھا اور تیکھے نین نقوش اس کی خوب صورتی میں اضافہ کررہے تھے وہ میلے کچیلے کپڑوں میں ملبوس خاموشی سے کھانے میں مگن تھا۔

''باجی! آپ بھی کھاؤں ناں۔''

''نہیں' میرا روزہ ہے تم کھاؤ۔'' زرش نے نہ کھانے کی وجہ بتائی۔ جب اس کی آئس کریم ختم ہونے کے قریب ہوئی تو وہ اس سے اس کے بارے میں پوچھنے لگی' تھوڑی دیر وہ ہونٹ بھینچے بیٹھا رہا مگر پھر پگھلنے لگا۔

''جب امی مری میں بہت چھوٹا تھا' دو سال ہوئے

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

ابا بھی مجھے چھوڑ کر چلا گیا۔ چاچا چاچی کے ساتھ رہتا ہوں' چاچی مجھے روز مارتی ہے' کھانے کو نہیں دیتی' گھر کے سارے کام کرواتی ہے۔ چاچا سے میری شکایتیں لگاتی ہے پھر وہ بھی مجھے مارتا ہے۔ چاچا ایک دن مجھے یتیم خانے چھوڑ آیا پر میں وہاں بہت روتا تھا انہوں نے مجھے گھر بھیج دیا۔ چاچا نے چاچی کو کہہ دیا کہ اب یہ یہاں سے کہیں نہیں جائے گا یہیں رہے گا۔ وہ اس پر بہت غصہ ہوئی وہ سارا دن مجھے بھوکا رکھتی' مارتی' میں محلے کے کسی گھر میں چلا جاتا تو وہ ترس کھا کر مجھے کچھ کھانے کو دے دیتے۔ شام کو چاچا چوری چھپے پانی روٹی میں سے مجھے بچا کر دے دیتا' اسے پتا چل جاتا تو وہ بہت چیختی وہ کہتی ''اس مصیبت کو کسی کام پر لگادے' اپنا خرچہ خود پورا کرے ہماری اپنی پوری نہیں پڑتی اسے کہاں سے کلائیں'' اب چاچا روز صبح مجھے یہاں چھوڑ جاتا ہے اور رات کو لے جاتا ہے جتنے پیسے اکٹھے ہوتے ہیں میں چاچی کو دے دیتا ہوں۔ اب وہ مجھے پیٹ بھر کر روٹی تو دے دیتی ہے مگر بوٹی ہمیشہ اپنے بچوں کو دیتی ہے' صبح ادھر آنے سے پہلے پورے گھر کی صفائی کرواتی ہے۔ مجھے اپنی امی ابا بہت یاد آتے ہیں ابا میرا بہت خیال رکھتا تھا مجھے روز تیار کر کے اسکول بھیجتا تھا' شام کو میرے لیے چیزیں لے کر آتا تھا' ایک دن وہ کام سے واپس سائیکل پر گھر آرہا تھا تو سامنے سے آتے ٹرالر سے ٹکر ہوگئی' ابا موقع پر ہی مرگیا۔'' بچہ اس کی ذرا سی ہمدردی پا کر اپنے سارے حالات بیان کر گیا اور دم سادھے بیٹھی سنتی رہی' آنکھیں پانیوں سے بھر گئیں' آنسوؤں کو پینے کی کوشش میں اس کے حلق میں آنسوؤں کا گولا اٹک گیا' اسے لگا اس کا پورا وجود بے جان ہوچکا ہے۔ بچے کا درد اس کا انگ انگ دکھانے لگا' جسم کا ہر عضو اک آبلہ بن گیا جس کی ٹیسیں اسے تڑپا رہی تھیں۔ بچے کے چہرے پر پھیلا حزن و ملال اس کا دل چیرے دے رہا تھا وہ آس پاس سے بے نیاز ہوگئی۔

''باجی میں جاؤں؟'' بچے کی آواز اسے ہوش کی دنیا میں لے آئی۔

''آں...... ہاں جاؤ' کل میں پھر آؤں گی' تم مجھے اسی جگہ ملنا۔'' وہ اسے ساتھ لیے باہر نکل آئی۔

❁......❁......❁

گھر آکر ضبط کے سارے بند ٹوٹ گئے' بچے کا درد آنکھوں سے ابل ابل کر بہہ رہا تھا کل سے وہ اس کے لیے فکر مند تھی اور آج اس کے حالات کے بارے میں جان کر وہ بکھر ہی تو گئی۔

''اے میرے اللہ' یہ ہم مسلمانوں کو کیا ہوگیا ہے' ہمارے دل اتنے سفاک کیوں ہوگئے ہیں' ہم تو اس دین کے پیروکار ہیں جو ایک بے زبان سے بھی محبت کا درس دیتا ہے۔ کجا یہ کہ اپنے ہی رشتہ داروں سے ایسی بے رحمی' یتیم بچے کو گلے سے لگانے اس کا درد بانٹنے کی بجائے اس پر ایسا ظلم و ستم کہ دو وقت کی روٹی دینا بھی اپنے لیے مصیبت سمجھتے ہیں۔ انسان اتنا بے رحم کیسے ہوسکتا ہے کہ اپنے خون کے ساتھ بھی صلہ رحمی نہ کرسکے' ہم یہ درس کیوں بھول گئے کہ جو دوسروں پر رحم کرتا ہے رحمٰن ان پر رحم کرتا ہے' زمین والوں پر تم رحم کرو آسمان والا تم پر رحم کرے گا۔ جب ہم یتیم کے سر پر ہاتھ نہیں رکھیں گے' مخلوق خدا سے حسن سلوک نہیں کریں گے تو پھر اس کی نازل کردہ آفات و مصائب کو کون روک سکتا ہے۔ افسوس انسان اپنی بربادی کا سامان خود اپنے ہاتھوں کرتا ہے۔'' وہ سوچ سوچ کر ہلکان ہوتی رہی اور آنسو اس کے دامن کو بھگوتے رہے۔

❁......❁......❁

سفیان آج بے حد خوش تھا اسے کروڑوں کا پراجیکٹ ملا تھا' کئی بلڈرز آس لگائے بیٹھے تھے مگر سفیان کی قسمت نے اس کا بھرپور ساتھ دیا تھا۔

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

''تم دیکھنا زرش، ہماری اولاد عیش کرے گی دنیا کی ہر نعمت ان کے قدموں میں ڈھیر کردوں گا۔ ان کے منہ سے نکلتے ہی ہر خواہش پوری ہوجائے گی۔ یہ محاورہ ان پر بالکل سوٹ کرے گا کہ ہمارے بچے سونے کا چمچ لے کر دنیا میں آئے ہیں۔'' وہ خوشی سے سرشار تھا۔

''یہ سب کچھ تو آپ اپنی اولاد کے لیے کررہے ہیں' آپ نے اپنے لیے بھی کچھ سوچا ہے؟''

''کیا مطلب؟'' وہ زرش کی بات نہ سمجھا۔

''میرے کہنے کا مطلب یہ ہے کہ آپ نے اپنے لیے بھی کوئی مال اکٹھا کیا ہے جو آپ کے کام آسکے۔'' اس نے اس کی آنکھوں میں جھانکا۔

''بے وقوف یہ سب کچھ میرا اور میری اولاد ہی کا تو ہے۔'' وہ اس کی بے وقوفی پر ہنسا۔

''نہیں سفیان' یہ سب کچھ آپ کا نہیں ہے' آپ کا سب کچھ وہ ہے جو آپ اللہ کے دیئے ہوئے مال میں سے اس کے حکم کے مطابق غریبوں' مسکینوں اور حق داروں کو دیں گے۔ کبھی آپ نے سوچا ہے کہ یہ رزق مجھے کون عطا کررہا ہے' ذرا غور کریں کیا آپ کے زور بازو میں اتنی طاقت تھی کہ یہ مال جمع کرسکے' نہیں کبھی نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت اور اپنی قدرت سے رزق کے دروازے آپ پر کھول رکھے ہیں۔ آج جو آپ اتنا بڑا پراجیکٹ ملنے پر مسرور ہورہے ہیں اگر اللہ کی مرضی شامل نہ ہوتی تو آپ کبھی بھی یہ پراجیکٹ حاصل نہیں کرسکتے تھے' اگر دیکھا جائے تو اس ساری دولت و ثروت کا مالک اللہ تعالیٰ ہے' اس روپے پیسے پر سب سے بڑا حق اسی ذات پاک کا ہے۔'' اس کی باتیں سن کر سفیان کے ماتھے پر شکنیں ابھر آئیں اور وہ اٹھ کھڑا ہوا مگر زرش نے اس کا ہاتھ پکڑ کر اسے اپنے قریب بٹھالیا۔

''یہ دنیا فانی ہے سفیان' اس دولت پر صرف ہمارا حق

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

نہیں......اس میں نادار لوگوں کا بھی حصہ ہے جو آپ ہر سال کھاتے آرہے ہیں اور آپ کو اس بات کا احساس تک نہیں ہوتا۔"

"بس کرو زرش' تمہارے یہ لیکچرز مجھ پر اثر انداز نہیں ہوں گے۔" ناگواری اس کے لہجے سے چھلکنے لگی۔

"یہ لیکچر نہیں حقیقت ہے' جس سے آپ چشم پوشی کررہے ہیں۔ دنیا میں کمایا ہوا مال دنیا میں ہی رہ جائے گا۔ اس مال سے کمائی ہوئی نیکی ہی ہمارے ساتھ جائے گی جو آخرت میں ہمارے کام آئے گی' ہم اپنی اولاد کے بارے میں فکر مند ہوتے ہیں۔ ہر جائز و ناجائز طریقے سے ان کی خواہشات و آسائشات پوری کرتے ہیں مگر اپنے بارے میں نہیں سوچتے کہ یہ ہمارا ابدی ٹھکانہ نہیں۔ بچوں کے لیے آپ دن رات محنت شاقہ کرتے ہیں' والدین کے رخصت ہونے کے بعد بچوں کو بھولے سے ان کا نام پر انہی کی دولت سے کمائے ہوئے پیسے میں سے کچھ نکالنے کا خیال تک نہیں آتا اور وہ اپنی زندگی میں مگن ہوجاتے ہیں' کیا آپ ایسا ہی نہیں کررہے۔" زرش بولتی چلی گئی' سفیان کے چہرے پر پُرسوچ لکیریں نمودار ہوگئیں۔

"تم کہنا کیا چاہتی ہو؟"

"میں آپ کو یہ سمجھانا چاہتی ہوں کہ اپنے آس پاس نظر دوڑائیں بہت سے لوگ آپ کے مال کے حق دار ہیں اور دیکھنا جب آپ ان پر خرچ کریں گے تو اپنے اوپر لگائے گئے پیسے سے زیادہ ان پر خرچ کرنے سے قلبی سکون حاصل کریں گے۔ سورۃ یٰسین میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے "مالک حقیقی تو ہم تھے ہم نے تمہیں مالک بنایا تو حقیقت میں وہ مال جو تمہارے پاس آیا ہے اس میں سب سے بڑا حق تو ہمارا ہے جب ہمارا حق ہے تو پھر اس میں سے اللہ کے حکم کے مطابق خرچ کرو تو باقی جتنا مال تمہارے پاس ہے وہ تمہارے لیے حلال اور طیب ہے۔ وہ مال اللہ کا فضل ہے اور اگر تم نے اس میں سے وہ چیز نہ نکالی جو اللہ نے تم پر فرض کی تو پھر یہ سارا مال تمہارے لیے آگ کے انگارے ہیں اور قیامت کے دن ان انگاروں کو دیکھ لو گے جب ان انگاروں سے تمہارے جسموں کو داغا جائے گا اور تم سے کہا جائے گا کہ یہ ہے وہ خزانہ جس کو تم جمع کیا کرتے تھے۔"

سفیان اب دلچسپی و توجہ سے اس کی باتیں سن رہا تھا اور زرش نے بھی لوہا گرم دیکھ کر اس کی اصلاح کے لیے کمر کس لی اور ساتھ ہی اس بچے کے بارے میں بھی بتادیا جس کے لیے وہ بے چین ہورہی تھی۔

❁......❁......❁

دولت وہی ہے جس سے کہ ہو فیض خاص و عام
کس کام بحر میں گو ہر بہت سے ہیں
ہمدرد بن کے درد نہ بانٹا تو کیا جیے
کچھ درد دل بھی چاہیے انسان کے لیے
مرنا بھلا ہے اس کا جو اپنے لیے جیے
جیتا ہے وہ جو مر چکا ہو غیر کے لیے

ساری رات سفیان سو نہ سکا صبح اس نے آفس سے چھٹی کرلی۔ وہ چپ چاپ کمرے میں پڑا رہا' سارا دن زرش کی باتوں کے متعلق سوچتا رہا اور آخر شام کو افطاری سے پہلے اس نے اپنے اندر بہت سی تبدیلیاں محسوس کی تھیں۔ وہ نہا کر فریش ہوا اور باہر چلا آیا۔

آج آخری روزہ تھا خانساماں افطاری کا خاص اہتمام کررہا تھا' زرش قرآن پاک پڑھنے میں مصروف تھی' سفیان کو آتا دیکھ کر اس نے جزدان میں قرآن پاک لپیٹا دعا مانگی اور اس کی طرف متوجہ ہوگئی۔ آج اسے سفیان کے چہرے پر ایک اطمینان نظر آیا تھا' دونوں باہر لان میں آگئے۔ موسم بہت خوشگوار ہورہا تھا' ہلکی ہلکی ہوا چل رہی تھی وہ کرسیوں پر بیٹھ گئے۔

"میں بہت خوش نصیب ہوں زرش کہ میری قسمت

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

غزل

میرے ہمنوا کو خبر کرو مجھے زندگی کی نوید دے
میرے رت جگے ہیں طویل تر انہیں روشنی کی سعید دے
سر لوح شام فراق پھر بھی ساتھ تیرا نصیب ہو
وہی پل ہوں جان سے عزیز تر جنہیں تیرا قرب کشید دے
ہے سماعتوں میں سرور سا وہی لفظ ہیں ابھی گونجتے
ہے کوئی جو ماضی قریب سے مجھے بیتے لمحے خرید دے
وہ شفق شفق سا ہو سامنے اسے دیکھ لیں تو قرار ہو
سر خامشی ہو یوں گفتگو کہ جو زندگی کی امید دے

لیلیٰ شاہ...... چک سادہ گجرات

میں میرے رب نے تمہاری جیسی فرشتہ صفت لڑکی لکھی جو مجھے تاریکیوں سے نکال کر روشنی میں لے آئی۔ اگر تم مجھے احساس نہ دلاتیں تو میں ساری عمر اندھیروں میں ہی بھٹکتا رہتا' کوئی نیک عمل میرے نامہ اعمال میں نہ ہوتا۔ میں آخرت میں اپنے رب کو کیا منہ دکھاتا۔'' وہ حقیقتاً پشیمان تھا۔

''اللہ اپنے بندوں پر ہر لحہ مہربان ہے سفیان' مجھے بھی اپنے رب کے حکم سے ہی ہدایت ملی ہے اور آپ سے ایک مضبوط رشتہ ہونے کے ناتے میرا بھی یہ فرض تھا کہ آپ کی غلطیوں کی نشان دہی کروں اور مجھے امید ہے کہ میرے اللہ نے مجھے میرے مقصد میں کامیاب کردیا ہے۔'' زرش نے اس کے ہاتھ تھام لیے۔

''ہاں زری...... میں نے اللہ کے حکم سے یہ فیصلہ کرلیا ہے کہ اس کے دیئے مال میں سے اپنے والدین کے ایصال ثواب کے لیے مساجد کی تعمیر کرواؤں گا اور اپنے آس پاس جو مستحق لوگ ہیں' ان کی خدمت کر کے خوشی واطمینان کی دولت سمیٹوں گا تاکہ کل میری اولاد بھی نیکی کی راہ پر گامزن ہو اور انگاروں سے بچ سکے۔'' اس کی باتوں نے زرش کے چہرے پر پھول کھلا دیئے۔ ''اور ہاں ہم آج ہی اس بچے کے چچا سے ملیں گے' اس کا اچھے اسکول میں ایڈمیشن کروائیں گے اس کے تمام اخراجات کی ذمہ داری بحکم ربی میں لوں گا۔'' وہ فیصلہ کیے بیٹھا تھا اور زرش مسکرا رہی تھی' اس کے رب نے اس کی سن لی تھی۔

افطاری کا وقت ہو رہا تھا خانساماں کی آواز سن کر وہ اندر چلے آئے اور دعا کے لیے اپنے رب کے سامنے ہاتھ پھیلا دیئے۔ اذان کی آواز سنائی دی تو سفیان نے تمام ملازموں کو آواز دے کر اپنے ساتھ روزہ افطار کرنے کے لیے بلا لیا وہ کچھ ہچکچاتے ہوئے روزہ افطار کرنے لگے۔ زرش نے بھی خوشی سے سرشار ہو کر کھجور منہ میں رکھی وہ اپنے مالک کا جتنا بھی شکر ادا کرتی کم تھا۔ کل آنے والی عید اس کے لیے حقیقی معنوں میں خوشیاں لے کر آ رہی تھی۔

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

www.paksociety.com

قسط نمبر 20

صدف آصف

گزشتہ قسط کا خلاصہ

ریحانہ اور ہزاد جہاں سفینہ کی شادی کے موقع پر خوش ہوتے ہیں وہیں بیٹی کی جدائی پر رنجیدہ ہوجاتے ہیں۔ سفینہ کے لیے بھی یہ لمحات بے حد صبر آزما ہوتے ہیں' سنبل اور ثوبیہ تو اپنی کزن کی شادی پر پہنچ جاتی ہیں مگر ان کی ماں ساس کی بیماری کے سبب سفینہ کی شادی میں شرکت نہیں کر پاتی۔ ریحانہ بہن کی کمی محسوس کرتی ہیں مگر مجبوری کی وجہ سے خاموش ہوجاتی ہیں۔ فائز سفینہ کی محبت سے دستبردار ہو کر دنیا کی دلچسپیوں سے بھی منہ موڑ لیتا ہے۔ دلشاد بیگم بھی نواسے کی حالت پر تڑپ اٹھتی ہیں مگر وہ فائز تمام حالات کا ذمہ دار اپنی ماں اور نانی کو ہی قرار دیتا ہے' سائرہ اپنے بیٹے کی یہ حالت دیکھ کر شرمیلا سے بات کرتی ہے تاکہ وہ اسے خود ساختہ اذیت سے نجات دلا سکے۔ شرمیلا ان کے مقصد کو بخوبی سمجھ جاتی ہے فائز کے مخلصانہ رویے کو پیش نظر رکھتے وہ سائرہ کی بات مان لیتی ہے اور فائز کی دلجوئی کرنے کی کوشش کرتی ہے۔ آفاق شاہ سفینہ کو پا کر بے حد مسرور ہوتا ہے لیکن سفینہ کے لیے اس نئے رشتے کو قبول کرنا اتنا آسان نہیں ہوتا جب ہی وہ خود پر ضبط کرتے آفاق شاہ کی محبت کا جواب محبت سے دینے پر اپنے دل کو آمادہ کر لیتی ہے۔ عشو بوا شادی کے موقع پر زیورات کی چمک دیکھ کر ششدر رہ جاتی ہے جب ہی وہ روشنی کی معصومیت سے فائدہ اٹھاتے چند زیور ادھار لینے کی بات کرتی ہے مگر روشنی اپنی ماں کے زیور دینے سے صاف انکار کر دیتی ہے۔ عشو بوا کا رویہ سفینہ کے ساتھ بھی بے حد ہتک آمیز ہوتا ہے لیکن آفاق شاہ کا سخت لہجہ انہیں بہت کچھ باور کرا دیتا ہے۔ شرمیلا اپنا کوچنگ سینٹر آتی ہے تو وہیں موبل اچانک پہنچ کر اسے شاکڈ کر دیتی ہے۔ موبل شرمیلا کے کردار پر انگلی اٹھاتی ہے اور اپنے شوہر سے تعلقات ختم کرنے کی وارننگ دیتی ہے' شرمیلا یہ الزامات سن کر خاموش نہیں رہ پاتی اور نبیل کے از خود رابطے کا ذکر کرتی ہے لیکن موبل اس کی سنے بغیر اسے دھمکیاں دیتی وہاں سے نکل جاتی ہے۔

اب آگے پڑھیے

نبیل اُلجھے ذہن کے ساتھ سامنے بیٹھی بیوی کو گھورنے لگا۔ موبل کی طنزیہ مسکراہٹ الجھی ہوئی باتیں اور بولنے کا تیکھا انداز...... اس کے ہوش وحواس گم ہونے لگے۔

''بس پھر کیا اس ڈائن کے چہرے پر میری ماں نے تیزاب پھنکوا دیا۔'' موبل نے یوں بتایا جیسے تیزاب پھینکنا ایک معمولی عمل ہو۔

ذہن اُلجھتا ہی جارہا تھا لیکن وہ یہ سب اسے کیوں بتا رہی ہے؟ اچانک بغیر بتائے ملازم کے ساتھ شہر چلے آنا اور اس وقت سے ایسے ہی قصے سناتے جانا آخر اس کے دماغ میں چل کیا رہا ہے؟ نبیل نے پُرسوچ انداز میں سر کھجایا۔

''پتا ہے پھر کیا ہوا؟'' بیڈ پر اس کے قریب نیم دراز ہو کر مزے سے پوچھا۔ نبیل کے منہ سے ایک لفظ نہ نکلا، کوفت اور خوف سے اس کے پیٹ میں اینٹھن ہوئی۔ اس کی ساری بہادری، تیزی طراری لمحے بھر کو پانی بھرنے چلی گئی تھی۔

WWW.PAKSOCIETY.COM
WWW.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
RSPK.PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

''دھیان کہاں ہے آپ کا میں کچھ کہہ رہی ہوں نا؟'' اس نے ناک چڑھا کر بڑی ادا سے پوچھا۔
''کہیں اس نے شرمیلا کے ساتھ کچھ برا تو نہیں کروا دیا؟'' دل میں عجب سا وسوسہ جاگا۔

❁ ❁ ❁

اسریٰ نے کچن میں گھستے ہی چاروں طرف جائزہ لیا، چولہا ٹھنڈا پڑا تھا اور عائشہ بیگم کرسی پر پیر اوپر کیے بیٹھی اونگھ رہی تھی۔
''یہ کیا ابھی تک لنچ کی تیاری کیوں نہیں شروع ہوئی؟'' ان کے زور سے بولنے پر عشو بیگم ہڑبڑائی۔
''وہ میں نے سوچا آپ سے پوچھ لوں کہ کیا پکے گا؟'' صفائی دیتی ہوئی جلدی سے الرٹ ہوئی۔ کوئی اور وقت ہوتا تو وہ کبھی بھی اسریٰ کی اتنی جی حضوری نہ کرتی مگر اب ان سے بنا کر رکھنے میں ہی اس کی بھلائی تھی۔ سفینہ کے اکھاڑ پچھاڑ کے لیے اسریٰ سے تعلقات کی بہتری ضروری ہوگئی تھی۔
''کچھ اچھا انتظام ہونا چاہیے۔''
''مگر شادی کے بعد تو لڑکی ناشتے کے بعد میکے چلی جاتی ہے؟'' وہ سستی سے جمائی روکتی ہوئے اٹھی اور آٹا چھاننے لگی۔
''جاتی تو ہے مگر میں نے منع کر دیا، وہ دونوں شام کی چائے پر چلے جائیں گے۔'' اسریٰ نے ڈپٹ کر جواب دیا اور آلو نکال کر ٹوکری میں رکھے۔
''اچھا مگر وہ کیوں؟'' کام کا سوچ کر ہی عائشہ بیگم کی جان نکل گئی تھی اس لیے بلاوجہ کی جرح کی۔
''عجیب عجیب سی رسمیں ہیں' بھلا بتاؤ کیا ہم لوگ نئی دلہن کو پہلے دن خود سے ناشتہ' کھانا بھی نہیں کرا سکتے کیا، اب بیچارے میکے والے جو رخصتی کے بعد تھکے ہارے سوئے ہوئے ہوں وہ آنکھ کھلتے ہی سسرال ناشتہ پہنچانے کی تیاری میں جت جائیں پھر دلہا میاں کے لیے لنچ پر اہتمام ہوتا ہے۔'' وہ ایک دم منہ بنا کر چکن کے پیکٹ فریزر سے نکالتے ہوئے بولیں۔
''ہاں مگر یہ رسم تو اس لیے ہے کہ دلہن کو پہلی صبح نئی جگہ شرم محسوس ہوتی ہے تو اسی بہانے میکے والوں کے ساتھ کھا پی لیتی ہے۔'' آٹا گوندھتے ہوئے عشو بیگم کا جواب آیا۔
''اس میں ایسی کیا بڑی بات ہے؟ یہ سفینہ کا اپنا گھر ہے۔ بھلا ہمارے ساتھ اسے ناشتہ کرنے میں کوئی پریشانی ہوئی کیا؟'' پین میں پیاز لال کرتے ہوئے سوال کیا۔
''وہ تو ہے ٹھیک مگر اب دلہن آگے بھی سب کو اپنا سمجھیں، سب سے بڑھ کر آفاق میاں کو۔'' عائشہ بیگم نے چالاکی سے بات کا رخ موڑنا چاہا اسریٰ کے ہاتھوں سے چمچہ چھوٹ کر زمین پر جا گرا۔

❁ ❁ ❁

اگر اس معاملے میں کچھ کہوں گا تو چور کی داڑھی میں تنکا والی مثال صادق آجائے گی، نبیل نے ٹھوڑی کھجائی۔ وہ بیوی کو ہوشیار کرنا نہیں چاہتا، اس لیے پیر کھجاتے ہوئے دوسری طرف دیکھنے لگا۔
''چلیں میں ہی بتا دیتی ہوں۔'' مومل نے ہاتھ پر چہرہ ٹکایا۔
''اس کے بعد سے ماموں جان بالکل سدھر گئے۔'' وہ ہونٹ سکیڑ کر بولی۔
''مامی کا ایک چھوٹا سا سبق ازدواجی زندگی کو بچا گیا۔'' اس کا قہقہہ گونجا۔ ''اس کے بعد میرے ماموں نے پھر کبھی شہر کی کسی لڑکی کی طرف نگاہ اٹھا کر نہیں دیکھا۔'' نبیل کی طبیعت مکدر ہونے لگی۔ وہ اتنا بے وقوف نہیں تھا۔ نہ ہی بچہ کہ

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

جوان باتوں کو سمجھ نہیں پاتا۔

"میں جانتا ہوں کہ تم کیا جتانا چاہتی ہو۔" اس نے ہونٹ بھینچ کر اسے گھورا مگر منہ سے ایک لفظ نہ نکالا۔ شرمیلا کی فکر میں وہ ہلکان ہو گیا اسی کی جانب دل کھنچنے لگا۔

"کیا کہتے ہیں ماموں جی نے ٹھیک کیا یا نہیں؟" یوں پوچھا، جیسے بڑا اہم موضوع زیر بحث ہو۔

"مجھے کیا پتا۔" وہ بیزار ہو کر بولا۔

"ویسے ایسی لڑکیاں جو دوسرے مردوں پر ڈورے ڈالیں۔ ان کا یہی انجام ہونا چاہیے.....نہیں؟" اس نے نیم وا آنکھوں سے شوہر کو دیکھا نبیل کے بدن میں پھریری سی دوڑ گئی۔

❁......❁......❁

"میرا مطلب یہ ہے کہ سفینہ بی بی کو بھی اب اس گھر کو اپنا سمجھنا پڑے گا نا۔" عشو بیگم نے چمچہ اٹھا کر سنک میں ڈالا اور بات بدل دی۔

"کیوں نہیں سمجھے گی۔ وہ بہت اچھے مزاج کی لڑکی ہے۔" اسریٰ کا لہجہ یقین سے بھرپور تھا۔

"اونہہ.....اچھے مزاج کی۔" عائشہ بیگم نے آٹا فریج میں رکھتے ہوئے دل ہی دل میں ان کی نقل اتاری۔

"میں نے تو ریحانہ بہن کو کل یہاں آنے کی دعوت بھی دی تھی کہ صبح کا ناشتہ سب مل کر کریں مگر وہ کہنے لگیں کہ سفینہ اور آفاق کو آرام کرنے دیجیے گا، ہماری لڑکیاں دوپہر تک آجائیں گی اس لیے لنچ میں زیادہ لوگ ہوں گے۔" اسریٰ نے چکن بھونتے ہوئے بتایا۔

"یہ تو انہوں نے عقل مندی دکھائی.....ویسے بھی آفاق میاں رات کو کمرے سے باہر سوئے ہیں۔ آپ کو تو پتا ہے کہ انہیں اپنے کمرے کے علاوہ کہیں نیند نہیں آتی، اچھا ہے اس طرح سے آرام کرلیں گے۔" عائشہ بیگم نے اچنبھے سے تاک کر وار کیا۔

"باہر سویا تھا.....یہ تم کیا کہہ رہی ہو؟" ان کا چمچہ چلاتا ہاتھ ایک دم تھما۔

"جی میں نے کل رات انہیں لاؤنج کے صوفے پر پریشان سا بیٹھے دیکھا تھا۔" وہ بڑے دھیمے اور رازدارانہ انداز میں بولیں۔

"یا اللہ میرے بچے کو اب کسی نئے دکھ سے ہمکنار مت کرنا۔" اسریٰ کا رواں رواں دعا گو ہوا۔

"یہ چالاک عورت اب کوئی نیا گل نہ کھلا بیٹھے۔" عائشہ بیگم کے چہرے پر جوش و خروش کی سرخی نے انہیں محتاط کیا۔

"آفاق تو سفینہ سے بہت پیار کرتا ہے تمہیں یقیناً کوئی غلط فہمی ہوئی ہوگی؟" وہ عشو بیگم کی طرف دیکھ کر اسے جھٹلانے لگیں۔

"نہیں بی بی ان گناہگار آنکھوں نے جو دیکھا وہ بالکل سچ بتا دیا۔" عشو بیگم نے اپنی بات پر زور دیا۔

"کوئی اور بات ہوگی تمہیں تو ویسے بھی سفینہ کی ہر بات میں منفی پہلو نکالنا ہوتا ہے۔" اسریٰ کاندھے جھٹک کر دوبارہ چین میں چمچہ چلانے لگی مگر ان کے ہاتھوں کی لرزش اور گم صم سا انداز عائشہ بیگم پر واضح کر گیا کہ وہ اس بارے میں سفینہ یا آفاق سے باز پرس ضرور کریں گی۔

❁......❁......❁

کیسا عجیب بے کیفی کا احساس تھا جو ہر وقت اسے گھیرے رکھتا۔ سفینہ کسی اور کی ہوگئی دل مان کر ہی نہیں دیتا۔ زندگی نے اس موڑ تک بھی لانا تھا۔ اس کو گماں بھی نہ تھا۔ مگر اب تو وہ جا چکی تھی محبت گمشدہ ہو چکی تھی، اس نے نم

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

آنکھوں کو ہاتھوں کی پشت سے پونچھا' فائز جلال اب وہ غیر ہے کسی اور کی عزت بھولے سے بھی زبان پر اس کا نام لانا گناہ ہوگا۔

''مجھے مزید گناہ گار نہیں ہونا۔'' فائز جلال نے غیر مرئی نقطے کو تکتے ہوئے خود سے عہد کیا۔

❁......❁......❁

اسریٰ نے آفاق کی بڑی سہی والی کلاس لگائی۔ وہ خالہ کی سی آئی ڈی پر حیرت زدہ سا منہ تکتا رہ گیا۔ اس کی بچت اس وقت ہوئی جب سنبل کی کال اس کے موبائل پر آنے لگی۔ اس نے کال ریسیو کی تو پتا چلا کہ وہ لوگ شاہ ہاؤس کے باہر کھڑے ہیں۔ اسریٰ نے یہ سنتے ہی آفاق کو کمرے میں جانے کا حکم نامہ جاری کیا تاکہ وہ بیوی کو میکے والوں کے آنے کی خوش خبری دے سکے۔ خالہ کے جلدی مچانے پر آفاق ہنستا ہوا کمرے میں داخل ہوا تو بیڈ پر بیٹھی سفینہ خیالوں میں کھوئی ہوئی بہت پیاری لگی۔ اس نے جلدی سے سنجیدہ منہ بنانے کی ایکٹنگ کی اور دھیرے سے اس کے برابر میں بناء آہٹ پیدا کیے بیٹھ گیا۔ سفینہ کچھ دیر پہلے ہی روشنی کے ساتھ کمرے میں آئی تھی، اسریٰ کی ہدایت پر روشنی نے اس سے پوچھ کر ایک ہلکے کام والا سوٹ نکالا اور استری کرنے کے لیے باہر لے گئی تو سفینہ بستر پر بیٹھ گئی اور گھر والوں کے بارے میں سوچنے لگی۔

''امی اس وقت کیا کر رہی ہوں گی۔ وہ لوگ مجھے یاد بھی کر رہے ہوں گے یا نہیں؟'' اس نے اپنا سر گھٹنے پر ٹکایا۔ ٹھوڑی کے نیچے دونوں ہاتھ رکھے اور خان ہاؤس پہنچ گئی۔ بے خبری کا یہ عالم کہ شوہر کی موجودگی کا بھی احساس نہ ہوسکا۔

''پرنسز کوئی بات ہے تو چپکے سے مجھ سے کہہ ڈالیں۔'' آفاق نے بڑے سنجیدہ لہجے میں اس کے قریب بیٹھ کر پوچھا۔ سفینہ چونک کر کچھ خجل سی ہوگئی۔

''کیا ہوا ہے بولتی کیوں نہیں؟'' آفاق نے جان کر لہجے کو سخت کیا اور کھسک کر مزید قریب ہوا۔

''گھر والے یاد آرہے ہیں۔'' سفینہ بے ساختہ بچوں کی طرح کہہ گئی لیکن پھر فوراً ہی زبان دانتوں تلے دبالی۔

''سسرال میں کبھی بلاوجہ کا شکوہ شکایت نہیں کرنا۔'' ماں کی نصیحت یاد آئی۔ ''خاص طور پر میکے کا ذکر بار بار کرنا سسرال والوں کو ناگوار گزر سکتا ہے۔'' ریحانہ کے الفاظ کانوں میں گونجے۔

''کیا ہوا پرنسز...... کہاں کھوگئیں؟'' اس نے چٹکی بجا کر اسے ہوشیار کیا۔

''جی کچھ نہیں۔'' وہ ایک دم نفی میں سر ہلاتی اور بھی معصوم لگنے لگی۔

''اوہو...... پرنسز آپ بھی ناں اچھا چلیں جلدی سے آنکھیں تو بند کریں۔'' اس کے لہجے میں پیار ہی پیار تھا۔

''کیوں؟'' اس نے حیرت سے شوہر کی طرف گردن گھمائی۔

''یوں کہ میں آپ کو ایک جادو دکھاتا ہوں۔'' آفاق نے اس کی آنکھوں میں جھانکا' لہجے سے شوخی چھلکی۔

''جادو......! کیسا جادو؟'' سفینہ ناسمجھی سے اسے دیکھنے لگی وہ اٹھ کر اس کی پشت پر جا کھڑا ہوا۔

''اُفوہ...... مجھے ہی آنکھیں بند کرنی پڑیں گی۔'' آفاق نے جلدی سے اپنی ہتھیلی سے اس کی آنکھوں کو ڈھانپا۔

❁......❁......❁

ٹھک ٹھک ٹھک دروازے کی دستک نے اسے چونکا دیا۔

''کون؟'' اپنے آپ کو سنبھالتے ہوئے پوچھا۔

''فائز جلال صاحب یہیں رہتے ہیں؟'' باہر سے جواب آیا۔

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

"ہاں جی۔"

"یہ آپ کے لیے ہے۔" کوریئر والا نے اسے دیکھتے ہی لفافہ بڑھایا۔ فائز نے کچھ کہے بغیر ڈاک وصول کی۔

"یہاں سائن کردیں۔" رسید بڑھائی گئی۔ دستخط کے بعد اس نے پرچی واپس کی۔

"یہ تو شاہ انڈسٹریز کی طرف سے آیا ہے۔" اس نے حیرانی سے لفافہ پر لکھا پتا پڑھا۔

"کیا ہے؟" سائرہ نے بیٹے کو لفافہ چاک کرکے لیٹر پڑھتے دیکھا تو بے چینی سے پوچھا۔

"میری جاب کنفرمیشن کا لیٹر ہے۔" بہت دنوں بعد وہ اتنا مسرور دکھائی دیا تو سائرہ نے سکھ کا سانس لیا، دلشاد بانو نے بھی بیٹی کے پیچھے سے جھانک کر نواسے کو خوش دیکھا تو شکر ادا کرنے لگیں۔

❁......❁......❁

کھل جا سم سم...... آجاؤ سب۔" آفاق نے دروازے کی طرف منہ کرکے زور سے کہا، وہ سنبل کے ساتھ ایس ایم ایس پر پہلے ہی گٹھ جوڑ کرچکا تھا۔ کھلکھلاتی ہنسی کے ساتھ دروازہ کھلنے کی آواز، سفینہ کو بے چین کرگئی، اس نے آفاق کا ہاتھ ہٹانے کی کوشش کی مگر گرفت مضبوط نکلی۔

"ہم آگئے سفی۔" سنبل، ثوبیہ دوسری لڑکیوں کے ساتھ شور مچاتی ہوئی اندر داخل ہوئی۔ آفاق نے ہاتھ ہٹا لیے۔

"تم سب......!" سفینہ نے کسمسا کر آنکھیں ملیں۔

"ہاں جی ہم نے سوچا کل کر تمہارے گھر پر دھاوا بولا جائے۔" ثوبیہ کا "تمہارا گھر" بولنا آفاق کو بہت اچھا لگا۔

"امی کیوں نہیں آئیں؟" ان سے گلے ملتے ہوئے بے قراری سے سفینہ نے ماں کے بارے میں پوچھا۔

"وہ شام کو ولیمے میں ملاقات کریں گی۔" ثوبیہ ہنستے ہوئے اس کے برابر میں بیٹھ گئی۔

"دیکھا نا میرا جادو پرنسز۔ میں نے کیسے چٹکی بجاتے ہی سب کو حاضر کردیا۔" وہ دلکشی سے ہنستے ہوئے سب کو بہت بھلا لگا۔

"ویسے آپ دونوں یہ کون سا کھیل کھیل رہے تھے؟" سنبل نے آفاق کے برابر میں بیٹھتے ہوئے شرارت سے پوچھا۔

"ہر بات بتانے کی نہیں ہوتی سالی جی۔" وہ بیوی کو معنی خیز نظروں سے دیکھتے ہوئے ہنسا۔

"اچھا ہم تو سمجھے دونوں نے ایک ہی دن میں پیار کی چھپن چھپائی کھیلنا سیکھ لی ہے۔" ثوبیہ نے سفینہ کو چٹکی کاٹی، ایک زوردار قہقہہ کمرے میں گونجا۔

"تم دونوں زبان کو لگام دوگی۔" سفینہ کی پلکیں ایک دم جھک گئیں، گال سرخ ہوگئے۔ دھیرے سے انہیں جھڑکا۔

"ویسے آپ کو بڑا تجربہ ہے۔" آفاق کا لہجہ خوشگوار تھا۔

"نہیں جی یہ تو مشاہدہ ہے۔" ثوبیہ نے منہ چڑایا۔

"اچھا...... چلو تجربہ بھی ہو ہی جائے گا۔" آفاق کے انداز پر جہاں سفینہ کی مسکراہٹ گہری ہوئی وہاں ثوبیہ ایک دم شرما کر ادھر ادھر دیکھنے لگی۔

❁......❁......❁

"یہ کہیں کوئی گڑبڑ نہ کر بیٹھے......" نبیل نے کمرے میں ٹہلتے ہوئے سگریٹ سلگائی اور بیوی کو بغور دیکھا جو پیر ہلاتے ہوئے گنگنانے میں مگن تھی۔

"یہ سب بتانے کے پیچھے آخر اس کا مقصد کیا ہے؟" سگریٹ منہ میں دبائے وہ ایک ہی رخ پر سوچ رہا تھا۔

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

''جان اتنا سوچ بچار کرنے کی کیا ضرورت ہے۔'' موئل نے اس کی پشت سے کاندھے پر ہاتھ رکھا اور ذہن پڑھتے ہوئے منہ کان کے قریب لاکر سرگوشی کی۔

''تم پاگل تو نہیں ہوگئی ہو؟'' اس نے کوفت سے بیوی کو مڑ کر دیکھا اور ہاتھ جھٹک دیا۔

''جب شوہر بیوی سے جھوٹ بولے گا، کسی اور کی طرف لپکے گا تو وہ عورت پاگل ہی ہوں گی۔'' وہ ہونٹ بھینچ کر بولی۔''خیر مجھے اعتراف ہے کہ شرمیلا کا حسن کسی بھی مرد کو دیوانہ بنا سکتا ہے۔'' عجیب انداز میں مسکرائی۔

''تم اس سے کہاں ملی؟'' وہ ایک دم گڑبڑایا سگریٹ ہاتھ سے چھوٹ گئی۔

''بس چھوڑیں صاحب قسمت میں ملنا تھا مل لی۔'' اس نے اپنے حسین ہاتھوں کے ناخنوں کی طرف دیکھا۔''ہاں تو میں کہہ رہی تھی کہ وہ مردوں کو دیوانہ بنانے والا حسن رکھتی ہے مگر اس فہرست سے آپ اپنا نام مٹادیں۔'' اس نے انگلی اٹھا کر وارن کیا۔

''موئل کیسی باتیں کررہی ہو۔'' اس پر جھنجلاہٹ سوار ہوئی۔

''حسن بھی ماند پڑسکتا ہے اگر ایسے ہی تیزاب.....'' اس نے قصداً اپنی بات کو ادھورا چھوڑ کر اس کی طرف دیکھا۔

''یہ مجھے یوں ہی ڈرا رہی ہے۔'' نبیل کے دل نے تسلی دی۔

''نہیں یہ دیوانی عورت کچھ بھی کرسکتی ہے۔'' دماغ نے دل کی نفی کرتے ہوئے ڈرایا۔

''سمجھ گئے۔'' وہ سوچتی نظروں سے دیکھنے لگی۔

''یہ جو کچھ کہہ رہی ہے وہ اضطراری ہے یا سچ.....مگر ہے بہت خوفناک۔ میرے لیے یہ کچھ بھی کرسکتی ہے۔'' اس نے خود سے اعتراف کیا۔

''آپ ٹھیک سوچ رہے ہیں میں آپ کی محبت میں آخری حد تک جاسکتی ہوں.....'' وہ بڑی ادا سے بولی۔''اگلی بار کبھی بھی شرمیلا سے ملنے کے لیے اپنے دوست کے آفس کا بہانہ بنایا تو تیزاب کی بوتل بہت سستی ملتی ہے۔'' موئل نے شوہر کو دھکیل کر دیوار سے لگایا اور آنکھوں میں بڑی بےخوفی سے جھانکا۔

''میرا دل سمندر جتنا وسیع ہے، اسے کوزے میں بند کرنے کی کوشش مہنگی پڑسکتی ہے۔'' موئل کی دھمکی پر اس کے اندر کا ضدی مرد بیدار ہوا، بیوی کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے بولا اور دھکا دے کر کمرے سے باہر نکل گیا۔

❁ ❁ ❁

خان ہاؤس میں قدم رکھتے ہی سفینہ کے پیروں میں جیسے پنکھ لگ گئے، آفاق کو پیچھے چھوڑ چھاڑ زینہ پھلانگتی ہوئی جلدی سے اپنے پورشن میں داخل ہوئی۔ لاؤنج میں سب اس کے انتظار میں ہی بیٹھے تھے کیوں کہ آفاق نے راستے سے ہی سنبل کو فون کردیا تھا۔ سفینہ نے مسکراتے ہوئے سب کو مشترکہ سلام پیش کیا۔

''آگئی میری بچی۔'' ریحانہ نے مسکراتے ہوئے سفینہ کا استقبال کیا۔

''جی آنٹی اور میکے پہنچتے ہی شوہر نامدار کو بھول بیٹھی۔'' اس کے پیچھے گھستے ہوئے آفاق نے شرارت آمیز لہجے میں کہا تو زوردار قہقہہ لگا۔

''آپ دونوں کو ایک دوسرے سے فرصت مل گئی۔'' ثوبیہ نے شوخ لہجے میں کچھ جتانا چاہا۔

''اب ہمیں ایک دوسرے سے فرصت ملنے والی نہیں۔'' آفاق نے سالی کے قریب ہوکر دھیرے سے کہا تو ساتھ چلتی ہوئی سفینہ نے گھورا۔

''جی.....جی آپ سے تو یہ ہی امید تھی۔'' سنبل نے اثبات میں سر ہلایا۔

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

''اچھا ہے ہمیشہ بیوی کے پلو سے بندھ کر رہے گا مگر ہماری بہن کیسے اتنا بدل گئی؟'' سنبل نے پوچھا۔

''تم دونوں کی وجہ ہی سے تو آئی ہوں۔'' سفینہ نے محبت بھرے لہجے میں بتایا۔

''سفی اتنا احسان کرنے کی ضرورت نہیں تھی۔'' اب کے بار سنبل نے ناراض لہجے میں جواب دیا جس پر ریحانہ نے اسے تنبیہی انداز میں گھورا۔

''ارے میری بہنوں ایسا کیسے ہوسکتا ہے کہ تم بلاؤ اور میں نہ آؤں۔'' سفینہ نے ہنستے ہوئے ان دونوں کو بیک وقت گلے لگایا۔ بہزاد داماد کو لے کر اندر چل دیئے۔ وہ دونوں صوفے پر بیٹھ کر باتوں میں مصروف ہوگئے۔

''چلو بچوں کھانا لگ گیا۔'' ریحانہ نے تھوڑی دیر بعد مسکرا کر کھانے کی دعوت دی۔ آفاق شاہ جو بہزاد خان کے ساتھ باتوں میں مصروف تھا اٹھ کھڑا ہوا۔ ہلکی پھلکی نوک جھونک میں کھانا شروع کیا گیا۔ ریحانہ نے بہت اہتمام کر رکھا تھا۔ ریحانہ نے ان تینوں کی فراٹے سے چلتی زبان کو قابو میں رکھنے کی تاکید کی لیکن تینوں بہنوں میں سے کسی کو کو چند لمحوں بعد کوئی نہ کوئی قصہ کہانی' یاد آجاتی' وہ بولنا شروع کردیتی اور باقی دونوں لقمہ دینے لگ جاتی۔ آفاق شاہ نے پاس بیٹھی بیوی کے چمکتے چہرے کو بغور دیکھا۔ بہت دنوں بعد سفینہ اتنی خوش نظر آئی۔ اس کے اندر طمانیت کے ساتھ بے چینی بھی جاگ اٹھی۔ وہ لاشعوری طور پر اسے نظر انداز کیے بیٹھی تھی۔

آفاق نے بے دلی سے چند لقمے توڑے اور پھر پلیٹ کھسکا کر اٹھنے والا تھا کہ ٹیبل کے نیچے سے سفینہ نے اس کے ہاتھوں پر اپنا ہاتھ رکھ کر رکنے کا اشارہ کیا۔ اس نے ناراضگی سے ہاتھ چھڑانا چاہا مگر سفینہ کی گرفت مضبوط نکلی وہ اس کی کیفیت سے انجان نہ تھی۔

''امی سچ میں کتنے دنوں بعد آج پیٹ بھر کر کھانا کھایا ہے۔'' وہ ماں کو سراہنے لگی۔

''شاہ جی یہ کوفتہ پلاؤ چکھ کر دیکھیں آپ نے تو کھایا ہی نہیں۔'' اس نے دوسرے ہاتھ سے پلیٹ میں چاول ڈالے اور بڑے اصرار سے کھلایا تو وہ مسکراتے ہوئے کھانے کی جانب راغب ہوگیا۔ سفینہ نے اسے چند دنوں میں ہی بگاڑ دیا تھا۔

❁ ❁ ❁

جب سے لیٹر ملا تھا' فائز جلال کو لگا' دل کی مراد بر آئی ہو رات کاٹے نہیں کٹ رہی تھی۔ وہ بے چینی سے صبح کا انتظار کرنے لگا۔ اس جاب پر اچھی تنخواہ کے ساتھ کافی ساری مراعات بھی ملنے والی تھیں، جس میں علاج معالجے کا فری انتظام بھی تھا۔ اس سہولت کی وجہ سے اب وہ باپ کا علاج باآسانی کرواسکتا تھا۔ یہ بات بہت اطمینان بخش تھی۔

کافی دنوں بعد اس نے شیو بنائی، بلیک ڈریس پینٹ پر اسکائی بلیو شرٹ زیب تن کی اور بالوں کو نرمی سے برش کرنے کے بعد اپنے آفس کی بڑی سی عمارت کے سامنے جاکر کھڑا ہوا۔ ایک طویل سانس کھینچی اور لفٹ میں قدم رکھتے ہوئے نامعلوم سے احساس نے اس کے من کو جکڑ لیا۔ اپنی کیفیت کو کوئی نام دینا اس کے لیے فی الحال مشکل ہوا تو کاندھا جھٹک کر خیالات کی یلغار سے جان چھڑائی۔ ریسپشن پر بیٹھی لڑکی کو اس نے عاصم علی کا نام بتایا۔ پتا چلا کہ وہ بہت اہم میٹنگ میں مصروف ہیں۔ اسے ویٹنگ روم میں بیٹھنے کی ہدایت دی گئی۔ اس نے قطار در قطار رکھے صوفوں میں سے ایک کا انتخاب کیا۔ عاصم اس کی یونی ورسٹی کے زمانے کا دوست تھا۔ یہ جاب بھی اسی کے توسط سے ملی تھی، اس لیے وہ ایڈمن آفس میں جانے سے پہلے ایک بار اس سے بات کرنا چاہتا تھا۔ عاصم نے میٹنگ ختم ہونے کے بعد جب گلاس وال کے پار سے ویٹنگ روم میں بیٹھے فائز کی جھلک دیکھی تو اس کے لبوں مسکراہٹ بکھر گئی۔

''ویلکم۔'' وہ تیزی سے باہر آیا اور فائز کے گلے لگ گیا۔

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

''تیری مہربانی۔'' فائز ہنسا۔
''کیا بات ہے بڑا ہیرو لگ رہا ہے۔'' اس نے چھیڑا۔
''یار مجھے یہاں کس سے ملنا ہوگا۔'' اس نے پوچھا۔
''ہمارے باس تو چھٹیوں پر ہیں تم ایسا کرو جاکر عرفان صاحب سے مل لو۔ ان کی غیر موجودگی میں وہ ہی سارے معاملات ڈیل کرر ہے ہیں۔'' اس نے خوش دلی سے بتایا۔
''باس چھٹیوں پر گئے ہیں خیریت تو ہے؟'' عادت کے برخلاف اس نے پوچھا۔
''ہاں یار بیچاروں کی شادی ہوگئی ہے۔'' عاصم شرارتی ہوا۔
''بیچارے کیوں؟'' فائز نے سادہ انداز میں پوچھا۔
''شادی کے بعد تو ہر مرد بیچارہ ہی کہلاتا ہے۔'' عاصم کھلکھلایا۔
''تو نہیں سدھرے گا۔ شام کو آکر بھابی کو بتاتا ہوں۔'' فائز نے اس کے بازو پر گھونسا جڑا۔
''اب ہر کوئی تیری طرح اتنا لکی تو نہیں ہوتا میرے رومیو۔'' اس کی بات پر فائز کے چہرے پر تاریک سایہ لہرایا۔
''اللہ کسی کو میرے جیسا خوش قسمت نہ بنائے۔'' اس نے دھیمے لہجے میں کہا۔
''سوری یار میں تو مذاق کرر ہا تھا۔'' عاصم اس کی ہر بات سے باخبر تھا، شرمندگی محسوس کرنے لگا۔
''چل چھوڑ یہ بتا کہ عرفان صاحب کا کمرہ کون سا ہے؟'' فائز نے کھڑے ہوتے ہوئے پوچھا۔
''یہاں سے رائٹ سائیڈ پر پہلا کمرہ ان کا ہی ہے۔'' اس نے اشارہ کیا۔
''اوکے میں ان سے مل لوں پھر؟'' فائز کہتا ہوا صوفے سے اٹھ کھڑا ہوا۔
''چل ٹھیک ہے میں بھی اپنی روزی حلال کرلوں۔'' عاصم بھی ساتھ ہی کھڑا ہوگیا۔

✿......✿......✿

سفینہ آفاق کے ساتھ میکے سے گھر لوٹ رہی تھی تو شوہر سے دن بھر بور ہونے کی شکایت کی۔
''اچھا تو ہماری پرنسز بور ہونے لگی ہیں۔'' آفاق نے مسکراتے ہوئے کہا۔
''ہاں تو کیا کروں۔'' اس نے بچوں کی طرح سر ہلایا۔
''ایک کام کرو۔'' وہ کچھ سوچنے کے بعد بولا۔
''کون سا کام؟'' سفینہ کو بات فوراً سمجھ نہ آئی۔
''کام تو بتاؤں گا مگر وعدہ کرو کہ اس معاملے میں تم میرا ساتھ دوگی۔'' اس کی مسکراہٹ مزید گہری ہوئی' اپنا چوڑا ہاتھ پھیلایا۔
''ضرور ساتھ دوں گی۔'' اس نے ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر یقین دلانا چاہا۔
''دیکھو روشنی کو بھرپور توجہ کی ضرورت ہے اور تم ہی اسے سیدھی راہ پر لاسکتی ہو۔'' اس نے سامنے دیکھتے ہوئے افسردگی سے کہا۔
''روشنی پر توجہ؟'' وہ ناسمجھی سے شوہر کو دیکھ کر بولی۔
''ہاں کیوں کہ میری گڑیا سی بہن......؟'' آفاق شاہ نے آدھا فقرہ ادا کیا اور سوچنے لگا کہ اسے کیسے ساری بات سمجھائے۔
''کیا بات ہے......آپ کچھ پریشان ہیں۔''

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

''نہیں پریشانی نہیں فکر ہے، بہن کی...... وہ ویسی نہیں جیسی ہمارے گھرانے کی لڑکیاں ہوتی ہیں۔'' اس کا لہجہ سنجیدگی سے بھرپور تھا۔

''مجھے تو وہ چپ چپ اور بے ضرر سی لگتی ہے۔'' اس نے سنبھل کر حمایت کی۔

''ان سب کے علاوہ وہ حد سے زیادہ بے وقوف بھی ہے، اس لیے بہت جلدی لوگوں کی باتوں میں آجاتی ہے، تم نے دیکھا کہ اس کا وزن کتنا بڑھ رہا ہے۔ اپنا خیال نہیں رکھتی، بات کرنے کا انداز، تہذیب وتمیز، کس قدر کمی ہے اس میں۔'' وہ ماتھے پر انگلی پھیرتا ہوا بولا۔

''اوہ تو آپ مجھ سے کیا چاہتے ہیں؟'' سفینہ نے خاصی سنجیدگی سے پوچھا تو وہ بیوی کو بتاتا چلا گیا کہ اسے کیا کرنا ہے۔

❀......❀......❀

''آر یا پار۔'' آفس کی طرف جاتے ہی نبیل نے ہونٹ بھینچ لیے، رات بھر موبل کی باتوں نے اسے پریشان کر رکھا تھا۔ وہ ٹھیک سے سویا بھی نہیں تھا اور وہ آگ لگانے کے بعد پیٹھ موڑ کر مزے سے سوگئی تھی۔ وہ شرمیلا کے بارے میں ہی سوچتا رہا۔ اس کی بیوی کتنی بے وقوف ثابت ہوئی، شرمیلا کا ذکر کر کے خود اس کے دل میں اس کی یادوں کو جگایا تھا، مندی مندی آنکھوں سے گاڑی چلاتے ہوئے دل نے بغاوت کرنا چاہی اور بے اختیار ہو کر آفس کے راستے سے گاڑی کا رخ شرمیلا کے سینٹر کی طرف موڑ دیا تھا۔

''موبل کو سبق سکھانا ہی پڑے گا۔'' بلڈنگ کے باہر گاڑی پارک کر کے طویل سانس لیتے ہوئے سوچا اور لمبے ڈگ بھرتا عمارت میں داخل ہوا۔

شرمیلا کوریڈور میں سیاہ لباس پر سرخ چادر اوڑھے دکھائی دی۔ اس کا حسن تو واقعی اس قابل تھا کہ کسی بھی مرد کو اپنا دیوانہ بنادے نبیل چند لمحے ٹھہر کر خود اعتمادی سے چلتا اس کے قریب پہنچ گیا۔

''ایکسکیوز می۔'' نبیل نے آفس کی طرف بڑھتے دیکھ کر اسے روکنا چاہا۔ ''شرمیلا ایک منٹ۔'' تیزی سے اٹھتے ہوئے قدم رک گئے...... وہ لمبے ڈگ بھرتا اس کے پیچھے پہنچا۔

''تم......!'' شرمیلا نے مڑ کر دیکھا اور غصہ جیسے عود آیا، تہذیب، تمیز بھول کر آپ جناب کی جگہ تم پر اتر آئی۔

''مجھے ایک ضروری بات کرنی ہے۔'' وہ چہرے سے بہت پریشان دکھائی دے رہا تھا، التجائیہ انداز میں بولا۔ وہ دونوں کوریڈور کے بیچ میں کھڑے تھے، اسی وقت ادھر سے اسٹوڈنٹ کا ایک گروپ آتا دکھائی دیا۔

''یہ کیا مصیبت ہے۔'' انہیں دیکھ کر شرمیلا تھوڑا اسٹپٹائی۔ یہاں بات کا بتنگڑ بنتے دیر نہیں لگتی۔

''پلیز یہاں سے جائیں۔'' پاس سے گزرتے لڑکوں کی معنی خیز نظروں سے گھبرا کر اس نے دھیمے سے کہا۔

''اب ایسی بھی کیا بے رخی۔'' اس کے شکوے پر شرمیلا کو کوفت کا سامنا ہوا لیکن یہاں کوئی تماشہ کھڑا کر کے وہ اپنی عزت گنوانا نہیں چاہتی تھی۔

''آپ کے ساتھ کیا مسئلہ ہے؟'' اس نے گھورا۔

''وہی تو ڈسکس کرنے آیا ہوں۔'' اس نے عادتاً سگریٹ سلگانا چاہی۔

''پلیز یہاں اسموکنگ کی اجازت نہیں اور مجھے دیر ہو رہی ہے۔'' اس کا لہجہ تیز ہوا۔

''تم سے بات کیے بنا تو میں نہیں جانے والا۔'' وہ مزید شیر ہوا۔

''ہاں بولیں کیا بات ہے۔'' وہ سننے پر آمادہ ہوئی۔

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

''یہاں نہیں..... تم فی الحال کوئی بہانہ بنا کر چھٹی لوتا کہ ہم کہیں سکون سے بیٹھ کر بات کرسکیں۔'' اس کے انداز پر وہ کھول اٹھی مگر مجبوراً آفس کی طرف بڑھ گئی۔ وہ مسکراتی نظروں سے اسے دیکھنے لگا، پھر موبائل نکال کر کسی کو کال کرتے ہوئے ہدایات دینے لگا۔

❁......❁......❁

''فائز جلال۔'' اس نے اپنا نام بتایا تو تھوڑی دیر میں اسے بلوالیا گیا۔

''السلام علیکم۔'' عرفان احمد نے بھاری مردانہ آواز پہ لیپ ٹاپ کی اسکرین سے نگاہ ہٹائی اور مصروفیت کے عالم میں اسے دیکھا۔

''وعلیکم السلام۔'' شفقت آمیز لہجہ پچاس سالہ عرفان احمد چہرے سے ہی بہت خوش اخلاق انسان دکھائی دیئے۔

''جی کہیے.....؟'' اسے بیٹھنے کا اشارہ کرتے ہوئے وہ پوری طرح سے اُس کی جانب متوجہ ہوکر گویا ہوئے۔

''سر..... وہ..... مجھے بلوایا گیا تھا۔ جوائنگ لیٹر کے لیے۔'' آفس کی شان وشوکت سے وہ کچھ نروس سا ہوا جلدی سے مدعا زبان پر لایا۔

''آں..... ہاں بالکل۔'' اس کے چہرے کی طرف دیکھتے ہوئے انہوں نے سر ہلایا اور دراز سے ایک لیٹر نکالا اور اس کی جانب بڑھایا۔

''تھینک یو سر۔'' فائز نے گہرا سانس بھرا اور لیٹر تھام لیا۔

''بیٹا اچھی طرح سے پڑھ کر سائن کیجیے گا۔'' اس کی جلد بازی دیکھتے ہوئے ہدایت دی۔

''اوکے سر۔'' اس نے مسکرا کر لیٹر پر نگاہ دوڑائی۔

''فی الحال تین سال کا کانٹریکٹ ہے۔'' عرفان صاحب کرسی کی بیک سے ٹیک لگا کر دائیں بائیں جھولنے لگے۔

''آئی نو سر میں یہاں لکھی ہوئی شرائط پڑھنے کے بعد ہی سائن کروں گا۔'' فائز نے طویل سانس اپنے اندر کھینچا اور اٹھ کھڑا ہوا۔

''اوکے ینگ مین۔'' عرفان صاحب نے ہاتھ بڑھایا تو اس نے ہاتھ تھام لیا۔

''قسمت کا پہیہ کیسے کیسے چکر دیتا ہے۔'' وہ کپکپاتے پیروں سے باہر آیا ایک طویل جدوجہد کے بعد وہ اس مقام تک پہنچا جب گھر والوں کو ہر خوشی دے سکتا تھا پر اس کی خوشی، اس کی سفینہ اس کی زندگی سے دور چلی گئی تھی۔

❁......❁......❁

''جی فرمایئے۔'' اس نے کار میں بیٹھتے ہی پوچھا۔

''میں رات بھر جاگتا رہا، اٹھتے ہی آفس جانے کی جگہ یہاں چلا آیا، اس بات سے اندازہ لگالو کہ میری بات کتنی ضروری ہوگی۔'' نبیل نے مین روڈ سے گاڑی گھمائی اور غیر محسوس طور پر غیر آباد راستے کی طرف جاتے ہوئے اسے باتوں میں الجھایا۔

''آپ کی بات کتنی بھی اہم ہو مگر مول نبیل کی بات سے زیادہ اہم نہیں ہوسکتی اور وہ چاہتی ہیں کہ آپ مجھ سے دور رہیں۔'' شرمیلا نے حسین آنکھیں اٹھا کر اسے دیکھتے ہوئے طنز کیا۔

''اس عورت نے تو میرا دماغ گھما دیا ہے۔'' اس نے بھنا کر ایک ہاتھ سے ماتھا پیٹا اور دوسرے ہاتھ سے اسٹیئرنگ گھمایا۔

''مجھے آپ میاں بیوی کے معاملے میں نہیں پڑنا..... اور یہ آپ کہاں جارہے ہیں؟'' اس نے منہ بنا کر پوچھا اور

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

http://paksociety.com

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام پر موجود آل ٹائم بیسٹ سیلرز:-

Downloaded From Paksociety.com
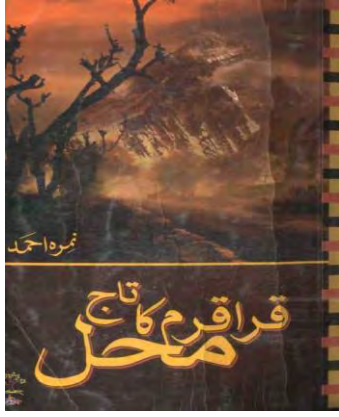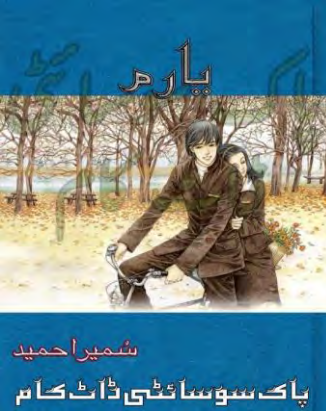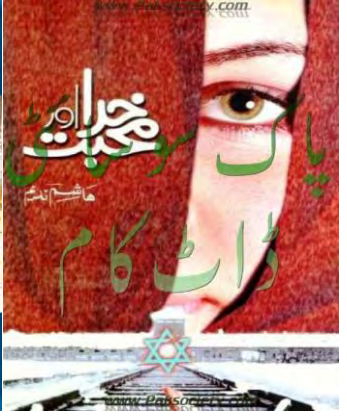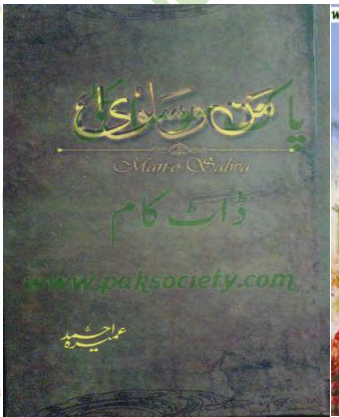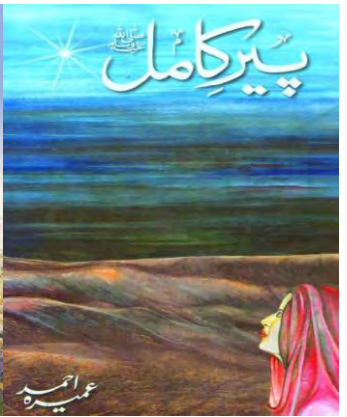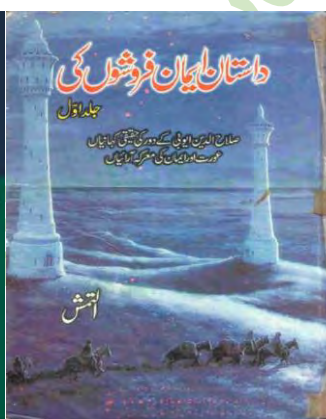
ہراساں نگاہوں سے اردگرد دیکھا۔
''دیکھو مولی کے منہ پر طمانچہ مارنے کا ایک ہی طریقہ ہے۔'' وہ ایک دم شاطرانہ انداز میں مسکراتے ہوئے آدھی بات گول کر گیا۔
''کہنا کیا چاہتے ہیں اور آپ نے بتایا نہیں ہم کہاں جارہے ہیں؟'' شرمیلا کا کوفت کا پیمانہ لبریز ہو گیا تھا۔
''یوں سمجھو کہ اپنی منزل کی جانب جارہے ہیں۔'' اس نے تیزی سے موڑ کاٹا۔
''کیا مطلب؟'' وہ بھونچکی رہ گئی۔
''بس تم مجھ سے شادی کرلو سوکن بن کر اس کی اکڑ نکال دو۔'' اس کی مسکراہٹ شرمیلا کے تن بدن میں آگ لگا گئی۔
''کیوں نا ایک طمانچہ آپ کے منہ پر لگا کر ہمیشہ کے لیے اپنی زندگی سے بے دخل کردوں۔'' وہ کھا جانے والی نگاہوں سے گھورتے ہوئے بولی۔ نبیل پہلے گڑبڑایا پھر اسے گھورنے لگا۔

❁ .... ❁ .... ❁

دعوتوں کا سلسلہ ختم ہوا اور پھر دھیرے دھیرے زندگی بھی روٹین کی طرف آ گئی۔ آفاق شاہ نے آفس جانا شروع کردیا۔ تو ایک دن اسریٰ نے سفینہ سے کھیر پکوا کر شاہ ہاؤس کے سارے انتظامات اس کے حوالے کردیئے۔ عائشہ بیگم کافی جز بز ہوئیں مگر وہ ابھی تک اپنے کسی داؤ میں کامیاب ہو نہیں پارہی تھیں، اصل میں آفاق شاہ بیوی کو بے انتہا چاہتا تھا، اس لیے وہ ہر موقع پر ایک ڈھال کی طرح سفینہ کے آگے آ کھڑا ہوتا۔ اس کی محبتوں کی شدت سے کبھی کبھی تو سفینہ بھی گھبرا اٹھتی۔ اس کا بس چلتا تو وہ سفینہ کو ہر وقت اپنے سامنے بٹھائے رکھتا۔ اس کا منہ پرنسز کہتے کہتے تھکتا نہیں تھا...... ایسے موقعوں پر عشو بیگم، روشنی کو اشارے کرتی مگر کیوں کہ سفینہ نے ابھی تک اس کی زندگی میں کوئی مداخلت نہیں کی تھی تو وہ بھی بھائی بھاوج کے معاملے میں نہیں بولتی مگر سفینہ کی کوششوں کے باوجود اس کے نزدیک نہیں ہوئی تھی۔

سفینہ کو زندگی سے جتنے گلے شکوے تھے وہ آفاق شاہ کی سنگت میں مدہم پڑنے لگے تھے۔ وہ اس کی باتوں پر گھنٹوں مسکراتی رہتی۔ موسم کی تبدیلی سے چند دن قبل ایک دن سفینہ کو ہلکا سا فلو ہو گیا۔ اس نے سر درد سے بے حال ہو کر شوہر کو پکارا اور آفاق شاہ نے کمرے کے باہر ڈاکٹروں کی لائن لگادی۔ سفینہ سے زیادہ تو اس کی حالت خراب ہونے لگی تھی۔ مریض سے بڑھ کر وہ خود مریض نظر آنے لگا، رات بھر اس کی تیمارداری کے لیے جاگا۔ وقت پر اپنے ہاتھوں سے دوائی پلائی، سوپ، ساگودانہ، کھچڑی۔ عشو بیگم سے پرہیزی کھانے پکوا پکوا کر جان عذاب میں کردی۔ کچھ اور نہ بن پڑا تو بیوی کی دل جوئی کے لیے خان ہاؤس والوں کو بھی اطلاع پہنچادی۔

ریحانہ اور بہزاد داماد کا فون سنتے ہی بے قرار ہو کر بیٹی کو دیکھنے پہنچ گئے۔ ریحانہ نے خدشہ ظاہر کیا کہ کسی کی نظر لگ گئی ہے۔ وہ بار بار اس پر چاروں قل پڑھ کر پھونک رہی تھیں۔ سنبل اور ثوبیہ بھی اس کی خدمتوں پر معمور ہوگئیں، ایک نے تیل لگایا تو دوسری نے بال بنائے۔ آفاق شاہ نے اسریٰ کو بھی فون کردیا وہ ہولتی ہوئی شاہ ہاؤس چلی آئیں اور ملازم سے بکرا منگوا کر بہو کا صدقہ دیا۔ عائشہ بیگم، اس دوران جلتی بھنتی رہی اور ساتھ ساتھ روشنی کا دل بھی خراب کرتی رہی۔ بھابی کے لیے بھائی کی اتنی توجہ دیکھ کر روشنی کے دل پر بھی غبار سا چھا گیا مگر سفینہ اتنی چاہتیں، اتنی محبتیں پا کر اپنے سارے غم بھول بیٹھی اور خوشیوں کا رس کشید نے لگی۔

سب کی محبت ایک طرف مگر آفاق شاہ کی شدتیں...... وہ واقعی اس پر جان نثار کرنے کو تیار رہتا۔ ریحانہ فخر سے داماد کو دیکھتی اور شوہر کو اشارے کرتی کہ کیسے صحیح وقت پر صحیح فیصلہ کیا ہے۔ ان کی داد طلب کرتی نگاہیں بہزاد کے ہونٹوں پر

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

مسکراہٹ بکھیر دیتیں مگر بھائی کا خیال اب بھی دل کی خلش بنا ہوا تھا۔

''میں تمہارے بغیر نہیں رہ سکتا، بہت چاہتا ہوں تمہیں' صرف ایک بار اعتبار کر کے تو دیکھو۔'' نبیل نے لجاحت سے اس کا ہاتھ تھامنا چاہا۔

''مجھ سے محبت کا دعوا کیا میرے نہ بن سکے، اب اتنی خوب صورت بیوی پا کے اس کے نہ ہوئے۔ اب مجھ سے شادی کا ارادہ ہے، مزاج میں اتنی متلون مزاجی، آپ پر کون اعتبار کر سکتا ہے بھلا؟'' اس کے طنز میں بھیگے الفاظ نشتر کی طرح چبھ گئے۔

''تم خود کو سمجھتی کیا ہو میری حالت کا کچھ اندازہ بھی ہے؟'' اس کا لہجہ بھی تیز ہوا۔ گاڑی ایک جھٹکے سے روک دی۔

''واپس موڑیں گاڑی۔ آپ کی ہمت کیسے ہوئی مجھ سے یوں بات کرنے کی۔ مجھے کہیں نہیں جانا۔'' شرمیلا نے دروازے کے ہینڈل کی جانب ہاتھ بڑھایا۔ اسے ویرانے سے خوف آنے لگا تھا جہاں دور دور تک کوئی ذی روح دکھائی نہیں دے رہا تھا۔

''تمہاری اوقات ہی کیا ہے؟'' نبیل نے پیچھے سے اس کا بازو تھاما اور چہرہ اپنے قریب کر کے آنکھوں میں جھانکا۔

''میری اوقات کا اندازہ اس بات سے ہی لگا لو کہ بار بار دھتکارنے پر بھی تم میرے پیچھے دم ہلاتے چلے آتے ہو۔'' اس نے دھکا دے کر نبیل کو خود سے دور کیا اور دانت بھینچ کر جواب دیتے ہوئے گاڑی کا دروازہ کھولنے کی کوشش کی۔

''اچھا تو اس بار میں دم نہیں ہلاؤں گا...... تمہیں کاٹ لوں گا۔'' نبیل کے چہرے کے تاثرات خوف ناک ہو گئے محبت کی جگہ ایک دم نفرت نے انگڑائی لی۔ اس کی انا مجروح ہوئی تھی۔

''نبیل آپ اچھا نہیں کر رہے ہیں۔'' اس نے غصہ سے کہا۔ چہرے پر پسینہ پھوٹ پڑا تھا۔ گرمی سے برا حال ہونے لگا۔

''ہاں نہیں کر رہا اچھا۔ بولو کچھ بگاڑ سکتی ہو میرا؟'' اس ہنستے ہوئے سوال کیا۔

''پلیز...... مجھے جانے دیں۔'' اسے آناً فاناً سب کچھ بہت نامناسب لگنے لگا' ایک دم التجا پر اتر آئی اس وقت اور اس سچویشن میں اور کیا کرتی۔

''ارے نہیں جان۔ آرام سے بیٹھو میری مرضی کے بغیر اب تم کہیں نہیں جا سکتی۔'' وہ شاطرانہ انداز میں مسکرایا۔

''یہ کیا بکواس ہے۔'' وہ چلانے کی کوشش کرنے لگی مگر نبیل نے ہاتھ سے اس کا منہ بند کر دیا۔

''میری زندگی میں دو عورتیں آئیں مگر دونوں نے مل کر مجھے پاگل بنا دیا اب پاگل تو کچھ بھی کر سکتا ہے۔'' اس کا لہجہ، اس کی نظروں کی طرح کچھ اور گمبھیر کچھ اور بھی ذو معنی ہوا۔

''کیا مطلب ہے؟'' شرمیلا کے وجود میں جیسے کوئی پھریری سی دوڑ گئی۔ پیاس سے حلق میں کانٹے پڑ گئے۔

''آؤ دیکھو میں نے ہماری شادی کے لیے کیسی انوکھی جگہ منتخب کی ہے۔'' اس نے زبردستی بازو کھینچ کر اسے گاڑی سے اتارا۔

''نہیں پلیز...... مجھے گھر جانے دو؟'' اس نے اپنے ہاتھوں کو اور پیشانی کو نم ہوتا محسوس کیا۔ ایک دم ہاتھ جوڑ دیئے۔

''اچھا پریشان مت ہو اور یہ پانی پی لو۔'' اس نے ڈیش بورڈ پر رکھی پانی کی بوتل اٹھا کر اس کی جانب بڑھائی تو شرمیلا نے ایک گھونٹ بھر لیا۔

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

''یہ کیا تھا۔'' تھوڑی دیر میں اس کا سر چکرانے لگا تو بے ربط لہجے میں بولی۔
''خاموشی سے میری بات مانتی چلی جاؤ گی تو اس میں تمہاری ہی بھلائی ہے۔'' وہ معنی خیز انداز میں اسے گھورتے ہوئے ساتھ لے کر ایک ویران سی گلی میں واقع مکان کے نامکمل اسٹرکچر کی طرف بڑھا۔ شرمیلا کا جوش جھاگ کی طرح بیٹھ گیا اس سے پتا نہیں کیوں جواب میں نبیل کی تائید بھی نہیں کی جاسکی اور ٹرانس کی کیفیت میں اس کے پیچھے چل دی۔ چکراتے سر کو تھاما' دل لمحے بھر کو دھڑکنا بھول گیا۔ رو رو کر آنکھیں سوج گئیں مگر اس کی ساری منتیں بے کار گئیں نبیل نے اسے ایک کمرے میں لاکر بند کردیا تھا۔

❁ ✿ ✿

جب سے مارکیٹ میں مقابلے کی فضاء پروان چڑھنے لگی تھی وہ بزنس کو زیادہ ٹائم دینا چاہتا تھا، اس نے ایک اور نیا آفس بھی کھولا تھا جہاں کے لیے نیا اسٹاف رکھا گیا تھا۔ چھٹیوں کی وجہ سے کام کا کافی حرج ہوا تھا۔ اس لیے وہ صبح جلدی نکل جاتا اور پھر شام کو دیر سے لوٹتا۔ پیچھے اس کا انتظار کرتی سفینہ کی سمجھ میں نہ آتا کہ وہ سارا دن کرے تو کیا کرے۔ شاہ ہاؤس میں کرنے کو کچھ تھا ہی نہیں۔ اندر باہر کے کاموں کے لیے ملازموں کی فوج اور کچن سنبھالنے کے لیے عائشہ بیگم، سفینہ گھر میں بور ہوتی رہتی۔ اس نے شروع میں روشنی سے دوستی کرنے کی کوشش کی لیکن وہ عجیب سی لڑکی تھی ویسے مزے سے بیٹھی موبائل سے کھیلتی یا ٹی وی دیکھ رہی ہوتی مگر اسے دیکھتے ہی پاس رکھی کتابوں میں منہمک ہوکر نو لفٹ کا بورڈ لگا دیتی۔ عشو بیگم سے تو اسے ویسے ہی خوف آتا تھا، ان کی گہری بولتی نگاہیں ہر وقت سفینہ کا احاطہ کیے رہتیں۔ وہ کتنے بجے سو کر اٹھتی ہے، کیا کھاتی ہے، کس سے بات کرتی ہے، وہ ہر وقت باخبر رہنے کی کوششوں میں مصروف دکھائی دیتی۔ پہلے تو سفینہ اپنا وہم سمجھ کر جھٹلاتی رہی مگر پھر اسے یقین ہوگیا کہ عائشہ بیگم کی نظر اس پر ہی ہے مگر کیوں وہ ابھی تک جان نہ پائی۔
''امی یہ جو عشو بیگم ہیں نا کچھ عجیب ہیں۔'' اس نے میکے کا چکر لگایا تو اکیلے میں ماں سے ذکر کیا۔
''اچھا وہ کیوں؟'' ریحانہ نے حیرت سے سوال کیا۔
''وہ بس میری فکر میں رہتی ہیں کہ میں کیا کیا کررہی ہوں؟'' اس نے مسکرا کر بتایا۔
''تمہاری ملازمہ کا تعلق بھی بڑی بھابی کی جماعت سے لگتا ہے۔'' وہ کھلکھلائیں۔
''توبہ کریں امی کہاں تائی اماں اور کہاں یہ۔'' اس نے ناراضگی کا اظہار کیا۔
''اچھا سنو نیا نیا معاملہ ہے آفاق میاں سے کوئی ذکر نہ کرنا۔'' ریحانہ نے بیٹی کو محتاط رہنے کا مشورہ دیا۔
''میں کوئی پاگل تھوڑی ہوں۔'' اس نے برا مانا۔
''سفینہ شادی شدہ زندگی کے شروع کے چند سالوں میں ان نزاکتوں کا بہت دھیان رکھنا پڑتا ہے۔'' ریحانہ نے نرمی سے سمجھایا تو سفینہ نے مسکرا کر اثبات میں سر ہلادیا۔

❁ ✿ ✿

پتا نہیں کتنی دیر بعد شرمیلا کے حواس بحال ہوئے تو اس نے آنکھیں کھول کر نافہم نظروں سے اطراف کا جائزہ لیا۔ ٹین کی چھت اور اکھڑے پلاستر والے کمرے میں گھر گھر کرتے پنکھے کی آواز گونج رہی تھی۔ اس کے دماغ نے کام کرنا شروع کیا تو وہ پلنگ سے اتری اور کھڑکی کی جالیوں سے منہ لگا کر باہر جھانکا۔ نبیل ایک آدمی سے باتوں میں مصروف دکھائی دیا۔ اسے یقین ہی نہیں آرہا تھا کہ یہ سب خود اس پر بیتا ہے۔ اب تک ایسی باتیں اس نے فلموں یا ڈراموں میں دیکھی تھیں مگر حقیقت میں بھی ایسا ہوسکتا ہے۔ یہ سوچ کر اس کا سر دوبارہ چکرانے لگا۔

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

''یا اللہ رحم۔'' اس نے ایک سراسیمگی کی کیفیت میں اپنے رب سے مدد طلب کی۔ اس کی ذہنی صلاحیتیں جیسے مخدوش ہوگئیں تھیں۔

''مجھے یہاں سے جانا ہوگا امی میرے انتظار میں پریشان ہوں گی۔'' گھر والوں کا خیال آیا تو اس کا رواں رواں کپکپانے لگا۔ جھٹکے سے دروازے تک گئی مگر وہ بھی باہر سے بند تھا زور زور سے دستک دینے لگی اچانک قدموں کی چاپ دروازے کے باہر آ کر رکی تو وہ واپس پلنگ پر جا کر بیٹھ گئی۔ اس نے اپنے دوپٹے کو وجود کے اردگرد لپیٹ لیا۔ ایک خوف نے اس کو اپنے حصار میں لیا ہوا تھا۔ باہر سے کنڈی کھولنے کی آواز آئی اور اگلے لمحے پٹ وا کرتا ہوا نبیل اندر چلا آیا۔

❁ ❁ ❁

فائز اور عاصم ایک کپ کافی پینے کے لیے کیفے ٹیریا جارہے تھے۔ اتفاق سے آفاق شاہ بھی اسی وقت ڈرائیور کی ہمراہی میں اندر داخل ہوا۔ بیرونی دروازے پر ان کا آمنا سامنا ہوا۔ فائز آفاق شاہ کو دیکھ کر چونکا، جانے کیوں وہ اسے کچھ شناسا سا، کچھ جانا پہچانا سا لگا۔

''السلام علیکم۔'' عاصم نے قریب پہنچ کر قدرے بے تکلفی سے مصافحہ کے لیے ہاتھ بڑھایا۔

''وعلیکم السلام کہیں جارہے ہو عاصم۔'' آفاق نے اس سے ہاتھ ملایا۔ فائز نے اپنے خیالات کو وہم سمجھ کر جھٹلایا۔

''ہاں جی کیفے ٹیریا تک جارہے ہیں ایک کپ کافی کی خواہش دل میں مچل رہی ہے۔'' اس کا انداز شرارتی ہوا۔ فائز ان کی نوک جھوک پر مسکرا رہا تھا۔ آفاق کا اپنے ورکر کے ساتھ رویہ اتنا دوستانہ ہوتا تھا کہ وہ ان لوگوں کے سروں پر ہوا نہیں بنا تھا بلکہ دلوں میں بستا تھا۔ اس نے ہدایت دی ہوئی تھی جس کسی کو جو بھی مسائل ہوں وہ ڈائریکٹ اس کے کیبن میں آ کر ڈسکس کرسکتا ہے۔

''اچھا کبھی کام بھی کرلیا کرو جب دیکھو ادھر ادھر گھومتے رہتے ہو۔'' اس نے مصنوعی غصہ دکھایا۔

''بس سر جی کافی پیتے ہی یہ بندہ ناچیز کام پر جت جائے گا۔'' سینے پر ہاتھ رکھ کر جواب دیا۔

''یاد ہے نا ایک بجے شمس انٹر پرائزر سے میٹنگ ہے۔'' اس نے شرارت میں کام کی بات پوچھ لی۔

''ہاں جی۔ میں نے پریزنٹیشن تیار کر کے آپ کو ای میل کردی ہے، ایک نظر دیکھ لیجیے گا۔'' اس نے بھی ہلکے پھلکے انداز میں جواب دیا۔

''اوکے انجوائے یور سیلف۔'' آفاق ہنستے ہوئے جانے کو قدم بڑھانے لگا۔

''شاہ ان سے ملیں یہ ہیں میرے دوست اور آپ کے نئے منیجر رومیو۔'' عاصم نے لگے ہاتھوں فائز کا تعارف بھی کروایا۔

''او تو آپ نے جوائن کیا ہے گڈ۔'' آفاق شاہ نے اس سے بھی خوش اخلاقی سے ہاتھ ملایا۔

''کیسا لگ رہا ہے یہاں کام کرنا رومیو؟'' وہ فائز کے تاثرات جانچنے لگا۔

''اچھے اور دوستانہ ماحول میں کام کرنے میں کس کو مزہ نہیں آئے گا۔'' فائز نے متانت سے جواب دیا تو شاہ مسکرا کر سر ہلاتے ہوئے آگے بڑھ گیا۔

''اس لڑکے کے نقوش کچھ جانے پہچانے سے ہیں۔'' شاہ نے کیبن میں داخل ہونے کے بعد بلائنڈز ہٹائیں تو عاصم کے ساتھ فائز کو کیفے ٹیریا کی طرف جاتے دیکھ کر سوچا۔

❁ ❁ ❁

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

شرمیلا نے دھک دھک کرتے دل کے ساتھ اس کی طرف دیکھا نبیل دروازہ بند کرتے ہوئے مڑا اور اس کی حالت سے محظوظ ہوا۔
''کیا بات ہے کیوں شور مچا رکھا ہے...... یہاں دور دور تک کوئی سننے والا نہیں۔'' وہ اس کے سر پر کھڑے ہو کر بولا۔
''تم مجھے یہاں کیوں لائے ہو؟'' اس نے مقابل کھڑے ہو کر پوچھا۔
''آہستہ آہستہ سب پتا چل جائے گا۔ ابھی تو میں پانی اور کھانے کا کچھ سامان لایا ہوں یہ رکھ لو۔'' نبیل نے پلنگ پر ایک شاپر رکھا۔
مردانہ وجاہت کا شاہکار، دراز قامت نبیل اندر سے اس قدر خطرناک، فطرت کا مالک ہوگا اس بات کا احساس اسے چند گھنٹوں میں ہی ہوگیا تھا۔
''نبیل پلیز مجھے جانے دو۔'' وہ ایک دم ہاتھ جوڑ کر گڑگڑانے لگی۔
''اب تم یہاں سے میری بیوی بننے کے بعد ہی جاسکتی ہو۔'' اس نے اپنی طاقت کے زعم میں مبتلا ہو کر فیصلہ سنایا۔
''نہیں میں مر کر بھی تم سے شادی نہیں کروں گی۔'' وہ روتے ہوئے نفی میں سر ہلانے لگی، اسے زندگی میں کبھی کسی سے اتنی نفرت محسوس نہیں ہوئی تھی جتنی وہ اس وقت نبیل کے لیے محسوس کر رہی تھی۔
''اچھا واقعی۔'' وہ تضحیک زدہ حقارت آمیز اور بے تحاشا تمسخرانہ انداز میں ہنستا چلا گیا۔
''تم سمجھ کیوں نہیں رہے ہو یہ سب ٹھیک نہیں ہے۔'' وہ ہاتھ جوڑ کر بولی۔
''تمہارے حالات بدل چکے ہیں اب تمہیں۔ صرف وہ ہی کرنا ہوگا جو مجھے ٹھیک لگے گا۔'' اس کے لہجے کی تپش نے اسے جھلسا دیا۔
''تم تو مجھ سے محبت کا دعوی کرتے تھے۔'' شرمیلا نے اسے ملامت کرنا چاہا۔
''تم نے کون سا میری محبت کی قدر کی۔'' اس کے چہرے پر ایک دم سفاکی چھا گئی اور وہ جیسے بے حس ہوگیا۔
''مجھے معاف کردو۔'' اسے اپنا حلق خشک ہوتا محسوس ہوا ساتھ ہی ٹانگیں بے جان پڑ گئیں۔
''ابھی تو میں ایک کام سے جا رہا ہوں اتنی دیر میں تم سوچ لو کہ تا عمر یہاں قید رہنا ہے یا میری بیوی بن کر آزادی حاصل کرنی ہے۔'' اس نے الٹے قدموں پلٹتے ہوئے دھمکی دی۔
''میری بات سنو۔'' شرمیلا اس کے پیچھے دوڑی مگر نبیل نے اس کا ہاتھ جھٹکا اور باہر نکل کر دروازہ بند کردیا۔ ناکامی کی صورت برستی آنکھوں کے ساتھ گھٹنوں کے گرد باز و لپیٹ کر زمین پر بیٹھتی چلی گئی اور دروازے سے سر ٹکا کر بے آواز سسکیاں لینے لگی۔

❁ ❁ ❁

آفاق شاہ کی گاڑی نے اسٹارٹ ہونے سے انکار کردیا۔ فائز اپنی کار میں نکلا تو صاحب کے ڈرائیور کو گاڑی کے بونٹ پر جھکا دیکھا۔
''شاہ آپ گئے نہیں۔ اب...... تو آفس کا ٹائم ختم ہوئے کافی دیر ہو چکی ہے۔'' اس نے قریب جا کر پوچھا۔
''بس بھائی رومیو آج گاڑی نے ہمیں منزل تک پہنچانے سے انکار کردیا۔'' آفاق نے شوخ انداز میں جواب دیا۔
''کوئی مسئلہ نہیں میں آپ کو ڈراپ کردیتا ہوں۔'' فائز نے مسکراہٹ چہرے پر سجا کر آفر کی۔
''نو ایشو ڈرائیور چیک کر رہا ہے اگر پرابلم ہوئی تو گھر کال کر کے دوسری گاڑی منگوا لوں گا۔'' وہ تکلف برتنے لگے۔

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

''آپ کیوں اتنی دیر انتظار کرنا چاہتے ہیں...... آ جائیں میں آپ کو چھوڑ دیتا ہوں۔'' فائز نے اصرار کیا۔

''چلو ٹھیک ہے بھائی۔'' آفاق شاہ اس کے خلوص کے آگے ہار گیا اور گاڑی میں بیٹھ گیا۔

فائز نے اسے شاہ ہاؤس کے مین گیٹ پر ڈراپ کیا، شاہ کے بے حد اصرار پر بھی ایک کپ چائے پینے کے لیے فائز نہیں اترا۔ روشنی اسی وقت کوچنگ سے لوٹی تھی، بھائی کو ایک ہینڈسم لڑکے سے باتیں کرتا دیکھ کر لمحے بھر کو ٹھہر گئی۔ اداس آنکھوں اور پُرکشش چہرے والے اس شخص میں جانے ایسا کیا تھا کہ اس کا دل پہلی بار زور زور سے دھڑکنے لگا۔ وہ اس وقت تک وہیں جمی کھڑی رہی جب تک کار والا ہاتھ لہراتا ہوا واپس چلا نہ گیا۔

❀......❀......❀

''یہ لو عروسی لباس اور دو گھنٹے بعد ہمارا نکاح ہے......'' وہ ہاتھوں میں تھامے کئی ڈبے، پلنگ پر ڈھیر کرتا بولا۔

''نبیل مجھے جانے دو پلیز ز...... میری امی بہت پریشان ہوں گی۔'' اس کی گھگیاہٹ پر وہ مسکرایا۔

''اس کی تم فکر نہ کرو تمہارا سیل فون میرے قبضے میں ہے میں نے تمہاری بہن کو اس سے ایس ایم ایس کر دیا ہے کہ تم اپنی دوست کے گھر پر ہو اور تھوڑا دیر سے گھر لوٹو گی، جواب میں اس نے او کے کا میسج بھی کیا ہے۔'' نبیل نے بڑی عیاری سے جال بنا تھا، شرمیلا گنگ سی اسے دیکھتی رہی، وہ اس کی سوچ سے بڑھ کر شاطر تھا۔

''چلو جان ضد نہ کرو...... میں نکاح کے لیے قاضی صاحب کو یہاں نہیں لاسکتا، تم تیار ہو جاؤ تو میرے ایک دوست کے گھر ہماری شادی کا انتظام کیا گیا ہے۔'' وہ اس کا ہاتھ تھام کر ایسے بولا جیسے عام حالات میں سب کچھ ہو رہا ہو۔

''مجھے نہیں کرنی شادی، تم میرے ساتھ زبردستی نہیں کر سکتے۔'' وہ ایک دم جنون میں آ کر چلائی اور سارے ڈبے اٹھا کر زمین پر پھینک دیے اور چلا چلا کر رونے لگی۔

نبیل کے بھرپور طمانچے کی بدولت شرمیلا کے گلے میں آواز گھٹ کر رہ گئی۔ مردانہ ہاتھ کے وار نے شرمیلا کو ہلا کر رکھ دیا وہ تیورا کر پلنگ پر الٹی جا گری۔ اس کے حلق سے آواز تک نہ نکل سکی۔ اس کے اعصاب یک دم جیسے مفلوج ہو گئے۔ اسے نبیل سے یہ امید نہ تھی، چہرہ سفید پڑ گیا، سراسیمہ انداز میں وہ تو جیسے رونا بھی بھول گئی۔

''نہیں کرو گی شادی...... بولو......؟ اتنی آسانی سے میں تمہارا پیچھا نہیں چھوڑوں گا، شرافت سے میری بات مان لو ورنہ تم دنیا کے لیے عبرت کا نشان بن کر رہ جاؤ گی۔'' اس کے پاس بیٹھ کر چہرے پر چپکے بال دور کرتے ہوئے سرخ گال پر ہاتھ پھیرتے ہوئے وہ نرم لہجے میں بولا۔

''تم نے مجھے بہت ذلیل کیا تھا نہ۔'' وہ خود پر قابو پا کر بول رہا تھا، شرمیلا کی آنکھیں خوف و دہشت کے احساس سے پھٹی رہ گئیں۔

''کتا کہا تھا نا مجھے ہاں......'' شرمیلا کا چہرہ اپنے غیض و غضب سے بھرے چہرے کے مقابل لے آیا۔

''مجھے معاف کر دیں۔'' وہ ہکا بکا اسے دیکھتی رہ گئی۔ پھر کانپتے ہوئے ہاتھ اس کے سامنے جوڑ کر پھوٹ پھوٹ کر رو دی۔

''بس نکل گئی ساری طرم خانی؟'' اس نے مکارانہ سفاک مسکراہٹ لبوں پر سجا کر اس کی کلائی موڑی۔

''نبیل میں آپ کے پاؤں پڑتی ہوں۔'' اس نے بلبلا کر کہتے ہوئے اپنی کلائی چھڑائی۔

''بولو اب شادی کے لیے تیار ہو؟'' نبیل نے اس کے ہاتھ کو دوبارہ مروڑا شرمیلا کے اعصاب پھر سے دم توڑتے چلے گئے اسے چاروں طرف تاریکیاں دکھائی دینے لگی تھی۔

❀......❀......❀

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

''السلام علیکم بھائی۔'' روشنی نے مسکرا کر آفاق کو دیکھ کر سلام کیا۔
''وعلیکم السلام تم کہاں سے آرہی ہو؟'' شاہ نے بہن کو جوابی مسکراہٹ سے نوازا۔
''کوچنگ سے آیا ہوں۔'' اس نے فائل سینے سے لگا کر جواب دیا۔
''گاڑی پر نہیں گئی تھی؟'' شاہ نے فکرمندی سے پوچھا۔
''نہیں بھائی ایک فرینڈ نے پک بھی کیا اور ابھی چھوڑ کر گئی ہے۔'' اس نے نفی میں سر ہلایا۔
''ویسے آپ کس کے ساتھ آئے ہیں، گاڑی کہاں ہے؟'' اس کا لہجہ پُرتجسس ہوا۔
''میری گاڑی خراب ہوگئی تھی۔ اس لیے میرے منیجر نے مجھے ڈراپ کیا ہے۔'' ساتھ چلتے ہوئے آفاق نے تفصیل بتائی۔
''اچھا تو یہ آپ کے نئے منیجر ہیں۔'' جانے کیوں اسے کرید لگی۔
''ہاں رومیو بہت ہی محنتی، ایمان دار اور اپنے کام سے کام رکھنے والا انسان ہے۔'' وہ سراہنے لگے۔
''رومیو یہ کیسا نام ہے؟'' اس نے چونک کر بھائی کو دیکھا۔
''اس کے پیچھے بھی طویل داستان ہے خیر پھر کبھی سہی...... ابھی تو مجھے بڑے زوروں کی بھوک لگی ہوئی ہے اور یقین ہے کہ تمہاری بھابی نے ضرور کچھ خاص تیاری کی ہوگی تو جلدی سے اندر چلو۔'' آفاق نے بہن کا ہاتھ تھام کر شرارتی انداز میں تیزی سے اندر کی جانب قدم بڑھائے تو وہ دل مسوس کر رہ گئی۔

❁......❁......❁

وہ دوبارہ ہوش میں آئی تو خواب جیسی کیفیت میں خود کو برے حالوں میں ٹوٹی ہوئی چارپائی پر پڑا پایا۔ ایک ہی کروٹ پر لیٹے لیٹے وہ کافی دیر تک گھٹ گھٹ کر روتی رہی مگر کوئی پرسان حال نہ تھا۔ پیر پھیلائے تو ڈبوں سے جا ٹکرائے، اس نے گردن اٹھا کر دیکھا تو پیروں کے پاس پڑا سرخ قیمتی کامدار دوپٹہ الجھا، کیسا تضاد زندگی میں در آیا تھا۔
''یوں بھی شادی ہوتی ہے بھلا۔'' ایک درد بھری آہ منہ سے نکلی۔ ماں اور بہنوں کا خیال، اس کا دل مٹھی میں جکڑے جا رہا تھا۔
''پتا نہیں میں اب انہیں دوبارہ دیکھ بھی سکوں گی یا نہیں۔'' مایوسی کی انتہاؤں کو پہنچ کر اس کے پورے وجود میں درد کی لہر جاگ اٹھی۔ اسے یہاں قید ہوئے کئی گھنٹے گزر چکے تھے، پیاس سے حلق میں کانٹے پڑنے لگے تو اس نے شاپر کی تلاش میں نگاہیں گھمائیں۔ ایک کونے میں نبیل کا لایا ہوا شاپر نظر آیا تو وہ تیزی سے اٹھی اور منرل واٹر کی بوتل کھول کر ایک ہی سانس میں پانی پی گئی۔ ایک دم بھوک کا احساس جاگا۔ اسے یاد آیا کہ دیر ہوجانے کی وجہ سے ناشتہ بھی نہیں کیا تھا۔ ایک پیکٹ میں پیزا بھی موجود تھا۔ اس نے ڈبہ کھولا اور ایک نوالہ کھایا گال پر ہلکی سی سوجن آگئی تھی، دانتوں سے چبایا ہی نہیں گیا۔ اس نے بے دلی سے پیزا واپس شاپر میں رکھ دیا۔ کوئی اور وقت ہوتا تو وہ بڑے شوق سے پیزا کھاتی مگر اس وقت تو ہر چیز سے دل اچاٹ ہو رہا تھا۔
وہ نہیں جانتی تھی اسے کتنا وقت نبیل کی قید میں رہنا تھا مگر یہ ضرور جانتی تھی کہ اُس نے آخری حد تک جا کر بھی نبیل کے سامنے مزاحمت کرنی ہے۔ ہر طرف مایوسی تھی وجود کے اندر پھیلتی خوف کی سرسراہٹ اور کمرے کی وحشت۔ وہ زار و قطار آنسو بہانے لگی۔
''نبیل سے شادی پر وہ موت کو کیوں نہ ترجیح دے۔'' اس کے اندر کا پاگل پن جاگا۔

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

''ہاں یہ ٹھیک ہے مجھے اپنی بے مصرف زندگی کا خاتمہ کرلینا چاہیے۔'' وہ چاروں جانب نگاہ گھمانے لگی۔
اس کے اندر ابلتے جنون نے جیسے نئی توانائی جسم میں بھردی۔ شرمیلا نے چاروں جانب نگاہ گھمائی کونے میں رکھی لوہے کی سلاخ دکھائی دی جو شاید تعمیراتی کام میں استعمال کی جارہی تھی۔ وہ مٹھی میں لوہے کی سلاخ کو دبا کر مسکرائی، ایک نئی سوچ نے اس کے وجود میں جیسے زندگی کی لہر دوڑادی۔

❁......❁......❁

''پرنسز آپ کافی دنوں سے میکے رہنے نہیں گئی۔'' شاہ نے گرم کافی کا کپ تھامتے ہوئے اس سے پوچھا۔
''شاہ جی وہ روشنی کے ٹیسٹ ہو رہے ہیں، اس لیے کچھ ٹائم اس کی پڑھائی کو دیتی ہوں۔'' اس نے جواب دیا۔
''ایسا کرنا اس سنڈے کو چلی جانا۔'' اس نے پیار سے بیوی کا روشن چہرہ دیکھا۔
''روشنی پڑھائی کو بہت سنجیدگی سے لیتی ہے۔ بہت محنتی ہے وہ۔'' سفینہ نے کافی کا جھاگ دار گھونٹ بھرتے ہوئے نند کی تعریف کی۔
''وہ پڑھائی میں اتنی سنجیدہ نہیں ہے، بس تمہاری تھوڑی سی توجہ اور کوشش رنگ لارہی ہے۔'' اس کے لہجے میں تشکر سمٹ آیا۔
''شاہ جی...... مگر ایک بات ہے۔'' وہ کچھ کہتے ہوئے جھجکی۔
''وہ کیا؟'' اس نے سفینہ کے تاثرات جانچنا چاہے۔
''کبھی کبھی روشنی اتنی اجنبی بن جاتی ہے کہ مجھے اس سے بات کرنا مشکل لگتا ہے۔'' اس نے بڑی احتیاط سے الفاظ کا چناؤ کیا۔
''ایسا تو ہوگا مگر گھبرانے کی ضرورت نہیں' آپ اتنی پیاری ہو کہ کوئی بہت دنوں تک آپ کو نظر انداز نہیں کرسکتا۔'' آفاق نے اس کا ہاتھ تھام کر دبایا۔
''میں تو بس اس بات سے ڈرتی ہوں کہ کہیں آپ کی امیدیں نہ توڑ بیٹھوں۔'' اس نے اپنے اندیشے کا اظہار کیا۔
''میں جانتا ہوں کہ اس کے ساتھ کیا مسئلہ ہے اس لیے آپ کو قصوروار نہیں کہوں گا۔''
''اچھا وہ کیا کیا مسئلے ہیں؟'' اس نے جلدی سے پوچھا۔
''چھوڑو تم اپنے ننھے سے دماغ پر زور نہ دو۔'' وہ عشو بیگم کی حرکتیں بتا کر بیوی کو خوف زدہ نہیں کرنا چاہتا تھا، اس لیے بات کو ٹال گیا۔
''سر میں بہت درد ہو رہا ہے۔'' شاہ نے ماتھے پر انگلیاں پھیریں۔
''لائیں میں سر دبادوں۔'' سفینہ...... بہت دیر تک اس کے بالوں میں انگلیاں پھیرتی رہی اور ساتھ ساتھ شاہ کے نقوش کو دل میں نقش کرتی رہی۔ شادی کے بعد سے اس نے ایک دن کے لیے بھی اپنے ماضی کی جانب پلٹ کر نہیں دیکھا تھا۔ وہ بس آفاق کی بن کر رہ گئی تھی۔ اس کی شرارت سے بھری آنکھیں' کھڑی ناک اور بھرے بھرے ہونٹ' اس میں مردانہ وجاہت کوٹ کوٹ کر بھری تھی۔

❁......❁......❁

لوہے کی سلاخ سینے سے لگائے، اُسے اپنے دل کی دھک دھک صاف محسوس ہو رہی تھی۔
''یااللہ میری مدد فرمانا۔'' وہ گڑگڑانے لگی سسکنے لگی۔ جب دروازے کے باہر چاپ سنائی دی۔ وہ بھاگ کر گئی اور دروازے سے چپک کر کھڑی ہوگئی۔ کنڈی کھلنے کی آواز سنائی دی اس کا رواں رواں کپکپانے لگا، ہونٹوں پر دعائیں

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

جاری تھی دروازہ ایک جھٹکے سے کھلا اور نبیل اپنے خیالوں میں تیزی سے اندر داخل ہوا، چارپائی خالی دیکھ کر اس کی نگاہیں چھوٹے سے کمرے میں شرمیلا کو تلاش کرنے لگیں۔

''اوہ تو تم یہاں چھپی کھڑی ہو۔'' وہ مڑا اور اس کی لاچاری پر ہنسا۔ نبیل کو روبرو پا کے۔ اس کے وجود میں پھر سے خوف نے جنم لیا۔ بڑے غیر محسوس انداز میں وہ سلاخ اپنے پیچھے چھپائے آگے بڑھی۔ اس کی یہ حرکت نبیل کی نگاہوں سے مخفی نہ رہ سکی۔ مگر جتنی دیر میں وہ سنبھلتا، شرمیلا غرائی اور اس کے سر پر سلاخ سے وار کردیا یہ تو نبیل کی قسمت کے سلاخ پوری طاقت سے نہ لگی اور ماتھے پر ہلکا سا زخم ابھرا۔

''تم......'' وہ ایک دم گالم گلوچ پر اتر آیا اس کے لہجے میں غضب کی نفرت اور بے لحاظی جاگ اٹھی۔

''مجھے مارے گی ہاں۔'' نبیل نے ایک جھٹکے سے لوہے کی سلاخ چھینی اور اسے دھکا دیا وہ دور جا گری۔

''تو شرافت کے قابل ہی نہیں اب تو مجھے تجھ سے اپنے اس زخم کا حساب بے باک کرنا ہوگا۔'' نبیل زمین پر اس کے پاس بیٹھ گیا اور غراتے ہوئے ایک تھپڑ کھینچ کر اس کے گال پر مارا۔

''نہیں......'' شرمیلا کے حلق سے خوف کے باعث گھٹی گھٹی چیخ نکل گئی وہ نفی میں سر ہلاتے ہوئے دور ہونے لگی۔

''جان اپنے حسن پر بہت ناز تھا نا شیشے میں شکل دکھاؤں تو خود کو پہچاننے سے انکار کردو گی۔'' نبیل نے سگریٹ سلگائی اور اس کی جانب مسکرا کر دیکھا، شرمیلا کی رنگت دہشت سے سفید ہوگئی تھی۔

''میرے سامنے ہاتھ جوڑتی روتی دھوتی تم مجھے کتنی پیاری لگتی ہو اس کا تصور بھی نہیں کرسکتی تم۔'' وہ سگریٹ کا کش لے کر دھواں اس کے منہ پر چھوڑتے ہوئے مسکرایا۔

''اگر تمہاری بیوی کو اس بات کی خبر ہوگئی......؟'' کچھ اور سمجھ میں نہ آیا تو مومل کے نام سے ڈرانے لگی۔

''تم نے مجھے کیا جورو کا غلام سمجھ رکھا ہے ہاں......'' اس کے منہ پر زناٹے کا تھپڑ پڑا اور اس کے حواس ساتھ چھوڑنے لگے۔

''بیوی تو تمہیں۔ بھی بناؤں گا اگر۔ نکاح پر راضی نہیں ہو تو ویسے ہی میرے ساتھ رہنے کے لیے تیار ہو جاؤ۔'' وہ ہنسا۔

''یہ تمہاری سب سے بڑی بھول ہے......سنا تم نے؟'' شرمیلا کی برداشت جواب دے گئی وہ ایک دم غرائی اور اس پر جھپٹ پڑی۔

اس کے اندر کا جانور جاگ اٹھا اس نے شرمیلا کو اپنی جنونی گرفت میں لے لیا۔ شرمیلا کی روح اس لمحے قضا ہونے لگی۔ اس نے مزاحمت کی کوشش کی مگر نبیل کے فولادی وجود کے آگے وہ بے بس سی ہوگئی۔ اس کی گرم سانسیں شرمیلا کے چہرے کو جھلسائے دے رہی تھی۔

''نبیل یہ کیا کررہے ہیں؟'' تب ہی ایک دم سے مومل کی تیز آواز جیسے کسی غیبی مدد کے تحت اس کی سماعت میں اتری اور نبیل کے اوسان خطا ہونے لگے۔ اس کے ہاتھ بے جان ہوگئے، نبیل کی گرفت سے آزادی اسے زندگی کی نوید دے گئی۔ وہ بھاگتی ہوئی اٹھی اور مومل کی بانہوں میں سما گئی اور کچھ دیر میں ہوش وحواس کی دنیا سے دور چلی گئی۔

❁......❁......❁

سفینہ کے یوں سر دبانے پر آفاق کی آنکھیں بند ہونے لگیں وہ ایک نئی لذت سے ہمکنار ہوا تھا۔ اچانک موبائل کی گھنٹی نے لمحوں کا سحر توڑا۔ میکینک کی کال تھی آفاق نے سفینہ کی گود میں سر رکھے ہوئے اس سے بات کی۔

''اب پتا نہیں گاڑی ٹھیک ہونے میں کتنے دن لگیں گے۔'' بات ختم کرنے کے بعد موبائل سائیڈ میں رکھتے

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

ہوئے شاہ نے خودکلامی کی۔

''اچھا گاڑی خراب تھی تو پھر آپ گھر کیسے آئے؟'' سفینہ نے چونک کر پوچھا۔

''رومیو کے ساتھ۔'' وہ مسکرایا۔

''رومیو؟'' اس نے لیٹے ہوئے شوہر کی آنکھوں میں جھانکا۔

''ہاں پرنسز...... میرا نیا منیجر۔'' اس نے مسکرا کر سفینہ کا ہاتھ اپنی مٹھی میں دبایا۔

''بڑا منفرد سا نام ہے۔'' وہ بالوں میں انگلیاں پھیرتے ہوئے بولی۔

''اصل نام تو شاید کچھ اور ہے مگر دفتر میں سب اسے رومیو پکارتے ہیں۔ یہ سب عاصم علی کی شرارت ہے۔ اس نے ہی اپنے دوست کی لو اسٹوری زبان زد عام کی ہے۔'' آفاق نے کروٹ لے کر بتایا۔

''کیسی لو اسٹوری؟'' سفینہ کا دل دھڑکا۔

''اصل میں وہ جس سے بہت پیار کرتا تھا' قسمت کی خرابی سے، اس لڑکی کی شادی کسی اور سے ہوگئی۔ اب اس نے تاعمر شادی نہ کرنے کا فیصلہ کرلیا ہے۔ اس کے ایسے خالص جذبوں اور محبت پر پہلے عاصم پھر سب لوگوں نے اسے رومیو پکارنا شروع کردیا۔ اب اصلی نام تو مجھے یاد نہیں لیکن سب اسی نام سے پکارتے ہیں۔'' آفاق نے تفصیل سے دفتر میں سنی ہوئی کہانی دہرائی۔

''اوہ...... دنیا میں مرد بھی اتنے باوفا ہوتے ہیں۔'' وہ ایک دم ہونٹ چبا کر بولی۔

''کوئی شک؟'' وہ بیوی کے انداز پر ہنسا۔

''پتا نہیں۔'' اس نے بے خیالی میں نفی میں گردن ہلائی۔

''اچھا پرنسز آپ تو یوں کہہ رہی ہیں جیسے آپ کا واسطہ کسی بے وفا سے پڑا ہو۔'' اس نے شرارت آمیز انداز میں سفینہ کی الجھی لٹ کھینچی۔

''کیا مطلب؟'' اس کے وجود میں خوف کی لہر دوڑی۔

''میرا مطلب میری وفاؤں نے اب تک آپ پر مردوں کا اعتبار قائم نہیں کیا پرنسز۔'' اس نے بڑی محبت سے سفینہ کے ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھتے ہوئے پوچھا تو وہ شرما کر پیچھے ہوئی۔ سفینہ کو اچھی طرح سے پتا تھا کہ شاہ اس کو کس قدر ٹوٹ کر چاہتا ہے اور اس کی شدتوں پر سفینہ کو بھی بہت پیار آنے لگا تھا۔ اس لیے وہ اپنے شوہر کا بہت خیال رکھتی تھی ایک خوش گوار احساس' خوش گوار وقت اور ا لوہی خوشی ان دونوں کے بیچ رقصاں ہونے لگی تھی۔

(ان شاء اللہ باقی آئندہ ماہ)

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

نازک سی عورت

ثمرین ادریس

''زندگی محبت ہے یا بندگی تمہارا کیا خیال ہے؟'' سعد نے حاکم خان کی طرف دیکھا جو اپنے دستانے اتار کر ٹیبل پر رکھ رہا تھا۔

''میرے خیال میں بندگی اصل زندگی ہے اور بندگی کا دوسرا نام محبت ہے۔ آج تجھے کیا ہوگیا؟'' حاکم خان نے جواب دینے کے ساتھ ایک عجیب سی نگاہ سعد پر ڈالی۔

''کچھ نہیں چل چھوڑ' یار حاکم کیا شان ہے تیری ایک ہم غریب ناچیز۔'' سعد نے جھوٹی آہ بھری۔

حاکم خان ایک بہت مشہور کمپنی کا مالک تھا ایک حسین وخوب صورت بیوی' دوعدد خوب صورت بچوں کا باپ' شانزے رمزی اس کی سیکرٹری تھی بعد میں ان کی لومیرج ہوگئی۔ شانزے کا تعلق ایک بے حد اعلیٰ خاندان سے تھا شوقیہ جاب کرتی تھی' ہر کوئی حاکم خان کی پُروقار شخصیت سے متاثر تھا۔ لمبا دراز قد' کھڑے نقوش' گندمی رنگت' دبیز ہونٹ' پہننے اوڑھنے کا سلیقہ اور اس کے وجود سے آتی مہنگے پرفیوم کی مہک' اس کا ٹھہر ٹھہر کر بات کرنا' اس کی بڑی بڑی بھوری آنکھیں' خواتین کے ساتھ مرد بھی اس سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتے تھے۔ شانزے رمزی بھی کم خوب صورت و حسین نہیں تھی' ایک بھرپور عورت' کشمیری نقوش' سفید رنگت' گلابی ہونٹ' درمیانہ قد اور اس کی خوب صورتی کو دُوچند کرتی اس کی ذوق آرائش وزیبائش شامل تھی۔

حاکم خان سے نکاح کے بعد اس نے اپنا بہت خیال رکھا تھا اگرچہ اس کے پاس حاکم کے لیے وقت نہ تھا' وہ کندھے سے کندھا ملا کر اپنے شوہر کے بزنس کو ٹائم دیتی تھی پھر سسرال کی ذمہ داری۔ اس کو حاکم کی فطرت کا اندازہ تھا کہ وہ دل پھینک نہیں مگر تھا تو ایک عام مرد' مگر وہ یہ بھولتی جارہی تھی کہ حاکم خان کو اس کا وقت بھی درکار ہے اور رفتہ رفتہ اس کی ترجیح بچے' گھر اور دفتر بنتا جارہا تھا مگر اس میں کچھ وجہ حاکم خان ہی تھا۔

❁......❁......❁

''سر...... میں اندر آسکتی ہوں؟'' رمشا نے حاکم کے آفس میں آنے کی اجازت مانگی۔ حاکم خان نے اشارے سے اندر آنے کی اجازت دی۔

''سر میں نے ایڈوانس کی درخواست دی تھی مگر وہ رد ہوگئی' کیا میں وجہ جان سکتی ہوں؟'' رمشا نے اپنی بڑی بڑی گہری شربتی آنکھوں میں پریشانی لیے پوچھا۔

''تشریف رکھیں' دراصل آپ نے پچھلے ماہ بھی کچھ ایڈوانس لیا تھا تو آفس کے قانون کے مطابق پچھلی ادائیگی کے بعد ہی دوسرا ایڈوانس مل سکتا ہے ویسے کیا میں اس ایڈوانس کی وجہ جان سکتا ہوں؟''

''سر...... میری والدہ کو دل کی بیماری ہے' ان کی انجیوگرافی ہوئی تھی پچھلے ماہ' اب ان کا باقی علاج ہونا ہے۔'' رمشاء نے بڑی رسانیت سے سمجھایا۔

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

''او آئی سی' تو چلیں پھر جو بھی ہو سکے گا میں کرتا ہوں۔'' حاکم خان نے رمشاء کو تسلی دی۔

رمشاء ایک کم عمر' دلکش نقوش کی مالک اسمارٹ سی لڑکی تھی اللہ تعالیٰ نے اس کو بے حد پُرکشش بنایا تھا۔

رمشاء حاکم خان کو جب بھی دیکھتی یا اس سے ملتی اس کو نہ جانے کیوں اس سے بات کرنا اچھا لگتا تھا' وہ اپنے دل کو بارہا سمجھا چکی تھی کہ حاکم خان ایک شادی شدہ مرد ہے' وہ آسمان اور رمشاء زمین۔ حاکم خان کو بھی رمشاء کا اس طرح بے خوف وخطر اس سے اس طرح بات کرنا اچھا لگا۔ حاکم نے اس کو ایڈوانس دلوادیا وہ پھر شکریہ ادا کرنے چلی آئی۔

''سر میں آپ کا شکریہ ادا کرنے آئی تھی۔''

''اٹس او کے مس رمشاء...... کیا میں آپ کی والدہ کی خیریت معلوم کرنے کے لیے آپ کے گھر آ سکتا ہوں؟'' حاکم نے بنا سوچے سمجھے پوچھا۔

''جی سر...... کیوں نہیں۔''

''ٹھیک ہے کسی وقت فرصت ہوئی تو ضرور آؤں گا۔'' حاکم خان نے کہا۔

حاکم خان کو آج نہ جانے کیا ہو گیا جو خواتین کی طرف دیکھتا نہیں تھا مگر آج وہ ایک عام سی لڑکی کے بارے میں سوچ رہا تھا کہ آج اچانک اس کو اس لڑکی سے بات کرنا اچھا لگ رہا تھا جب ہی شانزے اندر داخل ہوئی۔

''حاکم تم نے میٹنگ کا نوٹس ٹائپ کروا لیا کیا؟''

حاکم نے نفی میں سر ہلایا' شانزے نے آج لال ساڑھی باندھی ہوئی تھی۔ میچنگ جیولری گولڈ بال شانوں پر پڑے بہت پیاری لگ رہی تھی مگر آج حاکم نے اس کو نظر بھر کر نہیں دیکھا تھا' کچھ تھا جو اس کے دل میں تھا پتا نہیں اور شانزے کا خیال تھا کہ وہ حاکم کو جتنا ہو سکے وقت دیتی ہے مگر وہ شاید اپنے بچوں کے ساتھ زیادہ وقت گزارتی تھی اور اس کو اپنا کام بھی بہت اچھا لگتا تھا۔

''آخر تم ہر ضروری بات بھول کیسے جاتے ہو؟'' شانزے نے عجیب انداز میں کہا۔

''او کے میں اپنے کلرک سے پوچھتا ہوں' تم پریشان مت ہو۔'' حاکم نے شانزے کو خاموش کرایا وہ فی الحال اس کو ٹالنا چاہتا تھا۔

''حاکم آج جلدی گھر جانا ہے' اماں نے خاص طور سے کہا ہے قرآن خوانی ہے گھر میں تھوڑی دیر میں جاؤں گی اور تم؟'' شانزے نے پوچھا۔

''ہاں میں جانتا ہوں' تم فکر مت کرو۔'' حاکم نے جواب دیا اور اپنے کاموں میں بزی ہو گیا اور حسب معمول پانچ بجے گھر کی راہ لی' آفس کے نزدیک بس اسٹاپ پر رمشاء کو دیکھ کر خود بخود رک گیا۔

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

’’کیا میں آپ کو چھوڑ دوں؟‘‘ حاکم خان نے پوچھا۔

’’نہیں سر‘ زحمت نہ کریں‘ میں چلی جاؤں گی۔‘‘ رمشا نے مروت میں انکار کیا لیکن حاکم نے اس کی طرف کا دوڑ کھول کر اصرار کیا تو وہ مجبوراً بیٹھ گئی۔

’’جی مس کہاں ہے آپ کا گھر؟‘‘ حاکم نے فوراً پوچھا۔

’’سر میں ایف بی ایریا میں رہتی ہوں آپ آگے اتار دیں میں رکشہ لے لوں گی۔‘‘

’’نو مس‘ میں آپ کو چھوڑ دوں گا۔‘‘ رمشا ایڈریس سمجھانے لگی۔

’’سر اندر آئیں‘ امی سے مل لیں۔‘‘ رمشا کے انداز میں کچھ تو تھا کہ حاکم انکار نہیں کرسکا۔

حاکم رمشاء کے ہاں کچھ دیر بیٹھا‘ اس کی امی سے باتیں کرتا رہا‘ وہ بھول گیا کہ اس کے گھر میں قرآن خوانی ہے جب گھر آیا تو کافی دیر ہوچکی تھی۔ گھر آ کر بھی وہ رمشاء کے بارے میں ہی سوچ رہا تھا۔

شانزے خفا تھی مگر چپ رہی وہ حد سے زیادہ مصروف تھی‘ شانزے رمزی کی زندگی گھر بچوں اور آفس کے گرد گھومتی تھی۔ وہ حاکم خان کو بھی وقت دیتی مگر بہت کم‘ اس کو لگتا حاکم خان تو اس کا اپنا ہے ایڈجسٹ کرلے گا‘ یہ اس کی غلط فہمی تھی مگر مرد کی فطرت بڑی عجیب ہے۔ وہ اہمیت چاہتا ہے اپنے جیون ساتھی کا لمس چاہتا ہے‘ وہ چاہتا ہے کہ اس کی بیوی‘ ماں اور بہو بعد میں پہلے اس کی بیوی ہے‘ وہ بھی نئی نویلی دلہن جیسی۔ وہ کہتے ہیں نہ کہ مرد کی فطرت بچے جیسی ہوتی ہے‘ اس لیے حاکم اور رمشاء قریب آتے چلے گئے۔

رمشاء ایک غریب کنواری لڑکی تھی‘ اس کے جب مسئلے حل ہونے لگے تو وہ احسان مند ہونے لگی۔ اس کا احسان مند ہونا اور حاکم خان کی دلفریب شخصیت‘ پہننے اوڑھنے کا ڈھنگ اور وہ جو خود اپنے اندر جاذبیت رکھتا تھا‘ اس کو حاکم کی قربت قریب لے آئی۔ حاکم خود بخود شانزے سے دور ہوتا چلا گیا۔ شانزے نے بھی یہ بات نوٹ کی اور اس کی جستجو میں لگ گئی پھر ایک دن اس نے حاکم اور رمشاء کو جالیا‘ دونوں میٹنگ کے بہانے وقت کو انجوائے کررہے تھے۔

’’میڈم آپ...... جی میں وہ...... میں سر سے ایک...... اصل میں سر نے مجھے بلایا تھا۔‘‘ الفاظ رمشا کا ساتھ دینے سے انکاری تھے۔

’’تم جاسکتی ہو۔‘‘ شانزے نے غصے سے اس کو باہر جانے کا کہا۔ ’’حاکم یہ سب کیا ہے؟ مجھے تم سے ایسی امید نہیں تھی‘ آخر تم کو کیا ہوگیا ہے۔ میں نے تمہارے لیے کیا نہیں کیا؟‘‘ شانزے کی آنکھیں نمکین پانی سے تر ہوئیں۔

’’دیکھو تم کو غلط فہمی ہورہی ہے‘ وہ اپنی ماں کے لیے پریشان تھی اور بس......‘‘ حاکم نے جھوٹی وضاحت دی۔

’’حاکم ہم اس بات کو ابھی ڈسکس کرسکتے ہیں کہ تم کیا چاہتے ہو؟‘‘ شانزے رمزی نے حاکم سے پوچھا اور دوبارہ حاکم سے مخاطب ہوئی۔ ’’کیا تم محبت کو صرف جسمانی رشتے کے طور پر لیتے ہو‘ کیا ایک دوسرے کا احساس اور خیال کرنا کوئی معنی نہیں رکھتا؟‘‘

’’اب تم ہر چیز کو ڈسکس ہی کرسکتی ہو‘ ہاں میں اپنے جرم کا اقرار کرتا ہوں۔ تمہارے پاس میرے لیے وقت نہیں‘ میں کسی سے اپنا حال دل کہنا چاہتا ہوں‘ تم میرے کپڑے‘ جوتے‘ موزے تو سنبھال سکتی ہو‘ میرے لیے تمہارے پاس اب وقت کہاں‘ بتاؤ کتنا عرصہ ہوگیا ہم نے دفتر اور بچوں سے ہٹ کر بھی کچھ

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

بات کی ہو یا کہیں گئے ہوں؟''

''میں سب کچھ تمہارے لیے کرتی ہوں کیا تم کو اندازہ نہیں؟'' شانزے بے حد غصہ میں تھی۔

''میں اگر مصروف ہوں تو تم سے جڑے رشتوں کی وجہ سے اور تم کیا چار سال کے بچے ہو...... سمجھ دار ہو دو بچوں کے باپ ہو۔ یہ افسانوی باتیں بکواس ہیں۔'' شانزے رمزی حیرت سے حاکم خان کو دیکھ رہی تھی' وہ مرد کی فطرت پر حیران تھی۔

''ہاں...... ہاں میں بچہ ہوں' جس کو تمہارا لمس درکار ہے۔'' حاکم یہ کہہ کر آفس سے نکل گیا۔

شانزے رمزی نے بھی گھر کی راہ لی وہ اچانک زاروقطار رونے لگی تھی' روتے روتے وہ نڈھال ہوگئی اور دل میں کہہ رہی تھی۔

''وہ صرف حاکم کو پسند کرتی ہے۔''

شانزے گھر پہنچی تو اذان عصر ہو رہی تھی اس نے وضو کیا اور جاء نماز بچھالی۔ وہ نماز ادا کر رہی تھی مگر اس کا رواں رواں کانپ رہا تھا' وہ سجدہ ریز تھی اور اللہ سے مدد مانگ رہی تھی۔ آج اس نے کتنے دنوں بعد نماز ادا کی تھی' وہ جاء نماز پر ہی سوگئی اس کی ساس نے آ کر اسے اٹھایا۔

''اماں آپ...... کیا ہوا اور حاکم کہاں ہیں؟''

''بیٹا...... حاکم آیا تھا اب کہیں جا رہا ہے' تم اٹھو اور کمرے میں آرام کرو۔ بچے بھی ٹیوشن سے آتے ہوں گے۔'' اماں نے پیار سے اس کے سر پر ہاتھ پھیرا' اماں شانزے کو بہت پیار کرتی تھیں' شانزے رمزی ٹوٹ گئی تھی' اس نے اگر کسی مرد کو چاہا تو وہ حاکم تھا اور آج حاکم کا اس سے دل بھر گیا تھا۔

''ایسا کیا ہوا؟'' وہ مسلسل سوچ رہی تھی۔ آخر اس کو اندازہ ہوا وہ حاکم سے وابستہ لوگوں کو خوش رکھنے اور

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

حاکم کو آفس میں مدد کرنے کے چکر میں حاکم خان کو ہی بھول گئی بقول شاعر......

ایک ایسے شخص سے بھی راہ رسم ہے اپنی
جو بے رخی سے ملے اور اجنبی نہ لگے
عجیب حال ہے کچھ ان دنوں طبیعت کا
کہ خوشی نہ لگے غم برا نہ لگے

مشرقی عورت تو قربان ہونے میں ذرا دیر نہیں لگاتی اور شانزے کو اندازہ تھا کہ دلوں میں جگہ زبردستی حاصل نہیں کی جاسکتی اور اس نے حاکم خان سے ایک دن ایک عجیب بات کہی جو حاکم خان کو حیران کرگئی۔

''حاکم خان...... تم رمشاء سے نکاح کرلو۔ میری طرف سے تمہیں اجازت ہے۔''

''تم ہوش میں تو ہو......! تم جانتی ہو تم کیا کہہ رہی ہو؟'' حاکم حیران و پریشان تھا۔ ''تمہیں معلوم بھی ہے تم کیا کررہی ہو؟'' حاکم نے اسے جھنجھوڑا۔

''رمشاء کے لیے بھی یہی بہتر ہے اس سے پہلے کہ تم اور وہ حرام کاری کی طرف چلے جاؤ۔'' شانزے نے وہ کاغذ کا ٹکڑا اس کو دیا اور چلی گئی۔

شانزے نے اللہ کی تلاش شروع کردی اب وہ اس کو جاننے کی جستجو کررہی تھی' وہ اللہ سے لو لگا رہی تھی وہ معافی مانگ رہی تھی۔ وہ دنیا کی رنگینیوں اور ذمہ داریوں میں اللہ سے کس قدر دور ہوچکی تھی' وہ تیزی سے تبدیل ہو رہی تھی' وہ بندے اور اس کے رب کے رشتے کو جان رہی تھی۔ حاکم خان نے رمشاء سے نکاح کرلیا اس کو الگ گھر لے کر دے دیا' وہ شانزے میں موجود اس تبدیلی پر حیران تھا۔ شانزے نے اپنا اوڑھنا بچھونا بھی سادہ کرلیا تھا' وہ فارغ وقت میں عبادت کرتی' ہلکے رنگوں کا استعمال کرتی اور اپنے بالوں کو ایک کالے رنگ کے اسکارف سے آفس ٹائم میں ڈھانپ لیا کرتی۔ حاکم خان رمشاء کے ساتھ اپنی نئی شادی شدہ زندگی کو انجوائے کررہا تھا وہ گھر بھی آتا' بچوں کو بھی وقت دیتا جبکہ شانزے رمزی اور اس کے درمیان ایک خلیج حائل ہوچکی تھی۔

وہ دونوں کام کی بات کرتے اور بس مگر رمشاء بچی کی پیدائش پر خالق حقیقی سے جاملی اور حاکم خان جب رمشاء کو دفنا کر اپنی معصوم پری کو لے کر گھر آیا تو بے حد بکھرا اور ٹوٹا ہوا تھا۔ دوسری طرف شانزے یہ سوچ رہی تھی کہ ہم اللہ کو صرف دکھ میں ہی یاد کیوں کرتے ہیں؟ مگر وہ کتنا پیارا ہے وہ ہمیں کبھی اکیلا نہیں کرتا' ہم جب بھی اس کو پکارتے ہیں وہ ہماری مدد ضرور کرتا ہے۔ شانزے کو جب یہ پتا چلا کہ حاکم رمشاء اور اس کی ننھی پری کو لایا ہے وہ سٹنگ روم کی طرف دوڑی۔

''شانزے' مجھے معاف کردو' میں نے تمہارے ساتھ بہت بُرا کیا۔'' حاکم شانزے کے سامنے بیٹھ گیا' بچی رو رہی تھی۔

''لاؤ اس ننھی پری کو مجھے دے دو' آج سے یہ میری ذمہ داری ہے۔'' شانزے نے بچی کو گود میں لے لیا۔

جب حاکم اور شانزے کمرے میں آئے' حاکم نے شانزے کا شکریہ ادا کیا۔

''میں کوئی احسان نہیں کررہی' یہ بچی اب ہماری بیٹی ہے اور اس طرح یہ ہمارے دونوں بیٹوں کی بہن اور ماں اپنی اولاد پر کوئی احسان نہیں کرتی۔ اللہ تعالیٰ نے ہم سب کو محبت سے ایک دوسرے سے جوڑ دیا ہے۔'' حاکم نے سر جھکا لیا اس کو آج اپنی غلطیوں کا شدت سے احساس ہوا کہ اس نے دوسری شادی کے بعد شانزے کو نظر انداز کردیا تھا مگر شانزے نے حاکم کے خیال میں کبھی کمی نہ کی۔ وہ اور زیادہ اس کا خیال

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

کلیم کے نام

یوں بھی ہوا ہے‘ رات کو جب لوگ سوگئے
تنہائی اور میں‘ تیری یادوں میں کھوگئے
آ دیکھ تجھ سے لوگ جو رہتے تھے دور دور
سائے میں تیری یاد کے چپ چاپ سوگئے
ہم وہ جو سارے شہر کے کرتے تھے فیصلے
ہم لوگ‘ تیری چاہ میں رسوا بھی ہوگئے
تم کیا گئے کہ وقت کا احساس مرگیا
راتوں کو جاگتے رہے اور دن کو سوگئے
اب زندگی کے شیلف میں ڈھونڈا کریں گے لوگ
ارزاں ہوئے ہم اتنے کہ نایاب ہوگئے
ارشد وفا کی راہ میں شدت تھی اس قدر
تجھ سے تھے کتنے لوگ جو رستے میں کھوگئے

میرب......شیخوپورہ

رکھتی۔ آج شانزے نے اس کو پھر بکھرنے سے بچالیا تھا۔

دوسرے دن وہ کچھ شرمندہ سا تھا مگر شانزے کی شخصیت پر غور کیا تو اندازہ ہوا یہ تو کوئی اور شانزے ہے‘ میک اپ سے عاری چہرہ‘ ہلکے رنگوں کے کپڑے زیب تن کیے ہوئے‘ محبت کا پیکر خوشی اور اطمینان کا مظہر اور حاکم کے اندر کس قدر بے چینی تھی‘ وہ حیران تھا کہ عورت کا دل کتنا بڑا ہوتا ہے اگر میں اس کی جگہ ہوتا تو شاید میں شانزے کو کسی دوسرے کی اولاد کے ساتھ قبول نہ کرتا۔

”شانزے تم کتنی عظیم ہو۔“

”نہیں حاکم‘ عظیم تو وہ رب ہے جو ہمیں اس قدر نوازتا ہے اور ہم سے حساب تک نہیں مانگتا۔ ہم تو اس کے ناچیز بندے ہیں گناہ گار‘ بس وہ ہمیں بخش دے‘ روز آخرت جب نفسانفسی کا عالم ہوگا‘ ہر طرف افراتفری ہوگی۔“ وہ بات مکمل بھی نہ کرسکی اور زار و قطار رونے لگی۔

حاکم حیران و پریشان اس کو دیکھ رہا تھا۔ شانزے رمزی نے حاکم کے دونوں بیٹوں اور بیٹی کی اس قدر اچھی تربیت کی کہ خاندان والے سراہتے نہ تھکتے اور حاکم کا بھی بے حد خیال رکھا تھا۔ حاکم اس کو جتنا جاننے کی کوشش کرتا وہ اس کو ایک پہیلی لگتی‘ محبت کا سمندر لگتی‘ بچوں سے پیار اور دوسروں پر قربان ہوجانے والی لگتی اور ہمارے معاشرے کا المیہ یہ ہے کہ ہم بہت جلد اس کو بھلا دیتے ہیں۔

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

فضہ ہاشمی

آج جب پٹی کھلی تو اس کا دم سینے میں اٹکا ہوا تھا۔ عجیب سا دھڑکا تھا شاید ہڈی ٹھیک سے نہ جڑی ہو۔ طرح طرح کی سوچوں سے جب دل گھبرا لیا تو فلک نے نماز پڑھ کر خود اور اس پہ دم کیا۔

"مبارک ہو مسز حسن آپ کی ہڈی بالکل ٹھیک جڑی ہے۔ ان شاء اللہ چند دنوں تک آپ چل پھر سکتے ہیں۔"

"اللہ تیرا شکر ہے۔" مارے تشکر کے اس کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔

"آپ رو رہی ہیں۔" ڈاکٹر نے پوچھا۔

"نن.....نہیں تو......" نفی میں سر ہلایا۔

"تو پھر یہ آنسو......!"

"شکرانے کے ہیں۔" وہ مسکرائی۔

"اتنی اچھی لڑکی تمہارے لیے آنسو بہا رہی ہے۔"

"یہ یقیناً میری خوش قسمتی ہے۔" وہ مسکرایا۔

"اب آپ کو ایک ہفتے کے لیے خصوصی توجہ کی ضرورت ہے۔ صبح شام چند قدم چلنے کی باقاعدگی سے کوشش کریں۔ ان شاء اللہ تھوڑے دنوں میں بالکل ٹھیک ہو جائیں گے۔"

"کیوں نہیں ڈاکٹر صاحب۔"

"بہت مبارک ہو۔" مودت نے دوست کو گلے لگایا۔

"بہت شکریہ۔"

"شکریہ میرا نہیں اس اچھی لڑکی کا ادا کرو جس کی انتھک محنت سے یہ دن دیکھنے کو ملا ہے۔"

"میرا شکریہ کس لیے...... شکریہ تو مجھے اس کا ادا کرنا ہے جس نے مجھے اتنے دن برداشت کیا اپنے گھر میں بھی۔ اب جلد ہاسٹل شفٹ ہو جاؤں گی۔"

"یار کچھ کرو۔" گھر آ کر بھی اس کی بے چینی ختم ہونے میں نہ آ رہی تھی۔

"میں کیا کر سکتا ہوں کوئی ایسا شرعی رشتہ بھی نہیں جو اس کے راستے کی دیوار بن سکے۔"

"تو بنا دو ناں......"

"کیسے بناؤں جو میں نے کیا ہے وہ کم ہے کیا؟"

"کچھ ایسا کرو کہ وہ تمہاری ہو جائے۔"

"میرے پاس کچھ ایسا اسم اعظم تو ہے نہیں کہ پڑھ کر پھونکوں اور وہ میری ہو جائے۔"

"یہ تو مانتے ہو ناکہ وہ تمہاری ضرورت بن چکی ہے۔" اس کے متفکر چہرے کو دیکھا۔

"ہاں یہ تو ہے۔" حسن ہارے ہوئے جواری کے انداز میں بولا۔

"تو پھر کس بات کی دیر ہے یار؟"

"تمہیں یہ جتنی اچھی اور سیدھی نظر آتی ہے درحقیقت اتنی ہی الٹی کھوپڑی کی ہے فی الحال تو مسئلہ اس کے ہاسٹل شفٹ ہونے کا ہے ایک ہفتے تک تو وہ کہیں نہیں جائے گی تب تک میں بھی کچھ بندوبست کرتا ہوں۔"

❁......❁......❁

بہت گھنا بادل آیا تھا یک دم اندھیرا چھایا اس کے حواس کھونے لگے، لیکن چونکہ بارش کی دیوانی تھی۔ خوب جی بھر کے اس موسم کو انجوائے کرنا چاہتی تھی۔ کمرے سے باہر نکل کر اس کا ارادہ لان میں جانے کا تھا لیکن پھر کچھ سوچ کر اس نے حسن کے روم کے دروازے پر دستک دی۔

"یس کم ان۔"

"میں ذرا گلی کے نکڑ تک جا رہی تھی۔"

"تو پھر......!"

"تو پھر یہ کہ تمہیں بتانے آئی تھی۔"

"میں بھی چلتا ہوں۔"

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

''اچھا چلو......'' اس نے ڈبل چیئر گھسیٹی اور بیڈ کے نزدیک کردی۔

گھر سے باہر آ کر اس نے گیٹ لاک کیا پھر وہ تھی اور اس کی شرارتیں تھیں۔ آتے جاتے بچوں کو چھیڑتی گدگداتی منہ چڑاتی آئس کریم بار تک آ گئی۔

''کون سا فلیور......؟''

''کوئی بھی نہیں۔''

''تم آج بھی اتنے ہی کنجوس ہو۔'' نخوت سے ننھی سی ناک چڑھائی اور جا کے دو کپ آئس کریم لے آئی۔ گھر پہنچ کر اس نے خاموشی سے گیٹ کھولا اور چیئر دھکیل کر اندر لے آئی تھی۔

پُرکیف سی خوشبو شام جاں میں اترتی ہوئی محسوس ہوئی۔ وجود کا لمس حقیقت بن کر روح میں سرائیت کر رہا تھا۔ وہ جو دل کی آواز پہ اسے ڈانٹ دیتا تھا آج اس کا حامی بن بیٹھا تھا دل محبت کا علمدار بن کر نکلا تھا تو اس نے بھی ہمسفر مان لیا تھا سوئی ہوئی محبت کے سوتے پھوٹ پڑے تھے۔ یوں لگ رہا تھا جیسے اس کی ذات میں محبت کا آبشار گر رہا ہو جس کے پاکیزہ پانی نے روح کی ساری کثافتیں دھو ڈالی تھیں۔ اسے اپنا آپ پہلی چاندنی کی طرح محسوس ہو رہا تھا اجلا اجلا چمک دار۔ واقعی محبت کا احساس ذات کی تمام کثافتوں کو دھو کر صاف کر دیتا ہے اس نے ہمیشہ اس کے وجود سے انکار کیا تھا لیکن آج وہی محبت پورے طمطراق سے اس کی ہستی کی مالک بن گئی تھی۔

❁......❁......❁

ساری رات نیند اسے بھی کہاں آئی تھی جلن ہی اتنی شدید تھی کہ اسے ایک پل چین نہیں لینے دے رہی تھی۔ اسے وہی کڑوے تلخ لہجے وہی انداز یاد آ رہے تھے جب اس کے کردار پر انگلی اٹھائی گئی تھی۔ وہ ماضی کو کھوجنا نہیں چاہ رہی تھی اور پھر صبح ہی اس نے یہاں سے جانے کا فیصلہ کرلیا تھا حالانکہ مودت نے منت کی تھی وقتی طور پر تو اس نے حامی بھر لی تھی مگر...... تمام رات رو رو کر اس نے برا حال کرلیا تھا فجر کے نزدیک آنکھ لگی تھی کہ کھٹکا ہونے پہ آنکھ کھل گئی۔ دروازہ پہ دستک جاری تھی۔ اٹھ کر دروازہ کھولا۔

''تم یہاں اتنی صبح؟''

''ساری رات تمہارے آنسوؤں نے چین سے سونے نہیں دیا۔ میرے گھر والوں نے تمہارے ساتھ جو سلوک کیا ہے اس پر بہت شرمندگی ہے مجھے۔''

''اس لیے تو میں نے یہاں سے جانے کا فیصلہ کرلیا ہے۔'' اس نے فوراً جواب دیا۔

''اگر میں روکوں تب بھی نہیں......'' نجانے کیا تھا لہجے میں کہ ایک پل کو سن ہوگئی بولی تو لہجے میں بلا کی کاٹ تھی۔

''نہیں تب بھی نہیں۔''

''اگر زبردستی روک لوں......''

''کر کے دیکھ لو نتیجہ حسب توقع ہوگا۔''

''جاؤ نہیں روکتا۔'' ایک ایک لفظ سے حرماں نصیبی ٹپک رہی تھی۔ جو لہجہ تھا جو انداز تھا وہ نظر انداز کیے جانے کے قابل نہیں تھا۔

تمام رات کی نیند نے جو غلبہ پایا تو چکرا گیا اس سے پہلے کہ وہ گرتی۔ حسن نے اسے سنبھال لیا لیکن وہ کرنٹ کھا کر رہ گئی۔

''چھوڑو مجھے۔''

''اگر نہ چھوڑوں تو......''

''میں تمہارا سر پھاڑ دوں گی۔''

''ہمیشہ مرد مار قسم کی باتیں کرتی ہو، کبھی محبت بھری باتیں بھی کرلیا کرو۔ ان ہونٹوں پہ محبت جچے گی۔'' ایک ملامت بھری نگاہ ڈالی۔

''تم جاتے ہو یا میں تمہیں کچھ دے ماروں۔''

''اچھا بابا چلا جاتا ہوں۔'' اس نے وضو کیا اور نماز پڑھنے کھڑی ہوگئی۔ فارغ ہوئی تھی جب میڈم کا فون آ گیا۔

''سوری بیٹے ہم آپ کو ہاسٹل شفٹ نہیں کرسکتیں۔''

''مگر کیوں؟''

''دو نئی ٹیچرز کالج میں مائیگریٹ ہو کر آئی ہیں۔ آپ کے پاس سہولت تو موجود ہے ہی۔''

''لیکن میم......''

''سوری بیٹے۔''

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

"ناشتہ......" اس نے سر اٹھایا۔ "میں نے سوچا آج تم ہاسٹل شفٹ ہو رہی ہو تو تمہاری کچھ خدمت ہی کرلی جائے۔" زیرلب مسکراہٹ دیکھ تو چکی تھی مگر غور کرنے کی فرصت نہیں تھی اس کے پاس۔ لیکن اس نے ناشتہ کی طرف دیکھا تک نہیں۔ خاموشی سے گھورتا رہا۔

"جانا نہیں کیا؟"

"میں اپنی ماں کے حصے میں رہتی ہوں۔ تمہیں کوئی تکلیف ہے میرے رہنے سے۔" زہرخند لہجے میں بولی۔

"میں تو چاہتا ہوں تم ہمیشہ کے لیے اس گھر میں رہ جاؤ۔"

"تم میری نیکی کو میرے گلے کا طوق مت بناؤ نیکی ہی رہنے دو۔"

پچھلے دو دن سے وہ کالج نہیں جارہی تھی میڈم کے مسلسل فون آرہے تھے اس نے طبیعت خرابی کا بہانہ کردیا تھا لیکن اب اسٹوڈنٹ کا سوچ کر وہ آج کالج جانے کے لیے تیار ہوئی تھی۔ بارہ بجے تک وہ پیپر لے کر فارغ ہوئی اور لائبریری چلی آئی۔ وہاں اس وقت زرمینے اور اس کی دوستیں سر جوڑے بیٹھی آپس میں کھسر پھسر کررہی تھیں۔ لائبریرین سے مل کر وہ کتابیں دیکھنے لگی لیکن کان ان کی طرف تھے۔

"میڈم فلک ناز واقعی حسن بھائی کی کزن ہیں۔"

"سچ...... بالکل سچ...... حسن بھائی انہیں بہت چاہتے ہیں۔ جب سے بھائی نے بتایا ہے مجھے تو بہت پیار آرہا ہے۔"

"میڈم ہیں ہی بہت کیوٹ شکر ہے حسن بھائی کی جان چھوٹی اس چڑیل سے۔ میں نے سنا تھا کہ میڈم فلک ہاسٹل شفٹ ہو رہی ہیں اب کیا بنے گا حسن بھائی کا۔"

"کچھ خاص نہیں۔ حسن بھائی نے پھوپو سے کہہ کر ان کا شفٹنگ کینسل کروادیا ہے۔"

"ان کے خلوص نے تو حسن بھائی کے دل میں نقب زنی کی ہے۔"

"تو پھر کب کررہے ہیں حسن بھائی شادی۔"

"بہت جلد۔" یہ سب سن کر اس کا چہرہ لال بھبوکا ہوگیا تھا۔ تیزی سے وہاں سے نکلی تھی۔ اس کا بس نہیں چل رہا تھا کہ اس کا منہ توڑ دے جب سے کالج سے آئی تھی جلے پیر کی بلی کی طرح چکر کاٹ رہی تھی۔

"تمہارے صاحب کہاں ہیں۔" وہ گڈو پہ چڑھ دوڑی۔

"وہ تو صبح سے گھر سے نکلے ہیں ابھی تک نہیں لوٹے۔"

شام کو چار بجے اس نے گھر میں قدم رکھا۔

"صاحب باجی بڑے غصے میں ہیں۔"

"کیوں خیریت......"

"خیریت ہی نہیں لگ رہی۔"

"چلو پھر تمہاری باجی کو پہلے دیکھ لیتے ہیں۔"

"صاحب باجی ہتھ چھٹ قسم کی خاتون ہیں۔" گڈو نے اسے دھمکایا۔

"تو کیا ہوا۔" تبھی وہ چلی آئی۔

"تم نے میرا ہاسٹل جانا کینسل کروایا ہے؟"

"ہاں......" جتنا وہ غصے میں تھی وہ اتنا ہی پرسکون۔

"کیوں؟"

"کیونکہ میں نہیں چاہتا کہ تم میری نظروں سے دور جاؤ۔ تم یہاں رہو میرے آس پاس۔" وہ مسکرایا۔

"تم جانتے ہو کیا کہہ رہو۔" وہ متوحش ہوئی۔

"جو تم نے سنا وہی کہہ رہا ہوں۔" بشاشت سے کہا۔

"تم...... تمہاری یہ جرأت......" اس کا ہاتھ اٹھا لیکن ہوا میں لہرا کر رہ گیا۔

"بس میری جان اب اور نہیں۔ ویسے بھی بیویوں والے یہ انداز تو شادی کے بعد سجتے ہیں۔ میاں کو مارنا' ڈرانا' دھمکانا۔"

"چھوڑو میرا ہاتھ۔" ہتھوڑے جیسی انگلیاں کلائی میں پیوست ہوکر رہ گئیں۔

"بڑے مقابلے کرتی ہو اب ہاتھ چھڑا کے دکھاؤ تو مانوں۔"

"حسن تم یہ اچھا نہیں کررہے۔"

"اچھا پہلے نہیں کیا تھا اب ضرور کروں گا۔" نجانے کیا سوچ کر مسکرایا۔ ایسی پرسکون مسکراہٹ تھی کہ وہ بل کھا کر رہ گئی۔

"پہلے ہی تمہارے نام کا داغ اب تک میری ذات پہ بدنما دھبہ بن کر چپکا ہے اور اب یہ ڈرامہ بازی۔" بلبلتی ہوئی۔

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

"مذاق کون کر رہا ہے تم سے۔ وہ جذبے جو کئی سالوں سے میری بے حسی کی نذر ہو چکے تھے وہ عود کر آئے ہیں اور یوں کہ مجھے اپنی ذات پہ ناز ہونے لگا ہے اب۔"

"تمہاری تو ایسی کی تیسی......" ہاتھ اٹھا اور زناٹے کا پڑا کہ اس کے چودہ طبق روشن ہوگئے۔ ششدر تو وہ بھی رہ گئی تھی۔

"یاد رکھنا یہ تھپڑ ادھار کی شرط پہ....." مضبوط قدموں سے اس کے قریب آ کر گویا ہوا لیکن وہ تنفر سے سر جھٹکتی سیڑھیاں چڑھ گئی۔

"صاحب میں نے کہا تھا کہ باجی بڑی ہتھ چھوڑ ہیں۔" وہ اس پہ ایک سنجیدہ نگاہ ڈال کر رہ بولا۔ اوپر آنے کے بعد وہ باتھ روم میں بند تھی۔ اس نے سوچ لیا تھا کہ وہ واپس چلی جائے گی۔

"گڈو بیل ہو رہی ہے فون سنو۔" سنسناتے ہوئے گال پہ کریم ملتے ہوئے چلایا۔

"السلام علیکم جی کس سے بات کرنی ہے۔ فلک ناز سے، آپ کون ہیں؟ باجی کی سہیلی۔" گڈو خود ہی سوال و جواب کر رہا تھا۔ حسن سہیلی کے نام پہ چونکا۔

"لاؤ مجھے دو۔ جی کس سے بات کرنی ہے فلک ناز سے۔ پھوپو آپ۔" وہ پہچان گیا۔

"وہ تو سوئی ہوئی ہے آپ مجھے پیغام دے دیں جب اٹھے گی تو میں اسے بتا دوں گا۔"

"مجھے اس سے بات کرنی تھی۔ بہر حال اسے بتا دینا کہ اس کے سسرال والے ڈیٹ فکس کرنا چاہ رہے ہیں۔ کوئی قریب کی......"

"کیا......؟" اس کے سر پہ بم پھٹا۔

"اسے کہنا کہ وہ مجھے فون کرلے تاکہ میں ان کو جواب دے سکوں۔"

"لڑکا کون ہے کیا کرتا ہے؟ کچھ مجھے بھی تو پتہ چلے آخر فلک کا کزن ہوں۔ اتنا تو حق رکھتا ہوں کہ اپنی تسلی کرسکوں۔" زلیخا بیگم بھتیجے کے اس انداز پہ سرشار ہوگئیں۔

"دل تو میرا مطمئن نہیں لیکن اللہ بہتر کرے میری بچی کے حق میں میری سب اولادوں میں یہی ایک خوش مزاج اور زندہ دل ہے۔ ڈرتی ہوں کہ کہیں اس کی زندہ دلی خزاں کی نذر نہ ہو جائے لیکن کیا کیا جاسکتا ہے۔" پھوپو نے باتوں باتوں میں خدشہ ظاہر کیا۔

"اگر آپ مطمئن نہیں تو رہنے دیں۔"

"میرے مطمئن نہ ہونے سے کیا ہوتا ہے۔ ہوگا تو وہی جو منظور خدا ہوگا۔" حسن سے زیادہ خود کو تسلی دی۔

"شکل و صورت میں فلک کے مقابل ہے یا نہیں؟"

"بیٹا شکل و صورت تو اللہ کی بنائی ہوئی ہے اس میں تم یا میں کیا کرسکتے ہیں۔ بہر حال یاد دلا دینا۔" وہ پیغام دینے کے لیے اوپر چلا آیا۔

"تم نے کبھی بتایا نہیں کہ تمہاری منگنی ہو چکی ہے۔"

"تم میرے کیا لگتے تھے جو میں تمہیں بتانا فرض عین سمجھتی۔" وہ بگڑی۔

"چلو دوستوں کی طرح نا سہی دشمنوں کی طرح ہی سہی۔ پھوپو بات کرنا چاہ رہی تھیں۔"

"میں نے کرلی ہے۔" وہ ٹھٹکا۔

"ٹھیک ایک ماہ بعد میری شادی ہے آنا چاہو تو آ جانا۔"

"تم جانتی ہو اسے؟" کسی قدر آس سے پوچھا۔

"جاننا نہ جاننا اب کوئی معنی نہیں رکھتا۔" وہ پلٹ گیا۔

گویا اسے بہت دیر ہو چکی تھی۔ بہت مایوس ہو چکا تھا کچھ دن ہی لگے تھے اسے خواہشات کا محل تعمیر کیے ہوئے۔ اس پہلو پہ تو اس نے کبھی سوچا ہی نہیں تھا کہ کبھی یوں بھی ہوسکتا ہے؟ وہ وجود جو زندگی بن کے دل کے نہاں خانوں میں بس گئی تھی۔ وہ کبھی اس کے لیے شجر ممنوعہ ہوسکتی ہے۔ بہت دکھ ہو رہا تھا یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے وہ واقعی اندر سے خالی ہو گیا ہو۔ اتنا دکھ تو اس کو پہلی بیوی کے جانے پہ بھی نہیں ہوا تھا جو فلک کے جانے کا سن کر ہو رہا تھا۔ جب سے پھوپو کا فون آیا اور فلک سے بات ہوئی تھی تب سے نجانے کتنی بار اس کا دل ڈوب کر ابھرا تھا یہی سوچ کر کہ فلک اب اس کی کچھ بھی نہیں۔

"زبردستی کرلو۔" دماغ نے مشورہ دیا۔

"کیا قصور ہے اس معصوم کا کہ اس کی نیکی کا اتنا بھیانک صلہ دیا جائے۔"

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

"تو پھر کیا ہاتھ پہ ہاتھ دھرے خاموش بیٹھے رہو گے؟" دل نے گھرکا۔

"یہ بھی ناممکن ہے۔"

"تو پھر کیا ممکن ہے؟" دماغ نے آڑے ہاتھوں لیا۔

"تو کیا کروں؟"

"کچھ نہ کچھ تو سوچنا پڑے گا۔" گڈو تین چار دفعہ جھانک چکا تھا۔ لیکن اس کی ایک پوزیشن تھی اس نے اکتا کر مودت کو فون کردیا۔

"کیا ہوا کیوں اداس بلبل بنا بیٹھا ہے؟"

"کچھ نہیں۔" اس نے ٹالنا چاہا۔

"کیا کوئی بھابی سے متعلق مسئلہ ہے۔" تیر نشانے پر جا بیٹھا تھا۔

"خبردار مت کہو بھابی...... وہ تمہاری بھابی نہیں ہے۔"

"آ گیا نہ اپنی ہرجائی فطرت پہ کل تک تجھے اس کے علاوہ کچھ سوجھتا ہی نہیں تھا اور آج تو......" مودت نے اسے آئینہ دکھانا چاہا۔

"یار اس بار میرا کوئی قصور نہیں جب تقدیر ہی......"

"کیا تقدیر ہی......؟"

"کچھ بھی الزام دینے سے پہلے میری پوری بات سن لو۔" وہ دھواں دھواں چہرے سمیت گویا ہوا۔

"بول۔" اس نے پھوپو سے ہونے والی بات چیت اس کے گوش گزار کردی۔

"کیا فلک ناز خوش ہے؟"

"سوال فلک کی خوشی ناخوشی کا نہیں۔ سوال تو میری ذات کا ہے۔ مجھے تو لگتا ہے یہ قدرت کا انتقام ہے جب پھوپو چاہتی تھیں تب میں اور میری ماں گھمنڈ میں ساتویں آسمان پہ جا بیٹھے تھے آج میں تمنائی ہوں تو وہ صدیوں کے فاصلے پر جا کھڑی ہوئی ہے۔"

"بڑا افسوس ہو رہا ہے کہ اس قدر اچھی لڑکی ایک بار پھر تمہارے نصیب سے نکل گئی۔"

"یہی تو افسوس کھائے جا رہا ہے۔"

"ایک بار پھر تقدیر اپنا وار چل گئی۔"

"کیا مطلب؟"

"کچھ نہیں تم فلک سے بات کرلو۔"

"اس کا کوئی فائدہ نہیں۔"

"کیوں؟" ابرو اچکائے۔

"میں نہیں چاہتا کہ دوسری دفعہ بھی میری ذات اس کے لیے طعنہ بن جائے۔"

"کھل کر بات کرو تا کہ سمجھ میں آئے۔" تو وہ دور کہیں ماضی کے دھندلکوں میں کھو گیا۔ اسے اچھی طرح یاد تھا وہ قہر بھری دوپہر جب اس نے الزامات کی بھرمار کی تھی اور وہ حیران پریشان کھڑی تھی اس سے پہلے کہ صفائی میں کچھ بولتی زلیخا پھوپو اسے لے کر چلی گئیں تھیں۔

ہمیشہ کی طرح وہ اس بار بھی گرمیوں کی چھٹیوں میں ننھیال آئی تھی۔ جسے وہ سب سے اچھا دوست سمجھتی تھی اس دن اس کے اجنبی لہجے سے گھائل ہوئی تھی اس کی ہمدردانہ فطرت ہی اس کے لیے باعث الزام بن گئی۔ نعیم جو اس کا کزن تھا۔ وہ بھی چھٹیاں گزارنے اپنی خالہ کے گھر آیا ہوا تھا۔ اماں اور ممانی بازار جا چکی تھیں۔ حسن دکان پہ تھا۔ نعیم کو انتہائی تیز بخار تھا گھر میں اس کے اور بھابی کے علاوہ کوئی تیسری ذات تھی تو وہ فلک ناز جو دودھ کے ساتھ نعیم کو میڈیسن دینے آئی تھی۔ یک دم کھٹکے کی آواز پہ چونک کر مڑی تب تک بھابی اپنا کام دکھا چکی تھیں یہ کیا کررہی ہیں بھابی لیکن وہ دروازے کی کنڈی لگا کر اب حسن کو فون کررہی تھیں۔ تھوڑی دیر میں وہ بھی لال بھبھوکا چہرہ لیے موجود تھا۔

"دیکھو یہ ہے وہ لڑکی جسے تم اس گھر کی بہو بنانا چاہتے ہو تمہیں بیوقوف بنانے کے ساتھ ساتھ اس نے نعیم کو بھی اپنے چنگل میں پھنسا رکھا ہے حد ہوتی ہے بے حیائی کی بندہ کم سے کم موقع محل تو دیکھ لے پرناجی۔ یہاں تو کسی کو پرواہ ہی نہیں سر عام گلچھرے اڑائے جارہے ہیں۔" اس سے پہلے کہ نعیم کچھ کہتا یا سنبھلتا حسن نے اس کو گریبان سے پکڑ کر تین چار کے رسید کیے اور دھکے مار کر گھر سے باہر پھینک دیا تھا۔ پھر وہ تھا اور اس کی زبان کیا کچھ نہ کہا تھا اور وہ اپنی صفائی میں کچھ بھی نہیں بولی تھی اور کہتی بھی تو کیا جب اس نے یقین ہی نہیں کرنا تھا۔

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

"ارے کیا ہوا یہ شور کیوں مچا ہوا ہے' کیا ہوا کیوں لڑ رہے ہو آپس میں؟"

"آیئے اور دیکھیے ہونے والی بہو کے کرتوت نجانے کیا ارادے تھے دونوں کے' وہ تو شکر ہے کہ میں موقع پہ پہنچ گئی اور حسن کو بھی بلالیا۔" بھابی نے ساس کو کام ہوجانے کا اشارہ کیا۔

"سات گھر تو ڈائن بھی چھوڑ دیتی ہے تو نے شب خون مارا بھی تو میرے گھر میں میرے بیٹے کے ارمانوں پہ......"

"مگر میں نے کیا کیا ہے؟" بمشکل حلق سے آواز برآمد ہوئی تھی۔

"یہ بھی ہم سے پوچھ رہی ہے۔ غضب خدا کا گناہ کرکے بھی ہم سے پوچھ رہی ہے۔"

"بس......" وہ چیخ اٹھی۔ "اپنے ذہن کی غلاظت خود تک محدود رکھیں میں کسی کے کہنے سے آوارہ اور بدچلن ثابت نہیں ہوسکتی کیونکہ میرا ضمیر مطمئن ہے۔"

"یہ تھی تمہاری محبت کہ سنگسار کرنے والوں میں سب سے پہلے تم نکلے۔ شکر ہے تمہارا مکروہ چہرہ بہت جلد سامنے آ گیا ورنہ اب تک نجانے کیا ہوچکا ہوتا۔" وہ وہاں سے نکل گئی تھی۔ نعیم اسے اور زلیخا بیگم کو بس کے اڈے تک چھوڑ گیا تھا بعد میں نعیم نے صورت حال اسے فون پہ بتائی تو وہ ششدر رہ گیا تھا...... لیکن تب تک بہت دیر ہوچکی تھی۔ کیونکہ میں نے بھی شادی کرلی تھی جو بڑے بھیانک انجام سے دوچار ہوئی۔"

"اتنا کچھ کیا ہے تم نے اس کے ساتھ اور اس کا ظرف دیکھو کہ اس نے تمہیں سنبھالا اور چلنے پھرنے کے قابل بنایا اگر ایسا نہ ہوتا تو تم ایک معذور شخص ہوتے۔ اور ادھورا وجود لیے ادھوری زندگی جی رہے ہوتے۔ مجھے ابھی تک یقین نہیں آتا تمہاری اس قدر برائی کے باوجود بھی......" مودت حیرت کے سمندر میں غوطہ زن تھا۔

"کیا ایسا نہیں ہوسکتا کہ اسے کسی طرح مجھ سے محبت ہوجائے؟"

"محبت لمحات کا کھیل نہیں ہوتی۔ وہ بھی اس صورت میں جب کہ تو نے اسے خود سنگسار کیا ہو۔"

"یار کچھ کرو۔" وہ جھنجلایا۔

"تمہارے لیے میں اسے لوگوں کی نگاہ میں تماشہ بنانے کے لیے کچھ نہیں کروں گا......" مودت نے ٹکا سا جواب دیا۔

"یار میں اس سے ویسی ہی محبت کروں گا جیسی میں نے پہلے کی تھی خود سے بڑھ کر چاہوں گا وہی عزت واحترام دوں گا جس کی وہ حق دار ہے۔"

"اب پچھتائے کیا ہوت جب چڑیاں چگ گئیں کھیت۔"

"میں ایسا نہیں ہونے دوں گا دیکھنا تم۔"

"اب پھر کوئی رسوائی کا کھیل کھیلو گے۔ شرم کرو اس نے تمہارے ساتھ اچھا کیا اور تم اچھائی کا جواب برائی سے دینے جارہے ہو۔"

"پہلے نہیں سوچا تھا۔" مودت اس کے لہجے کی گہرائی پہ چونکا۔

"یہی کہ میں اس کے منگیتر کو گولی ماردوں گا۔"

"اور وہ ہمیشہ کے لیے......"

"تم اسے گولی مارو گے یاد رکھنا تمہیں پھانسی لگوانے سے ذرا بھی نہیں چوکے گی۔" وہ سنجیدہ تھا۔

"پھر کیا کروں؟" حسن جھنجلایا۔

"جو ہونے جارہا ہے اسے ہونے دو شاید یہ لڑکی تمہارے نصیب میں ہی نہیں۔"

"نصیب ہی تو اسے بنانا ہے ورنہ......"

"ورنہ کیا......؟" اس کی یاسیت نے اسے گھائل کردیا۔

"کچھ نہیں۔" وہ مسلسل یاسیت کا شکار تھا اسے یہی فکر کھائے جارہی تھی کہ کیا ہوگا کیسے ہوگا کیونکر ہوگا؟

"اب یہ تو طے ہے کہ اس لڑکی کو اپنی زندگی بنانا ہے۔ اس کے لیے جو کچھ بھی ہوسکا کرنا ہے چاہے جائز یا ناجائز۔"

"واہ......واہ۔" پہلو میں پڑے دل نے شور مچایا۔

"پہلے کون سا تم نے اس کے ساتھ جائز سلوک کیا ہے پہلے بھی تم نے ناجائز کیا ہے۔ تمہاری تنگ نظری اور پست ذہنیت نے یہ دن دکھائے ہیں اب پھر وہی کرنے جارہے ہو۔" دماغ بھی بھڑک اٹھا۔

"میرا کیا ہوگا اس کے بغیر ادھورا ہوں میں۔"

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

"تو یوں کہو کہ اپنا ادھورا پن دور کرنا چاہتے ہو نا غرض کے بندے۔ اگر آج ادھورے نہ ہوتے تو وہ اب بھی پس منظر میں تھی......" دل کے مضحکہ اڑانے پہ وہ بے بس سا ہو گیا۔

"تم مکمل کب تھے پہلے کسی کی آنکھ سے دیکھا تو الزام تراشی کی بھرمار کردی۔ پھر کسی نے تمہیں اس کے نام کی گواہی دی، تو تم نے مان لی لیکن اس دن اس کے چہرے پہ لکھا سچ نظر نہیں آیا تمہیں...... کیا کیا نہ کہہ ڈالا...... عجب طرز کے انسان ہو عجب منطق کے حامل رشتوں کو غرض کے پلڑے میں تول کر اپنی مرضی کا بھاؤ لگانے والے۔" دماغ زہرخند ہوا۔

"میں اس سے معافی مانگ لوں گا۔"

"اگر تمہاری معافی سے ان چرکوں کی اذیت کم ہوتی ہے تو بے شک یہ ہنر بھی آزمالو۔" مضحکہ اڑایا۔

"چند دنوں تک اس کی شادی ہو جائے گی۔ اچھا ہے کہ تم معافی مانگ لو شاید کچھ گناہوں میں کمی واقع ہو جائے۔" دل کی تلخی عروج پہ تھی تو ضمیر نے سب سے پہلا پتھر اٹھایا تھا۔

❁......❁......❁
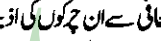
فلک ناز نے استعفیٰ میڈم کے ٹیبل پہ رکھا۔

"یہ کیا ہے؟"

"استعفیٰ......" مختصراً کہا۔

"مگر کیوں؟"

"میری شادی ہے کچھ دنوں میں۔"

"مبارک ہو...... کب ہو رہی ہے شادی؟"

"خیر مبارک...... پندرہ تاریخ کو۔"

"ابھی تو اتنے دن ہیں۔ آپ یوں کریں کچھ دنوں کی چھٹی لے لیں۔ آپ کا استعفیٰ نامنظور ہوا۔"

"لیکن میں ہمیشہ کے لیے جاب چھوڑ رہی ہوں۔"

"دو تین دن میں سوچ لو۔" میڈم نے نرمی سے کہا اگر فلک ناز جیسی ٹیچر چلی جاتی تو بلا کا خسارا اٹھانا پڑتا انہیں۔ لیکن وہ چپ چاپ میڈم کے آفس سے نکل آئی۔ شاید ہمیشہ کے لیے۔

"ہیلو مودت...... فلک ناز نے استعفیٰ دے دیا ہے۔" یہ سن کر کہ اس نے استعفیٰ دے دیا ہے وہ حسن کی طرف دوڑا۔

"یار فلک نے استعفیٰ دے دیا ہے اور غالباً وہ آج واپس جا رہی ہے۔" وہ گھر پہنچا تو سامنے پریشان سا چہرہ لیے گڈو کھڑا تھا۔

"آپ واپس جا رہی ہیں۔" اسے سامان اٹھاتے دیکھ کر پوچھا۔

"ہاں...... اور آج کے بعد میں کبھی اس شہر میں نہیں آؤں گی۔"

"تمہیں جانے کون دے گا...... اب تو یہ شہر ہمیشہ کے لیے تمہارا ہے۔" حسن نے کہتے ہوئے کھٹ سے دروازہ بند کر دیا۔

"یہ کیا کر رہے ہو۔" بھونچکا رہ گئی۔

"جو بہت پہلے کرنا چاہیے تھا۔ سنو گڈو جب تک میں نہ چاہوں تب تک یہ دروازہ نہ کھلے۔"

"مگر صاحب......"

"جو سنا ہے وہی کرو۔"

❁......❁......❁

دو دن سے کمرے میں بند تھی رو رو کر اس نے آنکھیں سجالی تھیں اس کے آنسو گڈو کے دل پہ گر رہے تھے مگر مجبوری تھی کہ وہ نوکر تھا۔ مالک صاحب جی تھے نوکروں کو اتھارٹی نہیں ہوتی کہ معاملات میں دخل دے، جبھی وہ حسن سے الجھ پڑا۔

"صاحب یہ آپ اچھا نہیں کر رہے، دو دن سے باجی نے کچھ کھایا پیا نہیں۔ جس طرح رو رہی ہیں میرا خیال ہے مر جائیں گی۔"

"مرنے ہی تو دینا نہیں چاہتا۔"

"کم بھی نہیں کر رہے۔" گڈو نے اسے گھورا۔

"ادھر آؤ۔" اس نے ہاتھ پکڑ کر گھسیٹا۔

"تم اسے زندہ دیکھنا چاہتے ہو جبکہ وہ مرنے پہ تلی ہے۔" اس نے خاکی رنگ کا لفافہ اس کے سامنے پھینکا۔

"یہ کیا ہے؟"

"کھولو اسے۔" اس نے کھولا تو دو تین تصویریں پھسل کر نیچے جا گریں۔ اس نے ایک تصویر اٹھائی تو جی مکدر ہو کر رہ گیا۔ عجیب سا چہرہ، گھٹی گھٹی آنکھیں، پچکے گال، تنگ ماتھا، طوطے کی

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

طرح مڑی ہوئی ناک نسیاہی مائل رنگت۔
''یہ ہے تمہاری باجی کا ہونے والا دلہا۔''
''کک.....کیا.....؟'' اس کی آنکھیں پھٹی رہ گئیں۔
''اس وجہ سے میں نے تمہاری باجی کو.....''
''اچھا صاحب۔'' ساری بات اس کی سمجھ میں آ گئی۔
''چلو آؤ۔'' اسے ساتھ لیے وہ سیڑھیاں چڑھا.....دروازہ کھولا سامنے وہ متورم چہرہ' بکھرے بالوں سمیت امتحان بنی کھڑی تھی۔
''یہ دیکھو.....'' اس نے تصویریں اس کی طرف پھینکی۔
''یہ تمہیں کہاں سے ملیں۔'' وہ لفافہ پہ جھپٹی۔
''ڈھونڈنے سے تو اللہ بھی مل جاتا ہے یہ تو پھر.....تم جاؤ ذرا چائے لے لاؤ۔'' بہانے سے گڈو کو باہر بھیجا۔
''سنو یہ بندہ انتہائی کرپٹ ہے اس لیے.....''
''تم خود کیا ہو؟'' وہ چلائی۔
''اس سے تو بہتر ہی ہوں.....الحمدللہ۔''
''خود کہنے سے کیا ہوتا ہے۔ مزہ تو تب ہے کہ دوسرے کہیں۔'' فلک ناز اسے لاجواب کر گئی۔
''نہ صرف یہ کہ انتہائی کرپٹ انسان ہے بلکہ شادی شدہ اور تین بچوں کا باپ بھی.....''
''تم خود بھی تو ایک بیٹی کے باپ ہو۔''
''دیکھو تم.....!'' اسے سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ اسے کس طرح سمجھائے۔ ''مجھے بھی چھوڑو تم کسی اور سے شادی کرلو۔''
''مثلاً.....؟'' تیوری چڑھائی۔
''کسی بھی اچھے انسان سے۔''
''اگر وہ اس سے زیادہ کرپٹ اور چھ بچوں کا باپ نکلا.....''
''بہر حال تمہیں یہاں شادی نہیں کرنی۔'' انتہائی قطعیت سے بولا۔
''میں وہی کروں گی جو میرا دل چاہے گا سنا تم نے۔''
''میں پھوپو سے بات کرتا ہوں۔'' اس نے نمبر ملانا چاہا۔
''خبردار۔'' اس کے ہاتھ سے موبائل چھینا۔ ''میری بوڑھی ماں کو اس بڑھاپے میں نیا صدمہ دینا چاہتے ہو۔ وہ تو پہلے ہی اپنوں کی بے رخی کی ماری ہوئی ہے اسے کیوں مارنا چاہتے ہو؟''

''تو پھر میں پھپا جی کو.....''
''تمہیں پتہ ہے نا کہ وہ دل کے مریض ہیں۔''
''پھر تم کچھ کرو۔''
''مجھے شادی کرنی ہے تو اس کے ساتھ ورنہ.....اور تم کون ہوتے ہو ہمارے گھریلو معاملات میں دخل دینے والے۔''
''خیر خواہ۔''
''ہمیں کسی خیر خواہ کی ضرورت نہیں۔'' وہ زہرخند ہوئی۔
''تو پھر میں جو کروں اس کے لیے تیار رہنا۔''
''اگر تم نے ایسا ویسا کچھ کیا تو میں تمہیں مار دوں گی۔''
''مار تو تم بہت پہلے چکی ہو.....اپنے خلوص' محبت اور انسانیت پسندی سے۔'' اس نے دل سے اعتراف کیا' لیکن وہ اپنا بیگ لے کر نکلتی چلی گئی ہمیشہ ہمیشہ کے لیے اس گھر سے شہر سے اور کسی کی زندگی سے بھی۔

❁.....❁.....❁

گھر میں عجیب سی خاموشی تھی گھر کی سب سے لاڈلی بیٹی کی شادی تھی۔ ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ گھر میں ہلہ گلہ اور گہما گہمی ہوتی لیکن یوں لگتا تھا کہ کوئی روٹین کا کام جاری ہے۔ جسے ہر حال میں مکمل کرنا ہے' جیسے جیسے دن قریب آتے جا رہے تھے عجیب سی اداسی فلک ناز پہ چھائے جا رہی تھی۔ یہی حال کچھ زلیخا بیگم کا تھا۔ دن میں کئی کئی بار وہ چپکے چپکے روتی تھیں۔ کیا کچھ نہ سوچا تھا انہوں نے حسن اور فلک ناز کے حوالے سے لیکن تقدیر اپنا داؤ چل چکی تھی۔ یہ نہیں تھا کہ گھرانہ برا تھا سب کچھ سوچ سے بڑھ کر تھا مگر ہونے والے داماد کو دیکھ کر جی مکدر ہو جاتا.....وہ خوب صورت تو کجا قبول صورت بھی نہ تھا اور دنیا جانتی تھیں کہ ان کی بیٹی کتنی حسن پرست تھی۔ اگر وہ خود کو فلک ناز کی جگہ رکھ کر سوچتی تو ہرگز بھی اس رشتے کے لیے حامی نہ بھرتی۔ لیکن فلک ناز کا حوصلہ تھا کہ پڑھی لکھی اور نفاست پسندیت کے باوجود اس تنگ پیشانی کو قبول کرلیا تھا۔
''یا اللہ کیا کوئی معجزہ ہو سکتا ہے۔ حسن اور فلک ناز کو ایک کردے.....!'' زلیخا بیگم کے دل سے بے اختیار دعا نکلی لیکن پھر کچھ سوچ کر تھرا گئیں۔ دوسری طرف فلک ناز کا برا حشر تھا جو کچھ حسن نے کیا تھا اگر وہ بھلا دیا جاتا تو بھی اس ظالم نے اس

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

قدر جڑے کے لگائے تھے کہ خود بخود ٹیس اٹھتی تھی۔
"فلک کچھ کھایا ہے تم تو نے؟" زلیخا بیگم نے بیٹی کے اترے چہرے کی طرف دیکھ کر پوچھا۔ تبھی اس کے بہن بھائی شور مچاتے آ گئے۔
"بنو ہماری انمول......" زوار نے تان لگائی۔
"لگتا ہے تمہیں میرے اس گھر سے جانے کی سب سے زیادہ خوشی ہے۔" آنکھوں میں پانی بھر آیا اور لبوں سے شکوہ پھسل گیا۔
"اور کیا لڑاکا بلی سے جان چھوٹے گی۔ میں تو شکرانے کے سو نفل پڑھوں گا۔" اس کی طرف دیکھ کر شرارت سے مسکرایا۔
"تو پھر یہ دعا کرو کہ میں ہمیشہ ہمیشہ کے لیے......" کہتے کہتے رو دی۔
"ارے...... ارے میں تو یونہی مذاق کر رہا تھا۔" زوار پریشان ہوا۔
"چل بے شرم ایسے نہیں کہتے بہنیں تو لڑتی جھگڑتی اچھی لگتی ہیں۔" زلیخا بیگم نے پیار سے گھرکا۔ "میری بیٹی شیر ہے ذرا رونے سے فارغ ہولے پھر تمہاری خبر لیتی ہے۔" محمود صاحب نے اسے شہہ دی۔ وہ ٹوٹے ہوئے دل سے مسکرائی۔
شام میں مایوں اور مہندی اکٹھی تھی اس لیے سرِ شام ہی تیاریاں عروج پر تھیں۔
"جلدی کرو تاکہ رسم کا آغاز کیا جائے۔" خالہ نے شور مچایا تو سب نے اسے پکڑ کر اسٹیج پہ لا بٹھایا۔ زلیخا بیگم نے بسم اللہ پڑھ کر رسم کا آغاز کیا۔ ہر کوئی خوش تھا یا پھر دکھاوا کر رہا تھا۔ بہرحال یہ طے تھا کہ اسے خوشی نہ تھی حالانکہ اس پہ کوئی دباؤ نہیں تھا۔ رات وہ کمرے میں آئی تو پیچھے ہی زوار آ گیا۔
"مجھے بتاؤ فلک کیا تم خوش نہیں ہو؟"
"کیوں تمہیں کیا لگتا ہے؟" پھیکی سی مسکراہٹ لبوں پہ سجائی۔
"لگتا ہے تم دل سے خوش نہیں ہو اگر تمہیں شادی نہیں کرنی تو مجھے بتاؤ میں ابھی......"
"کیسی باتیں کر رہے ہو اگر مجھے شادی نہیں کرنی ہوتی تو میں ہاں ہی کیوں کرتی؟ تم پریشان نہ ہو۔"
"لیکن آج میں تمہارے پاس سوؤں گا۔"
"کیوں......؟"
"کیونکہ آج کی رات تم یہاں گھر میں ہو...... میرے پاس کل نجانے فرصت ملے نہ ملے۔"
"بھائی......" اس کے لہجے نے اس کے اندر انی چھبو دی پھر جو زوار کے گلے لگ کے روئی تو سب کی آنکھیں برسات کی طرح چھلکتی گئیں۔
"بس کرو۔" بابا نے آگے بڑھ کر انہیں الگ کیا۔
"ارے بھئی اب سو بھی جاؤ دو بج رہے ہیں رات کے۔" محمود صاحب نے گھڑی کی طرف دیکھا۔
"میں تو یہیں سوؤں گا۔" زوار نے تکیہ سیدھا کیا۔
"ہم بھی یہیں سوئیں گے۔ ہم کیوں پیچھے رہیں بیگم۔" سب اس کے کمرے میں ہی ڈھیر ہو گئے لیکن اسے نیند آنی تھی نہ آئی کروٹیں بدلتے صبح کی اذانیں ہونے لگیں۔ وہ دبے پاؤں اٹھ کر باہر آ گئی۔ موبائل ہمیشہ کی طرح ساتھ تھا۔ تبھی بیل ہونے لگی۔ اجنبی نمبر دیکھ کر چونک اٹھی لیکن مسلسل ہوتی بیل نے اسے نجانے کیوں کال پک کرنے پہ مجبور کر دیا۔
"باجی میں گڈو...... پہچانا۔" موبائل سے نکلتی آواز سے جیسے خشک دھانوں میں پانی پڑا۔ آنکھیں بھر آئیں تو آواز بھی بھرا گئی۔
"لگتا ہے بہت خوش ہو اپنی شادی سے۔" ایک دم حسن کی آواز پر وہ چونکی۔
"ہاں ہوں۔" اس نے لہجے میں سختی سموئی۔
"ہو سکتا ہے تمہاری یہ خوشی لمحاتی ہو۔"
"مسٹر آج دن کے اڑھائی بجے رخصت ہو رہی ہوں جو کر سکتے ہو کر لینا۔" اس نے جھنجلا کر کال ڈسکنکٹ کر دی۔
جب سے اس کی آواز سنی تھی جی مکدر ہو کر رہ گیا تھا۔ رہ رہ کے اس کے سامنے عرفان (جس سے ابھی نکاح ہونا تھا) کی شکل نظروں میں آ رہی تھی۔ فلک کیسے نصیب نکلے اسے خود پہ افسوس ہونے لگا۔ ایک قطعی انجان شخص جسے وقت نے اس کے نصیب میں لکھ دیا تھا یہ تو اس نے کبھی چاہا ہی نہیں تھا کیا سوچا اور کیا ہونے جا رہا تھا؟

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

فلک ناز شروع سے گھر والوں کی لاڈلی رہی تھی حالانکہ گھر میں دوسرے نمبر پر تھی مگر سب لوگ اسے ایسے چاہتے جیسے وہ گھر کی سب سے چھوٹی بیٹی ہو۔ کیونکہ اس کی زندگی میں تین بڑے حادثے ہوئے تھے۔ ایک دفعہ چھت سے گر گئی تھی دوسری بار ایسا زبردست ایکسیڈنٹ ہوا کہ جان کے لالے پڑ گئے تھے لیکن اللہ نے ہر بار اس پر کرم کیا اور اسے محفوظ رکھا۔

"ناشتہ کرلو بیٹا۔" زلیخا بیگم نے اس کے سامنے ٹرے لاکر رکھی۔ اس نے ناشتے کو دیکھا تک نہیں۔

"کچھ کھالیتی تو اچھا تھا دوپہر دو بجے بارات ہے تم نے تو رات بھی کچھ نہیں کھایا۔"

"لگتا ہے اماں میرا اس گھر سے دانا پانی اٹھ چکا ہے۔ تبھی کچھ کھانے کو جی نہیں چاہ رہا۔"

"اللہ نہ کرے۔" دہل کر دل پہ ہاتھ رکھا۔

"بیگم....." محمود صاحب نے پکارا تو وہ آنکھیں پونچھتی ہوئی باہر نکل گئیں۔

"کیا ہوا کیوں رو رہی ہو؟"

"فلک کے ابا عجیب سا واہمہ لگ گیا ہے میری جان کو یوں لگتا ہے جیسے کچھ نہ کچھ ہوکر رہے گا۔"

"بدفال نہ نکالو منہ سے..... حساس ہو رہی ہو۔ کیا کچھ نہ سوچا تھا لیکن اللہ کو کچھ اور ہی منظور ہے' ہم کون ہوتے ہیں مالک کے کاموں میں دخل دینے والے۔ خوشدلی سے بارات کی تیاری کرو۔"

آپی بلیک اور میرون بھاری کام والی ساڑی زیب تن کیے مکمل پھولوں کا زیور پہنے احمد بھائی کے لیے امتحان بنی کھڑی تھیں۔ احمد بھائی اور ابا نے حیدرآبادی اچکن کے کڑکڑاتے سفید کرتے اور پاجامے اور پاؤں میں حیدرآبادی کھسے پہنے ہوئے تھے۔ زوار کافی کلر تھری پیس سوٹ میں ملبوس چمک رہا تھا۔ تبھی تسکین اچھلتی کودتی چلی آئی۔ اس کی چھب تو سب سے نرالی تھی۔ اسکائی بلیو کلر کے نفیس ستاروں کے کام سے سجی ہوئی اس کی فراک بہت جچ رہی تھی۔

"کیا بارات آ گئی؟" تابندہ نے پوچھا۔

"ہاں....." خوشی سے چمکتے ہوئے چہرے سمیت بتایا۔

آخر وہ ساعتیں آ گئیں جب زندگی کسی اجنبی کے نام لکھ دی جائے گی اور پھر فلک ناز ہمیشہ کے لیے اس گھر سے رخصت ہو جائے گی۔

"تیاری شروع کردو۔" آپی کمرے میں چلی آئیں۔ "کہا بھی تھا پارلر چلی جاؤ مگر نہ جی وہ فلک ہی کیا جو کسی کی بات مان جائے۔"

"میرا دل نہیں چاہ رہا۔"

"اب دل کو گولی مارو اور اٹھو۔ تھوڑی دیر میں نکاح کا شور مچ جائے گا۔" اس نے خاموشی سے کپڑے اٹھائے اور باتھ روم میں گھس گئی۔

پھر شرمین اور زرنین کے مشق ستم کا نشانہ بنی رہی وہ جس رخ موڑتی وہ مڑ جاتی۔ آئینہ دیکھا تو حیران رہ گئی۔

"لگتا ہے دلہا بھائی آپ سے بہت پیار کرتے ہیں۔"

"دفع کرو مجھے تو ایک آنکھ نہیں بھائے....." تسکین نے ننھی سی ناک سکیڑی۔ "کہاں فلک باجی اتنی پیاری اور کہاں دلہا بھائی سڑا کریلا۔"

"چپ ایسے نہیں کہتے۔" زرنین نے گھر کا۔

"تو ویسے بھی نہیں کہتے جیسے آپ کہتی ہیں۔"

"دلہن کو لاؤ۔" خالہ نے آواز دی تو سب اسے اپنے گھیرے میں لیے اسٹیج پہ چلی آئیں۔ محمود صاحب نے نکاح خواں کا ہاتھ پکڑ کر اسٹیج پہ چڑھنے میں مدد دی۔ اس سے پہلے کہ ایجاب وقبول کا سلسلہ شروع ہوتا ہینڈز اپ کی آواز پہ سب ششدر رہ گئے۔ جبکہ ایک پولیس والے نے آگے بڑھ کر دلہا کو ہتھکڑی پہنائی۔

"چلو ہمارے ساتھ۔" دلہا کا چہرہ فق تھا۔ باراتیوں نے آہستہ آہستہ کھسکنا شروع کردیا تھا۔

"مگر سر ہوا کیا؟" محمود صاحب کا سکتہ ٹوٹا تو پوچھا۔

"یہ ہم بتانا نہیں چاہتے۔"

"مگر آپ اسے نہیں لے جاسکتے۔" انہوں نے منت کی۔

"بزرگوار یہ سرکاری معاملہ ہے۔"

"لیکن یہ میری بیٹی کی زندگی کا سوال ہے برباد ہوجائے گی

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

اس کی زندگی۔"

"اس کے ساتھ شادی ہوگی تو بھی برباد ہی ہوگی۔" انسپکٹر نے کہا۔ "آپ کسی اچھے اور شریف لڑکے کے ساتھ اس کی شادی کردیں۔"

"مگر مجھے اسی کے ساتھ شادی کرنی ہے۔" وہ بھی آگے بڑھی۔

"لڑکی تمہارا دماغ درست ہے یہ تین چار وارداتوں میں ملوث ہے اور پولیس کو بھی مطلوب ہے۔"

"میں کچھ نہیں جانتی۔"

"بزرگوار ہم مجبور ہیں آپ کسی اور......"

"لیکن اتنا اچانک اور نازک وقت میں کون میری بیٹی سے شادی کرے گا۔" محمود صاحب کی حالت دیدنی تھی۔

"میں......"

"تم......تمہاری یہ جرأت......" وہ اس کو دیکھ کر غضب ناک ہوئی۔

"میں نے تمہیں سمجھایا تھا تب تم نے مانی نہیں۔ مجبوراً مجھے یہ قدم اٹھانا پڑا۔"

"اوہ......تو یہ ایک ڈرامہ اور سوچی سمجھی سازش ہے۔"

"نہیں یہ ٹھیک کہہ رہا ہے یہ ایک شادی شدہ شخص ہے۔"

"تم جھوٹ بولتے ہو۔" وہ چلائی۔

"اور میں اس کی بیوی ہوں اور یہ ہم دونوں کے بچے۔" دروازہ عبور کرکے ایک عورت اندر آئی۔

"یہ لو ثبوت بھی حاضر ہے۔ مجھے پتہ تھا کہ تمہیں یقین نہیں آئے گا اس لیے بمعہ ثبوت آیا ہوں۔"

"اتنا بڑا دھوکہ اتنی ذلت ہائے اللہ اب کیا ہوگا؟" زلیخا بیگم بھی دل پہ ہاتھ رکھ کے ڈھے گئیں۔ دل میں موجود واہمہ حقیقت کا روپ دھار چکا تھا۔ ہر کوئی دم بخود تھا۔

"سنبھالو اپنے آپ کو......" محمود صاحب آگے بڑھے۔

"لوگ کیا کہیں گے......ہائے میری معصوم سی بچی یا اللہ اب کیا کروں؟"

"ان ماں باپ کا کیا جینا جن کی بیٹی کی بارات دروازے سے لوٹ جائے اور وہ ماں باپ کی دہلیز پہ بیٹھی رہے۔" سب گھر والوں کا رو رو کر برا حشر تھا۔

"پھوپو سنبھالیں اپنے آپ کو دھوکہ دہی کا کیس دائر کردیا ہے میں نے۔ اب اسے معلوم ہوگا کہ کسی کو دھوکہ دینا اور کسی کے احساسات سے کھیلنا کیسا ہوتا ہے۔ اسے ناکو چنے نہ چبوائے تو میرا نام حسن نہیں۔"

"ہائے اب میری بیٹی کو کون بیاہنے آئے گا؟"

"میں......" وہ آگے بڑھا۔

"تم......!" سب دم بخود ہوئے۔

"ہاں میں۔"

"لیکن......!"

"لیکن ویکن کچھ نہیں اپنے گھر کی عزت بچانا واجب ہے مجھ پہ۔" پھوپو کا پژمردہ چہرہ پڑھ کر کہا۔

"لیکن ماضی......؟"

"دفن کردیں ماضی کو میرا اب ان سے کوئی تعلق نہیں رہا۔"

"لیکن مجھے یہ منظور نہیں کیونکہ میں اس شخص کی پرچھائیں بھی اپنی بہن کے ساتھ برداشت نہیں کرسکتا جس کی ذات کا داغ میری بہن پہ لگ چکا ہو۔" زوار مشتعل ہوا۔

"تم ٹھیک کہتے ہوئے مگر جب چوٹ پڑتی ہے تو کس بل نکل جاتے ہیں۔ اس حسن نے نیا جنم لیا ہے۔ وہ حسن تو کب کا ختم ہوچکا ہے جسے تم حال میں یاد رکھے ہوئے ہو۔"

"لیکن مجھے پھر بھی......" فلک کو فخر ہونے لگا۔ بالشت بھر کا زوار اسے ساری دنیا سے عزیز ترین لگا۔ آج وہ اس کی سب سے بڑی سپورٹ تھا۔ "تم سے بہتر ہے کہ میں خود اپنی بہن کو اپنے ہاتھوں سے......" ایک زناٹے دار تھپڑ اس کے گال پہ پڑا۔

"ایسی بدشگونی نہ کر۔" ہاتھ گال پہ رکھے وہ ماں کو دیکھتا رہ گیا۔ "کیوں جی حسن کے بارے میں کیا خیال ہے۔" شوہر کو دیکھا۔

"اگر ہمارے اس اقدام سے ماضی کے ٹوٹے رشتے بحال ہوسکتے ہیں تو مجھے کوئی اعتراض نہیں۔" محمود صاحب مسکرائے۔

"شکریہ آپ نے ہر وقت میرا سر فخر سے بلند رکھا ہے۔"

"بیٹھو......" محمود صاحب نے کندھوں پہ دباؤ ڈال کے

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

بٹھایا۔ ”قاضی صاحب بسم اللہ کیجیے۔“
مولوی صاحب نے نکاح پڑھانا شروع کیا اور وہ ماں باپ کی عزت کی خاطر خاموش بیٹھی رہ گئی تھی۔ ورنہ دل تو یہ چاہ رہا تھا کہ اٹھ کر وہاں سے بھاگ جائے جس شخص نے رسوا کیا الزام لگا کر روح کو زخمی کیا تھا اس کا ساتھ اب اسے گوارا نہیں تھا۔

❁......❁......❁

گھر پہنچے تو الگ ہی منظر نظر آیا۔ زرمینے اور اس کی دوستوں نے مل کر سارا گھر پھولوں سے بھر دیا تھا۔ گڈو کی خوشی کی انتہا نہ تھی۔ اچھی خاصی رونق لگی ہوئی تھی۔ جبکہ آدھی رات کا وقت بیت چکا تھا جبکہ گھر میں ابھی بھی مہمان موجود تھے۔
”یار یہ کیا......؟“
”میں نے نکلنے سے پہلے زرمینے کو فون کر دیا تھا یہ ساری کارستانی ان سب کی ہے زرمینے کی دوستوں اور گڈو کی۔“ وہ ادھر ادھر دیکھے بغیر سیڑھیاں چڑھنے لگی کہ میڈم سامنے آ گئیں۔
”محترمہ آج سے آپ کا کمرہ وہ نہیں یہ ہے۔“ حسن کے بیڈروم کی طرف اشارہ کیا۔ وہ خاموشی سے آگے بڑھ گئی۔
”دھیرج بنورانی سج سج قدم رکھو یہ تمہارا اپنا گھر ہے لیکن وقت کا تقاضہ سمجھو۔“ وہ ان سنی کرتی بیڈروم میں آ گئی۔
”چلو یار کچھ فوٹو سیشن ہو جائے۔“ مووت بولا۔
”مجھے نہیں کروانا فوٹو سیشن۔“ وہ بگڑی۔
”دیکھو یہ سب ہماری خوشی میں شریک ہونے آئے ہیں اس لیے تماشہ مت بناؤ تمہیں لڑنا ہے تو میرے ساتھ لڑو۔“ حسن نے مہمانوں کا خیال کرتے کمرے کا دروازہ بند کیا۔
”تماشہ میں نے بنایا ہے تماشہ تو تم نے بنایا ہے میری ذات کا۔ اب میں وہی کروں گی جو میرا دل چاہے گا۔“ وہ بھپری۔
”دیکھو مجھے غصہ نہ دلاؤ۔ میری برداشت ویسے بھی کم ہے۔ تم یہ بھی جانتی ہو کہ میں شادی شدہ بندہ ہوں مجھے بپھری ہوئی بیوی کو قابو کرنا خوب اچھی طرح آتا ہے۔“
”جسٹ شٹ اپ......“ وہ چیخی۔
”آہستہ ورنہ لوگ نجانے کیا سمجھیں۔“
”جو بھی سمجھتا ہے سمجھتے رہیں مجھے کوئی پروا نہیں...... یہ سب وہاں ہوتا ہے جہاں خوشی ہو محبت ہو یہاں تو صرف اور صرف مجبوری ہے۔“ استہزائیہ مسکرائی۔
”باہر میرے دوست بیٹھے ہیں جو تم سے ملنا چاہتے ہیں اس لیے پلیز......“
”بھاڑ میں جاؤ تم۔“ وہ سلگی۔
”آہستہ تمہیں معلوم ہے نا کہ اونچی آواز مجھے بری لگتی ہے۔ میں جتنا تمہارا لحاظ کر رہا ہوں تم اتنا ہی سر پہ چڑھتی جارہی ہو۔“ وہ بھی کرخت انداز میں چیخا۔ فلک نے بغیر دروازے کی طرف لپکی۔
”سنا نہیں میں نے کیا کہا......“ حسن نے ہاتھ پکڑا تو یوں لگا جیسے جلتے ہوئے انگارے کو چھو لیا ہو۔ ”ارے تمہیں تو بہت تیز بخار ہے۔ چلو ڈاکٹر کے پاس چلیں۔“ لیکن وہ ہاتھ جھٹک کر باہر نکل گئی کچن میں جا کر تیز پتی والی چائے پکانے لگی۔
”ارے یہ کیا خالی پیٹ چائے۔ کچھ ہلکا پھلکا ناشتہ ہی کرلو۔“ ایک عورت کی آواز آئی۔
”فلک ان سے ملو یہ ظفریاب کی بیوی ہیں اور میری بھابی۔“ حسن بھی پیچھے چلا آیا۔
”تو میں کیا کروں؟“ وہ بڑبڑائی۔
”لگتا ہے تم نے بے چاری کو ساری رات جگائے رکھا......“
”کہاں بھابی الٹا اس نے مجھے سونے نہیں دیا۔ آپ کو معلوم ہے کہ میری دوسری شادی ہے جبکہ اس کی پہلی اس لیے زیادہ کانشس بھی یہی ہو رہی تھی۔“ اس کی طرف دیکھ کر آنکھ دبائی۔
”بڑے بے شرم ہو۔“ ایک دھپ رسید کی۔

❁......❁......❁

آج پھوپو آئی ہوئی تھیں بیٹی کو تین چار دن سے دیکھا نہیں تھا اس لیے دل ملول ہو رہا تھا۔ اوپر آئیں تو دروازہ ادھ کھلا تھا۔ وہ دروازہ دھکیل کر اندر داخل ہو گئیں۔ فلک سامنے بیڈ پہ دراز تھی ماں کو دیکھ کر رخ موڑ گئی۔
”یہ کیا حرکت ہے۔“ وہ گھوم کر سامنے آ بیٹھیں۔

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

"کون سی حرکت؟"
"شادی کو ابھی ہفتہ بھی نہیں ہوا اور تمہارا یہ حلیہ۔"
"آپ ٹو ڈیٹ وہ رہتی ہیں جنہیں خوشی ہوتی ہے......اور یہاں تو دور دور تک ایسا کوئی سوال ہی نہیں۔ یہاں فقط مجبوری ہے۔"
"یہ کیسی باتیں کررہی ہو۔" وہ دہل کر گویا ہوئیں۔
"یہ حقیقت ہے کہ حسن وہی شخص ہے جس نے مجھ پہ الزام لگایا اور میری ہستی کا غرور چھینا تھا۔ آپ بھول سکتی ہیں میں نہیں۔ آپ کیا جانیں کہ روح کا کرب کیا ہوتا ہے۔ آپ نے ہمیشہ خود زخم اٹھا کے ان کے لیے اپنا دامن پھیلائے رکھا۔ ثابت ہوگیا کہ عورت اپنا میکہ کبھی نہیں بھولتی چاہے میکے کی طرف سے اسے کانٹے ہی کیوں نہ ملے ہوں۔"
"لیکن میں نے تو بھلا چاہا تھا اپنی بیٹی کا۔"
"اس ایک شخص پہ دنیا ختم تو نہیں ہوگئی تھی۔"
"تم سمجھتی کیوں نہیں......اگر بارات لوٹ جاتی تو ساری زندگی کے لیے تم منحوس ثابت ہوتی۔" وہ بے بسی سے بولیں۔
"بارات کا لوٹنا اور ساری زندگی کے لیے منحوس کہلوانا مجھے منظور تھا مگر......"
"حد ہوتی ہے بدتمیزی کی۔" بے اختیار ان کا ہاتھ اٹھا۔
"یہ کیا کررہی ہیں۔" یک دم حسن نے ان کی کلائی تھامی۔
"چلیں آئیں۔"
"میرا جی چاہ رہا ہے کہ......"
"کچھ نہیں پھوپو وہ اب میری بیوی ہے سچ تو یہ ہے کہ میں اس کا مجرم ہوں اب جو چاہے سزا دے مجھے منظور ہے۔" پھر وہ اور پھوپو باتیں کرنے لگے جبھی زوار کا فون آگیا۔ وہ زلیخا بیگم کو لینے آیا تھا اس لیے اپنی آمد کا بتا کر اس نے کال کاٹ دی تھی۔
"ٹھہرو میں فلک کو لے لوں۔ لے جاؤں۔" حسن کو اجازت طلب نگاہوں سے دیکھا۔
"بصد شوق۔"
"چلو اٹھو چلیں۔"
"مجھے آپ کے گھر نہیں جانا۔" نروٹھے انداز میں بولی۔
"لڑکی تمہارا دماغ درست ہے۔" زلیخا بیگم نے اسے گھورا۔
"وہ میرا گھر نہیں......اگر ہوتا تو آپ مجھے یوں نہیں نکال دیتیں۔"
"اگر نہیں جاتی تو رہنے دیں۔" اس نے منع کیا۔ "کس کے ساتھ آئی ہیں؟"
"زوار لایا ہے۔" زوار کا سن کر وہ ڈور کے باہر آگئی۔ زوار نے اسے دیکھ کر بانہیں پھیلائیں تو وہ اس کے بازوؤں میں جا سمائی۔
"گھر نہیں جانا تم سے ملنا تھا سو مل لی۔ جب تم اپنا گھر بناؤ گے پھر آؤں گی۔"
"چلیں امی۔" ایک سرد نگاہ حسن پہ ڈال کر گاڑی آگے بڑھائی۔ وہ پلٹ آئی پیچھے پیچھے حسن بھی۔

✽......✽......✽

پورا ایک ماہ ہوگیا تھا ان کی شادی کو لیکن دونوں کے درمیان ابھی بھی پہلے جیسی دوری تھی۔ وہ اسے بلانا تو درکنار دیکھنا بھی پسند نہیں کرتی تھی۔ وہ صبح اس کے گھر سے چلے جانے پر نیچے اترتی اور شام کو اس کے آنے سے پہلے ہی اوپر چلی جاتی۔ فقط گڈو کی ذات تھی جو ہر وقت اسے ٹوکتی رہتی تھی۔ آج بھی وہ اس کے سر ہوگیا تھا۔
"باجی کم سے کم روزانہ کپڑے تو بدل لیا کریں یوں لگتا ہے جیسے صدیوں پرانی بھٹکی روح ہو آخر آپ کی شادی ہوئی ہے نہ آپ چوڑیاں پہنتی ہیں اور نہ ہی کوئی زیور۔" بڑے بوڑھوں کی طرح بولا تو اسے ہنسی آگئی۔
"لگتا ہے بہت تجربہ کار ہو۔"
"گھوڑی چڑھا نہیں لوگوں کو چڑھتے ہوئے دیکھا تو ہے۔"
"بڑے تیز ہوگئے ہو ماسٹر۔ لگتا ہے کچھ نہ کچھ کرنا پڑے گا۔" کان مروڑا۔
"میں تو آپ کو سمجھا رہا تھا۔ آپ مجھ پہ ہی چڑھ دوڑیں۔"
"اچھا بتاؤ کیا کروں۔"
"کچھ چوڑیاں پہنیں، کوئی زیور۔"
"مجھے یہ سب پسند نہیں سوائے چین کے۔ ہاں البتہ مجھے

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

چوڑیاں بہت پسند ہیں' ہری لال گلابی نجانے کون کون سی......"
وہ موج میں بیٹھی تھی۔
"تو پھر دیر کس بات کی ہے پہن لیں۔"
"وہ میرے پاس نہیں۔" وہ جو ان کی گفتگو سن رہا تھا خاموشی سے باہر کھسک گیا۔ دکان پہ جا کے ڈھیر ساری لال گلابی چوڑیاں خریدیں۔ شادی پہ تو کچھ تحفہ دے نہیں سکا تھا لیکن اب وہ چاہتا تھا کہ جہاں تک ہو سکے اسے خوشیاں دے سکے۔
"میری طرف سے تحفہ ہے ایک حقیر سا۔"
"مگر یہ ہے کیا؟"
"کھول کے دیکھ لیں۔" ریپر ہٹایا تو چوڑیاں تھیں۔ "تم نے اتنے سارے پیسے کہاں سے لیے۔" اسے فکر نے آلیا۔
"چوری نہیں کیے' میں نے حق حلال کی کمائی سے خریدی ہیں۔ ایک بھائی بن کر اپنی بہن کے لیے۔"
"لیکن میں اتنی زیادہ چوڑیاں......"
"کیا آپ میرے خلوص کا مذاق اڑا رہی ہیں۔"
"ارے نہیں۔" مسکرا کر اس کے بال بگاڑے۔ "تم ہی تو ہو جو اس گھر میں زندگی کا احساس دلا دیتے ہو ورنہ یہاں رکھا ہی کیا ہے۔"
"باجی ایسے تو نہ کہیں۔ اللہ صاحب کو لمبی عمر دے۔ وہ بہت اچھے ہیں۔ چلیں اب جا کر جلدی سے پہنیں' میں صاحب کو دیکھتا ہوں۔" الماری کا پٹ ہٹایا تو رنگا رنگ ملبوسات آنکھوں کو خیرہ کیے دے رہے تھے۔ ایک سوٹ منتخب کیا اور باتھ روم میں گھس گئی۔ جی بھر کر غسل کیا تو ایک تازگی سی روح میں اتر گئی۔ باہر نکلی چوڑیاں پہنی' بالوں کو ایک دو جھٹکے دیئے تو چوڑیوں کا جلترنگ بج اٹھا اس کے جی کو انجانی سی خوشی ہوئی۔
"بہت اچھی لگ رہی ہو۔" حسن کے لہجے میں محبت ہی محبت تھی۔
"تم......" اس پہ نگاہ گئی تو دوپٹے کی طرف لپکی لیکن وہ اس سے پہلے ہی اٹھا چکا تھا۔ نرم نظروں میں بہت کچھ تھا لیکن وہ رخ موڑ گئی۔ "پلیز حسن دستک دے کے اندر آیا کرو۔" وہ شرمندگی سے دوچار ہوئی۔
"میں محرم ہوں تمہارا اگر ایسے ہی آ گیا تو کیا ہوا؟"
"مگر میں تمہیں اپنا محرم نہیں مانتی۔" ہٹیلے پن سے بولی۔
"دیکھو تم میری حیثیت کو چیلنج نہ کیا کرو۔"
"میں تر نوالہ نہیں ہوں۔"
"تم جانتی ہو کہ میں مشکل پسند ہوں۔" وہ بھی ترکی بہ ترکی بولا۔ "اچھی لگ رہی ہو ذرا آئینہ تو دیکھو۔" شانوں سے پکڑ کر رخ موڑا۔
"ارے یہ کیا کر رہے ہو؟"
"آئینہ دکھا رہا ہوں تمہیں' تمہاری حیثیت بتا رہا ہوں اور اپنا مقام' کب تک بھاگو گی آخر ایک نہ ایک دن تو میری پناہ میں آ ؤ گی۔"
"ناممکن......سوچنا بھی مت۔" زہر خند ہوئی۔
"چھوڑو یہ بعد کی باتیں' تمہارے لیے کچھ لایا تھا میں۔" ڈبیہ کھول کہ سیٹ نکالا۔ گولڈ کا سیٹ تھا۔ "آ ؤ یہاں......"
"مجھے نہیں لینا۔" ہاتھ سے پرے کیا۔ اس پہ بھی ضد سوار ہوگئی۔
"تم سمجھتی کیا ہو خود کو' میں جتنا تمہارا لحاظ کر رہا ہوں تم اتنا ہی سر پہ چڑھتی جا رہی ہو۔" حسن نے آرام سے گرفت میں لے کر نیکلس پہنایا اور لاک بند کر دیا۔
"کھولو اسے۔" وہ چلائی۔
"اب تو اسے کوئی سنار ہی کھول سکتا ہے۔"
"تم......" روتی ہوئی اس پہ جھپٹ پڑی۔ پے در پے مکے برسانے لگی۔
"اوہ اس قدر غصہ محترمہ یہ فولادی سینہ ہے جس پہ کسی چیز کا اثر نہیں ہوتا۔ تمہاری طرح نازک کلائی تھوڑی ہے جس طرف بھی موڑو مڑ جائے......" وہ ہنسا۔
"اگر تم چاہتے ہو کہ میں اس گھر میں رہوں تو مجھے میرے طریقے سے رہنے دو ورنہ مجھے......" اس سے پہلے کہ لفظ مکمل ہوتا چٹاخ سے ایک تھپڑ گال پہ پڑا۔
"یہ ادھار تھا مجھ پہ......یہ تو تم مر کے بھی سوچنا مت۔ تم مجھے نہیں بلانا چاہتی نہ بلاؤ نہ میں تمہیں اس بات پہ مجبور کروں گا

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

کہ تم مجھ سے محبت کرو اور نہ ہی میں روایتی شوہر کا انداز اپناتے ہوئے جبر کروں گا۔" وہ کہہ کر کمرے سے نکل گیا۔

❁ ...... ❁ ...... ❁

وہ دو دن سے بڑی مشکوک حرکتیں کر رہا تھا۔ صبح اٹھتے ہی نکل جاتا اور رات گئے واپسی ہوتی۔ فلک ناز اس سے کچھ پوچھنا نہیں چاہتی تھی مگر اس بات کی ٹوہ ضرور تھی کہ کیا معاملہ ہے۔ اب تک وہ اجنبیوں کی طرح رہ رہے تھے اس نے گڈو سے پوچھا۔

"تمہارے صاحب آج کل ایسا کون سا کام کر رہے ہیں جو اسے گھر کی خبر ہی نہیں۔"

"آپ خود پوچھ لیں...... میں تو خود پریشان ہوں...... صاحب اور آپ کے رویے کی وجہ سے۔" وہ چپ سی ہوگئی۔ سارا دن بے چینی میں گزرا...... گڈو کو بھی اس نے روک لیا تھا۔ کافی دیر تک ادھر ادھر کی باتیں کرتے رہے۔ گڈو بچہ تھا آخر اسے نیند آگئی۔ اس نے بھی لائٹ آف کردی۔ نجانے کب آنکھ لگ گئی کہ سوتے میں ڈر کے اٹھ بیٹھی۔ سانس دھونکنی کی طرح چل رہا تھا۔ جسم سارا پسینے سے شرابور تھا۔ دل پہ ہاتھ رکھا جو سینے کی دیوار توڑ کر باہر آنے کو بے تاب تھا۔ عجیب خواب تھا جس کی دہشت ابھی تک چھائی ہوئی تھی۔

کالی رات اور حسن خون میں تر بتر تھا۔ اس نے ٹائم دیکھا۔ رات کے دو بج رہے تھے۔ وہ دھک سے رہ گئی۔ آدھی رات کے خواب سچے ہوتے ہیں۔ آیت الکرسی پڑھ کے دم کیا مگر چین نہ آیا۔ دل بیٹھا جا رہا تھا پھر سوئی نہیں جلے پیر کی بلی کی طرح صحن میں چکراتی رہی۔ فجر کی اذان ہوئی تو مصلّے پہ آ کھڑی ہوئی۔ ابھی دعا ہی مانگی تھی کہ بیل ہونے لگی۔ اس نے بھاگ کر گیٹ کھولا۔ سامنے حسن کھڑا تھا۔

"کیا ہوا ٹھیک تو ہو۔" بے تابی سے پوچھا۔

"کچھ نہیں...... ہٹو۔" بازو کا زخم چھپاتا ہوا جلدی سے آگے بڑھ گیا وہ بھی اس کے پیچھے چلنے لگی۔ "سنا نہیں جاؤ۔" وہ دہاڑا چہرے پہ اذیت کے آثار تھے۔

"حسن خیریت تو ہے ناں۔"

"جاتی ہو یا نہیں۔" یک دم اس کی نگاہ بازو پہ گئی۔

"خون...... کب...... کیسے؟" فلک کا دم سینے میں اٹکا اور آنکھیں پتھرا سی گئیں۔

"تمہیں اس سے کیا تم تو چاہتی تھیں کہ میں مر جاؤں۔" وہ تلخ ہوا۔

"پلیز حسن......" وہ آگے بڑھی۔

"کوئی ضرورت نہیں ہمدردی جتانے کی۔"

لیکن وہ ان سنی کر کے آگے بڑھی۔ ڈھونڈ کر فرسٹ ایڈ بکس نکالا لیکن وہ خالی تھا صرف زخم مندمل کرنے والی ٹیوب تھی۔ زخم دکھاؤ اگرچہ حواس کھو رہی تھی تاہم نرسنگ کے فرائض سر انجام دے رہی تھی۔ زخم زیادہ گہرا نہیں تھا تھوڑا سا ماس پھٹا تھا۔ تاہم خون بڑی تیزی سے بہہ رہا تھا۔ جسے روکنا انتہائی ضروری تھا۔ اس نے زخم پہ مرہم لگایا جس سے خون تو نکلنا بند ہوگیا۔

"بڑی مہربانی۔ اب جاؤ۔"

"لیکن حسن......"

"بس......" ہاتھ اٹھا کر ٹوکا۔ "مت بناؤ مجھے اپنی ہمدردیوں کا عادی کہ میں اکیلا جینا بھول جاؤں۔"

"لیکن اس وقت تمہیں......"

"کچھ نہیں ہوتا مجھے۔" وہ غصہ سے تقریباً چیخا۔ وہ ڈھٹ بنی کھڑی رہی۔ خون پھر نکلنے لگا تھا۔ تب اس نے اپنا دوپٹا اس کے زخم پہ رکھ دیا۔

"پلیز یوں نہ کرو۔ میرا دم گھٹ رہا ہے۔ تم جانتے ہو نا......" ماضی کا کوئی پل آنکھوں کے سامنے سے گزرا۔ لیکن وہ نجانے کیوں جنونی ہو رہا تھا۔

"اچھا باندھو پٹی۔" اس کی پیلی پڑتی رنگت اور گھبرائے ہوئے انداز پہ اسے رحم سا آ گیا۔ کانپتے ہاتھوں سے پٹی باندھنا شروع کردی لیکن نجانے کیا بات تھی پٹی بندھ کے نہیں دے رہی تھی۔ آخر حسن نے ہی مدد کی تب کہیں جا کے پٹی بندھی۔ وہ بھاگ کر دودھ میں ہلدی ڈال کر لے آئی۔ دودھ خاموشی سے پی لیا وہ باہر نکل گئی۔

ناشتہ بنایا اور ٹرے میں سجا کر چلی آئی۔ ناشتہ مختصر کیا۔

"خیریت تو ہے آج سارے انداز مجھ غریب کو مارنے والے اپنائے ہوئے ہیں۔" استہزائیہ پوچھا لیکن وہ چپ

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

چاپ کھڑی تھی یہ پہلا دن تھا شادی کے بعد جس دن اسے احساس ہوا کہ پہلو میں جو دل دھڑکتا ہے اس میں کہیں حسن کے لیے تھوڑی سی جگہ موجود ہے۔ مکمل احساس تھا ایسا احساس جو اس کی ذات کا گھیراؤ کیے ہوئے تھا لیکن اس کے پاس وہ آنکھیں ہی کب تھیں جو حقیقت شناس تھیں یا اس نے جان بوجھ کر آنکھیں بند کرلیں۔

دل نے کتنے دن پہلو میں شور مچائے رکھا تھا' کیسے طوفان اٹھے تھے۔ کیسے کیسے جھکڑ نہ چلے تھے اس کی ہستی میں' کتنی راتیں جاگ کر گزری تھیں لیکن کوئی بھی اس کے رتجگوں کا گواہ نہ تھا' کتنے دن وہ بغیر آنسوؤں کے رویا تھا' کتنے دن لگے اسے خواہش کو بے موت مارنے میں' جس کا کوئی حساب نہ تھا لیکن پھر یہ جذبے بے حسی کی چادر تان لینے پر بے موت مارے گئے تھے مگر اس نے پروا کرنا ہی چھوڑ دی تھی۔ کیا فائدہ تھا فلک ناز کو حاصل کرنے کا جب اسے وہ مقام ہی نہ دلوا سکا جس کی وہ حق دار تھی۔ بندہ باہر ہزاروں سے لڑ سکتا ہے مگر اپنا ایک بھی مدمقابل ہو تو انسان کی توانائیاں سلب ہوجاتی ہیں اور لڑنا اپنا حق منوانا..... ناممکن۔

❁.....❁.....❁
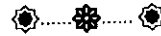
''تمہیں میں نے ہزار دفعہ کہا ہے کہ دوسروں کے لڑائی جھگڑے میں ٹانگ مت اڑایا کرو مگر تم ہو کہ.....'' مودت کا بس نہیں چل رہا تھا کہ اس کا گلہ دبادے۔

''یار وہ خوامخواہ اس کے پیچھے پڑا ہوا تھا۔ تمہیں معلوم ہے نا کہ میں ناانصافی نہیں دیکھ سکتا ویسے بھی وہ پلاٹ میں خرید چکا ہوں۔''

''بے شک تم خرید چکے ہو مگر اسے چاہیے کہ قبضہ تمہارے حوالے خود کرے نا کہ تم زبردستی قبضہ لو تمہارا تو حق ہی نہیں تھا۔''

''لیکن میں اس کی رقم بھر چکا ہوں اور کسی کو تحفہ میں دینا ہے۔'' اک انتہائی نشیلی نگاہ فلک پہ ڈالی جو ابھی تک اپنے حواس کو سنبھال نہیں پا رہی تھی۔ ''چاہے وہ تمہیں گولی ماردیتا۔''

''میں مرنے سے ڈرنے والا نہیں ویسے بھی میں تو پہلے ہی مر چکا ہوں کسی پہ۔'' ہولے سے آنکھ ماری۔

''تم بھابی کی حالت دیکھ رہے ہو۔''

''دیکھ رہا ہوں۔ یہ ہی تو چاہتی ہے کہ میں اس دنیا سے دفعان ہوجاؤں کیوں فلک؟'' وہ خاموشی سے اٹھی اور باہر نکل گئی۔

''حسن باز آجاؤ اپنی حرکتوں سے اب تم اکیلے نہیں رہے ایک زندگی تم سے وابستہ ہوچکی ہے۔ تم اگر ایسی باتیں کرو گے اس کے سامنے تو وہ اور بھی ڈپریس ہوجائے گی۔ مجھے تو لگتا ہے وہ رات بھر جاگتی رہی ہیں۔ مجھے تو پتہ ہی نہیں چلنا تھا وہ تو شکر ہے ابھی میں اڈے پر گیا تو مجھے معلوم ہوا کہ محترم حسن صاحب یہ گل کھلا چکے ہیں۔''

''واقعی میں نے بے وقوفی کی۔ نصیر کو چاہیے تھا کہ مجھے قبضہ دلواتا، ایویں میں پھڈے میں ٹانگ اڑادیتا ہوں شکر ہے یار دوست سب اکٹھے ہوگئے ورنہ تو معاملہ بہت بڑھ جاتا۔''

''یہ زخم کیسے ہوا؟''

''بس مارا ماری میں پتہ ہی نہیں چلا۔''

''باز نہیں آؤ گے تم۔''

❁.....❁.....❁

ہر کپڑا بھاری بھر کم تھا اس لیے پہننے کو دل نہیں چاہ رہا تھا۔ وہ ذرا سا بھی اشارہ کردیتی تو ڈھیر لگ جاتا کپڑوں کا مگر اسے احسان لینا گوارہ نہیں تھا کچھ پیسے اس کے پاس موجود تھے' اس کو تنخواہ ملی تھی۔ حسن گھر پہ نہیں تھا اور گڈو دو دن سے نہیں آرہا تھا کہ وہ گڈو کے ساتھ بازار جاتی کچھ سوچ کر خود ہی اٹھی چادر اچھی طرح اوڑھی اور گھر سے نکل آئی۔ ساری ضروری چیزیں خرید کے وہ سڑک کے کنارے آ کھڑی ہوئی۔ دو گھنٹے کی شاپنگ کے بعد وہ تھک چکی تھی۔ ارادہ تھا کہ اب رکشے سے گھر چلی جائے گی مگر کوئی رکشہ خالی نہیں تھا۔ یک دم گاڑی کے ٹائر چرچرائے اور عین اس کے پاس بریک لگے تھے۔

''یہاں کیوں کھڑی ہو جان من۔'' فرنٹ ڈور اوپن کیا مگر وہ رخ پھیر گئی۔

''سنا نہیں۔'' اس نے گھورا۔

''میں اکیلی آئی تھی اور اکیلی ہی.....''

''میں نے کب کہا کہ پوری فوج کو ساتھ لائی ہو اگر تم سیدھی طرح میرے ساتھ نہیں چلوگی تو میں زبردستی تمہیں

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

گاڑی میں بیٹھا لوں گا امید ہے تمہیں اعتراض نہیں ہوگا۔“ کوئی پل یاد آیا تو مسکرا کر بولا اور گاڑی سے نکلا۔

”سڑک پہ تماشا مت بناؤ۔“ دانت کچکچائے۔

”تماشہ میں نہیں تم بنا رہی ہو...... چلو آؤ۔“ اس کا ہاتھ پکڑا اور وہ جز بز ہوتی راستے کا خیال کرتی گاڑی میں بیٹھ گئی غصہ بھی بہت آیا کہ کیوں گھر سے باہر نکلی۔ وہ مسکرا کر فرنٹ سیٹ پر آبیٹھا تھا۔

❁......❁......❁

”یار کچھ شنوائی ہوئی کہ نہیں۔“ وہ مودت کے معنی خیز لہجے پہ چونکا۔ اس وقت وہ مودت سے فون پر بات کر رہا تھا۔

”کہاں یار...... پتھر سے سر پھوڑ رہا ہوں۔ تم ہی کوئی مشورہ دو۔“

”ایک حل ہے۔“

”کیا جلدی سے بتاؤ۔“

”کوئی کرائے دار بھیج دیتا ہوں۔ بھابی خود بخود نچلے پورشن میں شفٹ ہو جائیں گی۔ باقی تم خود سمجھ دار ہو بھابی کو کیسے قابو کرنا ہے۔“

”ٹھیک ہے۔ اب مزہ آئے گا جب محترمہ کو میرے ساتھ مستقل رہنا پڑے گا۔“ سوچ سوچ کر خوش ہوا۔ شام تک اس کا بھی بندوبست ہو گیا وہ آئینے کے سامنے بال بنا رہی تھی۔

”صاحب جی بلا رہے ہیں۔“ گڈو پیغام لے کر آیا۔

”کیوں؟“

”آپ خود پوچھ لیں کیوں بلوایا ہے؟“ خود ہی اندازے لگاتی نیچے اتر آئی۔ بیڈ روم کا دروازہ بند تھا بغیر اجازت جانا اچھا نہیں لگا۔ جبھی ہولے سے دستک دی۔

”یس کم ان......“

”کیا بات ہے؟“

”نہ دعا نہ سلام نہ کوئی محبت بھرا پیام بھئی شوہر ہوں تمہارا کم سے کم ادب آداب سے تو واقف ہونا چاہیے بیوی کو۔“

”دیکھو میرا ٹائم برباد مت کرو۔“ وہ رخ موڑ گئی۔

”دیکھ ہی تو رہا ہوں پیاری لگ رہی ہو۔ یوں بیویوں والے انداز میں ماتھے پہ تیوری چڑھائے ویسے قدرت نے اچھا تراشہ ہے تمہیں۔“ ایک محتاط سی نگاہ سراپے پہ ڈالی۔ وہ سمٹ سی گئی۔

”سیدھی طرح بات کرو۔“

”سیدھی بات تمہاری سمجھ نہیں آتی لگتا ہے گھی ٹیڑھی انگلی سے نکلے گا۔“ اس کے قریب آ کر ترکی بہ ترکی بولا۔ وہ کرنٹ کھا کر رہ گئی۔

”پیچھے ہٹو۔“ وہ بدکی۔

”ابھی تو زبان سے بات ہو رہی ہے اگر کوئی عملی قدم اٹھا لیا تو سوچو کیا حشر ہوگا تمہارا۔“ وہ مسکرایا اور ہلکے سے الجھی ہوئی لٹ کھینچی۔

”اپنی بیہودگی اپنے تک رکھا کرو۔“ وہ زہر خند ہوئی۔

”اپنے تک ہی رکھی ہے جو تم یوں ٹرٹر زبان چلا رہی ہو۔ اگر اپنی آئی پہ آ جاؤں تو محترمہ سارے کس بل نکل جائیں۔“ مسکرا کر اسے سلگایا۔

”حسن......“ اس نے ہونٹ بھینچے۔

”اپنا بوریا بستر سمیٹو نیچے آ جاؤں۔“

”کیوں؟“

”کل سے یہاں کرائے دار شفٹ ہو رہے ہیں۔ تمہیں معلوم بھی ہے کہ میں...... وہ بہت غریب اور مجبور لوگ ہیں اس لیے پلیز......“ وہ مسکرایا اور دل ہی دل میں مودت کو داد دی۔

❁......❁......❁

سوچ سوچ کر اس کا برا حال تھا کیونکہ اگر وہ نیچے شفٹ ہوتی تو بھی ہر وقت حسن کا سامنا اگر وہ اوپر شفٹ ہوتا تو بھی یہی مصیبت سامنے رہتی۔

”اف......“ وہ جھنجلا کر رہ گئی اگر وہ اوپر شفٹ ہوتا ہے تو بیڈ روم ایک جبکہ نیچے برآمدہ اور کچن بھی ہے۔ یہی سوچ کر اس نے نیچے شفٹ ہونے کا ارادہ کر لیا۔ اس نے اپنا مختصر سا سامان سمیٹا اور نیچے چلی آئی لیکن تب اس کی خوشی پہ پانی پھر گیا جب اس نے برآمدے میں پڑا واحد پلنگ اپنے لیے سیٹ کر لیا۔

”تم اس سردی میں یہاں سوؤ گی۔“

”حرج ہی کیا ہے......“ کہہ کر آخری کوشش بھی ناکام کر دی۔

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

"چلو یہ بھی کر کے دیکھ لو۔" دل ہی دل میں احتجاج کیا۔
"اب سناؤ دوست کچھ اپنی زندگی کا حال۔" رات کو مودت نے فون کیا۔
"یار تمہاری ترکیب تو بری طرح ناکام ہوگئی......"
"کیسے؟"
"یوں کہ محترمہ نے برآمدے میں رکھا واحد پلنگ اپنے لیے سیٹ کرلیا......"
"چچ......چچ بہت برا ہوا انتہائی افسوس ہے تجھ پہ کہ ایک لڑکی کو قابو نہیں کرسکا...... چھ فٹ کے جوان جہان مرد۔"
"میرا دل کررہا ہے کہ...... پلنگ اٹھا کر باہر پھینک دوں۔" مودت نے بات کاٹی۔
"یار وہ فرش سنبھال لے گی۔ پھر تم فرش کا حصہ اکھاڑ کر پھینکو گے۔"
لیکن سردی نے اس کا مسئلہ حل کردیا کیونکہ سخت سردی پھر برآمدے کا کھلا ماحول اس پہ مستزاد رات کو دھند سے سرسراتی ہوائیں' مزید غضب یہ کہ پتلا سا گدا اور ہلکی سی چادر اس سردی کا مقابلہ نہ کر پائی۔ بیڈ روم کی طرف دیکھا تو دروازہ بند تھا اوپر چھت کا واحد بلب بھی آف تھا کیونکہ جو کرایہ دار منتقل ہوئے تھے اس میں دو میاں بیوی تھے۔
"اف اللہ کیا کروں؟ سردی میں ٹھٹھرنے سے بہتر ہے کہ حسن کے در پہ دستک دی جائے' کیا سوچے گا بڑا اکڑتی تھی اب کیا ہوا؟ تو پھر سردی میں اکڑ کر مرجاؤں۔" جھنجلائی۔
"ہاں انا کا بھرم اس طرح ہی رکھا جاسکتا ہے۔ تھوڑی دیر آگ سینک لیتی ہوں۔ دوڑ کر کچن میں آئی چولہا جلایا آگ کی وجہ سے جسم کو حرارت پہنچی تو رگ و پے میں سکون اترا۔ حسن کو بیڈ کا نئوں بھرا صحرا لگ رہا تھا رہ رہ کے دشمن جان کا خیال آرہا تھا کروٹ پہ کروٹ بدل رہا تھا۔ اٹھ کر دروازہ کھولا برآمدے میں خالی بستر پہ نگاہ گئی تو دل اچھل کر حلق میں آگیا۔ بے تابی سے باہر نکلا۔
"فلک کہاں ہو تم۔" اس نے سن تو لیا تھا مگر خاموش رہی۔ کچن میں جلتے چولہے کو دیکھ کر چلا آیا۔ "کیا کررہی ہو؟" مسکراہٹ دبا کر پوچھا۔
"دیکھ نہیں رہے۔" تیوری چڑھائی۔
"کتنا کہا تھا روم میں آجاؤ مگر فلک ہی کیا جو کسی کی سن لے۔" برسوں پرانا انداز تخاطب سن کر چونکی لیکن پھر سر جھٹکا۔
"باہر بہت زیادہ سردی ہے۔ بیمار پڑ جاؤ گی۔" لہجے میں ہزار طرح کی پریشانی تھی۔
"پڑجاؤں تمہیں فکر نہیں ہونی چاہیے۔"
"کیسے نہ ہو آخر نصف بہتر ہو میری۔" ملائمت کی انتہا تھی مگر دوسری طرف سرد چٹان تھی جو آج کل اور بھی گلیشیر بنی ہوئی تھی۔ کلائی پکڑ کر اسے کھینچتا ہوا کمرے میں لے آیا۔
کمرے میں موجود حرارت نے اس کے ٹھنڈے اور ستے ہوئے وجود کو حرارت پہنچائی تھی۔
"آخر کیا دشمنی ہے تمہیں خود سے اور مجھ سے......" بے بسی سے بولا۔ "یقین جانو تمہیں یہاں اس طرح لانا میرا خواب تھا مگر میرے خواب کی کرچیاں میری آنکھوں میں بری طرح چبھتی ہیں...... اب جو یہ خواب پورا ہوا ہے تو تم صدیوں کے فاصلے پہ کھڑی ہو۔" دوسری طرف بے اعتباری کا جہاں آباد تھا۔ اس نے کمرے میں نگاہ دوڑائی تو بیڈ ہی نظر آیا تھا۔ کارپٹ صبح ہی اس نے اٹھوایا تھا کیونکہ؟ پلاننگ میں جو شامل تھا۔ اس نے کمرے میں کشنز اکٹھے کر کے بیڈ کے عین درمیان ایک حد فاصل کھینچ دی تھی۔ وہ مسکرایا۔
"تمہاری حد کی ساری سرحدیں مجھ سے آکے ملتی ہیں پھر مرضی ہے تمہاری۔" وہ بھی وہیں ڈھیر ہوگیا ایک طرف وہ تھی مگر نیند آنکھوں سے کوسوں دور۔ اس نے چور نگاہوں سے حسن کو دیکھا جس کے چہرے پہ اطمینان و سکون تھا اس نے کروٹ بدلی پاؤں پٹی سے ٹکرایا وہ دہل کر اٹھ کھڑی ہوئی۔ سانس دھونکنی کی طرح چل رہی تھی لیکن وہ غافل تھا۔

❁......❁......❁

"یار تمہارے ساتھ سونا تو جوئے شیر لانے کے مترادف ہے ساری رات بیڈ پہ یوں دھما چوکڑی مچائی جیسے طوفان آگیا ہو۔ نہ دن کو چین نہ رات کو...... گدھوں کی طرح دن کو بھی ٹانگیں چلاتا ہے اور رات کو بھی۔" ماموں گرج رہے تھے۔
"اباجی گدھا جو ہے......" پاس بیٹھے نافع نے لقمہ دیا لیکن

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

ماموں کو تو اس وقت تپ چڑھی ہوئی تھی اس لیے بری طرح جھڑک رہے تھے۔

''یار کیا بنے گا تمہاری بیوی کا؟''

''وہ بڑی صبر والی ہوگی۔''

''تمہیں کس طرح خبر ہے کہ وہ......''

''آپ فلک سے پوچھ لیں۔''

''اس بیچاری کو کیا معلوم۔'' حیرت سے پوچھا۔

''بھائی سمجھنے کی کوشش کریں۔'' آنکھ سے اشارہ کیا تو وہ پانی پانی ہوگئی۔ جبکہ نافع بھائی معنی خیزی سے مسکرا رہے تھے۔

''یہ تم نافع بھائی کے ساتھ کیا بکواس کررہے تھے شرم نہیں آتی۔'' اس نے گھورا۔

''یہ میری بات کا جواب نہیں ہے۔'' اس نے دانت کچکچائے۔

''سنو جان من اباجی کو سبق سکھانا ضروری تھا اگر خدانخواستہ وہ میری عزت پہ ہاتھ ڈال دیتے تو...... آگے تم خود سمجھدار ہو۔'' مسکین سامنہ بنایا۔ ہنس ہنس کر اس کا برا حال ہوگیا تھا۔

''حسن تم سے کوئی جیت نہیں سکتا۔'' حسن صبح اس کے اٹھنے سے پہلے بیدار ہوچکا تھا۔ وہ بیڈ کے کونے میں سمٹی سی لیٹی تھی۔ ڈھیلی ڈھالی چوٹی سے نکلتی لٹیں چہرے سے لپٹ لپٹ کر بلائیں لے رہی تھیں۔ وہ ہر طرح کے سامان حرب سے لیس تھی لیکن افسوس اس نے اپنی ذات کے در کو اس طرح مقفل کیا تھا کہ اپنی ذات تک کو پہنچنے کا سراغ چھپا دیا تھا۔ نماز کا ٹائم تنگ ہورہا تھا سو وضو کرکے جائے نماز بچھائی اور نماز پڑھنے لگا۔

❁......❁......❁
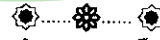
اس نے جیسے تیسے سمجھوتا کرلیا تھا کافی دن ہوئے تھے اس گھر کو صاف کیے ہوئے لیکن آج اس نے مکمل طور پر صفائی کا ارادہ کرلیا تھا کیونکہ گندگی سے اسے بڑی وحشت ہوتی۔

''چلو یہیں سے شروع کردو لڑکی۔'' دل نے صلاح دی۔ بیڈ کو جھاڑنے کے لیے گدا ہٹایا تو نیچے چابیوں کا گچھا نظر آیا۔ جانتی تھی کہ وہ اپنی چیزوں کے بارے میں کتنا حساس ہے کسی پر بھی اعتبار نہیں کرتا نجانے کیا جی میں آئی اس نے چابیاں اٹھائیں اور اچھی طرح صفائی سے فارغ ہونے کے بعد چابیوں کا خیال آیا تو اس کی نگاہ الماری پہ گئی۔

''دیکھوں تو سہی اس میں ہے کیا......'' جونہی تالا کھول کر پٹ ہٹایا کوئی چیز اچانک اس پہ آگری وہ ڈر گئی۔ اس کی چیخ نکلتے نکلتے رہ گئی۔ وہ جو باتھ روم میں گھسا ہوا تھا تیزی سے باہر نکلا الماری پہ نظر گئی تو چلا اٹھا۔

''تمہیں کس نے کہا تھا کہ اسے کھولو؟''

''کسی نے بھی نہیں۔'' اطمینان قابل دید تھا۔

''تمہیں میری پرسنل چیزوں کو چھیڑنے کی اجازت نہیں۔''

''اب تمہاری بیوی ہوں کوئی بھی چیز مجھ سے زیادہ پرسنل نہیں ہوسکتی مسٹر۔'' بے اختیار منہ سے نکلا۔

''بڑی جلدی خیال آگیا محترمہ کو۔'' طنزیہ دیکھا۔ اپنی کہی ہوئی بات پہ لجا کر رہ گئی۔

''شکر ہے حقیقت تمہاری سمجھ میں تو آئی۔'' ایک تشکر بھری سانس لی۔ ''پھر بھی اسے چھیڑنے کی ضرورت نہیں۔'' الماری کے پٹ بند کیے۔

''یہ......'' وہ بے اختیار ہوئی۔ چیز اٹھانے کو جھکی تو آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئیں کیونکہ سامنے اس کی دی ہوئی ڈائری تھی۔ ڈائری اٹھا کر چھپالی اس کو تجسس نے آگھیرا تھا اتنی پرانی ڈائری تھی حسن کے پاس۔ ڈائری پڑھنی شروع کی پہلا صفحہ کھولا۔ ششدر رہ گئی کیونکہ جو کچھ لکھا تھا وہ اس کے وہم وگمان میں بھی نہ تھا۔ وہ اسے یاد رکھے ہوئے تھا۔ سارا واقعہ پوری جزئیات کے ساتھ آنکھوں کے سامنے گھومنے لگا تھا۔ اسے اچھی طرح یاد تھا وہ برسات بھری رات۔

''چلو آؤ ہم اس مدھ بھرے موسم کو انجوائے کرتے ہیں۔'' فرح نے تجویز دی۔

''مجھے تو معاف رکھو۔'' اس نے انکار کیا تھا۔ فرح نے سب کو پکڑ پکڑ کر اٹھایا اسے بھی کھینچا مگر وہ ویسے ہی بیٹھی رہی۔

''بڑی بدذوق ہو برسات کا اس قدر دلکش سماں ہے اور تم ہو کہ......'' اس نے دانت کچکچائے۔ تب اسے تقریباً حسن نے گھسیٹا۔

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

"اچھا بابا اٹھتی ہوں۔" بادل نخواستہ اس نے چپل گھسیٹی۔

وہ سب کافی دیر ہلڑ مچاتے رہے۔

"آئس کریم کھانے چلیں۔" حسن بولا۔

"واہ..... کیا آئیڈیا دیا میرے یار..... چلو اپنی اپنی بائیک نکالو۔"

"نہیں پیدل چلتے ہیں۔" فلک نے مشورہ دیا۔

"فلک میرے ساتھ جائے گی۔"

"فرح حسن کے ساتھ۔" نافع بھائی نے فلک کو اپنے ساتھ گھسیٹ لیا وہ دھپ دھپ کرتا باہر نکل گیا۔

"شکریہ احسن بھائی بڑا مزہ آیا آپ کے ساتھ آئس کریم کھانے میں۔" ہنستی مسکراتی خوشیاں بکھیرتی چلی آئی۔

"تم لوگ کیوں نہیں آئے۔" اس نے فرح سے پوچھا جو بے چینی سے ادھر ادھر چکر کاٹ رہی تھی۔

"حسن کو پتہ نہیں کیا ہوا تھا حالانکہ میں نے کافی منتیں کی تھیں۔"

"وہ تو ہے ہی سڑا کریلا یہ لو اپنا کپ اور یہ اسے بھی دے آؤ۔"

"میں تو نہیں جا رہی تم خود ہی دے آؤ۔"

"اچھا بابا میں ہی دے آتی ہوں۔"

"یہ تمہارا حصہ۔" اس نے حسن کے کمرے میں آ کر ٹیبل پہ کپ رکھا۔

"تم کہاں جا رہی ہو؟" حسن نے کمرے میں آ کر الٹے پاؤں باہر نکلتے دیکھ کر گھورا۔

"کیا ہوا..... فرح بتا رہی تھی کہ موڈ کچھ خراب ہے؟"

"آئندہ تم احسن بھائی کے ساتھ نہیں جانا ورنہ مجھ سے برا کوئی نہیں ہوگا۔"

"مگر کیوں؟"

"ہر بات کی وضاحت ضروری نہیں ہوتی۔" لہجہ ہنوز تیکھا اور روٹھا روٹھا تھا۔

"تم میرے سرپرست نہیں ہو۔" وہ بھی فلک ناز تھی کہاں برداشت کر سکتی تھی کسی کا تیکھا لہجہ۔

"سرپرستی بھی حاصل کر لوں گا....." مسکرایا لیکن اسے سمجھ نہ آئی۔

"حسن جیسے تم میرے کزن پلس بھائی....."

"چپ رہو۔ خبردار جو مجھے کبھی بھائی کہا تو۔"

"پھر کیا کہوں۔"

"میری آنکھوں میں دیکھو۔" جھجک بے ساختہ آنکھیں اٹھائیں اور فوراً جھکالیں کیونکہ وہاں تو مچلتا ہوا محبتوں کا طوفان تھا بے قابو ہوتی چاہتیں تھیں الفتوں کی شوریدہ سری تھی پکارتی ہوئی محبت تھی مگر اس وقت اس سے نگاہ بچانا ضروری تھا۔

"میں ان چیزوں کو ضروری نہیں سمجھتی۔" سنبھل کر بولی۔

"مگر تم میری حیات کا سامان ہو۔"

"یہ سب کچھ یہ جانتے ہوئے بھی کہ مامی اور بھابی کے تمہارے حوالے سے کچھ خواب....."

"ان کی کس کو پروا ہے بس تم ساتھ دینا....." جانتی تھی کہ اگر وہ کچھ سوچ لیتا تھا وہ کر کے ہی رہتا تھا۔

"امی اور بابا۔" وہ بے چین ہوئی۔

"جناب پھوپو جانتی ہیں اور وہ رضامند بھی ہیں۔"

"کیا سچ....." خوشی سے باچھیں کھلیں۔

"جی ہاں..... مزے کی بات بتاؤں۔ آج تمہارے ماموں نے پھوپو سے بات کی تھی اور ادھر سے باقاعدہ ہاں ہو چکی ہے۔"

"کیا؟" وہ شادی مرگ کی کیفیت میں مبتلا تھی جو اس نے چاہا وہ خود بخود مل گیا تھا وہ جتنا بھی شکر کرتی پروردگار کا اتنا ہی کم تھا۔

"چلو آؤ اب اس خوشی میں دوبارہ آئسکریم کھانے چلیں۔"

"دوبارہ.....؟" حیرت ہوئی۔

"ماموں کیا سوچیں گے؟"

"کچھ نہیں۔" میں ان سے اجازت لے چکا ہوں۔" اس رات اسے محسوس ہوا تھا کہ روح کی خوشی کیا ہوتی ہے؟ حقیقی مسرت کس کا نام ہے؟

"اے کیا سوچنے لگیں۔" حسن نے کندھا ہلایا۔

"یہی کہ خوب گزرے گی جب مل بیٹھیں گے دیوانے دو۔"

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

"نہیں سر پھرے دو۔" پھر خود ہی قہقہہ لگا کر ہنس پڑا۔ اس نے یونہی دو تین ورق الٹ دیے تو حیرانگی نے اسے مزید پریشان کر دیا۔

"میں جو اس زمانے میں خود کو اس کی محبت کا سب سے بڑا دعویدار سمجھتا تھا آج خود ہی اس پہ الزام لگانے پہ مجبور ہو گیا تھا بلکہ مجبور کر دیا گیا تھا۔ اس سے پہلے کہ کوئی دوسرا اسے سنگسار کرتا میں نے سب سے پہلا پتھر پھینکا۔ کیسی اذیت تھی جو روح میں اتری...... میں جو کافی دنوں سے ماں کا قاتلانہ روپ دیکھ رہا تھا...... ہاں قاتل تھی ماں میرے جذبات واحساسات کی خون کیا تھا۔ فلک ناز کی معصومیت پہ فرشتوں کا گمان ہوتا' میں ہی تو اس کے قول وفعل کا گواہ تھا اس کے شب وروز کا پاکیزگی کا۔ اس کی آنکھوں میں شکوہ تھا زخمی لہجے میں صدیوں کی سسکتی پکاریں تھیں' مرتی ہوئی محبت کی آخری دہائی تھی۔ پپڑی زدہ لب' مدھم پڑتی سانسیں بے یقینی کا ٹھاٹھیں مارتا سمندر پھر وہ اس گھر سے نکل گئی ہمیشہ کے لیے' میرے دیئے ہوئے چرکوں کی سوغات لے کر کبھی نہ آنے کے لیے دیکھو ناں بندہ باہر تو ہزاروں سے لڑ جاتا ہے اپنا ایک بھی ہو تو زبان گنگ ہو جاتی ہے سوچیں سلب ہوتی ہیں لفظ گنگ ہو جاتے ہیں۔

وہ ایک فلک ناز کی خاطر اپنے پیاروں کو ٹھکرا نہیں سکتا تھا اس نے محبت کو ٹھکرایا تھا فلک ناز کو نکال پھینکا تھا اپنی ذات سے اپنی سوچ وخیالات سے وہ جو اسے اپنی ذات کا گھر کہتا تھا اس دن یوں فرعون بنا ہوا تھا کہ حد نہیں آنکھیں آنسوؤں سے تر تھیں۔ آج میں نے انتقام لے لیا ہے خود سے آج اس نے میرا پہلو آباد کیا ہے جس کو میری ایک نظر التفات کی بھی ضرورت نہیں جو نجانے کتنے دلوں کی دھڑکن تھی میرے دل نے کرلا کرلا کر دہائیاں دی ہیں۔ پہلو میں گوشت کے ایک ننھے سے لوتھڑے نے وہ شور مچایا کہ حد نہیں کتنی آرزو تھی میری اس وقت فلک ناز میرے پاس ہوتی میری شوخیوں پہ چیختی چلاتی بندھ باندھتی لیکن افسوس میرے ادھورے خوابوں کی کرچیاں میری آنکھوں میں چبھ گئیں۔ میری زبان سے نکلا ہوا ایک الزام اسے ساری دنیا کے الزاموں سے بچا گیا لیکن حسن جو اس کی محبت کا دعویدار تھا گناہگار بن گیا مجرم ٹھہرایا گیا

کتنا بڑا مذاق کیا تھا تقدیر نے میرے ساتھ' اس نے سارے ورق الٹ دیئے پھر بھی آخری صفحے پہ نظریں پھسل گئیں۔

"مجھے اچھا لگتا ہے جب وہ مجھ سے میری ذات کے لیے لڑتی ہے۔ احساس اس کا نام ہے' کسی کے ساتھ اس کی بقا کے لیے لڑنا میرے فضول سے سوالوں پہ وہ چڑ جاتی ہے پھر ایسے چٹخارے دار جواب دیتی ہے کہ مزہ آ جاتا ہے' اس نے مجھے اسپتال میں تھپڑ مارا خون کا بہنا اسے شدید دکھ دے رہا تھا شاید اسی کو انسانیت کہتے ہیں اس کا بس نہیں چل رہا تھا ورنہ کیا کر دیتی اس رات اس کے ڈھلکے ہوئے آنچل نے تمام حقیقت کھول دی۔

میرا دیا ہوا لاکٹ آج بھی اس کے گلے کی زینت ہے۔

اس پہ مستزاد اس کا سوتے میں بڑبڑانا' نہیں حسن ایسا نہیں کر سکتا وہ مجھ پہ الزام نہیں لگا سکتا اسے مجبور کیا گیا تھا اس کے لاشعور میں کہیں تھا کہ حسن خود سے یہ سب کچھ نہیں کر سکتا۔ حقیقتاً اسے تب بھی یقین نہیں آیا تھا کہ حسن اس پہ الزام لگا سکتا ہے۔ اگلی سطریں...... اپنی تنہائی کی نذر ہو گئیں مگر اس کے یقین نے میری ذات میں نقب زنی کر دی جو محبت پھر سے مائل بہ کرم ہو چکی تھی۔ میرے حیات کے ویرانے میں دور دور تک گلابوں نے کھلنا شروع کر دیا۔ محبت کے اس جذبے کو مہمیز کرنے میں میرے دو پیاروں مودت اور گڈو کا بھی ہاتھ ہے گڈو یہ چاہتا ہے اس کی باجی یہاں مستقل رہے مودت کا خیال ہے کہ مجھ جیسے بگڑے بچے کو فلک ناز ہی انسان بنا سکتی ہے۔ ویسے بھی کب تک دوسروں کے لیے جیوں گا مجھ پہ میری ذات کا بھی تو حق ہے سو اس کے تقاضوں کی تشفی بھی ضروری ہے سو میں نے ایک اٹل فیصلہ کر لیا ہے اور وہ فیصلہ ہے فلک ناز کو اپنانے کا اپنا بنانے کا...... قدموں کی آہٹ پہ اس نے سر اٹھایا۔

"تم......" حسن پہ نظر گئی۔

"تمہاری جرأت کیسے ہوئی کہ تم میری ڈائری کو......" اس پہ جھپٹا۔

"یہ تو مجھے ابھی نیچے سے......"

"جھوٹ مت بولو کیونکہ تمہاری آنکھیں جھوٹ کا ساتھ نہیں دے پاتیں۔"

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

٭......٭......٭

جب سے ڈائری پڑھی تھی عجیب سی جنگ دل و دماغ میں چھڑ چکی تھی دل نے پھر پہلے کی طرح اس کے نام کی مالا کو جپنا شروع کردیا تھا۔ دماغ نے ڈانٹا شاید اسے وہ اذیت یاد تھی جو اس نے اٹھائی تھی کتنا اجنبی لہجہ تھا۔ کیا وہ اس کو یاد رکھے ہوئے تھا۔ ہاں دل نے پرزور وکالت کی۔ دھوکہ ہے فریب ہے ایک بار پھر تم اسی جگہ سے زخم اٹھانا چاہتی ہو خود اذیتی کی انتہا ہے انا بگڑی جو چاہے سمجھ لو دل کا اطمینان قابل توجہ تھا پھر اب تک کے گریز کو ڈرامہ بازی سمجھوں انا نے طنزیہ کیا نہیں وہ بھی اٹل حقیقت تھی تم اس الزام کو بھول سکتے ہو میں نہیں۔ کچوکے تو مجھ پہ لگائے گئے تھے تمہیں کیا معلوم تم تو پسلیوں کی دیوار میں محفوظ ہو زخمی تو میں ہوئی کچلا تو میرا وجود گیا کتنی بے اعتباری تھی کتنی اجنبیت تھی۔

"تم سمجھتی ہو کہ میں پسلیوں کی دیوار میں محفوظ ہوں تو یہ تمہاری خام خیالی ہے تمہارے برابر ہی اذیت سہی نہ پوچھ کیا کیا طوفان اٹھے ہیں؟ غلطی بھی تو انسانوں سے ہی ہوتی ہے اور غلطیاں قابل معافی ہوتی ہیں۔"

"مگر درندوں کی نہیں۔"

"کیوں اتنا زہر اگل رہی ہو ہم سے تو محبت جیسا جذبہ زندہ سلامت ہے تمام حالات کو دیکھتے ہوئے فیصلہ وقت پہ چھوڑا جاسکتا ہے دماغ نے رائے دی۔" دلوں کی تکرار نے روح کو پریشان کردیا تھا آخر روح کا بھی ان دونوں جتنا نقصان ہوا تھا اذیت اس نے بھی اتنی ہی سہی تھی اس نے پوری سچائی سے جو خود کا احتساب کیا تو سوائے دل کے کوئی بھی حسن کا حامی نہیں تھا دماغ خاموش تھا تو انا کرلا رہی تھی روح حسب سابق خاموش تماشائی بنی ہوئی تھی اس نے انا کی مان لی تھی ہر اس راستے اور سوچ پہ پہرہ بٹھادیا تھا جس پہ حسن کے گزرنے کا گمان ہونے لگا تھا۔

٭......٭......٭

عجیب اذیت میں مبتلا تھی کبھی انا مقابل آجاتی اور کبھی دل...... ہاں دل ثابت قدمی سے حسن کے دفاع میں مصروف تھا۔ اتنا ضرور ہوا کہ اس کے رویے میں واضح فرق آگیا تھا وہ جو پہلے اس کی موجودگی میں کمرے میں پھٹکتی تک نہیں تھی اب اس کی موجودگی میں آجاتی...... اس نے بیڈ روم کی سیٹنگ نئے سرے سے کی حسن پچھلے چھ سات مہینے سے پہلے والی روٹین پہ آگیا آج گھر آیا تو حیران رہ گیا۔ بیڈ روم کی صفائی دیکھ کر دل خوش ہوگیا تھا۔ اس وقت خوشی کی انتہا نہیں تھی جب اس نے الماری کھولی تو سامنے اس کے تمام لباس دھلے ہوئے استری شدہ ہینگ تھے۔

"واہ...... زبردست۔" بے اختیار منہ سے نکلا تبھی وہ چلی آئی اسے ایک اور جھٹکا لگا تازہ گرم گرم کھانا ٹرے میں سجا ہوا تھا۔

"یا اللہ یہ کیا معجزہ ہے؟ فلک ناز یہ تم ہی ہو یا پھر کوئی بھوت پریت۔"

"کھانا کھالو جب میں تمہارے گھر میں رہ کے زندگی کی ہر نعمت سے لطف اٹھاتی ہوں اتنا تو کرسکتی ہوں کہ اس کی قیمت چکاسکوں۔ چونکہ آج کل میرے پاس روپیہ پیسہ تو نہیں ہے اس لیے۔"

"اوہ اب سمجھا۔" اس نے بے اختیار گہری سانس بھری۔

"بیوی ہو میری بیوی سے قیمت کیسی حق وصول کروں گا۔" انداز اور ارادے نے ایک پل میں مقام ادراک کروایا...... اب وہ کہہ کے پچھتائی تھی۔

"یہ میرا ہی حوصلہ ہے جو اتنے دن خود پہ غافل ہونے کا خول چڑھائے رکھا...... یہ تو سوچا ہی نہیں کہ قیمت وصول کرنا بھی ضروری ہے بس تمہارے معاملے میں خود پہ اختیار رکھنا میرے بس کی بات نہیں اب جبکہ تم میری دسترس میں ہو تب حجاب کی یہ خود ساختہ دیوار میں خود ہی گرادیتا ہوں۔" اس نے قدرے بے حجابانہ گفتگو پہ اس کے بدن میں چیونٹیاں رینگنے لگیں۔ سارا خون سمٹ کر چہرے پہ آگیا اتھل پتھل ہوتی سانس نے الگ قیامت مچائی ہوئی تھی۔

"پلیز حسن اب کسی بات پر بھی اعتبار نہیں رہا۔"

"فلک مجھے میری نظروں میں مت گراؤ۔" دھواں دھواں لہجے میں گویا ہوا۔ "کبھی میں نے تم سے شدید محبت کی تھی۔"

"الزام لگانے والے بھی تم تھے...... تمہیں یاد نہیں۔"

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

"ہاں میں نے تم پہ الزام لگایا کیونکہ میں تمہیں ان تمام الزامات سے بچانا چاہتا تھا جو غیروں کی زبان سے لگتے پھر میں نے خود کو سزا دی تھی جو کل تک میں بھگت رہا تھا۔"

"پھر اب یہ ڈرامہ......؟" اس نے ہونٹ بھینچے۔

"میں تم پہ ہرگز زبردستی نہ کرتا اگر میں عرفان سے براہ راست خود نہ ملتا وہ شخص تمہارے قابل ہی نہیں تھا اور ہاں تم میری محبت تھیں۔"

"خاک محبت تھی۔" وہ استہزائیہ بولی۔

"تم نہ مانو تو الگ بات ہے ورنہ آج تک میرا دیا ہوا لاکٹ کیوں پہنے رہی۔"

"اور تم میری دی ہوئی ڈائری......" بے ساختہ لبوں سے نکلا۔

"ہم دونوں اپنے اپنے دائرے میں مقید رہ کر بھی ایک دوسرے سے محبت کرتے رہے سچ ہے محبت اور چلتی ہوئی ہوا پہ کبھی بند نہیں باندھا جاسکتا ہماری لگن سچی تھی جو اللہ نے ہمیں پھر سے ایک کردیا۔"

❁......✿......❁
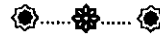
آج وہ دونوں نئے گھر میں شفٹ ہوئے تھے حالانکہ اس کی ضد تھی کہ وہ اپنے گھر میں رہے گی۔ لیکن اس کی حیرانگی دو چند ہوئی جب اس نے اس گھر میں اپنوں کو دیکھا جو خوش گپیوں میں مصروف تھے جونہی اس نے ہال میں قدم رکھا مبارک سلامت کا شور مچ گیا۔

"کتنی لکی ہے فلک تو اتنا پیارا گھر حسن نے تمہیں گفٹ دیا ہے کہ میں خود حیران رہ گئی۔ کتنی محبت کرتا ہے تم سے۔" ایک نظر ہال میں دوڑائی ہر چیز اس کی توقع سے بڑھ کر شاندار اور قیمتی تھی یوں لگ رہا تھا جیسے وہ ڈریم لینڈ میں آ گئی ہو۔ "بڑی بے مروت ہے کبھی بتایا ہی نہیں۔"

"بتاتی کیسے اسے تو معلوم ہی نہیں تھا تحفہ بتا کے تھوڑی دیا جاتا ہے۔" شکوہ کرتا ہوا وہ نجانے کیوں رکا تھا۔ فلک کی رسوائی تو اسے کبھی منظور ہی نہیں تھی تاہم پھر بھی نجانے کیوں وہ زندگی کا سب سے بڑا دکھ اسے ہی دے بیٹھا تھا لیکن اس نے کوئی رسپانس نہیں دیا۔

"تمہیں خوشی نہیں ہوئی۔" تبھی زوار چلا آیا۔

"بھائی......" وہ زوار کے سینے سے لگ کر رونے لگی۔

"بہت مبارک ہو نیا گھر...... نئی زندگی لڑاکا بلی اتنا پیارا تمہارا گھر ہے مجھے جتنے شکوے تھے حسن بھائی سے سب ختم ہوگئے ہیں بہت مطمئن ہوں۔"

"چغلیوں سے فرصت مل گئی ہو تو ہمیں بھی مل لینے دو۔" شرمین ہنس کر گویا ہوئیں۔ "ہر ایک چیز سے حسن بھائی کی محبت ٹپک رہی ہے۔ بیڈ روم دیکھا لگتا ہے جیسے پرستان کا حصہ ہو خوابوں کی دنیا جیسا بھولے بسرے افسانوں کی طرح اس دنیا کی حدوں سے ماورا تمہاری سوچوں کے عین مطابق۔" بے اختیار حسن کو دیکھا۔ جس کی آنکھوں میں چاہتوں کے ہزار دیپ روشن تھے لیکن وہ نظر چرا گئی۔

"فلک ایک بات کہوں......" آپی اس کے ساتھ کمرے کی طرف بڑھتی ہوئی بولیں، باقی سب لان میں حسن کے ساتھ بیٹھے تھے۔

"جی بالکل کہیے۔"

"کیا تم حسن کو معاف نہیں کرسکتی۔"

"کیا آپ وہ سب کچھ بھول سکتی ہیں، مجھے کسی کے رویے نے اتنا دکھ نہیں دیا جتنا حسن کی بے اعتباری نے۔ آپ کو وہ اذیت کیا معلوم جو میں نے سہی ہے اس کی زبان سے لگنے والے الزام نے مجھے میری نگاہ میں گرا دیا تھا۔"

"یہ بھی تو دیکھو زمانے بھر میں معتبر بھی تو اس نے کیا ہے سوچو اگر تمہاری شادی عرفان سے ہوجاتی تو یہی سماج تم پہ تھوتھو کرتا کیا تمہیں سوتن کہلوانا منظور تھا۔ کسی کے حق پہ ڈاکا ڈالتی کیا خوش رہ پاتی۔ ہرگز نہیں اس کی بیوی اور بچوں کی آہیں تمہیں زندگی بھر سکون لینے نہیں دیتیں یہاں یہ سکون تو ہے کہ حسن کی چاہت صرف تمہارے لیے ہے۔"

"وہ میرا ہے یہی بات مجھے تکلیف دیتی ہے۔"

"حسن تمہاری تقدیر تھا یہ بات تمہیں سمجھ میں کیوں نہیں آتی۔"

"میرے ساتھ ہی ایسا کیوں ہوا۔"

"اسے تقدیر کہتے ہیں حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ میں نے

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

اپنے ارادوں کے ٹوٹنے سے اللہ کو پہچانا تو تمہارے ساتھ جو کچھ بھی ہوا ہے یا ہو چکا ہے سب کچھ اللہ کی مرضی ہی سمجھو۔"

"آپ خوامخواہ میری وکالت کررہی ہیں اسے سمجھنا ہوتا تو اب تک سمجھ چکی ہوتی مسئلہ یہ ہے کہ وہ سمجھنا چاہتی ہی نہیں۔"

وہ نجانے کب وہاں آ گیا تھا وہ اس کو دیکھ کر رخ موڑ گئی۔

"مگر حسن یہ ٹھیک نہیں......"

"جو میں نے کہا وہی میرے ساتھ ہورہا ہے مجھے کسی سے کوئی شکوہ نہیں...... آپ دل برا مت کریں۔ میں اس میں بھی خوش ہوں کہ فلک مجھے مل چکی ہے آہستہ آہستہ سمجھ جائے گی اپنالے گی میری محبت کو سمجھ جائے گی میرے احساسات کچھ نہ کچھ تو مجھے بھی کفارہ ادا کرنا ہے اپنے کردہ گناہوں کا الزام تراشیوں کا۔"

"اللہ تمہیں ثابت قدم رکھے آمین۔"

"بس آپ میرے لیے دعا کریں۔"

"میری تو ہر دعا کا عنوان تم لوگوں کا سکھ اور خوشی ہے۔"

"انتہائی بدسلوکی کررہی ہو تم حسن کے ساتھ۔" زلیخا بیگم بھی کمرے میں چلی آئیں اپنی بیٹی فلک ناز سے وہ اچھی طرح واقف تھیں۔

"اس نے میرے ساتھ کیا کم کیا ہے۔" وہ چیخی۔

"اس نے کیا برا کیا ہے؟"

"آپ تو صرف نظر کریں گی آخر وہ آپ کا پیارا بھتیجا جو ہے۔"

"تم کون سی کم پیاری ہو۔"

"پھوپو اس سے پوچھیں میں نے آج تک اس سے کیا برا سلوک کیا؟" پہلی دفعہ تھا کہ حسن کے لبوں پہ شکوہ خودبخود آیا تھا۔

"ہاں بتاؤ تمہارا خیال نہیں رکھتا' تمہیں ضروریات زندگی سے محروم رکھتا ہے۔"

"کسی چیز سے محروم نہیں رکھتا۔"

"تو پھر تمہیں کیا تکلیف ہے۔"

"بس مجھے اس کے ساتھ نہیں رہنا مجھے اس سے علیحدگی......"

"کیا؟" دوسرے ہی لمحے زلیخا بیگم کا زناٹے دار تھپڑ اس کے گال پہ پڑا وہ چکرا کر رہ گئی۔

"نہیں رہنا مجھے اس کے ساتھ۔ اب میں کورٹ جاؤں گی۔ خلع کا دعویٰ کروں گی۔ دیکھیے گا آپ۔" وہ غصہ سے کہتی رو دی۔

"تو پھر میرا مرا ہوا منہ دیکھنا۔"

"مجھے کچھ نہیں سننا۔" وہ چلائی۔

"چلو یہاں سے نکلو ہمیں نہیں اس کے گھر میں رکنا۔" زلیخا بیگم غصہ میں کمرے سے نکل گئیں وہ گھٹنوں میں منہ دے کر رونے لگی حسن کچھ دیر اسے دیکھتا رہا پھر پھپھو کو رخصت کرنے باہر آ گیا تھا۔ انہیں رخصت کرکے آیا تو وہ کمرے سے غائب تھی۔ ادھر ادھر دیکھا کہیں نہ ملی۔ کہاں جاسکتی ہے وہ اسے ڈھونڈتا ہوا چھت پر آیا۔

"تم یہاں......"

"بیڈروم میں چلو۔" ہاتھ پکڑ کر گھسیٹا۔

"یہ کیا کررہے ہو؟" وہ اس کے تیوروں سے گھبرا اٹھی۔

"تمہاری خلع کا جواب دینے جارہا ہوں پھر تم چاہے تو ہائی کورٹ اور چاہے تو سپریم کورٹ چلی جانا مجھے کوئی اعتراض نہیں ہوگا۔"

"پلیز حسن...... حسن......" وہ چیخی مگر ہر فریاد بےکار چلی گئی کیونکہ وہ کچھ سننا ہی نہیں چاہتا تھا۔

❁......❁......❁

زلیخا بیگم کی پریشانی حد سے سوا تھی کب سے وہ ایک پوزیشن پہ بیٹھی تھیں۔

"بیگم میں جانتا ہوں کہ پریشانی والی بات ہے جس نے مجھے بھی پریشان کررکھا ہے لیکن اتنی بھی پریشانی اچھی نہیں ہے تسلی رکھو۔"

"مجھے لگتا ہے کہ ہم نے فلک اور حسن کے ساتھ زبردستی کرکے اچھا نہیں کیا۔"

"فلک سے زبردستی تو میری سمجھ میں آتی ہے مگر حسن......"

"حالانکہ یہ سب کچھ حسن کی ایما پہ ہوا ہے میرا خیال ہے زبردستی تو حسن کے ساتھ ہوئی ہے اگر فلک نہیں مانتی تو ہمیں

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

اس پہ دباؤ نہیں ڈالنا چاہیے تھا کیا فائدہ ہوا وہ ابھی تک اس رشتے کو قبول نہیں کررہی۔"

"یہی بات تو مجھے پریشان کررہی ہے۔"

"اس میں حسن کا بھی قصور ہے۔ کیوں ڈھیل دی ہے اپنا آپ اس سے منوالے۔"

"مگر کس طرح اس نے اپنے دل کا ہر راستہ بند کرلیا ہے کہیں ایسا نہ ہو کہ......"

"کچھ نہیں ہوتا اللہ بہتر کرے گا۔" انہوں نے تسلی دی......

مگر دل کی حالت دگرگوں تھی ٹینشن حد سے سوا تھی۔ یک دم نجانے کیا ہوا وہ اپنا وزن برقرار نہ رکھ سکیں ایک طرف کو ڈھے گئیں۔

"بیگم...... بیگم......" وہ چلائے گھر کے سب افراد دوڑ آئے۔

"کیا ہوا بابا؟"

"بیٹا اپنی ماں کو دیکھو جلدی سے زوار کو بلاؤ۔" شرمین نے روتے ہوئے زوار کا نمبر ملایا۔ وہ دوڑا چلا آیا۔

"بھیا امی کو......" تسکین روتے ہوئے اس سے لپٹ گئی۔

"کچھ نہیں ہوتا امی کو۔" تھوڑی دیر میں ایمرجنسی روم میں موجود تھے انہیں ایمرجنسی میں لایا گیا تھا۔ ٹریٹمنٹ شروع ہوچکی تھی۔ رو رو کر زرنین کا برا حال تھا شرمین نے مصلیٰ سنبھالا ہوا تھا تابندہ الگ بیٹھی ہوئی تھی۔ آپی خود کو کنٹرول کیے سب کو تسلیاں دے رہی تھیں۔ دو گھنٹے کے صبر آزما انتظار کے بعد ایمرجنسی کا دروازہ کھلا۔

"سب ٹھیک تو ہے ناں ڈاکٹر صاحب۔"

"شکر ہے آپ وقت پہ آگئے ورنہ نروس بریک ڈاؤن ہوجاتا۔"

"شکر ہے اللہ کا۔" زوار سجدے میں گر گیا جبکہ محمود صاحب گھر آگئے اور بیٹوں کو ماں کی طبیعت بحالی کی خبر دی۔ سب نے ہی شکر ادا کیا۔ شرمین زرمین تسکین اور تابندہ کو سینے سے لگا کر پیار کیا۔

"ارے کسی نے فلک کو بھی اطلاع دی ہے یا نہیں۔"

"جلدی اطلاع دو ورنہ وہ ہمارا کورٹ مارشل کردے گی۔"

"ابھی فون کرتی ہوں۔" آپی نے نمبر ملایا۔ دوسری طرف سے فون پک کرلیا گیا۔

"تابندہ بات کررہی ہوں۔" آپی کی آواز بھرائی ہوئی تھی۔

"خیریت۔" کسی انہونی کے ہونے سے اس کا دل کانپا۔

"فلک امی کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے فوری پہنچو......" ادھر سے فون کٹ چکا تھا۔

رو رو کر اس کی آنکھیں سوج چکی تھیں ایک سے بڑھ کر ایک برا خیال آرہا تھا اس نے بڑی کوشش کی کہ حسن کا نمبر ٹرائی ہوجائے مگر بے سود رات کے ساڑھے گیارہ ہوچکے تھے جب حسن کی آمد ہوئی۔

"کہاں تھے تم......؟" وہ اس پر چڑھ دوڑی۔

"کیا ہوا خیریت تو ہے۔" اس کی سرخ روئی روئی آنکھوں پہ نگاہ گئی تو وہ پریشان ہوا تھا۔

"حسن...... امی...... امی اسپتال سے......" بے ربط سا جملہ نکلا۔

"کیا ہوا پھوپو کو؟" اس نے بامشکل تمام صورت حال بتائی تو وہ اسے ساتھ لیے پھوپو کے گھر آگیا۔ وہ خود بھی اس صورت حال سے پریشان ہوگیا تھا۔ گھر میں بھی سب لوگ جاگ کر پھوپو کے لیے دعا کررہے تھے۔

طبیعت سنبھل گئی تھی اس لیے زوار ماں کو گھر لے آیا تھا لیکن اس وقت وہ دواؤں کے زیر اثر سو رہی تھیں فلک ناز ان کے پیروں کے پاس بیٹھ گئی تھی وہ امی کی طبیعت کا ذمہ دار خود کو سمجھ رہی تھی۔ اس لیے مسلسل روئے جارہی تھی سب اسے تسلیاں دے رہے تھے۔

"اب تو طبیعت بہتر ہے بیٹا دواؤں کے زیر اثر سو رہی ہیں صبح تک ہوش آجائے گا۔"

"لیکن ابو یہ سب میری وجہ سے ہوا ہے ناں۔" وہ دل گرفتگی سے بولی۔

"بیٹا ہر بات کو خود سے یا کسی اور سے منسوب مت کرو ورنہ زندگی مشکل ہوجائے گی بھول جاؤ سب۔" انہوں نے اس کے سر پر ہاتھ رکھ کر اسے اٹھنے کا اشارہ کیا...... وہ وہیں ماں کے

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

پیروں کے پاس بیٹھی رہی اور اپنا سر بھی ان کے پیروں پر ٹکا دیا تھا۔

صبح کی سپیدی ابھی پوری طرح نہیں پھیلی تھی جب زلیخا بیگم کو ہوش آیا' فلک ناز پاؤں سے لپٹی ہوئی سو رہی تھی جبکہ بائیں طرف حسن ان کا ہاتھ تھامے بیٹھا تھا۔ محمود صاحب نماز و وظیفے سے فارغ ہوکر اب تسبیح کر رہے تھے۔

"شکر ہے بیگم...... آپ کو ہوش تو آیا ورنہ کل سے تو قیامت ہی آئی ہوئی تھی۔"

"فلک کو اٹھائیں یہاں سے۔"

"جانتی تو ہو کہ یونہی دیوانی ہوجاتی ہے۔ سوئی رہنے دو ابھی تو آنکھ لگی ہے رات بھر کی جاگی ہوئی ہے۔"

"شکر آپ کو ہوش تو آیا۔ اللہ میری عمر آپ کو لگا دے۔"

"اللہ نہ کرے تم جیو ہزاروں سال میرے بھائی کا گھر آباد رہے۔ ایک تم ہی تو ہو جس کی وجہ سے میکے کا بھرم قائم ہے ورنہ کون ہے۔"

"امی آپ ٹھیک تو ہیں۔" لیکن انہوں نے رخ پھیر لیا۔ باتوں کی آواز سے اس کی آنکھ کھل گئی تھی۔

"امی پلیز......!"

"تم اٹھو اور دفع ہوجاؤ یہاں سے۔ نافرمان بیٹی کے لیے میرے گھر میں کوئی جگہ نہیں......" پتھریلے لہجے اور بے حس انداز پہ اس کی آنکھیں بھرآئیں۔

"مگر میں نے کیا کیا ہے۔"

"یہ پوچھو کیا نہیں کیا میں نے تمہیں بیاہا تھا گھر آباد کرنے کے لیے لیکن تم نے گھر آباد کرنا تو درکنار اسے گھر سمجھا ہی نہیں۔ میں سمجھتی رہی کہ معمولی ضد ہے ختم ہوجائے گی آہستہ آہستہ تمام حقیقت واضح ہوجائے گی لیکن تم نے رشتوں کو اہمیت دینی چھوڑ دی آنکھیں اور عقل کا استعمال نہیں کیا۔ ایک الزام کی زد میں آکر ہر احساس کا خاتمہ کردیا اب جبکہ تم......"

"امی اس نے میری ذات اور اعتبار کے ٹکڑے ٹکڑے کردیئے تھے۔ مجھے سارا زمانہ الزام دیتا مگر یہ نہیں میں سب کچھ سہ جاتی لیکن اس کی طرف سے ملے الزام نے مجھے مار دیا اور مجھے زمانے کی نگاہ میں ذلیل کردیا۔"

"اب زمانے کی نگاہ میں محترم بھی تو اس نے کیا ہے سوچو اگر اس دن تم اس کلمو ہے کے ساتھ رخصت ہوجاتی تو ساری زندگی ایک چور کی بیوی بن کر رہ جاتی' تمہارا اپنا آپ ختم ہوجاتا۔ وہی دنیا تمہیں ایک چور اور ڈاکو کی بیوی کہتی بددعائیں دیتی اور مزید یہ کہ اس کی بیوی اور بچوں کی آہیں کیا تم خوش رہ پاتی...... نہیں ناں۔" سب حسن کے طرف دار تھے وہ اکیلی کتنی مخالفت کرسکتی تھی۔ بہرحال حسن ایک ناصح بن کر آیا تھا لٹیرا نہیں اور یہ تو وہ بھی جانتی تھی کہ وہ کس قدر نفس پہ قابو رکھنے والا شخص تھا کتنی پروا کرتا تھا آج تک کبھی بھی اس کے برے رویے کے جواب میں برا رویہ نہیں اپنایا تھا۔

"تو میں کیا سمجھوں کہ تم نے نافرمانی کی ہر حد پار کرلی ہے۔" زلیخا بیگم اس کے چہرے پہ بکھری کشمکش دیکھ چکی تھیں حسن کو انہوں نے اشارہ کردیا کہ وہ خاموش رہے وہ اٹھی اور باہر نکل گئی۔

⁂......⁂......⁂

دو دن وہ عارف والا رہی تھی۔ ہر کوئی حسن کی تعریف کررہا تھا سب ان کی جوڑی کو سراہ رہے تھے۔

"فلکو تمہارا گھر تو بہت پیارا ہے میرا تو دل ہی نہیں کررہا تھا آنے کو۔ لڑا کا بلی تو مقدر کی سکندر نکلی محبت کرنے والا شوہر' سچ میرے تو تمام شکوے دھل چکے ہیں مگر یہ لڑکی ناقدری نکلی۔" زوار تاسف سے بولا۔

"کچھ تم بھی تو کہو۔" لیکن وہ خاموش ہی رہی وہ جو دور بیٹھا ان کو دیکھ رہا تھا فلک کے پہلوتہی کرنے پہ مسکرا اٹھا تبھی موبائل کی بیل ہوئی۔ مودت کا نمبر دیکھ کر چونکا۔

"یار وقت بہت کم ہے کچھ ضروری باتیں ہیں جو کسی نے تم سے کہنی ہیں۔" عجلت میں کہہ کے کال کاٹ دی۔ وہ سن کر شاکڈ رہ گیا۔

"اچھا پھوپو اجازت دیں۔ چلو فلک۔" اسے اشارہ کیا تو وہ چپ چاپ ساتھ ہولی۔ شاید وہ ماں کی نافرمان بیٹی نہیں کہلوانا چاہتی تھی۔

"حسن تم ٹھیک تو ہو۔" اسے آنکھیں بھرتے دیکھ کر دل پسیجا۔

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

''نہیں میرا لاشعور کسی انہونی کا پتہ دے رہا ہے۔ مجھے کئی دنوں سے یوں لگ رہا ہے جیسے میرا وجود خالی سا ہوگیا ہے۔ میری ذات مجھ سے بچھڑتی جارہی ہے کہیں کچھ ہوکر رہے گا یہی احساس میری روح پہ عذاب کی طرح مسلط ہے اللہ خیر کرے۔'' تبھی ایک بار پھر بیل ہونے لگی جلدی سے ریسیو کیا۔

''یار کہاں ہو؟ سیدھے اسپتال آجاؤ۔'' دس منٹ کی ڈرائیو کے بعد وہ اسپتال میں تھے۔ مودت بے چینی سے اس کی راہ دیکھ رہا تھا۔

''کیا ہوا؟'' بے تابی سے دریافت کیا۔

''یار حوصلہ کرنا۔''

''مجھے بتاتے کیوں نہیں۔'' اس نے جھنجوڑا۔

''احسن بھائی......''

''کیا ہوا انہیں۔'' وہ چلایا۔

''وہ اب ہم میں نہیں صبح ان کا زبردست ایکسیڈنٹ ہوا احسن بھائی اور بچے تو موقع پہ دم توڑ گئے جبکہ بھابی آخری سانسوں کے درمیان تمہارا انتظار کررہی ہیں۔'' اس پر یک دم آسمان آگرا تھا۔ اسے اپنا آپ سنگلاخ چٹان کی طرح محسوس ہورہا تھا۔

''حسن وقت بہت کم ہے جلدی آؤ۔'' وہ عقاب کی تیزی سے دوڑا پیچھے فلک ناز تھی۔

''کیسے ہوا بھابی یہ سب؟'' وہ خود پہ اختیار نہ رکھ سکا۔

''فلک ناز مجھے معاف کردو میں مجرم ہوں تمہاری۔ احساس گناہ مجھے چین سے مرنے بھی نہیں دے رہا۔ حسن وہ الزام جھوٹا تھا۔ میں نے خود اسے کمرے میں بند کرکے کنڈی لگائی تھی۔'' بے ربط سانسوں کے ساتھ بمشکل جملہ پورا کیا۔

''میں خود غرض ہوگئی تھی بہن کی محبت کی پٹی آنکھوں پہ بندھی ہوئی تھی۔''

''لیکن آپ نے کس کے کہنے پہ یہ سب کیا۔''

''تمہاری ماں کے......'' مچلتے ہوئے سوال کو موت کو ترستی آنکھوں نے پڑھ لیا تھا۔

''تمہاری ماں کی زلیخا پھوپو سے دشمنی۔ پلیز معاف کردو......'' ہاتھ جوڑے۔ شکستہ سی نگاہ فلک پہ ڈالی۔ اس کا دل کٹ کر رہ گیا۔

''میں نے آپ کو معاف کیا۔'' فلک بلک کر رودی۔

''میں نے بھی۔'' وہ آہستہ سے بڑبڑایا۔ ادھر ان کی گردن ڈھلک چکی تھی' جوان احسن بھائی' بھابی اور بچے یہ تو اس نے کبھی سوچا ہی نہیں تھا کہ اس طرح بھی ہوسکتا ہے۔

''آپ انہیں لے جاسکتے ہیں۔'' کارروائی پوری ہونے کے بعد انہیں لاشیں لے جانے کی اجازت مل گئی۔ ایمبولینس کی آواز پر عذرا بیگم تیزی سے باہر نکلی۔

''احسن بھائی' بھابی اور بچے سب موت کی آغوش میں چلے گئے۔'' حسن نے ٹوٹے لہجے میں بتایا۔

''کیا؟''

''یہ دیکھیں۔'' اس نے کپڑا ہٹایا۔ نیچے ترتیب وار زندگی سے عاری چہروں پہ نظر گئی تو وہ دماغی توازن کھو بیٹھیں۔

''دیکھو لوگوں دیکھو میرا خاندان میری ہی بے حسی اور خود غرضی کا شکار ہوگیا ہے۔ یہ احسن کو دیکھو مجھے کہہ کے گیا تھا کہ ابھی حسن سے مل کے آتا ہوں۔ یہ میرے پوتا پوتی آج اپنی چچی سے ملنے گئے تھے۔ اور یہ میری بہو آج اعتراف گناہ کرنے جارہی تھی اس نے میرے کہنے پہ الزام لگایا تھا میں نے اس کی بہن کا لالچ دیا تھا۔ میرے کیے ہوئے گناہ میرے ہی سامنے آگئے۔ زلیخا...... زلیخا کہاں ہے کوئی اسے لاؤ...... کوئی اسے بتاؤ کہ احتساب کا عمل کیا ہوتا ہے؟ آکر دیکھے کہ کرنی کا پھل کیسے ملتا ہے دیکھو وہ آسمان پہ بیٹھا ہوا اللہ کسی کو کیسے بے گناہ ثابت کرتا ہے۔''

''آج آپ کو ہوش آیا ہے جب سب کچھ ختم ہوگیا۔''

''ہاں میں مجرم ہوں تمہاری۔ میں نے ہی بے حسی کا درس دیا تھا میں بلیک میلر ہوں۔ میں نے ہمیشہ غرض کو اپنا رب مانا۔ میں بھول گئی کہ دولت کے آجانے سے کوئی انسان کیسے حقیر ہوجاتا ہے۔ میں نے ہی زلیخا کا ہر در بند کیا تھا اس گھر سے۔'' وہ باہر کو دوڑیں۔ پیچھے حسن لیکن وہ اعتراف جرم کرتی بھاگی جارہی تھیں کہ سب کچھ ان کے گناہوں کی بوئی ہوئی فصل تھی۔

''چھوڑو مجھے ورنہ......'' حسن نے ان کا ہاتھ پکڑ کر انہیں

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

سنبھالنے کی ناکام کوشش کی مگر وہ اپنا ہاتھ چھڑا کر حسن کو دھکا دے کر خود تیز رفتار بس کے آگے آگئیں جس کے تصادم سے ان کے ٹکڑے ہوگئے بالآخر مجرم اپنے انجام کو پہنچ گئے۔

❁......❁......❁

"آج سارے گناہ گار اپنے انجام کو پہنچ چکے ہیں پھوپو۔" تدفین کے بعد وہ پھوپو کے گلے لگ کے دھاڑیں مار مار کر رو رہا تھا۔

"حسن اللہ گواہ ہے میں نے ماضی میں ہونے والی حق تلفیوں پہ کبھی بددعا نہیں کی مجھے اس گھر سے الزام لگا کے نکالا گیا حالانکہ محمود صاحب سے شادی تمہارے باپ اور دادا کی ایما پہ ہوئی تھی۔ میرا قصور یہ تھا کہ میں اپنا گھر بچانے کے لیے بغیر بتائے اپنے شوہر کے ساتھ گئی تھی جس کی وجہ سے انہوں نے مجھے گھر سے بھاگی ہوئی لڑکی مشہور کردیا۔"

"لیکن پھوپو یہ دشمنی کیوں......؟"

"حسن...... میری شادی وٹے سٹے پر ہونا تھی لیکن تمہارے ماموں نشئی تھے۔ بڑی دیر تک یہ راز ہم سے چھپا کر رکھا گیا۔ جب اباجی کو پتہ چلا تو انہوں نے رشتہ توڑ دیا بس تب کی گرہ بھابی کے دل میں تھی پھر کوئی ایسا موقع نہیں تھا جب انہوں نے مجھ پہ الزام نہ لگایا ہو میری مخالفت نہ کی ہو۔ وہ مجھے طلاق دلوا کر اپنے بھائی کے ساتھ شادی کرانا چاہتی تھی لیکن محمود کے ساتھ میکے سے چلی گئی اس لیے مشہور کردیا کہ میں نے بھاگ کر شادی کی اس کے باوجود میں نے بھائی کا گھر نہیں چھوڑا جب تک بھائی صاحب زندہ رہے بھابی کو جرأت نہ ہوئی مجھے گھر سے نکالنے کی جونہی ان کی آنکھیں بند ہوئیں بھابی نے کھل کر مخالفت شروع کردی اور اسی مخالفت کی زد میں تم اور فلک بھی آگئے۔ جس کا خمیازہ تم دونوں بھگت رہے ہو...... تمہارا فلک کی طرف جھکاؤ دیکھا تو ایک بار پھر انہوں نے میرے سامنے دامن پھیلایا۔ میں نے تو انکار کردیا لیکن تمہارے پھوپا جی نے اس رشتے کے لیے ہاں کہہ دی اس سے پہلے کہ یہ رشتہ انجام تک پہنچ کر کامیاب ہوتا لیکن اس بار چال تو چلی گئی تھی مگر بندوق اس بار کسی اور کے کندھے پہ رکھ کے چلائی گئی تھی۔" وہ تو حیران رہ گیا تھا پھوپو کی باتیں سن کر اتنا دھوکہ اتنا فراڈ یہ اس کی ماں تھی۔

حالات بدلے تھے لیکن دونوں ہنوز سکوت کی چادر اوڑھے اپنے اپنے دائرے میں مقید مشین کی طرح روزمرہ کے کاموں کو انجام دیئے جارہے تھے۔

❁......❁......❁

اتنا بڑا حادثہ اتنا بڑا نقصان ایسا تو اس نے کبھی نہیں سوچا تھا۔ کاغذات اس کے سامنے پھینکے۔

"کیا ہے یہ سب کچھ۔"

"گھر تمہارے نام ہیں بینک میں جتنا بھی روپیہ ہے سب تمہارے لیے۔ تم چونکہ میرے ساتھ نہیں رہنا چاہتی اس لیے میں نے فیصلہ کرلیا ہے کہ......"

"کیا......!" وہ بھونچکارہ گئی۔

"ہاں میں خود کو ناقابل برداشت بوجھ نہیں بنا سکتا اور مجرمانہ انداز میں زندہ رہ نہیں سکتا۔ اس لیے میں نے فیصلہ کیا ہے کہ تمہیں تمہارے حال پر چھوڑ دوں۔ چونکہ تمہاری مرضی بھی یہی ہے میں خود دبئی شفٹ ہورہا ہوں۔" وہ جو اس کے سامنے اعتراف محبت کرنے آئی تھی حیران رہ گئی۔ وہ تو اس کے ساتھ رہ کے اپنی ذات مکمل کرنا چاہتی تھی وہ چاہتی تھی کہ برباد گھر پھر سے آباد ہو۔ اس نے تو اسی دن حسن کو معاف کردیا تھا جس دن ڈائری پڑھی تھی یا جس دن بھابی نے اعتراف گناہ کیا تھا یا پھر جس دن مامی نے غائب دماغی حالت میں جان گنوائی تھی۔ وہ تو بتانا چاہتی تھی کہ آج بھی حسن کی محبت اسے اس طرح جگائے رکھتی ہے جس طرح کبھی وہ اولین دنوں میں جاگی تھی آج بھی حسن کے نام کا احساس اس کے دل میں چٹکیاں لے کر اسے مسکرانے پہ مجبور کردیتا ہے۔

وہ تو اسے بتانا چاہتی تھی کہ عورت تمام عمر اس کی بن کر رہنا پسند کرتی ہے جو اس کے جذبات واحساسات اور خیالات میں نقب لگاتا ہے اور اسے چاہ کر اس کی ذات کو معتبر کردیتا ہے لیکن اس نے کیا کیا...... ایک بند لفافہ پھینکا طلاق یک دم اسے ہوش آیا۔

"تم سمجھتے کیا ہو خود کو ہر دفعہ تم جیسا چاہو ویسا ہوگا نہیں مسٹر حسن میں یہ داغ لے کر زندہ تو رہ جاؤں گی مگر میری ماں نہیں

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

جس نے میکے کو پھر سے آباد کرنے کا خواب دیکھا ہے۔" اس نے آؤ دیکھا نہ تاؤ نازک کرسٹل کا گلدان دیوار پہ دے مارا جو چھناکے سے زمین پہ گر کر چکنا چور ہوگیا۔ اس سے پہلے کہ وہ خود کو نقصان پہنچاتی حسن نے اس کی کلائی مروڑی۔

"حد ہوتی ہے جذباتی پن کی تمہیں سے کس نے کہا کہ میں تمہیں طلاق دے رہا ہوں۔"

"تو پھر یہ کیا ہے۔" وہ ہذیانی انداز میں چلائی۔

"کبھی دماغ استعمال کرنے کی ضرورت کی ہے تم نے؟"

"طلاق نہیں تو پھر کیا ہے۔"

"محترمہ دبئی کے ٹکٹ ہیں۔"

"تو کیا تم دبئی جارہے ہو۔" اسے حیرت نے آلیا۔

"بالکل ہمیشہ کے لیے اتنا دکھ دیکھ کر اس شہر میں زندہ رہنا ناممکن ہے۔" لیکن اسے تو کچھ سنائی نہیں دے رہا تھا۔

"اگر تم سمجھ رہے ہو کہ میں اپنے حق سے دستبردار ہوجاؤں گی تو یہ غلطی ہے تمہاری۔ مسٹر حسن میری بھی سیٹ بک کرواؤ ورنہ نہ تم جاؤ گے اور نہ ہی میں تمہیں جانے دوں گی۔"

"کس حیثیت سے ساتھ جاؤ گی۔"

"بڑی جلدی بھول گئے میری حیثیت۔"

"تم بتاؤ میں تمہارے منہ سے سننا چاہتا ہوں۔"

"محبوبہ اور بیوی کی حیثیت سے جسے تم ڈنکے کی چوٹ پہ بیاہ کے لائے تھے۔"

"ڈنکے کی چوٹ پہ نہیں پستول کی زد پہ۔" وہ اس کی آنکھوں کی شرارت پڑھ ہی نہ سکی۔

"ٹھیک ہے تو جاؤ انا کی موت مجھے بھی گوارا نہیں۔" وہ باہر نکلی۔

"سنو بیوی تم نے یہ کیسے سوچ لیا کہ میں اکیلا جارہا ہوں، تمہارے بغیر میں اب مر بھی نہیں سکتا۔"

"پلیز حسن ایسا مت کہو۔ محبت کے چھن جانے سے زیادہ دکھ محبت کے مرجانے کا ہوتا ہے اور میں چاہتی ہوں میری محبت پہلے کی طرح میرے حصار میں رہے۔ میرے آس پاس۔" آنسو ضبط کیے وہ پلٹی۔

"ابھی کہاں......" حسن نے ہاتھ پکڑ کر ہلکا سا جھٹکا دیا۔

"ابھی تو ہمیں وصل کی شب کا لطف لینا ہے۔"

"دیکھو حسن اپنی حد میں......"

"خبردار آج اگر حد کا لفظ کہا۔ آج تو مجھے تمہاری کھینچی ہوئی ہر حد فاصل کو توڑنا ہے...... تمہیں محبت کا احساس بخشنا ہے۔ مگر تم ہو کہ......!"

"پلیز مجھے یقین آگیا۔" وہ اس کی شوخیوں کے آگے ہمیشہ ہار جاتی تھی سو آج بھی ہار گئی۔

"بڑی بے مروت ہو۔"

"اچھا بابا معاف کردو۔" اس نے کان پکڑے۔

"وعدہ کرو کبھی بھی مجھ سے ناراض نہیں ہوگی۔"

"جب تم کام ایسے کرو گے تو میں ضرور ناراض ہوں گی بلکہ لڑ کر امی کے گھر چلی جاؤں گی اور تم لینے بھی آؤ گے تو......" بے اختیار حسن نے اس کے منہ پہ ہاتھ رکھ دیا۔

"پلیز یہ مت کہو میں اب تم سے دور نہیں رہ سکتا۔"

"رہ تو میں بھی نہیں سکتی۔" وہ کھڑکی میں آ کھڑی ہوئی جہاں روپہلی محبت کا پہلا چاند اپنی تابناکی پھیلا رہا تھا۔

"محبت کا وجود قربانی سے بنا ہے کبھی اسے رشتوں کی قربانی دینا پڑتی ہے اور کبھی خود اپنی ذات کی اور کبھی اس کی جس کے بنا ایک لمحہ جینا بھی موت کے مترادف لگتا ہے۔" محبت صرف لینے کا نام نہیں دینے کا بھی نام ہے۔" وہ ترکی بہ ترکی بولی۔

یہی وجہ ہے کہ دور ہونے کے باوجود اپنی اپنی ذات کے حصار میں مقید رہ کے بھی ایک دوجے سے محبت کرتے رہے اور خود سے جڑے لوگوں سے بھی۔ غرض ہمیشہ ہار جاتی ہے محبت ہمیشہ ہی جیت جاتی ہے بڑا ہی الگ سا فلسفہ ہے۔ اس محبت کا بس ایک حرف مکرر ہے محبت جو اگر کسی کی ذات پہ کھل جائے تو پھر وہ خودی کے راز سے آشنا ہو جاتا ہے۔

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

مونا شاہ

ماہ صیام رحمت و مغفرت کا عندیہ لے کر زمین پر اترا تھا‘ آسمان کے دروازے زمین باسیوں کے لیے وا ہو چکے تھے۔ ہر جاندار اور بے جان شے مناقب خداوندی میں مصروف عمل تھی‘ کچے فرش پر پانی کا چھڑکاؤ کر کے مریم نے اینٹوں کی دیواروں سے پھوٹتی تپش پر قدغن لگانے کی سعی کی تھی۔ آج رمضان المبارک کا پہلا روزہ تھا شدید حبس اور دہکتے سورج کی بے تابیوں نے ہر شے کو اپنے شکنجے میں جکڑا ہوا تھا۔

عمر نے نیم باز آنکھوں سے دیوار گیر گھڑی کی جانب دیکھا پھر نظروں کو پھیر کر شکستہ دروازے کو تکا‘ ابا کے آنے کا انتظار اس کی آنکھوں میں ہلکے سے آب کی صورت میں جھلملانے لگا‘ ابھی صرف دو بجے تھے اور انتظار ختم ہونے کے لیے پانچ گھنٹے درکار تھے۔ گھر گھر کرتا دہائیاں دیتا قدیم پنکھا بے دم ہونے کے قریب تھا۔

”لگتا ہے یہ پنکھا بھی آخری سانسیں لے رہا ہے۔“ بے بسی سے اس نے آنکھیں موندیں۔

ساتھ ہی بان کی چارپائی پر لیٹی آٹھ سالہ لائبہ بھی کروٹیں بدل رہی تھی‘ مریم نے دروازہ بھیڑ کر پردہ ڈال دیا‘ روشنی کی اندر آنے کی کوشش دروازے نے پوری نہ ہونے دی اور وہ بند کواڑوں سے ٹکریں مارتی واپسی لوٹ گئی۔ اس نے اپنا سوتی دوپٹہ پانی میں بھگو کر نچوڑا اور عمر کے پاس چلی آئی‘ دوپٹہ کھول کر اس پر ڈالا تو ہلکی سی ٹھنڈک محسوس کر کے اس نے آنکھیں کھول دیں۔

”میرا لعل......“ بالوں میں انگلیاں پھیرتے ہوئے اس نے پکارا‘ گرمی کے باعث پسینہ بالوں میں بھی پھوٹ پڑا تھا۔

”اماں......“ اس مری ہوئی آواز میں کیا کچھ پنہاں نہ تھا‘ بے بسی‘ ضبط کی کوشش اور انتظار کی آس۔

”نہ میرا بیٹا نہ‘ کوئی سوال نہیں۔ صبر اور استقلال پر قائم رکھنا ہے‘ رب تعالیٰ سے دعا کرو اس کی عبادت کرو‘ میرے بیٹے نے اتنا سارا وقت بھی تو گزارا ہے نا‘ یہ تھوڑا سا ٹائم بھی گزر جائے گا۔ تسبیح پڑھو‘ درود پاک کا ورد کرو پتا بھی نہیں چلے گا وقت کا‘ میرا بچہ صبر و شکر کا پیکر ہے۔ برداشت کرنا خوب جانتا ہے نا۔“ وہ اس کے بھوک‘ پیاس کے سوال سے پہلے ہی اس کے ذہن سے اس سوال کو مٹا گئی‘ صبح سے اب تک وہ کتنی بار ناصح کا کردار ادا کر چکی تھی۔

رمضان کی افادیت اور دین اسلام کے مختلف قصے سنا کر وہ اسے روزے کی اہمیت مع صبر و شکر ازبر کروانے میں کامران ٹھہری تھی۔ گیارہ سال کی عمر میں رکھا گیا یہ پہلا روزہ عمر کے لیے بہت کٹھن تھا مگر اسے سہل بنانے کی مریم نے پوری کوشش کی تھی۔ اس کی

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

پیشانی پر اپنا محبت بھرا لمس رکھتے ہوئے اس نے اللہ تعالیٰ سے اپنے بیٹے کی ہمت کے لیے دعا مانگی تھی۔

❀......❀......❀

شیشے سے بنے قصر پر آفتاب کی روشنی باقی گھروں کی طرح مساوی ہی پڑ رہی تھی مگر اثر الٹ تھا۔ بصری حد تک روشنی شیشے سے منعکس ہو کر خوب صورت تاثر پیش کر رہی تھی اور گھر کے اندر بھی اے سی کی ٹھنڈک سورج کی جلن زدہ تپش کو مات دیئے ہوئے تھی۔ ساریہ حیدر نے ریموٹ اٹھا کر اے سی کی اسپیڈ بڑھائی اور مراش کے پاس چلی آئی۔

''کتنی گرمی ہے توبہ' بیٹا آپ کو گرمی تو نہیں لگ رہی؟''

''مما...... مجھے پیاس لگی ہے اور بھوک بھی' ٹائم دیکھیں آپ ابھی کتنا سارا وقت باقی ہے روزہ کھلنے میں۔'' غصہ سے منہ پھلائے وہ بے صبری سے بولا۔

''او میری جان' آپ ایسا کرو ٹی وی دیکھ لو پھر اس کے بعد اپنی فیورٹ گیمز کھیل لینا۔'' اس نے اٹھ کر دیوار میں نصب ایل ای ڈی کا بٹن آن کیا اور ریموٹ مراش کے ہاتھوں میں تھما دیا۔

مسلسل چار گھنٹے ٹی وی کی اسکرین پر چلتے پھرتے' ہنستے گاتے وجود اسے محظوظ کرتے رہے' تھک کر کب نیند کا جھونکا آیا اور اسے وہیں بے خبر کر گیا۔ عصر کی اذان نے بہت صدائیں دیں مگر ''حی علی الصلاۃ'' کی تکرار سنگ مرمر اور شیشے سے بنی دیواروں کے گرد گھوم کر خاموشی سے مراجعت کی راہ ناپ گئی۔ مراش کی روزہ کشائی کے لیے افطار پارٹی پورے اہتمام سے جاری تھی تو نگری کا دکھاوا ایسا تھا کہ لوگ منہ و ماتھے پر انگلیاں دھر کے رہ گئے۔ بے بہا رزق نے آنکھوں کو پھیلا دیا تھا' بڑی شان سے کرسی پر بیٹھے مراش سے پندرہ منٹ کا انتظار کرنا محال تھا بالآخر انتظار کم شروع ہوا اور ختم ہو گیا۔

مختلف اسکوائش اور شیکس حلق سے اتارنے کے بعد ساریہ نے اسے فروٹ چاٹ تھمائی تو وہ سیخ پا ہو گیا۔

''مجھے نہیں کھانی یہ' آئس کریم دو۔'' چاکلیٹ فلیور آئس کریم کو دیکھ کر وہ کرسی سے اٹھ کھڑا ہوا۔

''مما آپ کو پتا ہے مجھے ٹوٹی فروٹی فلیور پسند ہے پھر یہ اٹھا لائی ہیں آپ۔''

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

''حیدر آپ کو کہا بھی تھا میں نے کہ اس کی پسند کی چیز کا آرڈر دیں۔'' قطار در قطار رکھے مختلف انواع کے کھانوں کی جانب نظر اٹھا کر دیکھتی سارہ یہ شوہر پر برہم ہوئی۔

''یار میں نے آرڈر دیا تھا اب عین ٹائم پر مجھے کال کر کے انہوں نے بتایا کہ وہ آرڈر پر نہیں بنا پائے' رش بہت تھا اس لیے میں نے یہ منگوالی۔'' حیدر نے بے چارگی سے بتایا۔

''مجھے کچھ نہیں کھانا۔'' کرسی کو ٹھوکر مارتا وہ ففتھ گریڈ کا بچہ پورے گھر کو بوکھلا گیا۔

❁ ...... ❁ ...... ❁

''دستر خوان لگ گیا ہے عمر بیٹا' آجاؤ اب۔''
قرآن پاک کی تلاوت کرتے عمر نے بہت احترام سے قرآن کو جزدان میں لپیٹا اور باہر آگیا جہاں مریم لال شربت کا جگ چٹائی پر رکھ رہی تھی معاً لکڑی کا دروازہ بجا اور حسن اپنی ریڑھی کو گھسیٹتا اندر داخل ہوا' شیشے' کنگھی' ربڑ' لاسٹک تا پس سے بھری ریڑھی کو دیوار سے لگانے کے بعد وہ حزیں چہرے پر آئے پسینہ کو کاندھے پر دھرے رومال سے پونچھتا ان کی جانب بڑھا۔ دن بھر کی تھکن اس کی رفتار کو دھیما کر گئی تھی' عمر نے آس کا دیا بجھتا پایا اور بائیں ہاتھ میں لٹکے شاپر کو دیکھا جس میں محض چند فروٹ تھے۔

''کیا ہوا فروٹ چاٹ نہیں لائے عمر کے لیے۔'' مریم نے پریشانی سے پوچھا تو الجھے بکھرے بالوں والا جھکا سر نفی میں ہلا۔

''میں دیر سے پہنچا تو فروٹ چاٹ ختم ہوگئی تھی اور کہیں آس پاس بھی نہیں تھی۔'' نہایت مدھم ٹوٹے لہجہ میں کہی گئی بات پر عمر نے ماں کی گلابی چنری کو مٹھی میں بھینچا اور مریم کو لگا جیسے یہ دوپٹہ نہیں بلکہ اس کا دل تھا جو ہاتھوں میں مسل دیا گیا ہو۔

اپنے بیٹے کی پہلے روزہ پر کی گئی ایک چھوٹی سی فرمائش بھی وہ پوری کرنے سے قاصر رہا تھا' شدید ملامت اسے بچھو کی مانند کاٹ رہی تھی۔

''کوئی بات نہیں ابا' آج نہیں ملی تو کل مل جائے گی' آپ جلدی چلے جانا ابھی ہم دعا مانگ لیتے ہیں۔ روزہ کھلنے میں دس منٹ ہیں' اماں کہتی ہیں اللہ کو یہ وقت بہت پسند ہے جب بندہ سب کچھ سامنے ہوتے ہوئے بھی اس کی اجازت کے بنا ایک دانہ بھی منہ میں نہیں ڈال سکتا۔'' خشک پپڑی زدہ لبوں سے ادا ہوتے برداشت وفہم میں لپٹے جملے حسن کی آنکھیں ڈبڈبا گئے۔

''میرا بچہ' میرا بیٹا......'' اس نے تڑپ کر اسے بازوؤں میں بھینچ کر سینے سے لگالیا' دولڑتے بھڑتے آنسو گال پر آ گرے۔

ان آنسوؤں میں تشکرات کی آمیزش تھی' مریم نے نفی میں سر ہلا کر اسے رونے سے باز رکھا تو وہ آنسو رگڑنے لگا۔ دستر خوان پر دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے وہ اپنی شریک حیات کا شکر گزار تھا اور اپنے رب کا بھی' جس نے صبر اور شکر جیسی صفات بذریعہ ہدایت انہیں عطا کیں۔

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

غزل

زندگی اب اذیت ہے مجھے
تیرے ملنے کی ضرورت ہے مجھے
تم سے ملنے کی تمنا آج کل
اب بھی پہلی سی محبت ہے مجھے
تم نے سوچا ہی نہیں ہے جان جاں
تیرے در سے اب بھی نسبت ہے مجھے
وقت کی رفتار مجھ میں رہ گئی
اب بچھڑنے کی ندامت ہے مجھے
وصل کے ہر ایک موسم میں کبھی
اس نے لکھا تھا فراغت ہے مجھے
جاتے جاتے اس نے نازش یہ کہا
پھول چہروں سے محبت ہے مجھے

نبیلہ نازش راؤ......اوکاڑا

بھوک اور پیاس کا تذکرہ کرنے یا دہائیاں دینے سے روزے کا مقصد فوت ہوجاتا ہے اور اس کے بچہ کے دل میں ذہن میں روزے کی اہمیت اور رمضان کے فضائل نقش تھے یہ اس کے لیے اعزاز کی بات تھی کہ رب نے اسے متقی بیوی کے ساتھ ساتھ سمجھ دار اولاد سے بھی نوازا تھا۔

روزے کا مطلب صرف یہی نہیں ہوتا کہ کھانا' پینا ترک کردیا جائے' اس کا ایک حصول تقویٰ بھی ہے یعنی گناہوں سے بچا جائے مگر بعض بے جان روزہ کی پیروی کرتے ہیں' جب گناہ ہی ترک نہ ہو تو روزہ بے جان ہی ہوا۔ مع شکر روزہ افطار کرنے کے بعد عمر اور حسن نے فوراً مسجد کا رخ کیا جب کہ مریم اور لائبہ نے گھر پر ہی نماز کا اہتمام کیا۔

دوسری جانب روٹھے مراش کو منانے کے بعد حیدر اسے باہر لے گیا تھا' مغرب کی نماز کی کیا اہمیت جب باقی نمازوں کی جانب توجہ نہیں' نمائش کی خواہش تو پوری ہو ہی چکی تھی۔ بچا کھچا رزق کچرا دان میں الٹا جا چکا تھا پھر کون سی فکر رہ گئی تھی۔

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

قسط نمبر 4

نائلہ طارق

﴿گزشتہ قسط کا خلاصہ﴾

بھوکے کتے رجاب کو زخمی حالت میں دیکھ کر اس کی طرف بڑھتے ہیں مگر عین اسی وقت راسب وہاں پہنچ کر رجاب کو اسپتال لے کر جاتا ہے ساتھ ہی اس وقت کو کوستا ہے جب اس نے رجاب کو حاذق کے ساتھ آؤٹنگ پر بھیجا تھا پولیس کیس ہونے کی بنا پر رجاب کو فوری اسپتال میں ایڈمٹ نہیں کیا جاتا جس پر ندا اپنے کزن کو فون کرتی ہے جو کرائم برانچ میں ہوتا ہے اس کے کہنے پر رجاب کو آپریشن تھیٹر میں لے جایا جاتا ہے تب تک حاذق کے والدین بھی پہنچ جاتے ہیں راسب ان کو اپنے عتاب کا نشانہ بناتا ہے۔ صبغہ (زرکاش کی ماں) نئے گھر میں شفٹ ہوجاتی ہے اب اس کا ارادہ اپنی بیٹی شزا کی شادی کرنے کا ہوتا ہے لیکن زرکاش شادی میں رائمہ اور دراج کو بھی بلانا چاہتا ہے جس پر گھر کے باقی افراد کے ساتھ صبغہ بھی انکاری ہوجاتی ہے۔ ہاسٹل میں دراج کی طبیعت خراب ہوجاتی ہے تب وارڈن زرکاش کو فون کرتی دراج کی خراب طبیعت کا بتاتی ہے زرکاش کا پروگرام صبغہ کے ساتھ بازار جانے کا ہوتا ہے لیکن وہ دوسرے دن پرٹالتا دراج کو اسپتال لے آتا ہے تب دراج زرکاش سے شادی کا کہتی اسے حیران کرجاتی ہے زرکاش اس کی بات کو بچپنا سمجھ کر اسے پڑھنے کا کہتا ہے۔ وہ عرش کی ماں شازمہ سے ملنے آتی ہے اور ان کے پہچان لینے پر حیران ہوتی ہے تب اسے شازمہ سے ہی ان کے حالات کا پتا چلتا ہے ساتھ ہی عرش کے جھوٹ کا بھی کہ اس نے اپنی ماں کو گیراج میں کام کرنے کا بتایا ہوتا ہے شازمہ کو وہ لڑکی پسند آتی ہے شازمہ اسے دوبارہ بھی آنے کا کہتی ہے تب ہی اس کے جانے کے بعد عرش کمرے میں آتا ہے تو شازمہ اسے گھر جانے کا کہتی ہے جس پر وہ کچھ دن بعد گھر لے جانے کی ہامی بھرتا ہے۔ دراج زرکاش سے ناراض ہوجاتی ہے اور رائمہ کے کہنے پر بھی اس کے سامنے نہیں آتی ہے۔ جس پر زرکاش کچھ دیر اس کا انتظار کرتا وہاں سے چلا جاتا ہے تب دراج کو اپنی غلطی کا احساس ہوتا ہے اور وہ اسے فون کرتی محبت جتاتی معذرت کرتی ہے لیکن جلد شادی پر بھی زور دیتی ہے۔ راسب حاذق کے والدین سے حاذق کے بارے میں پوچھتا ہے جس پر وہ اس کی گھر میں موجودگی کا بتاتے ہیں راسب کو اس کی بے حسی پر طیش آتا ہے جس پر ندا راسب کو سمجھاتی ہے اور تایا تائی سے حاذق کو اسپتال بھیجنے کا کہتی ہے رجاب کے سر سے خون زیادہ بہہ گیا تھا جس کی وجہ سے وہ زندگی وموت کے درمیان کھڑی تھی راسب اس کی طرف سے بہت فکر مند ہوتا ہے۔

﴿اب آگے پڑھیے﴾

○......❁......○

''تم......'' اس کا ہاتھ جھٹکتی وہ حیرت و صدمے سے اور کچھ بول ہی نہیں سکی تھی۔

''دیکھو! میں جانتا ہوں کہ مجھے یہاں نہیں آنا چاہیے تھا لیکن میں اور کیا کرتا...... تم نے تو شاید قسم کھا رکھی ہے میری شکل نہ دیکھنے کی جبکہ مجھے تم سے بہت ضروری بات کرنی ہے......''

''عرش! تم فوراً جاؤ یہاں سے...... کسی نے تمہیں دیکھ لیا تو...... کیوں مجھے مشکل میں ڈال رہے ہو......'' شدید

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

بدحواسی میں وہ دبی آواز میں چیخی۔
"فکر نہ کرو میں بہت محتاط رہ کر یہاں تک آیا ہوں' کسی نے مجھے نہیں دیکھا...... میں صرف تمہیں بلانے آیا ہوں' تم آرہی ہو تو میں ابھی چلا جاؤں گا۔"
"نہیں آؤں گی تو کیا یہیں ڈیرہ ڈال کر بیٹھ جاؤ گے؟ تم فوراً جاؤ یہاں سے......" وہ شدید ناراضی سے بولی۔
"پہلی بار تمہارے گھر آیا ہوں' چائے پانی کو تو پوچھو پہلے......"
"تمہیں تو میں......" تلملا کر اس نے بیلن اٹھایا۔ "اس حلیے میں تم چھیل چھبیلے بلا بنے یہاں آ گئے۔"
"جا رہا ہوں...... جا رہا ہوں۔" عرش دبی آواز میں ہنستا پیچھے ہٹا۔ "میں تمہارا انتظار کر رہا ہوں' جلدی آنا۔" پلٹ کر باہر کی طرف جاتا وہ ایک پل کو رکا' دوسری جانب وہ بے یقینی سے عرش کو دیکھتی رہی تھی جو اس کی سوئی ہوئی ماں کے پیروں کے پاس پنجوں کے بل بیٹھا تھا' دھیرے سے ان کے پیروں کو پکڑتا وہ چند لمحوں تک ان کے چہرے کو دیکھتا رہا اور پھر سرعت سے اٹھتا کسی بھی جانب دیکھے بغیر کھلے دروازے سے باہر نکل گیا' تیزی سے دروازے کے باہر آتی وہ کچھ پُرسکون ہوئی تھی۔ اس کے چلے جانے کا اطمینان کرنے کے بعد نم بالوں میں جلدی جلدی دو چار بل ڈال کر سوئٹر پہنا اور گرم چادر اٹھالی تھی' دماغ اس کا مسلسل ماؤف تھا' خوف وغصہ یا کچھ اور' جو بھی تھا پر اسے عرش سے اس جرأت کی توقع نہیں تھی۔ پول سے برستی تیز روشنی میں عرش نے بغور اس کے ماتھے پر نمایاں بل اور ناگوار تاثرات دیکھے۔
"کیا بات کہنی تھی تمہیں؟" حسب توقع اس کا لہجہ اکھڑا ہوا ہی تھا۔
"میں جانتا ہوں تمہیں میری حرکت بہت بری لگی ہے' میں اپنی وجہ سے تمہیں مزید کسی مشکل میں ڈالنے کا سوچ بھی نہیں سکتا...... بے فکر رہو' میں آئندہ کبھی اس حد تک نہیں جاؤں گا۔ یہ میرے لیے شرمندگی کا باعث ہے کہ تم میری وجہ سے کسی ڈر' خوف یا پریشانی میں مبتلا ہو۔" اس کے سنجیدہ لب ولہجے پر وہ خاموش ہی رہی۔
"دو دن سے کہاں غائب تھیں؟ میں پریشان ہو گیا تھا تمہارے لیے ورنہ شاید اس حد تک نہ جاتا۔" عرش نے سنجیدگی سے کہا۔
"سنو...... میں انسان ہوں کوئی جانور نہیں کہ جسے تم جب چاہو گے دھتکار دو گے' جب چاہو گے پاس بلا لو گے۔" اس کے تیز لہجے پر عرش ایک پل کو خاموش ہوا۔
"میری مجبوری سے واقف ہونے کے باوجود تم نے جانے انجانے میں میرے زخموں کو کرید ڈالا تھا...... یہ مجھ سے برداشت نہیں ہو سکا' لیکن میں واقعی شرمندہ ہوں اور تم سے معافی مانگتا ہوں' میری وجہ سے تمہاری دل آزاری ہوئی۔"
"جانے دو اس بات کو تم مجھے وہ بات بتاؤ جس کے لیے بلایا ہے۔" اس بار وہ تجسس زدہ لہجے میں بولی۔
"بتاتا ہوں' ایک منٹ......" وہ بولتے ہوئے نیچے جھکا۔ حیرت سے وہ عرش کو دیکھ رہی تھی جس کے ہاتھ میں ایک چھوٹا سا سرخ مخملی کیس اور کیس میں ایک خوبصورت سی انگوٹھی جگمگا رہی تھی۔
"یہ ماما نے تمہارے لیے بھیجی ہے' ان کو اس بات کا بہت قلق تھا کہ تم پہلی بار ان سے ملنے گئیں اور وہ تمہیں کوئی تحفہ بھی نہ دے سکیں' میں نے ان سے کہا تھا کہ وہ خود یہ تمہیں دیں مگر ان کو یہ خدشہ تھا کہ تم ان کے ہاتھ سے یہ تحفہ لینے میں تکلف کرو گی' ان کو جلدی بھی تھی یہ تم تک پہنچانے کی اس لیے ان کی تاکید پر میں دو دن سے یہ تحفہ ساتھ لیے گھومتا رہا تھا۔" اس کے حیران چہرے کو دیکھتا اس نے بتایا۔

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

''جانتی ہو یہ انگوٹھی ماما کو بہت عزیز ہے کیونکہ یہ پاپا نے ان کو شادی پر تحفے میں دی تھی' ماما کو پورا یقین ہے کہ تم اس کو زیادہ سنبھال کر رکھو گی۔''

''عرش......! میں ان کی محبت اور اس تحفے کے لیے دل سے مشکور ہوں لیکن میں یہ نہیں لے سکتی' یہ بہت قیمتی ہے اور میں اس کے لائق نہیں۔'' وہ کچھ پریشان ہو کر تذبذب سے بولی۔

''یہ ماما بہتر جانتی ہیں کہ تم کس لائق ہو' میں یہ تحفہ تم تک پہنچا کر ان کی خواہش پوری کرنا چاہتا تھا......تم نہیں لینا چاہتی تو میں مجبور نہیں کروں گا' ماما کو دکھ تو بہت ہوگا لیکن میں ان کو سمجھا دوں گا۔'' عرش کے بجھے بجھے لہجے نے اسے نادم کر دیا۔

''میں ان کو کوئی دکھ نہیں دے سکتی اور پھر اتنا پیارا تحفہ' اتنی پیاری ہستی کی طرف سے ملنا میرے لیے بہت خوشی اور فخر کی بات ہے۔'' کہتے ہوئے اس نے عرش سے مخملی کیس لے کر بغور دمکتی ہوئی انگوٹھی کو دیکھا۔

''یہ بہت خوب صورت ہے' زندگی میں پہلی بار مجھے ایسا کوئی تحفہ ملا ہے۔ تم ماما سے کہنا میں بہت خوش ہوں یہ تحفہ پا کر......میں خود آؤں گی ان کا شکریہ ادا کرنے۔'' اس کے خوش گوار انداز پر عرش نے سر ہلایا۔ ''لیکن عرش تم اندازہ کر سکتے ہو کہ ابھی میرے لیے مشکل ہوگا اس انگوٹھی کی حفاظت کرنا' ذرق کو اگر بھنک بھی لگ گئی کہ میرے پاس زیور ہے تو وہ ہاتھ صاف کر جائے گا۔''

''پھر......؟'' اس کی تشویش پر عرش نے سوالیہ نظروں سے دیکھا۔

''تم بطور امانت یہ انگوٹھی اپنے پاس رکھ لو مگر ماما کو مت بتانا کہ اسے میں نے تمہارے پاس رکھوایا ہے' اس کے لیے میں تمہارے علاوہ اور کسی پر بھروسہ نہیں کر سکتی۔'' اس کے التجائی لہجے پر عرش نے پُرسوچ انداز میں اثبات میں سر ہلا دیا۔

''ٹھیک ہے' یہ میرے پاس تمہاری امانت ہے' میں ماما تک تمہارا پیغام بھی پہنچا دوں گا۔'' وہ بولا اور پھر مخملی کیس کو واپس اپنے بیگ میں رکھ لیا۔

''ماما کی طبیعت اب کیسی ہے؟'' اس نے پوچھا۔

''کیا کہوں' تم سے جھوٹ بولوں یا خود کو دلاسہ دوں؟'' اس نے بوجھل لہجے میں کہا۔

''حالات جب بدلیں گے تو پتہ بھی نہیں چلے گا' وقت ہمیشہ ایک سا نہیں رہتا' تمہیں ہمت بالکل نہیں ہارنی......''

اس کی تاکید پر عرش گہری سانس لیتا آسمان پر نظریں دوڑانے لگا' چند لمحوں تک وہ اسے دیکھتی رہی' پھر اس کی نظروں کے تعاقب میں آسمان کی جانب دیکھا جہاں کہیں' کہیں ستارے ٹمٹما رہے تھے۔

''تم آسمان کی طرف کیا دیکھتے رہتے ہو......؟'' اس کے حیرانی سے کیے گئے سوال پر وہ دھیرے سے ہنسا۔

''شاید تم خود نہیں جانتی کہ تم نے کتنا گہرا سوال کیا ہے۔'' وہ مسکراتی نظروں سے اسے دیکھتا ہوا بولا۔ ''پتہ ہے کبھی کبھی تم مجھے ایک گہرے راز کی طرح لگتی ہو' کبھی بالکل خاموش گہرے سمندر کی طرح اور کبھی صحرا کی چاندنی رات کی طرح......کبھی دل چاہتا ہے کہ ایک ایک پل تمہارے قریب گزاروں' تمہیں سمجھوں' یہ جانوں کہ تم کس قسم کی مخلوق ہو' کس طرح کٹھنائیوں کا تنہا مقابلہ کرتے ہوئے بھی اتنی زندہ دل ہو۔'' بغور اسے دیکھتا وہ بولا۔

''اور میں سوچتی ہوں کہ ہم دونوں دو مختلف دنیا کی مخلوق ہیں' ہمارے درمیان بس ایک قدر مشترک ہے کہ ہم دونوں کو ہی حالات نے وقت سے پہلے بوڑھا کر دیا ہے۔'' وہ پھیکی سی مسکراہٹ کے ساتھ بولی۔

''میں اب شدت سے انتظار کروں گا اس وقت کا جب حالات بدلیں گے اور ہم جوان ہوں گے۔'' عرش مسکراتی

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

نظروں سے اسے دیکھتا بولا۔
''آج تمہاری امی سے مل کر بہت اچھا لگا' وہ تم سے بھی زیادہ اچھی ہیں۔'' عرش کے یک دم کہنے پر وہ مسکرانے کی کوشش کرتی دل میں اٹھتے درد کو چہرے پر ابھرنے سے نہیں روک سکی تھی۔ جبکہ عرش چونک کر فوراً ہی اس کے مقابل آیا تھا۔
''مجھے ہمت دیتی ہو اور خود اس طرح رو کر اپنے آپ کو کمزور ثابت کررہی ہو...... ابھی تم نے ہی تو کہا تھا کہ وقت ایک سا نہیں رہتا۔'' کچھ بے چین ہوتا وہ اسے تسلی دینے کی کوشش کررہا تھا جو بے دردی سے آنکھیں رگڑتی اس کی جانب نہیں دیکھ سکی تھی۔
''میں سمجھ سکتا ہوں' دن رات تم کس اذیت کو سہہ کر زندگی گزار رہی ہو یہ مجھ سے بہتر کون جان سکتا ہے۔''
''پتہ نہیں...... اب سمجھ نہیں آتا کہ سب کچھ ٹھیک ہونے کی امید رکھوں یا سب کچھ بدل جانے کی دعا کروں...... کبھی کبھی یوں بھی تو ہوتا ہے کہ سب کچھ ٹھیک نہیں ہوتا' بس سب کچھ بدل جاتا ہے' وقت بھی اور حالات بھی۔'' وہ بھیگے لہجے میں بولی۔
''ذرق سے کوئی امید رکھنا بیکار ہے' امی کے وجود کا آسرا اور سہارا ہے مگر ان کی بگڑتی صحت اور ختم ہوتی حسیں یہ دھڑکا لگائے رکھتی ہیں کہ وہ نہ رہیں تو میرا کیا ہوگا...... کس طرح زندہ رہوں گی؟''
''جو معاملات ہمارے بس میں نہیں ان کے بارے میں سوچ کر بھی ان معاملات کے اختیارات ہمارے ہاتھ میں نہیں آجاتے...... میں تمہیں کوئی جھوٹی تسلی تو نہیں دوں گا' ہاں یہ یقین رکھو کہ جب بھی ایسا ہوا کہ تمہارے اردگرد کوئی نہیں تو ایسے میں سوچ لینا کہ صرف ایک میں ہی ہوں جو کبھی تمہیں تنہا نہیں چھوڑوں گا۔'' اس کے یقین دلانے والے انداز پر وہ مسکرائی۔
''کب تک ساتھ دو گے؟ ایک صرف انسانیت کے علاوہ میرے اور تمہارے درمیان کوئی رشتہ بھی تو نہیں......''
''تم کہتی ہو کہ وقت اور حالات نے ہمیں اکٹھا کردیا...... تو وقت اور حالات جس ہستی کے تابع ہیں' اسی ہستی کی رضا سے ہمارے درمیان کوئی رشتہ بھی قائم ہوجائے گا...... ہمارے ملنے میں اس کی کوئی تو مصلحت یقیناً ہے۔'' عرش کے کہنے پر اس نے اثبات میں سر ہلایا۔
''مجھے خوشی ہورہی ہے یہ دیکھ کر کہ تمہیں اللہ پر بہت یقین ہے' گناہ گار تو ہم بہت ہیں لیکن دعا ہے کہ اللہ کو ہماری یہی ادا پسند آجائے۔'' وہ سنجیدہ سی مسکراہٹ کے ساتھ بولی۔

مجھے تجسس و تحقیق کی نہیں عادت
مجھے خدا پہ یونہی اعتبار ہے ساقی

عرش نے مسکراتی نظروں سے اسے دیکھتے ہوئے شعر پڑھا۔

○......❀......○
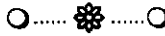
''ان ماں بیٹیوں کو طور طریقے معلوم نہیں ہیں کیا......؟ اٹھا کر کارڈ بیٹے کے ہاتھ بھیج دیا...... اور آپ نے بھی خاموشی سے لے لیا' دو چار سنائی تھیں' اپنے زرکاش بھائی کو اب آپ اپنے سسرال والوں کے ساتھ ہیں' ذرا ناک اونچی رکھیں' آپ کو تو شرکت ہی نہیں کرنی چاہیے شنذرا کی شادی میں۔'' فون پر وہ رائمہ پر برہم ہورہی تھی۔
''اب اس بات کو لے کر بیٹھی رہتی کہ انویٹیشن زرکاش بھائی کے ہاتھ بھیجا گیا تو میرے سسرال میں سب کو پتہ چل جائے گا کہ تائی امی سے ہمارے تعلقات کیسے ہیں' انہوں نے کارڈ بھیج دیا' یہی بڑی بات ہے اور جہاں تک شادی

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

میں شرکت کرنے کی بات ہے تو ظاہر ہے میرے لیے زرکاش بھائی اور ان کی خوشی اہم ہے میں ان کی خوشی میں شرکت کرنے جارہی ہوں فرض کرو اگر میں بھی تمہاری طرح ڈیڑھ انچ کی مسجد بنا کر بیٹھ جاؤں تو یہاں اسد اور باقی سب کے سوالوں کا سامنا کیسے کروں گی......''

''بس رہنے دیں آپ کے سسرال میں بھی سب کو خبر ہے کہ تائی امی اور ان کی اولادوں کے دماغ کتنے خراب ہیں کوئی زبان سے کچھ کہتا نہیں وہ الگ بات ہے آپ کی شادی کے دن سے لے کر آج تک مروتاً بھی تائی امی نے آپ کی خیر خبر تک نہیں لی اور بڑی بن کر بیٹھی ہیں۔'' وہ ناگواری سے بولی۔

''مجھے زرکاش بھائی پوچھ لیتے ہیں میرے لیے وہی کافی ہے۔'' رائمہ فوراً بولی۔

''ان کی تو بات ہی نہ کریں ایک نمبر کے دوغلے انسان ہیں سیاست میں ہوتے تو اگلے پچھلے سب سیاستدانوں کو پیچھے چھوڑ چکے ہوتے۔ جب ان کو پتہ ہے کہ نہ میں ان کی بہن کی شادی میں شرکت کروں گی نہ ہی ان کے گھر والے میری شکل دیکھنا چاہتے ہیں تو کیوں کہہ گئے آپ سے کہ دراج کو بھی ساتھ لانا...... جاتی ہے میری جوتی۔''

''فضول مت بولو یہاں سب کے سامنے تو ان کو ایسا ہی کہنا تھا۔''

''اسی لیے تو کہتی ہوں دوغلے ہیں وہ۔'' وہ درمیان میں بولی۔

''پھر وہی بات...... میری فون پر ان سے تفصیلی بات ہوئی ہے تمہارے انکار کے باوجود وہ یہ چاہتے ہیں کہ تم بھی شادی میں شرکت کرو ان کو اپنے گھر والوں سے امید نہیں مگر ہم سے ہے کہ ہم ان کی بات کو اہمیت دیں گے کیا یہ اہم نہیں۔'' رائمہ نے سمجھانے والے انداز میں پوچھا۔

''آپ تو چپ ہی رہیں اپنی تائی امی کے گلے لگ کر مبارک باد دیجیے گا اور ان کی ملنساری کے مصنوعی ڈرامے دیکھیے گا سب کے سامنے۔''

''تم سے تو بحث کرنا ہی بیکار ہے میں جارہی ہوں اب سب تیار بیٹھے ہیں۔''

''سنیں تو...... آپ نے کون سا ڈریس پہنا ہے؟''

''وہی گرین ساڑھی جو ربیعہ بھابی نے مجھے گفٹ کی تھی تمہیں بھی بہت پسند آئی تھی۔'' رائمہ نے بتایا۔

''ہائے بجیا...... اس ساڑھی میں تو آپ قیامت لگ رہی ہوں گی اسد بھائی نے دیکھا آپ کو؟''

''ظاہر ہے سب سے پہلے انہوں نے ہی دیکھا اب کوئی فضول سوال مت کرنا۔'' اس کے تجسس پر ہنستے ہوئے رائمہ نے خبردار کیا۔

''میں واپس آکر تمہیں فون پر شادی کا سارا احوال بتاؤں گی جلدی مت سوجانا۔''

''مجھے کوئی دلچسپی نہیں احوال جاننے میں لیکن پھر بھی میں انتظار کروں گی۔ اب جائیں آپ۔'' وہ کوفت سے بولی۔

کوئی پانچ منٹ ہی گزرے ہوں گے وہ کالج کا یونیفارم پریس کرنے کے لیے اٹھی تھی کہ تب ہی زرکاش کی آمد کی اطلاع نے اسے حیران کردیا۔

''اللہ...... آپ تو غضب ڈھارہے ہیں آج...... بہت بہت مبارک ہو......'' خوش گوار انداز میں بولتے ہوئے اس نے قریب آکر زرکاش کے گریبان سے رخسار مس کرتے ہوئے مبارک باد دی۔ ''بہت خوش نظر آرہے ہیں...... نظر نہ لگے بس۔'' اس کے چہکنے پر زرکاش کی مسکراہٹ گہری ہوئی۔

''یہ خوشی اور بڑھ جاتی اگر ایک ضدی لڑکی بھی میری خوشی میں شامل ہوتی۔'' زرکاش نے شکایتی لہجے میں کہا۔

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

''میں آپ کے ساتھ بھی ہوں اور آپ کی خوشی میں خوش بھی......''

''مگر یہ سب کو نظر بھی تو آنا چاہیے' عجیب مشکل میں پھنس گیا ہوں میں۔''

''اب چھوڑیں اس بات کو' اتنی خوشی کے موقع پر اتنا سنجیدہ ہونے کی ضرورت نہیں اور یہ آپ تقریب چھوڑ کر یہاں کیسے پہنچ گئے؟'' وہ بات بدلنے کے لیے سوال کرگئی۔

''یہاں اس لیے آگیا کہ میں تمہاری کمی کو بہت محسوس کررہا تھا...... آج ابو' چچا جان اور چچی جان سب کو بہت بہت مس کررہا ہوں میں...... سب کے درمیان دل گھبرایا تو سب کچھ چھوڑ چھاڑ کے یہاں آگیا۔'' اس کے تھکے تھکے لہجے پر دراج خود بھی یک دم آزردہ سی ہوتی اس کے سینے سے سر لگائے آنسو ضبط نہیں کرسکی۔

''دراج...... ایم سوری' میں یہاں تمہیں رلانے نہیں آیا تھا' اب رونا بند کرو۔'' دراج سر کو تھپتھپاتے ہوئے وہ بولا۔

''نہیں...... آپ کی وجہ سے نہیں' سچ کہوں تو مجھے بھی آج ان سب کی بہت یاد آرہی تھی۔'' اپنے آنسو ضبط کرتی وہ بھرائے لہجے میں بولی۔

''ہم ان کو بھول بھی نہیں سکتے کبھی' آج ہم ان کی وجہ سے ہیں' وہ سب ہمارے دل میں زندہ ہیں اور ہمیشہ رہیں گے۔'' زرکاش بوجھل لہجے میں بولا۔

''آپ تایا ابو کے بارے میں مجھ سے باتیں کیا کریں' آپ سے زیادہ میں ان کے قریب رہی ہوں' ایسا کوئی دن نہیں گزرتا تھا جب ان کی باتوں میں آپ کا ذکر نہ آتا ہو۔'' وہ ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ بولی۔

''ہاں...... ویسے بھی میں تمہاری بیکار باتیں سن سن کر پک چکا ہوں' اب تم سے ابو کی ہی باتیں کروں گا۔'' اس کے غیر سنجیدہ انداز پر وہ دھیرے سے ہنس دی۔

''تم نے ٹھیک کہا تھا دراج...... تمہیں سب کے قریب کرنے کی خواہش کا اظہار ہی بھاری پڑ گیا مجھے...... شنزا اور شیراز ابھی تک مجھ سے کھنچے کھنچے سے ہیں...... نادان ہیں دونوں اور کہا بھی کیا جاسکتا ہے۔'' اپنے بہن بھائی کی طرف سے زرکاش کے لہجے میں چھپی مایوسی نے دراج کو اندر ہی اندر سرشار کردیا تھا۔

''میں ہوں یا کوئی اور سب کے پاس آپ جیسا بڑا دل نہیں ہوسکتا...... میری وجہ سے آپ کسی کو مجبور نہ کریں' میں آپ کو افسردہ نہیں دیکھ سکتی۔'' لوہا گرم دیکھ کر اس نے موقع نہیں گنوایا۔

''دراج...... تم مجھ سے لاکھ چھپاؤ لیکن میں جانتا ہوں تمہیں دکھ پہنچا ہے' میں وعدہ کرتا ہوں کہ ازالہ کروں گا اور کرتا رہوں گا بس میری طرف سے بدگمان مت ہونا۔'' دھیرے سے اس کے سر پر ہاتھ رکھتا وہ گھمبیر لہجے میں بولا۔

''بالکل نہیں۔'' دراج نے مسکراتے ہوئے اس کا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں تھاما۔ ''اب خوش نظر آئیں' اتنی بڑی خوشی کا وقت ہے یہ' ابھی آگے آپ کے گھر میں اور بھی شادیاں ہوں گی' ان میں' میں ضرور آؤں گی اور آپ کی شادی تو میرے بغیر ہو ہی نہیں سکتی۔'' وہ شرارتی انداز میں بولی۔

''بخش دو مجھے' جانے کہاں سے میرے پیچھے لگ گئی یہ چڑیل...... چھوڑو میرا ہاتھ۔'' زرکاش کے گھرکنے پر کھلکھلاتے ہوئے اس نے اور مضبوطی سے ہاتھ پکڑ لیا تھا' تب ہی زرکاش کے فون پر امان کی کال آگئی' اس کے اشارے پر دراج نے اپنی آواز بند ہی رکھی تھی۔

''امان سب کو لے کر پہنچ رہا ہے' راستے میں ہیں ابھی۔'' فون سے فارغ ہوتا وہ بتا رہا تھا۔

''تو آپ بھی جلدی پہنچیں' تقریب میں' سب ڈھونڈ رہے ہوں گے آپ کو...... چلیں میں آپ کو گیٹ تک چھوڑ

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

دوں۔‘‘ اس کے بازو کے گرد اپنا ہاتھ لپیٹے وہ چلنے کے لیے تیار تھی۔

’’اس طرح۔‘‘ زرکاش نے خشمگیں نظروں سے اسے دیکھا۔

’’تو کیا فرق پڑتا ہے بدنام تو میں ویسے بھی پورے ہاسٹل میں کر چکی آپ کو سب کو پتہ ہے کہ آپ میرے بوائے فرینڈ ہیں۔‘‘ وہ مسکراہٹ چھپائے بولی۔

’’تمہارا دماغ خراب ہے کیا......؟‘‘ زرکاش نے دنگ ہو کر دیکھا۔

’’اور نہیں تو کیا۔‘‘ وہ ڈھٹائی سے کھلکھلاتی بولی۔

O...... ✲ ......O

ہاسپٹل میں آج پھر ندا کے کزن کے ہمراہ انسپکٹر بھی موجود تھے انسپکٹر کے سوال پر سوال اور رجاب کے بار بار نہیں نہیں نے راسب کے ذہنی انتظار کو عروج پر پہنچا دیا تھا۔

’’انسپکٹر...... برائے مہربانی آپ مزید اس سے کوئی سوال نہ کریں‘ کل اس کی سرجری ہے اور میں نہیں چاہتا کہ یہ مزید کسی ذہنی دباؤ کا شکار ہو آپ اس معاملے میں کچھ کر سکیں تو ٹھیک ہے ورنہ مزید زحمت نہ کریں تو بہتر ہے۔‘‘ ضبط کے باوجود راسب کا لہجہ برہم ہو گیا تھا۔

’’راسب صاحب‘ ہماری تفتیش کا طریقہ کار ہی کچھ ایسا ہے‘ میں آپ کی پریشانی کو سمجھ سکتا ہوں ہم جلد ہی مجرموں تک پہنچیں گے ان کو کھلا نہیں گھومنے دیں گے‘ بس آپ کے تعاون کی ضرورت رہے گی۔‘‘ انسپکٹر نے کہا‘ ان کے جانے کے بعد ندا کے کزن راسب کو بات کرنے کے لیے اپنے ہمراہ روم سے باہر لے گئے تھے۔

’’اظہار اب یہ سب میری برداشت سے باہر ہو رہا ہے‘ رجاب کی حالت تمہارے سامنے ہے‘ میں اس کی اذیت میں اضافہ نہیں کر سکتا‘ ہر نئے دن نئے سوال وہی بیان...... ہم سب ذہنی طور پر ٹارچر ہو رہے ہیں۔‘‘ وہ شدید مضطرب ہو کر بولے۔

’’راسب جائے حادثہ سے پولیس کو کوئی خاطر خواہ سراغ نہیں مل سکا‘ حاذق کسی قسم کا کوآپریٹ کرنے کے لیے تیار نہیں‘ رجاب شاید خوف اور دہشت کی وجہ سے بھی ان لڑکوں میں سے کسی کا بھی چہرہ یاد نہیں کرنا چاہتی مگر حاذق نے تو پورے ہوش و حواس میں اپنا والٹ وغیرہ ان کے حوالے کیا تھا‘ پھر بھی وہ کہتا ہے کہ اسے کسی کا چہرہ یاد نہیں‘ بار بار میرے کہنے پر بھی وہ دماغ پر زور ڈال کر اسکیچ بنوانے کے لیے تیار نہیں‘ میری کل بھی اس سے بات ہوئی ہے‘ اس نے کہہ دیا ہے کہ وہ جتنا کچھ بتا سکتا تھا بتا چکا‘ اس لیے اب اسے اس معاملے سے الگ رکھا جائے۔ ایک‘ دو دن میں وہ شمالی علاقوں کے ٹور پر جا رہا ہے‘ کہہ رہا تھا کہ اس کی غیر موجودگی میں اس کے گھر والوں کو پریشان نہ کیا جائے‘ میں کہنا تو نہیں چاہتا مگر...... آپ کو ایک بار حاذق سے بات کرنی چاہیے‘ رجاب کی خاطر‘ آپ اسے سمجھائیں کہ ہمارے ساتھ کوآپریٹ کرے‘ ویسے بھی جب تک تفتیش جاری ہے‘ اسے شہر سے باہر جانے کی اجازت ہماری طرف سے نہیں دی جائے گی کیونکہ اس کی اور رجاب کی نشاندہی پر ہی ہم مجرموں تک پہنچ سکتے ہیں۔‘‘ اظہار کے تفصیل بتانے پر راسب خاموش رہے مگر ایک فیصلہ انہوں نے کر لیا تھا جس کے بعد وہ خاموشی سے ہی ہاسپٹل سے نکل گئے تھے۔

اپنے گھر میں ان کی اچانک آمد پر حاذق سمیت سب کو ہی سانپ سونگھ گیا تھا۔

’’مجھے صرف حاذق سے بات کرنی ہے اور کسی سے نہیں۔‘‘ سرد لہجے میں فیصلہ سنا کر وہ خود ہی ڈرائنگ روم کی جانب بڑھ گئے۔

چند لمحوں بعد حاذق ڈرائنگ روم میں داخل ہوا تو راسب سامنے ہی کھڑے سخت کڑی نظروں سے اسے دیکھ رہے

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

تھے۔

''پولیس کے ساتھ تعاون کیوں نہیں کررہے تم؟'' انہوں نے پوچھا۔

''جتنا تعاون کرسکتا تھا کرچکا' اب یہی کسر رہ گئی ہے کہ سارا الزام اپنے سر لے کر ہتھکڑی لگوالوں خود کو۔'' اکھڑے لہجے میں بولتے حاذق کو پہچاننا مشکل تھا۔

''الزام سے تم بری ہو بھی نہیں سکتے...... لیکن میرے لیے پہلے اپنی بہن کے گناہ گاروں کے گریبان تک پہنچنا اہم ہے جن کی وجہ سے اس کا یہ حال ہوا کہ انسانیت بھی شرما جائے...... مگر تم یہ نہیں سمجھو گے کیونکہ تمہارے اندر انسانیت باقی نہیں رہی' تم تو ان درندوں سے بھی زیادہ بھیانک اور وحشی ثابت ہوئے ہو......''

''جب آپ میرے بارے میں اتنے ہی پُر یقین ہیں تو کیا لینے آئے ہیں میرے پاس؟'' حاذق بگڑ کر بلند آواز میں بولا۔

''تم کسی کو کچھ دینے کی نہیں اس کا سب کچھ چھین لینے کی قابلیت رکھتے ہو...... مجھے اس سب کا حساب تم سے لینا ہے جو تمہاری وجہ سے چلا گیا' رجاب کے گناہ گاروں میں تم سب سے آگے ہو...... جب اسے تحفظ نہیں دے سکتے تھے تو کیوں اس سے تعلق جوڑا؟ کیوں تم سب نے اس کے لیے ہاتھ اور جھولیاں پھیلائیں تھیں......؟'' راسب مشتعل ہو کر بولے۔

''غلطی ہوگئی' گناہ ہوگیا مجھ سے اور میرے گھر والوں سے...... جتنا خمیازہ ہمیں بھگتنا تھا ہم بھگت چکے اب میرا پیچھا چھوڑیں آپ' بیزار ہو چکا ہوں میں اس سب سے۔'' حاذق ہتھے سے اکھڑا۔

''بیزار تو ایک دن اپنے آپ سے اپنی زندگی سے ہوگے تم...... شرم کرو بے حس انسان' جس کی وجہ سے میں اب بھی تم جیسے گھٹیا شخص کے منہ لگنے پر مجبور ہوں' اس سے سب کے سامنے نکاح پڑھوایا تھا تم نے' اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو گواہ بنا کر...... رجاب اور مجھے تم دغا دے کر بھاگ سکتے ہو مگر اللہ سے منہ چھپا کر کہاں تک بھاگو گے...... تم شمال میں چلے جاؤ یا جنوب میں مگر کان کھول کر سن لو تمہاری گردن میرے ہاتھوں کی پہنچ سے دور نہیں۔''

''مگر میں آپ کو ہر مجبوری سے آزاد کرچکا ہوں۔'' حاذق بھڑکتے لہجے میں ان کی بات کاٹ گیا۔

''حاذق کی گردن اتنی سستی نہیں کہ کسی کے بھی ہاتھ اس گردن تک پہنچ جائیں...... نہیں ہے میرے نزدیک اہمیت اب اس نکاح کی نہ آپ کی بہن کی...... وہ میرے قابل نہیں ہوسکتی جسے استعمال کر کے سڑک پر پھینکا گیا تھا......''

''میں تمہاری زبان کھینچ لوں گا بے غیرت انسان......'' راسب دھاڑ اٹھے' خنجر کی طرح سینے میں اترتے حاذق کے جملے پر ان کا ہاتھ بے اختیار اٹھ گیا تھا' تھپڑ کی گونجتی آواز پر حاذق کے باپ' بھائی نے ڈرائنگ روم میں قدم رکھا ہی تھا کہ راسب پھر بلند آواز میں بولے۔

''کوئی اندر نہیں آئے گا...... اپنے بھائی' اپنی اولاد کا درد دل میں دبا کر دیکھو تماشہ کیونکہ میں بھی اپنی بہن کا درد دل میں چھپا کر تم بے حسوں کی دہلیز تک آیا ہوں۔'' راسب کے اشتعال سے در و دیوار لرز گئے تھے۔

''آپ جس حد تک جاسکتے تھے جاچکے ہیں مگر اب اور نہیں اس سے پہلے کہ میں بھی سارا لحاظ بھول کر آپ کا تماشہ بنادوں چلیں جائیں آپ یہاں سے' ابھی اور اسی وقت۔'' حاذق شدید غصے میں چیخا۔

''تماشہ تو تمہاری زندگی بنے گی' تمہارے اپنے اعمال کی وجہ سے...... اب بھی مہلت ہے' اللہ کے قہر کو آوازمت دو' میری بہن کے پاک دامن پر کیچڑ اچھالنے کے بعد اب اگر تم نے اس کے زخموں سے چور چہرے پر مزید کوئی سیاہ زخم لگانے کی کوشش کی تو یاد رکھنا...... تمہاری دنیا ہی نہیں عاقبت بھی خراب کرڈالوں گا۔'' راسب کے بھینچے لہجے میں

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

چٹانوں جیسی سختی اور قیامت کی گھن گھرج تھی۔

خونخوار نگاہ حاذق سے ہٹاتے وہ پھر وہاں رکے نہیں تھے۔ رگوں میں دوڑتی غم وغصے کی لہروں کے ساتھ وہ بے مقصد سڑکوں پر گاڑی دواتے رہے تھے ندا نے بتایا تھا کہ رجاب نے بس ایک بار حاذق کے بارے میں پوچھا تھا' شاید ندا کے کسی جھوٹ کو سچ مان کر اس نے دوبارہ حاذق کا پوچھا نہ ہی تایا' تائی کے بارے میں کوئی سوال کیا......

راسب نے زندگی میں کبھی خود کو ایسا بے بس ولاچار محسوس نہیں کیا تھا' کئی بار انہوں نے چاہا کہ گاڑی کہیں ٹکرا دیں یا کسی کھائی میں خود کو دھکیل دیں مگر ہر بار رجاب کا چہرہ سامنے آ جاتا' رجاب کی حالت نے جو زخم ان کے دل پر لگائے تھے وہ تو اب کبھی بھرنے والے نہیں تھے' لیکن کچھ نام نہاد رشتوں نے زبان سے جو زخم روح پر لگائے تھے وہ ساری زندگی کا ناسور بن چکے تھے' بے اعتبار کر دیا تھا ان رشتوں نے جن کی قلعی اتر گئی تھی' بھروسہ ختم کر دیا تھا ان چہروں نے جن پر سے نقاب اتر چکے تھے' آج حاذق نے رجاب کی پاک دامنی پر انگلی اٹھا کر تا حیات ایک روگ ان کو لگا دیا تھا جس کا علاج اس دنیا میں نہیں تھا' آج سارے پردے اٹھ چکے تھے' ان کی آنکھوں کے سامنے' رشتوں کی حقیقت اور سچ اب جو سامنے دکھائی دے رہے تھے وہ بہت کریہہ تھے۔ وہ آخری سانس تک کسی کو معاف کرنے والے نہیں تھے جن جن کی وجہ سے ان کے گھر کا ہر فرد بھڑکتے شعلوں کی لپیٹ میں تھا۔

''کہاں رہ گئے تھے آپ......سب خیریت تو ہے؟'' ندا نے بہت تشویش سے ان کی خوں رنگ آنکھوں اور چیختے تاثرات کو دیکھا' کوئی بھی جواب دیئے بغیر وہ رجاب کی طرف بڑھ گئے' پٹیوں میں جکڑے چہرے پر اس کی خالی نظریں راسب پر ساکت تھیں' جو اس کے قریب ہی سر جھکائے اس کا ہاتھ اپنے چہرے سے لگائے بیٹھے تھے ان کے آنسوؤں کی نمی وہ اپنے ہاتھ پر محسوس کر سکتی تھی۔

''راسب......! کیا آپ تایا جان کی طرف......''

''مت بات کرو ان کی......'' راسب کی بلند آواز ندا کو ساکت کر گئی۔ ''میں ان میں سے کسی کا نام تک نہیں سنا چاہتا۔'' یک ٹک رجاب ان کو دیکھ رہی تھی جو ندا سے نگاہ ہٹا کر اس کی طرف متوجہ ہوئے اور پھر یک دم اپنا ہاتھ اس کے سر پر رکھا۔

''رجاب......تم بہت بہادر ہو' تم نے کبھی میرا سر جھکنے نہیں دیا' مجھے ہمیشہ تم پر فخر رہا ہے......تم میری بہن نہیں میری بیٹی ہو' میری اولاد سے بھی بڑھ کر اہم ہو میرے لیے' میری زندگی' میرا سب کچھ صرف تم ہو......تمہیں میری قسم ہے' کسی بھی حال میں تم ہمت نہیں ہارو گی' کسی کے سامنے نہیں جھکو گی' مجھ سے وعدہ کرو' آگے تمہارے سامنے جتنے بھی برے حالات آئیں گے تم بہادری سے ان کا مقابلہ کرو گی' وعدہ کرو مجھ سے۔'' لرزتے لہجے اور کانپتی آواز میں وہ اس سے وعدہ لے رہے تھے۔

''میں وعدہ کرتی ہوں آغا جان......کبھی آپ کو مایوس نہیں کروں گی۔'' وہ نحیف آواز میں بولی۔ پٹیوں میں چھپی اس کی پیشانی کو چومتے ہوئے راسب نے اپنے دل کے درد کو آنکھوں سے بہنے دیا جبکہ آنے والے وقت کی سنگینی کو بھانپتے ہوئے ندا ساکت کھڑی رہیں۔

O...... ❀ ......O
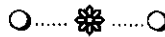
ہلکی سی دستک کے ساتھ وہ اندر داخل ہوا تھا۔

''آؤ عرش......میں تمہارا ہی انتظار کر رہا تھا۔'' ڈاکٹر ابصار نے بہت سنجیدگی سے اسے بیٹھنے کا اشارہ کیا۔

''ماما نے آپ سے کہا تھا کہ وہ گھر جانا چاہتی ہیں؟'' اس نے پوچھا۔

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

"ہاں! مجھے اسی سلسلے میں تم سے بات کرنی تھی مگر تم پہلے یہ بتاؤ کہ تم کل رات کہاں تھے؟"
"گیراج میں ہی تھا' کام زیادہ تھا تو نائٹ وہی تھا۔" اس کے جواب پر ڈاکٹر ابصار نے بغور اسے دیکھا اور پھر عجیب سے انداز میں وہ مسکرائے۔
"کل رات جس فائیو اسٹار ہوٹل میں تمہاری بکنگ تھی وہاں میں اپنے کچھ مہمانوں کے ہمراہ ڈنر کے لیے گیا تھا۔ تمہیں وہاں دیکھا' ریسپشن سے پتہ چلا کہ کسی اونچی پارٹی نے تمہارے لیے وہاں بکنگ کروائی ہے اور تم اکثر اس ہوٹل میں قیام کرتے ہو۔" ان کے سرد لہجے پر عرش کے تاثرات تن گئے تھے۔
"آپ کو کیوں ضرورت پیش آئی میرے بارے میں اس طرح جاسوسی کرنے کی؟" عرش نے اکھڑے لہجے میں پوچھا۔
"کیونکہ تم نے مجھ سے کہا تھا کہ تم وہ کام چھوڑ چکے ہو۔"
"وہ کام چھوڑ چکا ہوتا تو کیا ماما کا ٹریٹمنٹ اس ہاسپٹل میں ہو رہا ہوتا؟" وہ تیز لہجے میں بولا۔
"میں نے تم سے کہا تھا کہ ٹریٹمنٹ کے اخراجات کی تم فکر مت کرنا۔"
"مجھے اپنی ماں کے لیے خیرات نہیں چاہیے۔"
"عرش' میرا کام صرف مریض کا علاج کرنا ہے' اس کے ذاتی معاملات زندگی سے مجھے کوئی سروکار نہیں ہوتا' میں تمہیں تب سے جانتا ہوں جب تمہارے والد اس ہاسپٹل میں زیر علاج تھے' ان کا کیس میرے ہی ہاتھ میں تھا' میں اچھی طرح واقف ہوں کہ اس دوران شازمہ صاحبہ نے کس طرح مشکلات کا سامنا کیا تھا' تمہارے والد کے گزر جانے کے بعد جب تمہاری والدہ بیماری کا شکار ہو کر اس ہاسپٹل میں آئیں تو وہ میرے لیے ایک عام پیشنٹ نہیں تھیں اور میں جانتا تھا کہ تم اتنے کم عمر ہو کہ ان کے علاج کے اخراجات افورڈ کرنا تمہارے لیے ناممکن ہے' میں نہیں جانتا تھا کہ تم ان کے علاج کے لیے اتنا روپیہ کہاں سے لا رہے ہو اور جب ایک دن میں نے اس بارے میں تم سے پوچھا تو تم نے مجھ سے جھوٹ نہیں بولا تھا...... تمہارے والد کی طرح تمہاری والدہ بھی بہت اچھی انسان ہیں' میرے دل میں ان دونوں کی ہی بہت قدر ہے' انسانیت کے ناتے میں یہ چاہتا تھا کہ اتنے اچھے انسانوں کی اولاد کو اس طرح برباد نہیں ہونا چاہیے' اسی لیے میں نے اس وقت تم سے کہا تھا کہ اپنے آپ کو اور اپنی زندگی کو خراب مت کرو' تمہاری والدہ کا سارا ٹریٹمنٹ اس ہاسپٹل میں بغیر اخراجات کے ہو جائے گا' مگر تم نے یہ قبول نہیں کیا' تم نے مجھ سے یہ کہا کہ تم وہ کام چھوڑ چکے ہو کیونکہ گیراج میں کام کر کے تم اچھے پیسے کما رہے ہو' اس وقت جو یقین میں نے تم پر کیا وہ یقین کل رات ٹوٹ گیا...... خودداری اچھی چیز ہے مگر کبھی کبھی لچک لانی پڑتی ہے' سمجھوتا کرنا پڑتا ہے' تم جانتے تھے کہ تمہاری والدہ کی بیماری جان لیوا ہے' تم اپنے آپ کو مکمل برباد کر کے بھی ان کی بیماری کو جڑ سے ختم نہیں کر سکتے' پیسہ پانی کی طرح بہا کر تم نے بس خود کو دھوکہ دیا' میرے کہنے کا یہ مقصد ہرگز نہیں کہ تمہیں اپنی والدہ کا علاج ہی نہیں کروانا چاہیے تھا یا یہ کہ اپنے آپ کو اچھے مقام پر لے جانے کے لیے تم ان کی طرف سے آنکھیں بند کر لیتے' مقصد صرف یہ ہے بتانے کا کہ اگر تم میری آفر کو قبول کر لیتے تو تمہاری والدہ کا ٹریٹمنٹ بھی جاری رہتا اور تم خود کو تباہ کرنے کے بجائے پڑھ لکھ رہے ہوتے' بات احسان یا خیرات کی نہیں ہوتی عرش...... یہ دنیا ہے' یہاں ایک انسان کو دوسرے انسان کا سہارا لینے کی کبھی نہ کبھی ضرورت پڑ ہی جاتی ہے اگر یہ غلط ہوتا تو دنیا کی تمام الہامی کتابیں انسانیت کا درس نہ دیتیں...... ابھی تم نادان ہو' انسانوں کی پہچان کرنا تمہارے لیے مشکل ہے' ہر معاملے میں جذباتی ہو جانا تمہاری عمر کا تقاضا ہے' اس لیے مجھے تم سے شکایت نہیں مگر افسوس ضرور ہے مجھے' بہرحال اہم بات ابھی یہ ہے کہ تمہاری والدہ اب

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

کسی بھی طرح ہاسپٹل میں رکنے کے لیے تیار نہیں‘ وہ گھر جانا چاہتی ہیں‘ اپنی تسلی یا ان کی فکر میں تم کب تک ان کو یہاں رہنے پر مجبور کرسکتے ہو‘ اس ہاسپٹل کے ایک کمرے میں مستقل رہنا ان کی صحت کی ضمانت نہیں ہے‘ یہ میں نے پہلے بھی تمہیں سمجھایا تھا‘ تم ان کے لیے بے حد حساس ہو‘ تمہاری ان کے لیے فکر اور پریشانی کو دیکھتے ہوئے اور ان کی صحت کے معاملات کو دیکھتے ہوئے مجھے بھی یہی بہتر لگا کہ ان کو ایڈمٹ رہنا چاہیے مگر کب تک......؟ اب ان کو گھر کا سکون اور آرام چاہیے‘ یہاں ان کی اذیت میں اور اضافہ ہو رہا ہے‘ انہوں نے چھ ماہ کیسے نکال لیے میں حیران نہیں کیونکہ موت اور زندگی کے معاملات اللہ کے اختیار میں ہیں۔ اب مسئلہ یہ ہے کہ تمہاری والدہ کی دیکھ بھال کون کرے گا......؟ تم سارا وقت ان کے ساتھ نہیں رہ سکتے مگر مجھے اب ان پر رحم آتا ہے‘ تم سے کچھ چھپا نہیں عرش‘ ان کی زندگی کا اب کوئی بھروسہ نہیں‘ کسی بھی وقت کچھ بھی ہوسکتا ہے‘ ان کا جگر پچیس فیصد بھی کام نہیں کررہا‘ جسم میں خون بن نہیں رہا اور جو خون چڑھایا جارہا ہے اسے بھی جسم قبول نہیں کررہا‘ جو خون چڑھتا ہے‘ وہ ضائع ہوجاتا ہے‘ وقتی طور پر ان میں کچھ بہتری پھر ہوگئی ہے‘ ان کو اب سکون کی‘ تمہاری توجہ کی ضرورت ہے‘ جس کام سے تم دولت کما رہے ہو‘ اس کی اب ان کو ضرورت نہیں رہی...... میں آج ہی ان کو ہاسپٹل سے ڈسچارج کررہا ہوں‘ ان کے لیے میں نے ایک نرس کا بندوبست کردیا ہے جو صبح سے رات تک گھر پر ان کی دیکھ بھال کرے گی‘ طبیعت ان کی کسی بھی وقت بگڑ سکتی ہے اس لیے صرف ایک فون پر ہاسپٹل کی ایمبولینس تمہارے گھر پہنچ جائے گی۔ یہاں وہ میری ذمہ داری ہوں گی اس لیے ان کی طبیعت سنبھلنے تک جو ٹریٹمنٹ ہوگا اس کے کوئی چارجز تم نہیں دو گے‘ وہ مہینے میں دس بار بھی یہاں آئیں مگر ٹھیک ہونے کے بعد وہ واپس گھر جائیں گی۔‘‘ قطعی فیصلہ کن لہجے میں کہہ کر وہ ایک پل رکے‘ جبکہ عرش چپ چاپ ان کو سن رہا تھا۔

’’میں صاف لفظوں میں تم سے پھر کہہ رہا ہوں کہ میری رائے کے مطابق نہیں رہ گیا ہے‘ جتنا ممکن ہو ان کے قریب رہو‘ اس غلط کام کو ہمیشہ کے لیے چھوڑ کر اب اپنی ماں کی خدمت کرو‘ ان کی دعائیں لو‘ تم ان سے بہت محبت کرتے ہو‘ ان کی اولاد ہو مگر میں ان کا معالج ہوں‘ تم سے زیادہ بہتر جانتا ہوں کہ اس وقت وہ کتنی اذیت سے گزر رہی ہیں‘ ان کو گھر لے جاؤ‘ ان کو خوش رکھو اور اللہ سے دعا کرو کہ ان کو اس اذیت سے نجات دے‘ اب تم جاکر ان کو یہ خوش خبری دو کہ وہ ابھی گھر جارہی ہیں۔‘‘ بات ختم کرتے ہوئے انہوں نے عرش کے دھواں دھواں ہوتے چہرے کو دیکھا جو سر جھکائے خاموشی سے اٹھ کر جارہا تھا‘ جب ڈاکٹر کے پکارنے پر اس کے قدم جم گئے۔

’’ہمت سے کام لینا ہوگا تمہیں اب اور زیادہ‘ خاص طور پر شازمہ صاحبہ کے سامنے...... سمجھ رہے ہو تم۔‘‘ ان کے نرم لہجے میں کی جانے والی ہدایت پر وہ دھیرے سے اثبات میں سر ہلاتا آفس سے نکل آیا۔

’’کبھی کبھی یوں بھی تو ہوتا ہے کہ سب کچھ ٹھیک نہیں ہوتا بس بدل جاتا ہے۔‘‘ روم میں داخل ہوتے ہوئے ایک آواز اسے سنائی دی۔

’’اور نہ بدلے تو سب کچھ ختم بھی تو ہوسکتا ہے۔‘‘ بیڈ کے کنارے بیٹھتے ہوئے اس نے بھاری دل سے سوچا۔ کوئی چیز اسے اپنے دل میں خنجر کی طرح اترتی محسوس ہورہی تھی۔ شازمہ کی ویران آنکھیں اس کو دیکھتے ایک پل کو روشن ہوئی تھیں۔

’’عرش...... کیا بات ہوئی ڈاکٹر سے؟‘‘ ان کا سوال اسے ضبط کی حدوں تک لے گیا تھا‘ کیا بے بسی تھی کہ وہ اپنی

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

زندگی بھی بازار مصر میں بیچ کر ان کی اذیت ختم نہیں کر سکتا تھا' اس کی آنکھوں میں دھواں بھرنے لگا تھا۔

''عرش..... کیا ہوا تمہیں..... خاموش کیوں ہو بیٹا؟'' اس کے زرد ہوتے چہرے اور سرخ ہوتی آنکھوں نے شازمہ کو دھچکا پہنچایا۔

''ڈاکٹر نے کہا ہے اب آپ ٹھیک ہیں' اس لیے اب آپ گھر جاسکتی ہیں۔'' ان کا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لیتا وہ لرزتے لہجے میں کہتا ان کی طرف دیکھ نہیں سکا تھا۔ شازمہ چند لمحوں تک اسے دیکھتی رہی تھیں پھر اس کا چہرہ ہاتھوں میں تھام کر اپنے سامنے کیا۔

''عرش..... سب ٹھیک ہے ناں.....؟'' ان کی آواز عرش کو کہیں دور سے آتی سنائی دی' اس کے بعد وہ ضبط نہیں کرسکا' ٹوٹ کر بکھرنے لگا تھا' ان کے سینے میں چہرہ چھپائے وہ پھوٹ پھوٹ کر روتا چلا گیا' اسے اپنے ناتواں بازوؤں کے حصار میں تھامے شازمہ سناٹے میں گھری تھیں مگر پھر فوراً ہی انہوں نے خود کو سنبھال لیا۔

''نہیں عرش' اس طرح نہیں روتے' تم تو بہت ہمت والے بیٹے ہو میرے..... چلو بس اب گھر چلتے ہیں' دیر مت کرو۔'' اس کے سر کو سہلاتیں وہ اس کا حوصلہ بڑھا رہی تھیں جو اپنی کرب ناک کراہوں کا گلا گھونٹنے کی کوشش کر رہا تھا۔

O......✲......O

پچھلے تین دن میں اس نے نہ زرکاش کی کوئی کال ریسیو کی تھی نہ ہی اس کے کسی میسج کا جواب دیا تھا اور وہ جانتی تھی کہ یہی بہت ہے زرکاش پر اپنی ناراضی عیاں کرنے کے لیے..... رات میں رائمہ نے فون پر اس کی خبر لی' ظاہر ہے زرکاش نے اس کی خیریت معلوم کرنے کے لیے رائمہ سے ہی رابطہ کیا تھا' یہ چیز اسے اور غصہ دلا گئی تھی کہ ہاسٹل آکر براہ راست بات کرنے کے بجائے زرکاش نے رائمہ سے ایک طرح سے اس کی شکایت کر ڈالی۔ رائمہ کی باز پرس پر وہ اس پر بھی برہم ہو کر ناراض ہوگئی۔ رائمہ کی ڈانٹ ڈپٹ کو نہ وہ پہلے بھی خاطر میں لائی تھی نہ اب۔

پورے ایک ہفتے کے بعد زرکاش کی آمد ہاسٹل میں ہوئی تھی' پہلے تو اس نے سوچا تھا کہ ملنے سے ہی انکار کردے مگر پھر وہ ایسا کر نہیں سکی تھی' وزیٹنگ روم میں موجود زرکاش نے بغور اس کے سپاٹ چہرے کو دیکھا' مدھم آواز میں سلام کرتی وہ سامنے صوفے پر بیٹھ گئی۔

''کیسی ہو تم..... یہ چہرہ کیوں اترا ہوا ہے تمہارا؟''

''مجھے نہیں پتہ.....'' خفت بھری نگاہ اس پر ڈالتی وہ بیزاری سے بولی جبکہ زرکاش بمشکل امڈتی مسکراہٹ کو چھپا سکا تھا۔

''ٹھیک ہے پھر میں ہی پتہ کرلیتا ہوں' تم وہاں سے اٹھو اور یہاں میرے پاس آکر بیٹھو۔'' زرکاش کے نرم لہجے پر وہ اپنی جگہ سے اٹھی تھی نہ ہی اس کی طرف دیکھا تھا۔

''مجھے پتہ ہے کہ تم مجھ سے بہت ناراض ہو' یہ تم قریب آکر اور اچھی طرح بتاسکتی ہو..... اب جلدی آؤ کھاؤں گا نہیں تمہیں۔'' زرکاش کے خشمگیں لہجے پر وہ نا چاہتے ہوئے بھی زرکاش سے کچھ فاصلے پر آکر بیٹھ گئی۔

''کالج گئی تھیں آج؟''

''نہیں' آج وین نہیں آئی اور میرا بھی موڈ نہیں تھا جانے کا۔'' اپنے ہاتھوں پر نگاہ جمائے بتایا۔

''رائمہ آئی تھی یہاں؟'' اس نے مزید پوچھا۔

''دو دن پہلے وہ اسد بھائی کے ساتھ کہیں جارہی تھیں تو بس کھڑے کھڑے ہی مجھ سے ملتی گئی' ان کے پاس

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

وقت ہی کہاں ہوتا ہے' کچھ شاپنگ کی تھی وہی دینے آئی تھیں۔'' اس کے تلخ لہجے پر زرکاش نے گہری سانس لی۔

''دراج' ٹھیک ہے تم مجھ سے ناراض ہو مگر رائمہ سے تمہیں شکایت نہیں ہونی چاہیے۔ اس کا گھر' شوہر ہے' نئی ذمہ داریاں ہیں' اسے ہر طرف دیکھنا ہوتا ہے' وہ روزانہ تو یہاں نہیں آسکتی تمہیں اس کی مشکل کو اب سمجھنا چاہیے۔''

''مجھے یہ سب معلوم ہے۔'' وہ درمیان میں بول اٹھی۔ ''میں ان سے کہہ دوں گی کہ بس فون پر میری خیر خبر لے لیا کریں.....اور آپ بھی اب یہی کریں' آپ سب کو یہاں آ کر اپنا وقت ضائع کرنے کی ضرورت نہیں' مجھے یہاں دو ماہ ہونے والے ہیں' زندہ ہی ہوں' کوئی مر تو نہیں گئی......''

''دراج' میرا یہ مطلب بالکل نہیں تھا جو تم نے سمجھا' تمام ذمہ داریوں کے ساتھ رائمہ کا یہ بھی فرض ہے کہ وہ اپنی چھوٹی بہن کا ہر حال میں خیال رکھے..... میں جانتا ہوں کہ زیادہ ناراضی مجھ سے ہی ہے لیکن میرا غصہ تم بے چاری رائمہ پر مت اتارو۔ بہرحال اب تم وہ وجہ بتاؤ جس کے لیے تم اس حد تک مجھ سے ناراض ہو کہ فون پر بھی بات کرنے کے لیے تیار نہیں؟'' اس کے سوال پر دراج نے اسے دیکھا۔

''آپ جانتے ہیں کہ آپ کتنے دن بعد ہاسٹل آئے ہیں؟'' وہ اس طرح بولی جیسے ابھی رونا شروع کردے گی۔

''ہاں جانتا ہوں لیکن اس دوران میں پابندی سے تمہیں کال کرتا رہا ہوں..... میرے یہاں نہ آنے کی وجہ بھی تم جانتی ہو' شذرا کی شادی کی مصروفیات اور فیکٹری کے بہت سے معاملات ایسے رہے کہ مجھے اپنے لیے بھی وقت نہیں ملا.....اگر میں کام کی مصروفیت میں ہر دوسرے دن یہاں نہیں آسکا تو کیا تم اسی طرح ناراض ہوتی رہو گی؟''

''نہیں ہوں اب ناراض' مجھے اندازہ ہو چکا ہے کہ میں اتنی اہم نہیں کہ ہر کام سے پہلے مجھے یاد رکھا جائے......''

''اب یہ تم مجھے ناراض کرنے والی بات کر رہی ہو۔'' زرکاش درمیان میں بولا۔

''میں جانتی ہوں' آپ کی اپنی بہت مصروفیات ہیں مگر میں ایک دن بھی آپ کو دیکھے بغیر آپ سے ملے بغیر ٹھیک نہیں رہ سکتی' یہ بات آپ کیوں نہیں سمجھتے؟'' اس کے بے ساختہ انداز پر وہ کچھ بول نہیں سکا۔ بس اس کی بھیگی آنکھوں میں جھلملاتے عکس کو دیکھتا رہا۔

''بجیا سے ملنے میں ان کے گھر جاسکتی ہوں' مگر آپ سے ملنے کہاں جاؤں.....؟'' اس کے رندھے لہجے پر زرکاش نے بمشکل اس کی سحر انگیز آنکھوں میں جھلملاتے آنسوؤں سے ایک پل کو نگاہ چرائی۔

''ٹھیک ہے' میں اپنی غلطی مانتا ہوں' میں آئندہ اتنے دن کے لیے غائب نہیں رہوں گا' اب تم اپنی ناراضی ختم کرکے مجھے بھی سکون کی سانس لینے کی اجازت دے دو بے رحم لڑکی......'' زرکاش کے التجائی لہجے پر وہ خاموش ہی رہی۔

''مسکراہٹ کہاں چھپا رکھی ہے تم نے اپنی......؟ جلدی سے اسے چہرے پر لاؤ میں اسے مس کررہا ہوں۔'' مسکراتی نظروں سے زرکاش نے اسے دیکھا جو مسکرانے کے لیے تیار نہیں تھی۔

''اچھا یہ بتاؤ میری غیر موجودگی میں ہاسٹل کی کتنی لڑکیوں نے تم سے پوچھا کہ تمہارا بوائے فرینڈ تم سے ملنے کیوں نہیں آرہا؟'' اس نے اسے چھیڑا۔

''کیوں پوچھیں گی وہ' ان کو کیا حق پہنچتا ہے' منہ نہ توڑ دوں سب کے......'' اس کے تلملائے انداز پر وہ بے ساختہ ہنسا۔

''آپ کے لیے یہ سب ایک مذاق ہے؟'' اس کے سرد لہجے پر وہ حیران ہوا۔

''میرے لیے تمہارا یہ سوال کافی سنجیدہ مذاق ہے.....میں صرف تمہارا موڈ اچھا کرنے کی کوشش کررہا تھا' تمہیں

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

برا لگا تو میں معافی مانگ لیتا ہوں۔‘‘

’’نہیں..... میں نے بس ایک سوال کیا تھا۔‘‘ زرکاش کی سنجیدگی کو دیکھتے ہوئے وہ بولی۔

’’ہاں‘ بالکل دل توڑنے کے لیے یہ ایک سوال ہی کافی تھا‘ اب خوش ہو میری غیر حاضری کی سزائیں دے کر.....؟‘‘ زرکاش نے شکایتی لہجے میں پوچھا‘ جواباً وہ خاموش ہی رہی۔

’’آج ہاسٹل میں اس قدر سناٹا کیوں محسوس ہو رہا ہے مجھے؟‘‘ بات بدلنے کے لیے زرکاش نے سوال کیا۔

’’ویک اینڈ پر سب لڑکیاں اپنے اپنے گھر چلی جاتی ہیں‘ سب میری طرح بے گھر تھوڑا ہی ہیں۔‘‘ کچھ تھا اس کے لہجے میں جس نے زرکاش کو دھچکا پہنچایا۔

’’کس نے کہا کہ تم بے گھر ہو.....؟‘‘

’’کسی کو کہنے کی کیا ضرورت ہے‘ جو سچ ہے وہ ہے۔‘‘ زرکاش کے سوال پر وہ تلخ لہجے میں بولی۔

’’یہ سچ نہیں..... جانے کیا کچھ سوچتی رہتی ہو تم خود سے ہی.....‘‘ اسے ڈپٹتے ہوئے وہ یک دم خاموش ہوا۔

’’بہت اچھی لگ رہی ہو اس طرح بزدلوں کی طرح آنسو بہاتے ہوئے..... اس سے تو بہتر ہے کہ تم مجھے برا کہو‘ میں تمہیں اس ہاسٹل میں لایا ہوں کیونکہ میں تمہارا دشمن ہوں۔‘‘

’’میں یہ کب کہہ رہی ہوں.....‘‘ آنسو صاف کرتی وہ زچ ہو کر بولی۔

’’تم کہاں کچھ کہتی ہو؟ مجھے ہی تمہاری طرح الٹا سیدھا سوچتے رہنے کی عادت ہو گئی ہے۔‘‘ زرکاش نے خشمگیں لہجے میں کہا۔

’’آپ کیا یہاں مجھ سے لڑنے آئے ہیں.....؟‘‘ وہ بگڑ کر بولی۔

’’میرے اللہ.....‘‘ زرکاش نے حقیقتاً اپنا سر پکڑا۔

’’اچھا اب یہ بتائیں‘ چائے لیں گے یا کولڈ ڈرنک؟‘‘ مسکراہٹ چھپائے اس نے پوچھا۔

’’بس جتنی تواضع کر دی تم نے وہ ہی کافی ہی اب مجھے نکلنا ہے مگر تم کل شام بالکل تیار رہنا‘ میرے ساتھ چلنا ہے تمہیں۔‘‘ اسے ہدایت دے کر وہ اٹھ کھڑا ہوا۔

’’مگر مجھے آپ کے ساتھ جانا کہاں ہے؟‘‘ دراج نے حیرت سے پوچھا۔

’’یہ تو کل ہی پتہ چلے گا‘ سرپرائز سمجھ لو اب کوئی سوال مت کرنا۔‘‘ وہ قطعی بتانے کے لیے تیار نظر نہیں آ رہا تھا۔

’’میں رات میں ہی سرپرائز کھلوا دوں گی آپ سے۔‘‘ وہ ناک پر سے مکھی اڑانے والے انداز میں بولی۔

’’رات میں تم سے بات ہی نہیں ہو سکے گی کیونکہ رات کو شنذرا کی فلائٹ ہے‘ وہ اپنے شوہر کے ساتھ واپس جا رہی ہے‘ اس لیے معذرت۔‘‘ وہ مسکراتے ہوئے بولا۔

’’اچھا..... سمجھ گئی‘ کل آپ مجھے کورٹ لے جائیں گے‘ کورٹ میرج کے لیے.....‘‘ دراج نے معنی خیز نظروں سے اسے دیکھتے ہوئے بہت پُریقین لہجے میں کہا۔

’’ملا کی دوڑ مسجد تک..... لگی رہو۔‘‘ زرکاش نے ہنستے ہوئے اس کے رخسار کو تھپتھپایا۔

’’کیا مطلب ہے آپ کا؟‘‘ وہ ناگواری سے بولی۔

’’مطلب یہ کہ ابھی میرے برے دن شروع نہیں ہوئے محترمہ.....‘‘ اس کے تاثرات پر محظوظ ہوتا وہ بولا۔ ’’اب کل شام میں ہی بات ہو گی‘ فون کر دوں گا آنے سے پہلے‘ گیٹ پر ہی ملنا..... اور کالج کی چھٹی بالکل نہیں ہونی چاہیے اب۔‘‘ اس کی تاکید سنتی وہ اس کے ساتھ ہی وزیٹنگ روم سے نکل گئی۔

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

اپنے کمرے میں آ کر بھی وہ مسلسل یہی سوچتی رہی تھی کہ آخر زرکاش اسے کل اپنے ساتھ کہاں لے جانے والا ہے کہیں آؤٹنگ یا کھانے پر تو وہ اسے لے کر جائے گا نہیں نہ ہی اس سے پہلے کبھی وہ لے کر گیا' دراج کو اندازہ تھا کہ اپنے گھر والوں کی وجہ سے وہ کافی محتاط رہتا ہے' اس سے فون پر بات بھی تب ہی کرتا جب وہ تنہا ہوتا تھا' سوچ سوچ کر بھی اسے بیزاری ہونے لگی تھی' بے چینی تو اب اس کی کل شام ہی ختم ہونے والی تھی' فی الحال اسے کم کرنے کے لیے اس نے اپنے بیگ میں سے ایک لیدر کا والٹ نکالا اور اس میں موجود رقم گننے لگی' نوٹ دیکھ کر انجانی سی خوشی اس کی بے چینی پر حاوی ہونے لگی تھی' زرکاش وقتاً فوقتاً اسے یہ روپے دیتا رہا تھا سرخ' سبز کرارے روپے گنتے ہوئے اس کی آنکھیں چمک اٹھی تھیں یہ رقم خرچ کرنے کی اب تک نوبت نہیں آئی تھی کیونکہ کھانے پینے سے لے کر ضرورت کی ہر چیز جو زرکاش کو سمجھ آتی اس کے لیے خرید کر لاتا رہتا' اکثر وہ پوچھتا بھی رہتا تھا کہ اسے کسی چیز کی ضرورت ہے تو بلا جھجک کہہ دیا کرے یا لسٹ بنا کر دے دیا کرے' لیکن دراج اتنی بے وقوف ہرگز نہیں تھی کہ چیزوں کی فرمائشیں کرتی' اب تک اس نے کبھی زرکاش سے اپنی کسی ضرورت کا اظہار نہیں کیا تھا' وہ تو زرکاش سے روپے بھی لینے کے لیے تیار نہیں ہوتی تھی مگر اس کا یہ مطلب نہیں تھا کہ اسے زرکاش سے کچھ چاہیے بھی نہیں تھا۔

والٹ احتیاط سے بیگ میں رکھتی وہ سوچ رہی تھی کہ اسے اب پابندی سے کسی اچھے پارلر جانا شروع کرنا ہوگا سر سے پاؤں تک خود پر توجہ دینی ہوگی' اسے ہر حال میں زرکاش کی نظروں میں منفرد اور دلکش لگنے کے لیے جتن کرنے تھے' شروعات اسے اپنے لباس سے کرنی تھی' اسے اندازہ ہوچکا تھا کہ زرکاش بہت خوش لباس ہے ڈریسنگ کے معاملے میں وہ بہت سلیکٹڈ تھا' اس نے فیصلہ کرلیا تھا کہ پہلی فرصت میں وہ اپنے لیے ڈھیر ساری شاپنگ کرے گی اور وہ احمق بھی نہیں تھی کہ اس سب کا علم رائمہ کو ہونے دیتی۔

O...... ❀ ......O
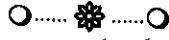
پہلی سرجری کے بعد اسے ہاسپٹل سے ڈسچارج کردیا گیا تھا' دوسری سرجری کچھ ہفتوں بعد ہونی تھی' باقی اور کتنی سرجری ہونی تھیں اسے اندازہ نہیں تھا ہاں مگر وہ یہ جانتی تھی کہ جسے قسمت بگاڑ دے اسے وقت بھی نہیں سنوار سکتا۔ راسب اور ندا سب کچھ بھلائے سائے کی طرح اس کے ساتھ تھے راسب کی باتوں میں اس کے لیے ہمت و حوصلہ ہوتا تو ندا اس کے دل میں امید کی جوت جلائے رکھنے کی کوشش کرتی رہتیں۔ حالانکہ اس نے کوئی شکوہ کیا تھا نہ کوئی شکایت' راسب سے وعدہ کرنے کے بعد باہر کی دنیا کے ہر انسان سے ہی خود بخود اس کا تعلق ختم ہوگیا تھا' سچ تو یہ تھا کہ نہ اس کے پاس سوچنے کے لیے کچھ تھا نہ ہی بولنے کے لیے' وہ بس دیکھ رہی تھی' وقت اپنی سفاکیوں کی برچھیاں اس کے دل اور روح پر مارتا گزر رہا تھا۔ جسم پر لگے زخم تو بھر رہے تھے مگر جو گھاؤ روح پر لگے تھے وہ اسے وقت سے بہت آگے کہیں لے جاچکے تھے جہاں صرف وہ تھی اور تنہائی۔

خاموشی کی فصلیں اس کے گرد بہت مضبوطی سے کھڑی ہوچکی تھیں' انسان دو ہی صورتوں میں خاموشی اختیار کرتا ہے یا تو وہ ہر چیز سے بے خبر ہوتا ہے یا پھر اسے ضرورت سے زیادہ خبر ہوتی ہے۔ نہ کوئی سوال نہ کوئی تکرار نہ کوئی استفسار...... جو ہے' جیسا ہے' جو سامنے ہے کی بنیاد پر اس کے دن رات گزر رہے تھے۔ وہ حالات کی سختی سے بھی ہوئی نہیں تھی' پے در پے آلام نے اسے پسپا نہیں کیا تھا' اذیت کے بوجھ نے اسے ناقابل برداشت دباؤ کا شکار نہیں کیا تھا مگر اس کا یہ مطلب بھی نہیں تھا کہ اس کی حسیات ختم ہوچکی تھیں' اندر کچھ درہم برہم نہیں ہوا تھا۔

ہاسپٹل سے گھر آنے کے بعد یہ احساس شدید ہوگیا تھا کہ جیسے وہ کسی اور دنیا میں آ گئی ہے یا پھر وہ کسی اور دنیا سے لوٹ کر آئی ہو اور اب نہ وہ اس دنیا کی رہی تھی' نہ اس دنیا کی......! اس بھیانک رات کی سنسان خاموش سڑک

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

پر اس کا وجود اس کی زندگی کہیں گم ہوگئی تھی' سب کچھ کھو گیا تھا' اب جو کچھ تھا وہ تو سب نامانوس تھا' اجنبی سا تھا یہاں تک کہ اس کے لیے خود اس کا اپنا آپ بھی آشنا نہ رہا تھا...... اس رات کے بعد سے اب تک اس نے دو ہی کام مسلسل کیے تھے' سب دیکھنا اور اسے محسوس کرنا' وہ جانتی تھی کیا ہو چکا ہے' کیا ہونے جا رہا ہے' وہ جانتی تھی کہ راسب اور ندا کی مصنوعی مسکراہٹوں کے پیچھے کتنی پریشانیاں اور اضطراب چھپے ہیں' اس سب کے علاوہ اس کا ایک مشغلہ بن چکا تھا خالی نظروں سے در و دیوار کو تکنا...... اس وقت بھی کمرے کی ایک ایک چیز پر اس کی نظر سفر کرتی ڈریسنگ کے آئینے پر آ کر ٹھہر گئی تھی۔ سفید بینڈیج میں چھپے اپنے چہرے کو دیکھتے ہوئے اسے کوئی صدمہ نہیں ہوا تھا' کسی نے اس سے کچھ نہیں کہا تھا مگر وہ جانتی تھی کہ آئینے میں وہ اب بھی اپنا چہرہ نہیں دیکھ پائے گی۔ کمرے میں آتیں ندا نے ایک پل رک کر اس کی نظروں کے تعاقب میں آئینے کی سمت دیکھا اور پھر بوجھل دل کو سنبھالتی اس کے قریب آ گئیں۔

''رجاب' ایک بار پھر سوچ لو وہ کوئی بات کرنا ہی نہیں چاہتا...... اس سے بات کر کے سوائے تکلیف کے کچھ حاصل نہیں ہوگا۔'' ندا نے پھر اسے سمجھانے کی کوشش کی۔ ''اور پھر اگر تمہارے آغا جان کو پتہ چل گیا کہ تم نے حاذق کو فون کیا ہے تو......؟''

''بھابی نہ مجھے ان سے کچھ چاہیے نہ میں کوئی التجا کروں گی...... میں بس ان سے بات کرنا چاہتی ہوں...... دیکھنا چاہتی ہوں کہ محبت کا دعویٰ کرنے والے جب بدلتے ہیں تو ان کا رنگ روپ کیسا ہوتا ہے؟'' وہ مدھم لہجے میں بولی۔

''ٹھیک ہے رجاب' بس یہ یاد رکھنا...... جو حق دار ہوتا ہے' اسے اس کے حق سے محروم رکھنا انتہائی شرمناک فعل ہے...... اگر حاذق تمہارا حق دار ہے تو کبھی تم سے دستبردار نہیں ہوگا اور اگر وہ حق دار نہیں تو اسے خود تم سے محروم ہونا پڑے گا...... یہ سب ذہن میں رکھ کر اس سے بات کرنا۔'' سنجیدگی سے اسے کچھ سمجھاتیں ندا کارڈلیس اس کے حوالے کر کے کمرے سے نکل گئیں۔ چند لمحوں تک وہ کارڈلیس کو دیکھتی رہی پھر حاذق کا نمبر ملایا۔

''تمہارا بھائی مجھے اور میرے گھر والوں کو جس قدر بے عزت کر چکا ہے اس کے بعد اب کس الزام' کس طمانچے کی کسر رہ گئی ہے جو تم نے مجھے فون کیا......؟'' حاذق کے گلیشئر جیسے سرد اور سخت لہجے نے اسے حیران نہیں کیا۔

''آپ کو میری آواز سن کر خوشی نہیں ہوئی......؟ میں زندہ ہوں' اس دنیا میں ہوں' آپ کی دسترس میں ہوں...... تمام تلخیاں بھلانے کے لیے کیا اتنا کافی نہیں؟''

''بھولے وہ جو تمہارے بھائی کی طرح نیچ ہو...... اس نے میرا اور میرے گھر والوں کا جینا حرام کر رکھا ہے' میں لعنت بھیجتا ہوں تم سب پر...... میرے ماں باپ اور میری ذات سے بڑھ کر نہیں تھیں تم...... اور اب تو اس لائق بھی نہیں رہی کہ میں تمہارا نام بھی زبان پر لاؤں...... تمہاری وجہ سے تمہارا بھائی اپنے ہوش و حواس بھلا کر مخبوط الحواس ہو چکا ہے' بہتر تو یہی ہوتا کہ تم مر جاتیں منہ کالا تمہارے بھائی کا ہوا اور اب اپنی سیاہی مجھ پر ملنے کا تہیہ کر کے بیٹھا ہے...... تمہاری وجہ سے وہ میرے گریبان تک پہنچا' تم میری خوشی کی بات کر رہی ہو...... میرا بس چلے تو تمہارے بھائی کے ساتھ تمہیں بھی پاتال میں اتار دوں...... بتا دو اپنے بھائی کو کہ حاذق کی زندگی اتنی سستی نہیں جو وہ تمہارے لیے داؤ پر لگا دیتا۔'' بھڑ کتے لہجے میں وہ رکے بغیر بولتا رہا۔

''ٹھیک کہا آپ نے زندگی سستی نہیں ہوتی' انسان سستا ہو جاتا ہے' اتنا سستا' اتنا ہلکا کہ اسے پاتال میں اتارنے کی ضرورت نہیں پڑتی' وہ خود ہی اتر جاتا ہے۔'' رجاب سپاٹ لہجے میں بولی۔ ''اگر میرے دامن پر کوئی داغ لگا ہوتا تو میں آپ کی خواہش سے پہلے ہی خود کو ختم کر دیتی...... اگر ایک بار آ کر آپ میری آنکھوں میں سچائی دیکھ لیتے تو مجھ سے کچھ پوچھے بغیر ہی ایمان لے آتے' میرے دامن کے پاک ہونے پر...... پھر مجھے کچھ نہیں چاہیے ہوتا آپ

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

سے.....اب بھی مجھے اپنے لیے کچھ نہیں چاہیے..... مجھے تو اس محبت نے مجبور کیا جو آپ کی آنکھوں میں مجھے اپنے لیے نظر آئی تھی‘ اس محبت کو میرے دل نے محسوس کیا تھا‘ مجھے بس اس محبت کی فکر ہے‘ جس دل میں وہ محبت تھی‘ مجھے اس دل کی فکر ہے‘ مت برباد ہونے دیں اس محبت کو‘ مت ویران ہونے دیں اس دل کو..... محبت برباد اور دل ویران ہوجائے تو زندگی نہیں‘ زندگیاں اجڑ جاتی ہیں‘ جو مجھے نظر آرہا ہے‘ وہ ابھی آپ نہیں دیکھ سکتے‘ اس رات کی سیاہی کا پردہ آنکھوں سے ہٹا کر دیکھیں اپنے دل سے پوچھیں وہ کیا کہتا ہے.....؟‘‘

’’کیا پوچھوں اپنے دل سے.....؟ میں آنکھوں دیکھی مکھی نہیں نگل سکتا..... میں اپنی زندگی اس عورت کے لیے برباد نہیں کرسکتا جس کے پاک نہ ہونے پر مجھے شک نہیں‘ یقین ہے‘ حاذق ایسا گیا گزرا نہیں کہ ہر کسی کی استعمال شدہ چیز اٹھا کر اپنے سینے سے لگا لے صرف اس لیے کہ وہ چیز کبھی اس کے دل کے نزدیک رہی تھی..... یہ بات تم اپنے بھائی کو بھی سمجھا دو کیونکہ میں اب اس کے منہ نہیں لگنا چاہتا..... اس نے مجھے جتنا ذلیل کیا سو کیا‘ لیکن مجھے اپنے مقام سے گر کر اس سے بدلہ لینے کی ضرورت نہیں کیونکہ اس کے منہ پر ساری زندگی کا طمانچہ سالم اس کی بہن بن چکی ہے.....اسے سمجھاؤ کہ اب اپنی آواز اور نگاہ نیچی رکھنے کی عادت ڈال لے‘ طرہ خاک میں مل چکا ہے‘ گردن اکڑائے رکھنے کے لیے کچھ نہیں بچا اس کے پاس۔‘‘ حاذق زہر خند لہجے میں بولا۔

’’ابھی رسی دراز ہے‘ آپ جو نہیں کم ہے‘ میں بس اتنا کہوں گی کہ تعلق توڑنے کے لیے تہمت لگانا ضروری نہیں‘ یہ کام بہت خاموشی سے کوئی گناہ کیے بغیر بھی کیا جاسکتا ہے‘ جو میرا فرض تھا وہ میں نے پورا کیا‘ اب میرا ضمیر مطمئن رہے گا.....اور آپ بھی کبھی چاہ کر بھی یہ شکایت نہ کرسکیں گے کہ میں نے آپ کو روکا کیوں نہیں۔‘‘ سپاٹ لہجے میں بات مکمل کرکے اس نے لائن ڈسکنیکٹ کردی۔

○.....❁.....○

تیز روشنی میں وہ پول سے ٹیک لگائے‘ سر جھکائے گم صم بیٹھا تھا‘ چپ چاپ وہ اسے دیکھتی رہی جو بہت تھکا تھکا‘ سوگوار سا بھی لگ رہا تھا‘ آنکھیں سرخ تھیں‘ ستے چہرے پر سنہری رواں نمایاں ہو رہا تھا..... خشک ہوا سے اڑتے بکھرتے پتوں سے نظر ہٹا کر وہ اس کی طرف متوجہ ہوا تھا جو سامنے ہی گھٹنوں کے گرد ہاتھ باندھے سکڑی بیٹھی تھی۔

’’بہت کوشش کی میں نے لیکن..... کچھ بھی نہیں کرپایا.....بس دیکھ رہا ہوں اپنی آنکھوں کے سامنے ختم ہوتے ہوئے۔‘‘ عرش کے لہجے میں آزردگی ہی آزردگی تھی۔

’’ہم بس ایک حد تک ہی جدوجہد کرسکتے ہیں‘ اس کے بعد سب کچھ اللہ کے حوالے‘ اس کی مرضی پر چھوڑنا بہتر ہوتا ہے‘ کیونکہ اس کے سوا ہم کچھ کر بھی نہیں سکتے‘ بے بس ہوتے ہیں.....‘‘ وہ مدھم لہجے میں بولی۔ ’’اب تمہیں پہلے سے زیادہ ہمت اور حوصلے سے کام لینا ہوگا..... ڈاکٹر نے ٹھیک کہا‘ اب تم اپنی ماما کو زیادہ سے زیادہ وقت دو‘ ان کو اتنا خوش رکھو کہ ان کے دل میں کوئی حسرت نہ رہے وہ اپنے سارے دکھ اور تکلیف بھول جائیں..... مجھے بہت خوشی ہے کہ اب وہ کام تم نے نہ کرنے کا فیصلہ کرلیا ہے‘ اب تم اپنی ماما کے سامنے نظر اٹھا سکو گے‘ کوئی بوجھ نہیں ہوگا تمہارے دل پر.....بھروسہ تو ہم میں سے کسی کو بھی نہیں زندگی کا..... ایک بار اللہ کی رضا میں پوری سچائی سے راضی ہوجاؤ پھر وہی ہمت و حوصلہ دے گا تمہیں.....‘‘

’’ہاں.....ٹھیک کہا تم نے..... مگر پہلے اس قابل تو ہوجاؤں کہ اللہ سے سب کچھ مانگ سکوں.....غلاظتوں سے خود کو نکال لوں.....پھر تو اس کے پاس ہی جانا ہے‘ منہ چھپا کر بھاگ بھی کہاں سکتا ہوں۔‘‘ آسمان پر نظریں جمائے وہ بولا۔

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

''جب یہ جانتے ہو تو پھر دیر مت کرنا..... دیکھنا تم بہت کامیاب ہو گے۔''

''تم سے بات کر کے میں بہت ہلکا پھلکا ہو جاتا ہوں' تم ہی ہو جس کے سامنے میری زندگی کا ہر ورق کھلا ہوا ہے..... جانے کیوں میں خود کو تم سے چھپا نہیں سکتا۔'' بغور اسے دیکھتا وہ گہرے سنجیدہ لہجے میں بولا۔

''تم سے بات کر کے میں بھی ہر پریشانی بھول جاتی ہوں۔'' وہ مسکراتے ہوئے بولی۔

''میں اب روز یہاں نہیں آؤں گا۔'' عرش بولا جواباً وہ فوری طور پر کچھ بول نہیں سکی۔

''ہاں تمہیں اب اپنی ماما کے ساتھ رہ کر ان کا خیال رکھنا ہوگا۔'' وہ اتنا ہی بولی۔

''تم میرا انتظار کیا کرو گی؟'' عرش نے پوچھا۔

''ہاں..... اس کے علاوہ اور کر بھی کیا سکتی ہوں۔'' اس کے جواب پر عرش دھیرے سے مسکرایا۔

''میں یہاں روز آؤں گا' گیراج سے یہاں اور یہاں سے گھر' بائیک پر آؤں گا تو وقت زیادہ نہیں لگے گا۔ ٹھیک ہے؟'' عرش کے پوچھنے پر اس نے بخوشی مسکراتے ہوئے اثبات میں سر ہلایا۔

''تمہارا چہرہ دیکھنے لائق تھا جب میں نے کہا کہ میں اب روز یہاں نہیں آؤں گا.....'' عرش نے مسکراتے ہوئے اسے دیکھا جو جھینپی مسکراہٹ کے ساتھ سر جھکا گئی تھی۔

''ماما کو اب گھر پر انتظار ہے تمہارا..... اب بتاؤ کس دن چلو گی میرے ساتھ گھر؟'' عرش کے سوال پر وہ کچھ کہتے کہتے رک کر سڑک کی طرف متوجہ ہوئی تھی' عرش نے بھی اس کی نظروں کے تعاقب میں اسی جانب آتے زرق کو دیکھا تھا۔

''میں نے تجھے منع کیا تھا یہاں آنے سے' پھر کیوں آئی ہے یہاں' آنکھوں کی شرم مر گئی ہے کیا؟'' زرق دھاڑتا ہوا قریب آیا۔

''جب تیری غیرت مر سکتی ہے تو میری آنکھوں کی شرم کیوں نہیں مر سکتی.....؟'' خونخوار نظروں سے زرق کو دیکھتی وہ بولی۔

''صبر کر تیری شرم میں زندہ کرتا ہوں۔'' زرق مشتعل ہو کر اس پر جھپٹا کہ عرش سرعت سے اپنی جگہ سے اٹھ اور ایک جھٹکے سے زرق کا بازو پکڑ لیا۔

''ایک بات میری کان کھول کر سن' دوبارہ اس پر ہاتھ اٹھایا تو تجھے ہاتھوں سے محروم کر دوں گا۔'' سخت بھینچے لہجے میں خبردار کرتے ہوئے عرش نے اسے پرے دھکیلا۔

''آج درمیان میں مت آنا ورنہ ابھی جا کر پولیس لے آؤں گا پھر بھاگے گا منہ چھپا کر.....'' زرق بپھر کر بولا مگر اگلے ہی پل عرش کا مکا اسے زمین بوس کر گیا تھا۔

''بلا پولیس کو..... میں تو ایک گھنٹے میں باہر آ جاؤں گا مگر تجھے چوری کے ایسے کیس میں اندر بھیجوں گا کہ نشے کے لیے جیل میں ہی ایڑیاں رگڑتا مر جائے گا۔'' تحصیلی نظروں سے اسے گھورتا عرش غرایا۔

''عرش..... اسے ڈر نہیں پولیس کا' جیل سسرال ہے اس کے لیے..... پولیس خود بہت بار ساتھ لے گئی اسے مگر یہ ہر بار زندہ لوٹ آتا ہے..... سینے پر مونگ دلنے کے لیے.....'' زہر خند لہجے میں عرش کو بتاتی وہ زرق کو ہی گھور رہی تھی۔

''اپنی زبان بند رکھ اور اٹھ یہاں سے۔'' زرق اس پر دھاڑا۔ ''جانتی بھی ہے کہ یہ کیا چیز ہے..... ایک دن تجھے اپنی جگہ پر کھڑا کر دے گا یہ تیرا آشنا.....''

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

''میری جگہ پر تو اسے تم کھڑا ہونے پر مجبور کرو گے اپنے نشے کے لیے..... اپنی ماں اور بہن کو سہارا دینے کے لیے میں اس سے بھی زیادہ بری جگہ پر کھڑا ہو سکتا ہوں' تجھ جیسا بے غیرت نہیں ہوں میں..... عورت نے ہی تجھے جنم دیا اور عورت پر ہی ہاتھ اٹھاتا ہے' تیرے جنم پر افسوس ہوتا ہے' جو بہن تجھے پال رہی ہے' اسے گالیاں دیتا ہے' اسے سڑک پر بے عزت کرتا ہے' تجھ جیسے بھائی کے ہونے سے نہ ہونا زیادہ بہتر' بھائی نہیں تو آستین کا سانپ ہے..... تجھ میں اگر ذرا بھی غیرت ہوتی تو میری اصلیت جانتے ہوئے بھی اپنی بہن کو میرے پاس دیکھ کر ڈوب کر مر جاتا.....''

عرش کی بات ادھوری رہ گئی تھی جب زرق بپھر کر اس پر جھپٹا تھا دوسری جانب وہ اطمینان سے بیٹھی ان دونوں کو دست وگریبان ہوتا دیکھ رہی تھی' عرش حاوی تھا زرق پر وہ جانتی تھی کہ زرق زیادہ دیر زورآزمائی نہیں کر سکے گا اور یہی ہوا تھا' عرش کے مکے پر سڑک پر گرتا زرق فوراً اٹھ نہیں سکا تھا۔

''اپنی بہن کی محنت کی کمائی اپنے نشے میں اڑا کر سینہ تان کر آنے سے پہلے اپنے گریبان میں جھانک..... سمجھا۔''

اپنی شرٹ کو جھٹک کر ٹھیک کرتا عرش اس پر بھڑکا جو پھٹے ہونٹ سے رستا خون صاف کرتا اٹھ کھڑا ہوا تھا۔

''مجھے کیوں گھور رہا ہے؟ بیکار میں کسی پر بھونکے گا تو ایسے ہی مار کھائے گا۔'' زرق کو اپنی طرف گھورتا دیکھ کر وہ ناگواری سے چیخی۔

''وہ مجھے مار رہا ہے اور تو تماشہ دیکھ رہی ہے' بہت بھروسہ ہے تجھے اس پر..... ایسے لوگ کسی کے نہیں ہوتے' ایک دن یہ تجھے برباد کر جائے گا' اس دن تو مجھے یاد کر لینا مگر میں واپس نہیں آؤں گا۔'' زرق بھڑکتے انداز میں بولا۔

''نہ تو میری بہن نہ میں تیرا بھائی آج ختم تیرا میرا رشتہ' مرگئی تو میرے لیے اور میں تیرے لیے' جا رہا ہوں اپنا کالا منہ لے کر' تو بھی جہاں چاہے اپنا منہ کالا کر' میں اب پلٹ کر نہیں آنے والا۔'' اشتعال میں چلاتے ہوئے زرق سڑک کے دائیں طرف دوڑتا چلا گیا اور وہ جو ساکت بیٹھی تھی سرعت سے اٹھ کھڑی ہوئی۔

''شاید میں نے کچھ زیادہ کہہ دیا اسے۔'' عرش کو یک دم احساس ہوا۔

''نہیں..... وہ آجائے گا' کچھ دن کے لیے غائب ہو جاتا ہے جب دماغ پلٹتا ہے تو..... پھر خود ہی آجاتا ہے۔'' غائب دماغی سے بولتی وہ شاید خود کو تسلی دے رہی تھی' زرق نے بھی ایسے تیوروں کے ساتھ ایسے جملے نہیں کہے تھے' دور سڑک پر غائب ہوتے زرق کو دیکھتے ہوئے اس کا چہرہ اتر گیا تھا۔ دل عجیب وسوسوں میں گھرتا چلا جا رہا تھا۔

''فکر مت کرو' جائے گا کہاں' نہیں آیا تو میں اسے لے آؤں گا۔'' عرش کے تسلی دینے پر وہ خاموشی سے سر ہلا کر رہ گئی۔

○.....❁.....○
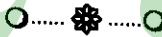
زرکاش کی کال کا انتظار کیے بغیر ہی اس نے اپنی تیاری شروع کر دی تھی' رائل بلیو ٹنگ پائجامہ کرتا جس کے گریبان پر ریشم کی خوب صورت ایمبرائڈری نمایاں تھی' فی الحال اس کے پاس یہ ایک لباس تو ایسا تھا کہ جس میں وہ کوئی مین میخ نہیں نکال سکتی تھی۔ کپڑا قیمتی ہرگز نہیں تھا' مگر رائمہ کے ہاتھوں کے ہنر کا ہی یہ کمال تھا کہ ایک عیب بھی دیکھنے والوں کی نظروں میں نہیں آسکتا تھا' یہ لباس زیب تن کر کے اس نے سوچا تھا کہ عنقریب لباس کے معاملے میں بھی اس کا معیار بہت اونچا ہونے والا ہے وہ جانتی تھی کہ مادی چیزوں کے قیمتی یا سستا ہونے کی بنیاد پر ہی انسان کا معیار یہ دنیا متعین کرتی ہے..... بہرحال اپنی منزل کی جانب قدم اس نے بڑھا دیئے تھے' اب وہ رکنے والی نہیں تھی' ایک ایک کر کے اس کے تمام خواب' آرزوئیں' خواہشیں اور چاہتیں سب پوری ہونے والی تھیں۔ نیچرل لپ اسٹک کا ٹچ دے کر اس نے تنقیدی نظروں سے اپنے سراپے کو دیکھا' مطمئن ہو کر وہ رسٹ واچ کلائی میں باندھ

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

رہی تھی جب زرکاش کی کال آ گئی' عجلت میں سینڈلز پہن کر وہ بیگ اٹھاتی سرعت سے کمرے سے نکلی۔

''کوئی سوال مت کرنا......'' فرنٹ سیٹ پر بیٹھتے ہی اس نے کچھ کہنا چاہا ہی تھا کہ زرکاش نے ٹوک دیا' منہ بند کرتی وہ خفت سے اسے دیکھ کر رہ گئی۔

زرکاش کی تقلید میں لفٹ سے باہر آتی وہ مستقل حیران ہی تھی مگر صحیح معنوں میں حیرت کا جھٹکا اسے تب لگا جب ایک اپارٹمنٹ کا لاک کھول کر زرکاش نے اسے اندر داخل ہونے کا اشارہ کیا۔

''مجھے لگا تھا ہم یہاں کسی سے ملنے آئے ہیں...... مجھے تو یقین ہی نہیں آ رہا کہ اتنی خوب صورت جگہ پر آپ نے اتنا زبردست اپارٹمنٹ لیا ہوا ہے اپنے لیے۔'' دراج حیرت وخوشی سے چیخ اٹھی۔

''ہاں......اور تمہیں یہاں اس لیے ساتھ لایا ہوں کہ آئندہ تم اس خودترسی میں مبتلا نہ ہو کہ تمہارا کوئی گھر نہیں' اب یہ تمہارا گھر ہے اور ہمیشہ تمہارا ہی رہے گا' سمجھ گئیں؟'' اپنے لفظوں پر زور دیتے ہوئے زرکاش نے اس کے خوشی سے دمکتے چہرے کو دیکھا۔

''یہ آپ کا گھر ہے تو میرا ہی ہے...... میں جب چاہوں یہاں آ سکتی ہوں' میں پاگل ہو رہی ہوں خوشی سے' مجھے ابھی پورا اپارٹمنٹ دیکھنا ہے۔'' خوشی سے چہکتی وہ پھر ٹھہری نہیں تھی' ایک ایک کونے کا اچھی طرح جائزہ لے کر وہ واپس لاؤنج میں آئی' زرکاش وہاں موجود نہیں تھا' اس کی متلاشی نظریں دائیں جانب گلاس ڈور کی سمت گئیں' تیزی سے وہ اس جانب بڑھ گئی' دھیرے سے گلاس ڈور کھول کر اس نے ٹیرس کا جائزہ لینا چاہا تھا کہ یک دم چہرے سے ٹکراتی نم ہواؤں کے ساتھ وہ ششدر رہ گئی۔

''زرکاش......ایہاں تو پورا سمندر ہی سمندر ہے...... مجھے اپنی آنکھوں پر یقین نہیں آ رہا' اتنی اونچی اونچی لہریں اٹھ رہی ہیں' اتنا خوب صورت لگ رہا ہے یہاں سے سمندر......'' خوشی سے پاگل ہو کر چیختی وہ زرکاش کے کان سن کر گئی' اس سے پہلے کہ وہ کچھ کہتا' دراج واپس بھاگتی ہوئی ٹیرس تک جا پہنچی تھی۔

نہ اس کی آنکھیں سیر ہو رہی تھیں نہ طبیعت' پتہ نہیں کتنی بار وہ گھر کا جائزہ لے چکی تھی' اختتام ٹیرس تک ہی آ کر ہوتا تھا' اسے خبر ہی نہیں ہوئی تھی کہ کب زرکاش نے سینڈوچ اور چائے تیار کرلی...... زرکاش کے ٹوکنے پر ہی وہ ایک جگہ ٹک کر بیٹھنے پر مجبور ہوئی تھی۔

''مجھے اب تک یہ سمجھ نہیں آیا کہ آپ کو یہ اپارٹمنٹ اپنے لیے خریدنے کی ضرورت کیوں پیش آئی؟'' سینڈوچ کھاتے ہوئے اس نے پوچھا۔

''یہ ضرورت اس لیے پیش آئی کہ تم جانتی ہو ایک طویل عرصہ تک تم سب سے دور ایک بالکل الگ زندگی میں نے گزاری' مجھے اسی زندگی اور ماحول کی عادت ہے یہاں آنے کے بعد میں نے پہلی فرصت میں یہ اپارٹمنٹ خریدا تھا اور اسے اپنے ذوق کے مطابق ہی سیٹ کرنے کی کوشش کی ہے جس میں بہت حد تک میں کامیاب رہا ہوں' یہاں وہی پرائیویسی ہے' تنہائی ہے' خاموشی ہے' جس کا میں عادی ہوں۔ ہفتے میں ایک دن میرا یہاں گزرتا ہے صرف اپنے ساتھ۔'' زرکاش کے جواب پر وہ بس حیرت سے اسے دیکھ کر رہ گئی۔

''اس اپارٹمنٹ کی ایک چابی میں تمہیں دے دوں گا تم جب بھی یہاں آنا چاہو بلا جھجک مجھ سے کہہ سکتی ہو...... لیکن چابی تمہارے پاس ہونے کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ تم میرے بغیر تنہا یہاں آ جاؤ......''

''لیکن میں تنہا یہاں آ سکتی ہوں' وقت بے وقت آپ کو تنگ کرنا مجھے اچھا نہیں لگے گا' آپ تو اتنے مصروف ہوتے ہیں......'' وہ درمیان میں ہی خوشامدی انداز میں بولی۔

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

"جو بھی ہے فی الحال تو میں تمہیں ہرگز یہاں تنہا آنے کی اجازت نہیں دوں گا۔" وہ قطعی انداز میں انکار کر گیا۔
"تو پھر کیا فائدہ چابی مجھے دینے کا...... وہ بھی رکھیں اپنے پاس۔ اپنے گھر آنے کے لیے کیا کسی کی اجازت کی ضرورت ہوتی ہے؟" دراج کا موڈ خراب ہوا۔
"تم ابھی یہاں کے راستوں سے انجان ہو اور میں نہیں چاہتا کہ ہاسٹل سے اتنا دور تنہا یہاں آتے ہوئے تمہیں کوئی مسئلہ درپیش آئے...... جب میں مطمئن ہو جاؤں گا تو ضرور تمہیں تنہا بھی یہاں آنے کی اجازت ہوگی...... اب کوئی جرح' بحث نہیں۔" اس کے تنبیہی انداز پر دراج بس خفت سے اسے دیکھ کر رہ گئی۔
"اب تم یہاں آ گئی ہو تو میں سوچ رہا ہوں کہ تم سے کچھ ضروری باتیں بھی کر لوں...... اگر حالات دوسرے ہوتے تو یقیناً میں تم سے اتنے پرسنل میٹرز شیئر نہ کرتا مگر اب یہ ضروری ہے کہ میں تم سے کچھ نہ چھپاؤں' ہوسکتا ہے کہ سب کچھ جاننے کے بعد میرا امیج تمہاری نظر میں بگڑ جائے' ہوسکتا ہے کہ تمہارے جذبات کو دھچکہ بھی پہنچے لیکن یہ سب اگر وقت گزرنے کے بعد ہوا تو زیادہ نقصان دہ ہوسکتا ہے جس کی تلافی بھی میں شاید نہ کر سکوں۔" اس کے بے حد سنجیدہ لہجے نے دراج کو حیران اور متجسس کر دیا۔
"ایسی بھی کیا بات ہے جو آپ ایک دم سے اتنے سنجیدہ ہو گئے' آپ بے فکر ہو کر مجھ سے اپنے دل کی اور زندگی کی ہر بات شیئر کر سکتے ہیں' آپ کا کوئی بھی سچ نہ آپ کے لیے میری محبت کو کم کر سکتا ہے اور نہ وہ اس بھروسے کو توڑ سکتا ہے جو مجھے آپ پر ہے۔" اپنی جگہ سے اٹھ کر زرکاش سے کچھ فاصلے پر آ بیٹھی۔
"اسی لیے تو میں چاہ کر بھی تم سے نہیں چھپا سکتا...... مزید تمہید باندھنے کی مجھے ضرورت نہیں تمہاری یہ بات سننے کے بعد......" اس کی آنکھوں میں دیکھتا وہ بولا۔
"دراج...... جب میں نے اپنا ملک چھوڑا تھا تو ہر طرح سے بہت کمزور اور ٹوٹا ہوا تھا' عمر کے ایک سنہری دور سے منہ موڑ کر فکر معاش میں مجھے ملک بدر ہونا پڑا تھا' اپنوں سے دور اجنبی دیس میں' میں بالکل تنہا تھا' ذہنی اور جذباتی طور پر بھی بہت ڈسٹرب تھا' بہت مشکل سے خود کو سمیٹ کر وہاں زندگی گزارنا بہت دشوار و کٹھن تھا۔ شروع کے دو سال میں نے وہاں کیسے گزارے یہ میں ہی جانتا ہوں مگر پھر میری ملاقات ایک لڑکی سے ہوئی' کلارا شاید پہلی لڑکی تھی جس نے مجھے اتنی اہمیت اور توجہ دی کہ میں خود کو اس کی طرف بڑھنے سے روک نہیں سکا یا پھر اس کی شخصیت ہی ایسی تھی کہ میں جو اپنی تنہائی میں گھٹ گھٹ کر جی رہا تھا' اس کی طرف دل کو مائل ہونے دیا...... کلارا اور میں بہت زیادہ عرصے تک صرف دوستی کے تعلق تک ہی محدود نہیں رہ سکے تھے' ہماری دوستی بہت گہرے تعلقات میں بدلتی چلی گئی' وہ تعلقات جو تمام حدود پار کر جاتے ہیں......" ایک پل کو رک کر زرکاش نے بغور اس کے تاثرات دیکھے تھے' جو شاید سانس روکے یک ٹک اسے دیکھتی ہمہ تن گوش تھی۔
"کلارا نے ہر طرح سے مجھے سپورٹ دی' وہ میرے کچھ کہے بغیر ہی جان گئی تھی کہ میں کتنا تنہا ہوں' کس حد تک اندر سے ٹوٹا ہوا ہوں' بہت خاموشی سے وہ میرا جذباتی سہارا بھی بن گئی تھی' کلارا سے زیادہ میرے لیے مشکل تھا اس سے الگ زندگی گزارنا' باہمی رضامندی سے ہم دونوں نے ایک ہی اپارٹمنٹ میں رہنا شروع کر دیا' کلارا کے آنے سے پہلے میری زندگی آہنی دیواروں کے درمیان گھٹی ہوئی تھی' اس کے آنے کے بعد آزادیوں کی کوئی حد ہی نہ رہی تھی' ہم دونوں ایک ساتھ بہت خوش تھے' سب کچھ مکمل اور خوب صورت ہو گیا تھا' ہماری محبت اور اموشنز ایک دوسرے کے لیے تھے' اس میں کوئی کھوٹ بظاہر نہیں تھا' کلارا کے ساتھ میں نے پورا یورپ دیکھا تھا' اپنی زندگی کے پانچ سال میں نے اس کے ساتھ گزارے تھے' ان پانچ سالوں میں ایک بھرپور زندگی گزاری تھی' بس ہمارے درمیان

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

http://paksociety.com

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام پر موجود آل ٹائم بیسٹ سیلرز:-

Downloaded From Paksociety.com
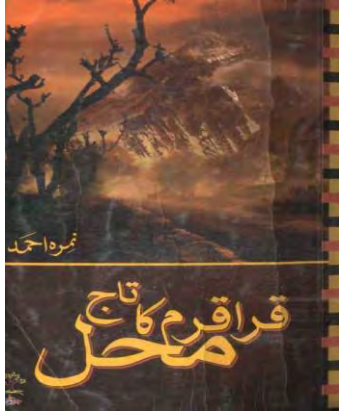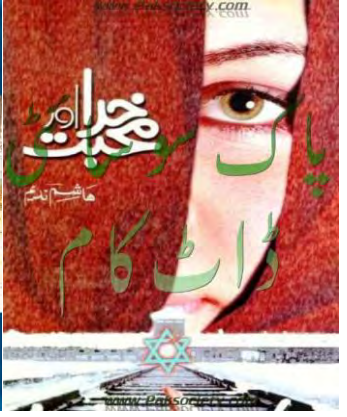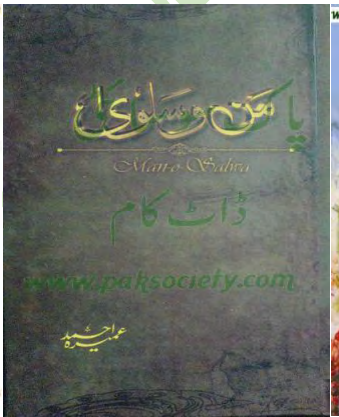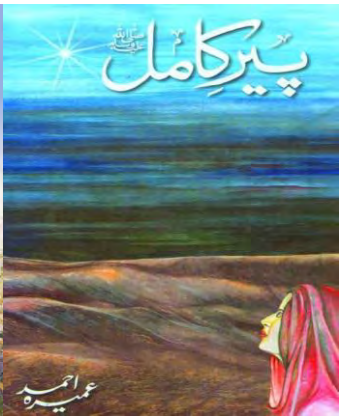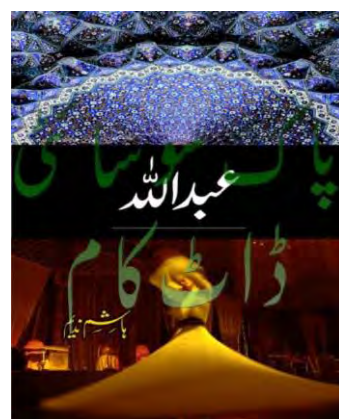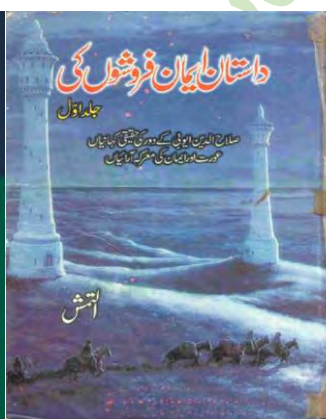
قانونی طور پر کوئی ثبوت نہیں تھا اس تعلق کا جو ہمارے درمیان تھا' میں اس کے لیے بھی تیار تھا مگر کلارا اس چیز کے لیے راضی نہیں تھی' آہستہ آہستہ ہمارے درمیان اسی ایشو کو لے کر اختلافات بڑھے اور بڑھتے چلے گئے اور پھر ہم دونوں کو یہی بہتر لگا کہ ہم ایک دوسرے سے مزید بدظن ہونے کے بجائے اچھے طریقے سے اپنے اپنے راستے الگ کرلیں...... تین سال پہلے ہم دونوں الگ ہوگئے اب وہ اپنی زندگی گزار رہی ہے اور میں اپنی۔'' گہری سانس لے کر زرکاش نے اسے دیکھا جو پُرسوچ نظروں سے اسے دیکھ رہی تھی۔

''اختلافات اس حد تک بڑھ گئے تھے کہ پانچ سال کی رفاقت بھی اسے قائل نہ کرسکی؟'' دراج کا لہجہ سوالیہ اور سنجیدہ تھا۔

''میں نے اپنی طرف سے بھرپور کوشش کی تھی' میں اپنی تمام زندگی اس کے ساتھ گزارنا چاہتا تھا' اپنی فیملی بنانا چاہتا تھا مگر کلارا کی زندگی میں شادی اور مذہب کوئی معنی نہیں رکھتا تھا' شادی اس کے نزدیک ایک قانونی فارمیلیٹی تھی جس کے بغیر ہی وہ میرے ساتھ زندگی گزارنے کے لیے تیار تھی' جبکہ میرے لیے مذہب سے دور' شادی کے بغیر ایک عورت کی قربت میں رہنا مشکل ہوتا جارہا تھا...... یہ کتنی عجیب بات تھی کہ میں اس معاملے میں کوئی سمجھوتا نہیں کرپایا تھا' پانچ سال تک اپنے مذہب سے دور اس کی حدیں بھلا کر ایک ایسی عورت جو کسی بھی مذہب کی پیروکار نہیں تھی' نامحرم تھی' اس کے ساتھ تمام اخلاقی حدود بھی پار کرنے کے بعد میں سمجھوتا نہیں کرسکا تھا' نہ میں اسے قائل کرسکا' نہ اس کے دلائل مجھے قائل کرسکے تھے' اب پلٹ کر دیکھتا ہوں تو میری زندگی کے وہ خوب صورت پانچ سال میرے تمام گناہوں پر بھاری اور سیاہ دکھائی دیتے ہیں حالانکہ وہ پانچ سال مجھے عروج پر لے گئے تھے' اس میں مجھے کامیابی پر کامیابی ملی تھیں۔'' وہ عجیب سے لہجے میں بولا۔

''کیا اس عورت کی اہمیت اور جگہ اب بھی ہے آپ کے دل میں کہیں؟'' دراج نے پوچھا۔

''ہاں...... یہ ایک فطری سی بات ہے' میں تم سے جھوٹ نہیں کہوں گا' ان پانچ سال کے بے شمار دن رات' ایسے ہیں کہ جن کی یادیں دھندلانے میں شاید بہت وقت لگے۔'' وہ صاف گوئی سے بولا۔

''کیا وہ بہت خوب صورت تھی؟'' بہت سنجیدگی سے دراج نے مزید سوال کیا۔

''ہاں۔'' زرکاش نے مختصراً جواب دیا۔

''کیا وہ اب بھی آپ سے رابطے میں ہے؟'' ایک پل کی خاموشی کے بعد پھر پوچھا۔

''ہاں' الگ ہونے کے بعد چند بار اس سے مختصری ملاقاتیں بھی ہوئیں' ہم اچھے دوستوں کی طرح ملے' کبھی کبھی وہ خیریت دریافت کرنے کے لیے فون کرتی ہے' ویسے اسے ایک نیا ساتھی مل چکا ہے اور وہ اپنی زندگی میں بہت خوش ہے' وہ جانتی ہے کہ میں یورپ چھوڑ کر واپس اپنے ملک آچکا ہوں۔'' زرکاش کے کہنے پر اس نے مزید کوئی سوال کیے بغیر پلیٹ میں سے سینڈوچ اٹھا کر کھانا شروع کردیا جبکہ زرکاش اس کے تاثرات سے کسی ردعمل کا اندازہ نہیں لگاسکا تھا۔

''بہت زبردست سینڈوچ بنائے ہیں آپ نے۔'' وہ ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ بولی۔

''ابھی مجھے ایک کام کے سلسلے میں جانا ہے' واپس آکر میں تمہارے لیے ایک زبردست ڈنر تیار کرنے والا ہوں' وہ بھی جھٹ پٹ' تم مان جاؤ گی کوکنگ میں میری مہارت کو۔''

''کتنی دیر لگے گی آپ کو واپس آنے میں؟''

''زیادہ دیر بالکل نہیں کروں گا' امید ہے کہ تم تنہا یہاں بوریت محسوس نہیں کروگی۔'' زرکاش کے کہنے پر وہ بس سر

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

ہلا کر رہ گئی۔
زرکاش کو یہ بہت ضروری لگا تھا کہ وہ منظر سے ہٹ کر دراج کو اتنا وقت دے کہ وہ تنہائی میں بیٹھ کر اس سچ کی گہرائی اور تلخی کو جانچ سکے جو وہ اسے بتا چکا ہے' زرکاش کے لیے اپنی محبت کا اظہار وہ اپنے عمل سے' اپنی باتوں سے' رویوں سے کھل کر کرتی رہی تھی' زرکاش کو اندازہ تھا کہ یہ سچ اتنا معمولی بھی نہیں ہے کہ جسے نظر انداز کردیا جائے' وہ چاہتا تھا دراج اس بارے میں سوچے' جذبات سے ہٹ کر سچ کو سامنے رکھ کر یہ فیصلہ کرے کہ اسے دراج کی زندگی میں کس جگہ' کس مقام پر ہونا چاہیے' شاید اس کے دل میں جس مقام پر وہ اپنا سچ کہنے سے پہلے تھا' اب اس مقام سے اسے ہٹانے میں دراج کو کچھ وقت لگے گا مگر پھر بھی وہ اسے فوری طور پر سوچنے' سمجھنے کا وقت دینا چاہتا تھا۔
زرکاش کے جانے کے بعد اس نے خالی مگ اور پلیٹیں دھو کر کیبنیٹ میں رکھیں اور بلا ارادہ ہی بیڈ روم میں چلی آئی' مختصر مگر قیمتی اور اسٹائلش فرنیچر اور دیواروں پر آویزاں پینٹنگز اور فینسی لائٹس نے ماحول کو بہت پرسکون اور خواب ناک بنادیا تھا۔ زرکاش کا ذوق بلاشبہ بہت شاندار تھا' سائیڈ ٹیبل پر فریم میں موجود زرکاش کی تصویر کو دیکھتے ہوئے اس کے لبوں پر استہزائیہ سی مسکراہٹ پھیل گئی۔ مخملی بیڈ کے کنارے بیٹھتے ہوئے بھی اس کی نگاہیں تصویر پر جمی رہیں۔
''مجھے آپ کے کسی سچ سے کوئی غرض نہیں' نہ اس سچ سے کہ آپ نے کہاں' کہاں اپنی تسکین کے لیے اپنے ساتھ اپنے خاندان کا بھی منہ کالا کیا اور پھر بھی سر اٹھا کر سب کے درمیان فرشتہ صفت بنے ہوئے ہیں اور نہ ہی مجھے اس حقیقت سے کوئی غرض ہے کہ آپ ان ہی عام مردوں میں سے ایک ہیں جن کو زندگی میں آگے بڑھنے کے لیے ایک عورت کی ضرورت ہوتی ہے' مجھے غرض ہے تو صرف اپنی زندگی' اپنی کامیابیوں سے' ایک شاندار مقام تک پہنچنے کا راستہ میرے لیے صرف آپ ہی ہیں' راستے پر چلنے کے لیے مجھے ان کانٹوں کو نظر انداز کرنا پڑے گا جو پیچھے رہ گئے ہیں' اب آگے جو آئیں گے' منزل تک پہنچنے کے لیے ان کو تو مجھے ایک ایک کرکے صاف کرنا ہی ہے' باقی آپ اور آپ کے ماضی کی سیاہ کاریاں آپ کو مبارک...... میرے دل اور میری خلوتوں میں آپ جیسے مرد کے لیے کوئی گنجائش نہیں نکل سکتی۔'' حتمی انداز میں تصویر کو مخاطب کرتے ہوئے اس نے جانے کس کیفیت میں ایک ہاتھ مار کر تصویر کو اوندھا گرا دیا تھا اور اسے اسی طرح چھوڑ کر بیڈ روم سے نکل آئی تھی۔
تقریباً ایک گھنٹے بعد وہ بہت خاموشی سے گھر میں داخل ہوا تھا' لاؤنج میں آتے ہوئے اس کی نگاہ بیڈ روم کے ادھ کھلے دروازے تک گئی تھی سو وہ دراج کی وہاں موجودگی کے خیال سے اسی جانب بڑھا تھا۔ دستک دے کر وہ چند لمحوں تک منتظر رہا مگر پھر جب دروازہ کھول کر اندر کا جائزہ لیا تو دراج کہیں نظر نہیں آئی۔ دروازہ بند کرتے ہوئے وہ یک دم رکا' نظر سائیڈ ٹیبل پر ٹھہر گئی تھی' چند لمحوں تک وہ اپنی جگہ رکا اوندھی گری تصویر کو دیکھتا رہا پھر واپس پلٹتے ہوئے دروازہ بند کردیا تھا۔ ٹیرس کی باؤنڈری پر بازو ٹکائے وہ سمندر کی جھاگ دار اونچی اٹھتی لہروں کو تکتی تیز ہوا اور سمندر کے شور کو سنتی جانے کہاں گم تھی' زرکاش کے قریب آنے پر وہ چونک کر متوجہ ہوئی' اس کی آنکھوں میں گہری اداسی تھی اور لبوں پر پژمردہ سی مسکراہٹ۔
''آپ کب آئے......؟ مجھے پتہ ہی نہیں چلا......'' آنکھیں چراتی وہ وہاں سے جانا چاہتی تھی مگر زرکاش نے دھیرے سے اس کا ہاتھ تھام کر روک لیا۔
''دراج...... میں جانتا ہوں کہ میں نے بہت سفاکی کا مظاہرہ کیا ہے' یہ بھی جانتا ہوں کہ تم کچھ کہو گی نہیں مگر تکلیف تمہیں پہنچی ہے...... آج زیادہ شدت سے احساس ہورہا ہے کہ میں کتنا برا انسان ہوں...... خود کو اچھا ظاہر کرنے کی کوشش میں نے پہلے بھی نہیں کی مگر تمہاری نظروں میں خود کو برا ثابت کرنا میرے لیے بہت زیادہ کٹھن

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

تھا' مگر سچ کو ایسے انسان سے چھپائے رکھنا بہت مشکل ہو جاتا ہے جو ہم پر بہت بھروسہ کرتا ہے...... میں تمہاری نظروں میں ہی نہیں خود اپنی نظروں میں بھی شرمسار ہوں' تمہارا بھروسہ توڑنے یا دھوکے میں رکھنے سے بہتر اس شرمساری کا بوجھ ہے۔'' اس کا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں تھامے وہ گہری سنجیدگی سے بولا۔

''آپ نے مجھے وہ سب اس لیے بتایا کہ میں آپ کو برا سمجھ کر آپ سے دور ہو جاؤں اور کبھی آپ سے محبت کا دعویٰ نہ کروں......'' وہ مدھم لہجے میں بولتی سوالیہ نظروں سے اسے دیکھ رہی تھی۔

''ایسا بالکل نہیں ہے دراج...... تم بہت سادہ ہو' بہت معصوم' دنیا کی بہت ساری حقیقتوں سے انجان ہو...... میرا ضمیر اس بات کی اجازت نہیں دیتا کہ میں تمہیں اندھیرے میں رکھوں' کیا یہ تمہارے ساتھ ناانصافی نہ ہوتی کہ میں تمہیں اندھیرے میں رکھتا؟ کیا یہ میرے گناہوں میں ایک اور اضافہ نہ ہوتا کہ اتنی مخلص اور پیار کرنے والی ہستی کو میں اس سچ سے بے خبر رکھ کر اس کی سادگی کا فائدہ اٹھاتا؟''

''مجھ سے کوئی سوال مت کریں' میں بس یہ کہنا چاہتی ہوں کہ آپ کا کوئی سچ' کوئی اعتراف مجھے آپ سے بدظن نہیں کرسکتا' میرے دل سے آپ کی محبت کسی صورت نہیں نکل سکتی' نہ ہی وہ رکے گی' بس بڑھتی رہے گی اور اس پر میرا کوئی اختیار نہیں۔'' لرزتے لہجے میں وہ بولی جبکہ اس کی سیاہ آنکھوں میں تیرتا شفاف پانی آج پھر زرکاش کو ساکت کر گیا تھا۔

''پاگل ہو تم بالکل......'' دھیرے سے اسے اپنے ساتھ لگاتے ہوئے زرکاش نے ہلکی سی چپت اس کے سر پر لگائی۔

○...... ❁ ......○
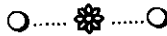
گرجتے بادلوں کے ساتھ دھواں دھار بارش کا سلسلہ جاری تھا۔ سب کچھ تاریکی میں ڈوبا ہوا تھا' روشن موم بتیوں کا اسٹینڈ اٹھائے وہ کمرے میں داخل ہوا' شازمہ خاموش نظروں سے اسے دیکھتی رہی تھیں' اسٹینڈ ٹیبل پر رکھتا وہ ان کے قریب آبیٹھا۔

''ماما اب آپ لیٹ جائیں' کافی دیر ہو چکی ہے آپ کو بیٹھے ہوئے' تھکن ہو جائے گی۔''

''نہیں میں ٹھیک ہوں' تم پریشان مت ہو' آرام کرو اب' آج سارا دن اسی فکر میں تم گھر میں ہی رہے کہ جانے کس وقت مجھے ہاسپٹل جانے کی ضرورت پیش آجائے تھک گئے ہو گے۔ اب سو جاؤ۔'' شازمہ نحیف آواز میں بولیں۔

''میں بالکل نہیں تھکا بلکہ آپ سے آج ڈھیروں باتیں کرنے کے بعد میں تازہ دم ہو گیا ہوں۔ فکر مجھے آپ کی صحت کی رہتی ہے کیونکہ آپ کی ذرا سی بھی تکلیف میرے لیے برداشت سے باہر ہے۔ اگر میں گیراج چلا جاتا تو میرا دل' دماغ آپ کی طرف ہی لگا رہتا۔''

''میری تکلیف کو اپنی کمزوری کبھی مت بنانا عرش...... برداشت تو کرنا ہی پڑے گا' یہ تکلیفیں تو اب میرے ساتھ ہی ختم ہوں گی۔''

''مت کریں ایسی بات ماما......'' وہ لرز اٹھا۔

''سچ سے ہم کب تک بھاگ سکتے ہیں' سچ تو اپنے آپ کو خود ہی منوالیتا ہے اور مجھے یقین ہے کہ میرا بیٹا بہت باہمت ہے' وہ ہر سچ کو قبول کرتے ہوئے اپنی زندگی میں بہت آگے بڑھے گا۔'' اس کے شانے کو دھیرے سے سہلاتیں شازمہ بولیں جبکہ عرش چپ چاپ ان کی ویران آنکھوں کو دیکھتا رہا تھا۔

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

''عرش' آج میں نے بے شمار باتیں کی ہیں تم سے مگر ایسا لگتا ہے ابھی جانے کتنی باتیں رہتی ہیں جو مجھے تم سے کرنی تھیں۔''

''آپ وہ ساری باتیں مجھ سے کریں جو رہ گئی ہیں' آپ کی باتوں نے اس وقت کی یادوں کو بھی تازہ کردیا ہے جب پاپا ہمارے ساتھ تھے...... میں شدت سے چاہتا ہوں کہ ہمارا وہ وقت لوٹ آئے مگر ایسا ہو نہیں سکتا...... مگر کاش ایسا ہوسکتا۔'' عرش کے لہجے میں حسرت ہی حسرت تھی۔

''ہاں' ایسا نہیں ہوسکتا' سب کچھ انسان کی خواہش کے مطابق نہیں ہوتا' جو ہوتا ہے اس پر شکر اور جو نہیں ہوتا اس پر صبر کرنا ٹھیک ہے۔'' شازمہ کمزور لہجے میں بولیں۔

''مجھے یقین ہے کہ میری طرح تمہارے پاپا کو بھی یہ دکھ شدید ہوا کہ ہم تمہارے لیے کچھ نہیں کرسکے...... ایسا کچھ بھی نہیں جس کا حق اولاد اپنے ماں' باپ پر رکھتی ہے۔''

''نہیں ماما' آپ سے اور پاپا سے مجھے جو کچھ ملا وہ میرے لیے دنیا بھر کی دولت سے بڑھ کر ہے' آپ دونوں کی محبت سے زیادہ قیمتی کچھ بھی نہیں۔'' وہ درمیان میں بول اٹھا۔ شازمہ چند لمحوں تک اسے خاموشی سے دیکھتی رہیں۔

''عرش' تم نے اسے بتایا نہیں کہ میں گھر پر اس کا انتظار کررہی ہوں......؟''

''بتاچکا ہوں' وہ جلد آئے گی' وہ بھی آپ سے ملنا چاہتی ہے۔'' عرش ان کے اس اچانک سوال پر حیران ہوئے بغیر بولا۔

''اس سے کہنا کہ دیر نہ کرے...... اب شاید میں زیادہ انتظار نہ کرسکوں۔'' ان کی مدھم آواز نے عرش کو سناٹوں میں دھکیل دیا۔

''تمہیں ابھی بہت آگے جانا ہے' اپنے مستقبل کو روشن کرنے کے لیے خوب محنت کرنی ہے' اپنا گھر واپس حاصل کرنا ہے' بہت اچھے مقام تک پہنچنا ہے' اس سب کے لیے بہت وقت درکار ہوگا' مگر یہ مت بھولنا کہ تمہیں شادی بھی کرنی ہے' اس گھر کو پھر سے آباد کرنا ہے جسے تمہارے پاپا نے بہت محنت اور لگن سے ہمارے لیے بنایا تھا......'' خلا میں کسی غیر مرئی شے پر نگاہ جمائے وہ ٹھہر ٹھہر کر بول رہی تھیں۔

''عرش' میں جانتی ہوں کہ وہ صرف تمہاری دوست نہیں ہے...... اس میں ایسا کچھ بھی نہیں کہ تم اس سے دوستی کرتے مگر اس میں ایسا کچھ ضرور ہے کہ تم اس کی عزت اور قدر کرو...... کیا تمہیں لگتا ہے کہ وہ تمہارے لیے ایک اچھی شریک حیات ثابت ہوگی؟'' شازمہ اس سے پوچھ رہی تھیں مگر فوری طور پر کوئی جواب نہیں دے سکا تھا۔

(ان شاءاللہ باقی آئندہ ماہ)

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

زینب اصغر مغل

"لبیک یارسول اللہ!" اذان کی آواز سنتے ہی عبدالمالک نے جذب سے کہا۔ رابعہ محو سی ہو کر اسے دیکھنے لگی' چند مہینوں میں ہی وہ اتنا بدل گیا تھا بالکل نیا شخص لگ رہا تھا جیسے وہ اس سے پہلی بار مل رہی ہو۔

"جماعت ہونے والی ہے میں نماز ادا کرآؤں پھر بات کرتے ہیں۔" وہ اٹھ کھڑا ہوا۔

"میری بات تو سنتے جاؤ۔" رابعہ نے سر اٹھا کر اسے دیکھتے ہوئے کہا۔

"نماز سے پہلے کچھ نہیں۔"

"مائیکل صرف ایک منٹ پلیز۔" رابعہ لجاجت سے بولی۔ اس نے مڑ کر قہر آلود نظر رابعہ پر ڈالی۔

"محمد عبدالمالک.....!" اس نے انگلی اٹھا کر تصحیح کی انداز میں واضح تنبیہہ کی۔

"سوری....." رابعہ نے شرمندہ ہو کر کہا وہ سر جھٹک کر آگے بڑھ گیا۔

❁.......❁.......❁

ابھی چند ماہ پہلے کی تو بات تھی جب رابعہ نے اسے اسلام کی طرف توجہ دلائی تھی تو وہ بہت ناراض ہوا تھا۔ ان کی دوستی کو بھی زیادہ عرصہ نہیں ہوا تھا لیکن جب انہیں لگا کہ وہ ایک دوسرے کو چاہنے لگے ہیں تو غور کیا کہ وہ دو مختلف راہوں کے مسافر ہیں مذہب کی خلیج بہت وسیع تھی جبھی رابعہ نے غیر محسوس طریقے سے اسے اپنے راستے کا مسافر بنانا چاہا اس نے مائیکل کو اسلام کی طرف راغب کیا' پہلے پہل وہ خفگی کا اظہار کرتا رہا۔ رابعہ نے اگلا قدم یہ اٹھایا کہ اسے ایک کتاب "سیرت حضرت رابعہ بصریؒ" تحفہ میں دی' اس نے رابعہ کا دل رکھنے کے لیے وہ کتاب مردتاً رکھ لی لیکن وہ دل میں کتنا برہم ہوا تھا وہی جانتا تھا اسی برہمی کا مزہ وہ رابعہ کو بھی چکھانا چاہتا تھا اگلے روز وہ رابعہ کے لیے تحفہ لے آیا۔

"یہ کیا ہے؟" رابعہ نے پوچھتے ہوئے ہاتھ بڑھایا۔

"یہ ہماری مقدس کتاب ہے۔" مائیکل نے مسکرا کر کہا۔ رابعہ بدک کے دو قدم پیچھے ہٹی' کتاب تھامنے سے پہلے ہی چھوٹ کر نیچے گئی تو مائیکل نے تڑپ کر تیزی سے کتاب اٹھائی اور آنکھوں کے ساتھ سرخ ہوتے چہرے سے اس کی طرف دیکھا۔

"یہ کتاب مجھے دینے کا مقصد......؟" وہ بھڑکی۔

"وہی جو تمہارا تھا۔" وہ چبا چبا کر بولا۔

"اونہہ....." رابعہ نے سر جھٹکا۔

"تم بھی تو اپنے مذہب کی طرف مجھے مائل کرنا چاہتی ہو تو میں ایسا کیوں نہیں کرسکتا؟" اس نے جارحانہ انداز میں پوچھا۔

"اگر تم اللہ تعالیٰ کو مانتے ہو تو میں تمہیں بتاتی ہوں کہ قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ "جو شخص (قیامت کے دن) اسلام کے سوا کوئی دوسرا مذہب لے کر آئے گا تو اسے ہرگز قبول نہیں کیا جائے گا کیونکہ اسلام دین حق ہے۔" رابعہ نے ٹھونک بجا کر کہا۔

"میں تو صرف دوست کی حیثیت سے تمہارا بھلا کررہی تھی آگے تمہاری مرضی۔" رابعہ نے بے نیازی سے کہا اور اٹھ کر چلی گئی اور وہ غصے سے اسے وہاں سے جاتا دیکھتا رہا۔

❁.......❁.......❁

اس نے متجسس فطرت کے ہاتھوں مجبور ہو کر "سیرت رابعہ بصریؒ" کو اٹھایا کتاب جہاں سے کھلی اس نے پڑھنا شروع کردیا پھر وہ دھڑکتے دل کے ساتھ پڑھتا گیا۔ دل

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

پر عجیب سی رقت طاری ہورہی تھی' آنکھیں نم ہورہی تھیں دل وجد سے جھوم رہا تھا وہ خود کو بے بس سا محسوس کرنے لگا خود اس کی سمجھ میں نہ آرہا تھا کہ اسے کیا ہورہا ہے؟ اس نے کتاب بند کرکے دل پر ہاتھ رکھ کر منتشر دھڑکنوں کو معتدل کرنا چاہا' نم آنکھوں کو خشک کیا۔

"یہ مجھے کیا ہورہا ہے..... شاید..... شاید اللہ تعالیٰ مجھے ہدایت دینا چاہتا ہے۔" اس نے سوچا اور کتاب کو احتراماً اونچی جگہ پر رکھ دیا۔

"مجھے رابعہ سے رابطہ کرنا چاہیے۔" اس نے سوچا۔

"نہیں..... " پھر اس نے خود ہی اپنے خیال کی نفی کردی۔

"مجھے پروفیسر عبدالمالک سے رہنمائی لینی چاہیے۔" اس نے خود کو صلاح دی۔

پروفیسر عبدالمالک ان کے کالج میں اسلامیات کے پروفیسر تھے' وہ دل ہی دل میں ان کی شخصیت سے بہت متاثر تھا لیکن ان کو مخاطب کرنے کی کبھی ہمت نہ ہوئی تھی۔ آج سب سے پہلے انہی کا خیال آیا تو اس نے فوراً ان کے گھر کا رخ کیا' پروفیسر صاحب اسے اپنے دروازے پر کھڑا دیکھ کر خوش بھی ہوئے اور حیران بھی۔ انہوں نے اسے بیٹھک میں بٹھایا اور اس کا مدعا سن کر محبت سے اسے گلے لگالیا۔

دائرہ اسلام میں داخل ہوکر اس نے پروفیسر عبدالمالک کے نام پر اپنا نام بھی "محمد عبدالمالک" رکھا۔ اب رابعہ جیسے لوگ بہت پیچھے رہ گئے تھے' رابعہ کی محبت پر اللہ' رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن پاک کی محبت حاوی ہوگئی۔ رابعہ پس منظر میں چلی گئی' کبھی خیال بھی آتا تو فرصت نہ ملتی پھر رابعہ کی طرف سے بھی خاموشی چھائی ہوئی تھی' پتا ہی نہ چلا چار پانچ مہینے گزر گئے' وہ اسلام کے بارے میں کافی کچھ جان گیا تھا اور نماز و قرآن کا پوری طرح پابند ہوگیا تھا۔

ایک روز اسے رابعہ کی طرف سے پیغام موصول ہوا وہ اس سے ملنا چاہتی ہے' وہ مسکرایا وہ بھی اس سے ملنا چاہتا تھا ابھی صرف سلام دعا تک ہی بات ہوئی تھی کہ عصر کی اذان کی صدائیں گونجنے لگیں اور وہ نماز کے لیے اٹھ کھڑا ہوا اور وہ اس کی پلٹ پر حیران ہوتی رہ گئی۔

❀.....❀.....❀

اگلے روز بھی وہ بمشکل تمام رابعہ سے ملنے کے لیے وقت نکال پایا تھا۔

"سنو..... میرا خیال ہے کہ ہمیں اب نہیں ملنا چاہیے۔" عبدالمالک نے کہا۔

"کیوں؟" وہ حیرت سے بولی۔

"کیونکہ..... اسلام کی رو سے ہم نامحرم ہیں۔" عبدالمالک نے متانت سے کہا تو وہ مسکرادی۔

"تو کیا ہوا' ہم محرم بن سکتے ہیں۔"

"تمہارا مطلب شادی؟" عبدالمالک نے پوچھا۔

"ہاں۔" رابعہ تیزی سے بولی عبدالمالک نے لب بھینچ لیے۔

"میرا مقصد تمہارا دل آزاری نہیں بلکہ مجھے خود افسوس ہے کہ....." اس نے بات ادھوری چھوڑ دی۔

"ہاں..... ہاں کہو کیا بات ہے؟" رابعہ نے بے چینی

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

سے پہلو بدلا۔

"میں شاید......تم سے شادی نہ کرسکوں۔" عبدالمالک نے کہہ کر سر جھکایا گویا اعتراف جرم کرلیا اور وہ حیرت سے گنگ رہ گئی کیوں تک کا سوال کرنا بھی بھول گئی۔

"رابعہ......اسلام کی قدر تم ہم جیسے نومسلم لوگوں سے پوچھو، تمہیں یہ دین حق وراثت میں ملا ہے اس لیے تم صرف باتوں کی حد تک اس کا پرچار کرتی ہو۔" اس نے کہا رابعہ الجھ کر اسے دیکھتی رہی۔

"تم کیا کہنا چاہتے ہو پلیز کھل کر کہو مجھے تمہاری بات بالکل سمجھ میں نہیں آرہی۔" رابعہ نے اپنی آواز کو بمشکل تمام بھیگنے سے روکا۔

"تم سوچو رابعہ، ایک مسلمان لڑکی ہوتے ہوئے کیا تمہیں یہ زیب دیتا ہے کہ تم مغربی لباس میں کھلے عام پھرو پھر تمہاری مجھ سے دوستی، بہرحال میں کسی باپردہ لڑکی سے شادی کرنا چاہتا ہوں۔" محتاط سے انداز میں اس نے جلدی سے بات سمیٹی۔

"تمہیں بھی کوئی تمہارا ہم خیال ہم سفر مل جائے گا لیکن میں ایسی لڑکی سے شادی کرنا چاہتا ہوں جو آنکھوں سے اندھی، کانوں سے بہری اور زبان سے گونگی ہو تم سمجھ رہی ہو ناں؟" عبدالمالک نے اس کی ضبط سے سرخ ہوتی آنکھوں میں جھانک کر پوچھا۔

"تم شاید بھول رہے ہو کہ تم ابراہیم ادھم نہیں ہو عبدالمالک......تمہیں فی زمانہ ایسی لڑکی نہیں ملنے والی۔" رابعہ نے تاسف سے چبھتے ہوئے لہجے میں کہا۔

"آج نہیں تو کل......بالکل ویسی نہیں تو اس سے کچھ ملتی جلتی شاید مل ہی جائے۔ دوسرا فی الحال میرا شادی کا کوئی ارادہ نہیں، میں نے اپنے ماں باپ، بہن بھائیوں اور دوستوں کو کھو کر اپنے رب کو پایا ہے۔ اس لیے میں سب سے پہلے بیت اللہ کا طواف کرنا چاہتا ہوں، مجھے اپنے رب کے حضور اور روضہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر پیش ہونا ہے۔" اس نے نرمی سے کہا۔

"آج تمہیں ایک بات بتاؤں رابعہ؟" قدرے توقف کے بعد بولا۔

"مجھے اپنے خالق و مالک سے اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے بن دیکھے عشق ہوگیا ہے۔"

"تمہارا بہت شکریہ کہ تم نے میری رہنمائی کی اس کے علاوہ اگر میری طرف سے تمہاری دل آزاری ہوئی ہو تو مجھے معاف کردینا اور ہاں میری باتوں پر غور ضرور کرنا، اللہ حافظ۔" اور پھر وہ اٹھ کر چلا گیا۔

اور وہ جہاں کی تہاں بیٹھی رہ گئی اس نے اسے راہ دکھائی تھی اور وہ اسی کو "گمراہ" کہہ کر چلتا بنا۔

❀......❀......❀

پیغام صبا لائی ہے گلزار نبی ﷺ سے
آیا ہے بلاوا مجھے دربار نبی ﷺ سے

وہ ایک جذب کے عالم میں حج اور سفر حج کی روداد پروفیسر عبدالمالک کو سنا رہا تھا اور پروفیسر صاحب بھی نم آنکھوں اور مسکراتے لبوں کے ساتھ سن رہے تھے، انہیں خود بھی بہت شوق تھا کعبہ کے گرد طواف کرنے کا، روضہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر اشک بہانے اور نذرانہ درود وسلام پیش کرنے کا لیکن وہ اس سے پہلے بیٹی کے فرض سے سبکدوش ہونا چاہتے تھے اس فرض کی ادائیگی ان کے لیے حج اکبر سے بڑھ کر تھی انہوں نے کہا۔

"بیٹا......شادی کے بارے میں کیا سوچا؟"

"کیا آپ اس معاملے میں میری کچھ مدد کرسکتے ہیں؟" اس نے الٹا انہی سے پوچھا۔

"اگر میں کہوں کہ میں تمہیں اپنی فرزندی میں لینا چاہتا ہوں۔" وہ ٹھہرے ہوئے انداز میں بولے۔

"تو یہ میری خوش نصیبی ہوگی۔" وہ تیزی سے بولا، تو پروفیسر صاحب مسکرا دیئے۔

"میری بیٹی بہت نیک، فرماں بردار اور باپردہ ہے میں اسے جس سے بھی بیاہ دوں گا وہ اعتراض نہیں کرے گی پھر بھی زندگی تم لوگوں نے گزارنی ہے اس لیے میں چاہتا ہوں کہ تم دونوں ایک نظر ایک دوسرے کو دیکھ لو۔"

"نہیں......نہیں اس کی ضرورت نہیں۔" وہ شرمندہ سا

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

ہو کر بولا۔ وہ اس کی جھجک کو سمجھ گئے انہوں نے اپنی بیٹی کو پکارا۔

"بیٹا' چائے لے آؤ۔" وہ چائے کی ٹرے تھامے سبک روی سے چل کر اندر آئی۔ عبدالمالک نے جب تک نظر اٹھا کر اسے دیکھنا چاہا وہ ٹرے رکھ کر پلٹ چکی تھی اور وہ اس کی صورت دیکھ ہی نہ پایا تھا پھر بھی مطمئن تھا اسے ایسی ہی لڑکی کی ضرورت تھی اس نے پروفیسر صاحب کی طرف دیکھا تو وہ مسکرا دیئے۔

❀......❀......❀

"اللہ بے نیاز ہے۔" عبدالمالک نے اس کا گھونگھٹ اٹھایا تو بے ساختہ کہہ اٹھا۔

آنکھوں میں کاجل کی لکیر' ماتھے پر چھوٹی سی بندیا' کانوں میں چھوٹے چھوٹے آویزے' کلائیوں میں چوڑیاں اور سرخ جوڑا اس کا کل سنگھار تھا اور وہ اپنے سامنے بیٹھی دلہن کے روپ میں رابعہ کو دیکھ کر جھوم اٹھا تھا جو اس سادگی میں بھی غضب ڈھا رہی تھی۔

اسے چند سال پہلے والی رابعہ یاد آئی جو بہت الٹرا ماڈرن قسم کی لڑکی تھی جو فیشن کی دلدادہ تھی جس کے بال شانوں تک کٹے ہوئے تھے اور وہ ہر وقت جینز شرٹ میں گھوما کرتی تھی اور آج دلہن کے روپ میں بھی سادگی کا پیکر' وہ اس کا معترف ہو گیا۔

"حدیث قدسی ہے' اے ابن آدم ایک تیری چاہت ہے ایک میری چاہت ہے' ہوگا وہی جو میری چاہت ہے اگر تُو نے سپرد کیا خود کو اس کے جو تیری چاہت ہے' تو میں تھکا دوں گا تجھ کو اس میں جو تیری چاہت ہے اور ہوگا وہی جو میری چاہت ہے اور اگر تُو نے سپرد کیا خود کو اس کے جو میری چاہت ہے تو میں بخش دوں گا تجھ کو جو تیری چاہت ہے اور ہوگا وہی جو میری چاہت ہے۔"

"رابعہ......! تم نے مجھے جو راہ دکھائی مجھے لگتا ہے کہ میری دنیا آخرت سنور گئی ہے' میں نے اللہ رسول کی محبت میں تمہیں پیچھے چھوڑ دیا تھا دیکھو اللہ تعالیٰ اپنے قول کا کتنا سچا ہے اس نے اپنے حکم کے مطابق آج مجھے میری چاہت بخش دی......"

"لیکن آپ نے تو مجھے ٹھکرا دیا تھا' آپ تو غالباً کسی اندھی' گونگی اور بہری لڑکی سے شادی کرنا چاہتے تھے ناں؟" رابعہ نے شکوہ کیا تو وہ زور سے ہنس دیا۔

"تم سمجھی نہیں' اندھی سے مراد یہ کہ کسی نامحرم کو نہ دیکھنا' گونگی سے مراد کسی نامحرم سے بات نہ کرنا اور بہری سے مراد کسی نامحرم کی بات نہ سننا تھا اور شکر ہے کہ تم نے خود کو میرے آئیڈیل میں ڈھال لیا پھر تم سوچو رابعہ' میں نے صرف تم سے شادی کے لیے تو اسلام قبول نہیں کیا تھا ناں' اگر ایسا ہوتا تو میرا مسلمان ہونا نہ ہونا برابر ہوتا اور میں کبھی بھی اسلام کی روح کو نہ پہچان پاتا اور جو باتیں میں نے تم سے آخری ملاقات کے روز کی تھیں اگر وہ باتیں نہ کرتا تو شاید تم بھی خود کو نہ بدلتیں۔ ہم دونوں ہم سفر بھی ہیں اور ایک دوسرے کے رہنما بھی۔" وہ بہت نرمی سے اور سلجھے ہوئے لہجے میں بات کر رہا تھا۔

"سچ کہوں رابعہ' میری زندگی میں دو لوگوں نے بہت اہم کردار ادا کیا' ایک تم اور ایک رابعہ بصری...... ان کی سیرت کے چند واقعات نے مجھے سرتاپا بدل دیا...... اب چند روز میں رمضان شروع ہونے والا ہے اور یہ میری زندگی کا پہلا خوب صورت ترین رمضان ہے کہ میں ایک مسلمان کی طرح صوم صلوٰۃ کی ادائیگی کروں گا۔"

"اور اب' ہم پر سجدہ شکر واجب ہے کیونکہ ہم اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے خوب صورت عشق کے دعوے دار ہیں۔" رابعہ نے یاد دلایا تو عبدالمالک نے مسکرا کر سر ہلا دیا۔

❀

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

سمیہ عثمان

اس کی آواز میں مصری گھلی تھی' سات سُروں کو چھیڑتی ہوئی اس کی آواز مقابل کو سحرزدہ ضرور کر جاتی تھی۔ الفاظ اس کی ادائیگی کے محتاج اپنی باری آنے کا انتظار کرتے تھے وہ بولتی نہیں تھی خیرات دیتی تھی' جملوں کی کہ سامنے والا اس کی آواز کے ساتھ الفاظ کی ادائیگی میں بھٹک جاتا اور وہ اپنی آواز کو مسیحا بنا کر ان کے ذہنوں کا علاج کرتی۔

شزا انور اپنے ڈیپارٹمنٹ کی ہر دلعزیز طالبہ تھی اور کیوں نہ ہوتی 'لائق فائق ہونے کے ساتھ ہر فن مولا تھی۔ اس کے ڈیپارٹمنٹ میں ہی نہیں پوری یونیورسٹی میں اس کا چرچا تھا' اساتذہ اس کی مثالیں دیتے تو لڑکیاں اس کی صرف ایک جھلک دیکھنے کو مری جاتی تھیں اور وہ بظاہر کیا تھی کچھ بھی نہیں' عام سی شکل وصورت بھی نہیں پھر بھی وہ خوش تھی اپنی محنت وخواب پر اسے مان تھا۔

بیت بازی' تقریری مقابلہ' نعت خوانی میں میزبانی کے فرائض سرانجام دیتی غرض وہ ہر جگہ موجود ہوتی بلکہ ہر جگہ کی ضرورت سمجھی جاتی تھی۔ اقبال و غالب کے اشعار اسے زبانی یاد تھے' صرف یہ ہی نہیں ان کی زندگی پر وہ اس طرح بات کرتی جیسے اقبال ابھی دو چار روز پہلے ہی دنیا سے رخصت ہوئے ہوں اور غالب بھی اس کے پاس سے ابھی اٹھ کر گئے ہوں۔ اسے عشق تھا شاعری سے اشعار خود حفظ ہونے کو بے تاب ہوتے تھے۔ اللہ نے اگر اسے حسن نہیں دیا تھا تو حسن ادائیگی دی تھی' اس کے بولنے پر لمحے ٹھہر جاتے' لوگوں کی دھڑکنوں میں ارتعاش پیدا ہو جاتا لیکن وہ بے فکر تھی یا پھر اس کی عمر ہی بے پروائی والی تھی۔

وہ گھر میں سب سے چھوٹی ہونے کی وجہ سے سب کی لاڈلی تھی' ادب سے لگاؤ ابوجی سے ورثہ میں ملا تھا جبکہ شکل وصورت عادات میں اکلوتی تھی۔ اس نے اپنا کوئی ثانی اسکول وکالج کے بعد یونیورسٹی میں بھی بننے نہیں دیا تھا اور یہ ہی اعزاز اسے گھر میں بھی سب میں نمایاں رکھتا تھا۔

''کاش شزا...... میں تم جیسی ہوتی تو پوری یونیورسٹی میں اترائی اترائی پھرتی۔''

''تم اب بھی اترا سکتی ہو' میری دوستی پر۔'' وہ اپنی دوست صالحہ کی بات پر شرارت سے بولی۔

''اللہ مجھے ایک بھائی ہی دے دیتا میں تمہیں اپنی بھابی بنا لیتی' ساری زندگی تم میرے سامنے رہتی۔''

''تو میں تمہیں اپنی بھابی بنا لیتی ہوں۔'' اس نے ایک آنکھ دبا کر اس کا ہاتھ تھاما تو صالحہ کی ہنسی میں اس کی ہنسی بھی شامل ہوگئی۔

زندگی کی ان خوشیوں میں پہلا دکھ کا کنکر شزا انور کی جھولی میں اس کی امی کے فالج کے اٹیک کی صورت میں آیا تھا۔ اس کی تمام شوخیوں پر قفل پڑ گئے اور وہ امی کی طرف سے اتنی فکر مند ہوئی کہ پھر تمام مقابلے کہیں پس منظر میں چلے گئے۔ وہ ایک طرح سے سب بھول کر امی کی خدمت میں لگ گئی تھی۔ زندگی کا یہ رنگ اس کے لیے نیا اور انوکھا تھا جبکہ شادی جیسی حقیقی زندگی کا تصور اس نے کبھی نہیں کیا صرف اس لیے کہ وہ جانتی تھی آئینہ میں نظر آتی اس کی صورت کبھی خاص نہیں ہو سکتی۔ امی کی خدمت کرنے کے ساتھ ساتھ اس نے ایم اے اردو کرلیا' ساتھ ہی دوسری مصروفیات بھی تلاش کرنے لگی تھی گو کہ ابوجی کی طرف سے کوئی پابندی نہیں تھی لیکن بڑے بھائی ضرور مخالفت کرتے اس کے گرد پابندی کی دیوار کھڑی کرتے تھے۔

''تم اب گھر آرہی ہو' وقت دیکھا ہے؟''

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

"جی گاڑی خراب ہوگئی تھی۔" اسے ابوجی نے سیکنڈ ہینڈ گاڑی لے دی تھی جسے ڈرائیو کرنا اس نے ابوجی سے ہی سیکھا اور اب خود ہی ڈرائیو کرتی تھی اس نے سچائی ان کے سامنے کی اور بجائے وہ اس کی بات ماننے کے خود ہی گاڑی کا معائنہ کرنے لگے تھے تصدیق کرنے کے بعد ہی اس کے ساتھ گھر کے اندر آئے۔

"آئندہ اتنی دیر نہیں ہونی چاہیے۔" ابوجی کے سامنے پہنچ کر انہوں نے وارن کیا اور وہ سر جھکا گئی۔ بدتمیزی کرنا اور جواب دینا اس کی گھٹی میں ہی شامل نہ تھا ورنہ اگر کہہ دیتی کہ اس گھر کا خرچ چلانے کی لیے ہی بھاگ دوڑ کررہی ہوں ورنہ اس گھر کے مرد صرف ابوجی کی پنشن پر اتفاق کر بیٹھے ہیں تو کیا عزت رہ جاتی ان کی۔

"بڑا بھائی ہے غلط تو نہیں کہہ رہا ہوگا۔" ابوجی نے اس کے سر پر ہاتھ رکھ کر شفقت سے کہا تو وہ اپنے آنسو پی کر رہ گئی۔

❀......❀......❀

زندگی کی خوب صورتی کو اس نے اس وقت محسوس کیا جب جوانی ہاتھ چھڑا رہی تھی اور وہ اس کا ہاتھ تھام رہی تھی باقی گھر کے ہر نفس نے زندگی کی خوب صورتی' خوشی سمیت کشید کی تھی۔ بس وہ ہی امی اور ابوجی کے بعد تنہا بھٹک رہی تھی' وہ گھر بھر کی لاڈلی امی' ابوجی کی زندگی تک ہی رہی ان کے بعد تو وہ ہر ایک کی ضرورت تھی۔ ضروریات زندگی وہ ہر ایک کی پوری کررہی تھی لیکن سب اس کی ضرورت سے بے خبر تھے یا اپنی خواہشات اس سے پوری کروانے کے چکر میں اسے اس کے جائز حق سے محروم کر گئے تھے۔

ایسا نہیں تھا کہ اس کے لیے رشتے نہیں آتے' امی ابوجی جب تک زندہ رہے رشتے آئے لیکن انہیں کوئی مناسب نہیں لگتا تھا اور اب بھائیوں کو اس کی بڑھتی ہوئی عمر کے ساتھ یہ موضوع بہتر نہیں لگتا...... وہ تب بھی خاموش رہی اور خود کو مصروف کرنے کے لیے زیادہ توجہ اور وقت اپنی جاب کو دیتی رہی۔

"تم فارغ ہوئیں میں نے تم سے بات کرنی ہے؟" وہ صبح آفس جانے کے لیے کپڑے استری کرنے کے بعد ہینگ کرتی الماری میں رکھ رہی تھی تب بھابی نے اس سے کہا تو اس کے اندر کچھ کھٹکا سا ہوا۔

"جی...... کہیں۔"

"تم نے میرے بھائی شجاعت کو تو دیکھا ہے ناں' ماشاءاللہ کام سے لگ گیا ہے' اچھا کما لیتا ہے خوش مزاج اور اچھی شکل وصورت کا ہے' امی اس کی شادی کرنا چاہتی ہیں۔" شزا کے بیٹھتے ہی وہ اصل موضوع کی طرف آ گئی۔

"تمہاری شادی کی بھی ہمیں فکر ہے' عمر اتنی ہوگئی ہے کہ اب لوگ بھی پوچھتے ہیں' اس لیے میں چاہتی ہوں کہ امی سے تمہارے لیے بات کروں' تم کیا کہتی ہو؟" پہلے وہ مصلحتاً چپ رہتی تھی اور اب اپنے بہن بھائیوں کی بے حسی پر گنگ تھی۔ جس شجاعت کا رشتہ وہ شزا سے جوڑنے جارہی تھیں اس کی شادی پانچ ماہ پہلے دھوم دھام سے ہوئی

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

تھی پہلی رات ہی نشے کی حالت میں بے چاری دلہن کا وہ حال کیا تھا کہ اگلے دن جو گھر گئی تو پھر پلٹ کر نہیں آئی اور یہ بات کسی سے ڈھکی چھپی نہیں تھی۔

''وہ بہت بدل گیا ہے اب پہلے جیسا نہیں ہے اور پھر اس پر بہتان لگایا گیا ہے ورنہ تم نے دیکھا تو ہے اسے۔''

''میں سوچ کر بتاؤں گی۔'' وہ اس گلی کے نکڑ پر کھڑے آتی جاتی لڑکیوں پر آواز کسنے والے کے بارے میں کہہ رہی تھی۔ اسے لگا جیسے اس کے اپنے الفاظ اس پر طنزیہ ہنسے ہوں' وہ اپنے آنسو چھپاتی بستر کی چادر ٹھیک کرنے لگی۔

''جلدی بتانا' ایسا نہ ہو شجاعت کی شادی ہو جائے۔'' وہ ہنستی ہوئی کہہ کر کمرے سے نکل گئیں تو وہ پہلی بار قسمت سے شاکی ہو کر اداسی کی چادر اوڑھ کر اپنے بارے میں سوچنے لگی۔

بہت ساری باتیں انسان دوسروں کے ساتھ اپنے آپ سے بھی چھپاتا ہے اور ایسا وہ اس صورت میں کرتا ہے جب وہ اندر سے تنہا ہو۔ شزا بھی اندر سے تنہا و کمزور تھی کیونکہ اسے بھی بھائیوں کا مان اور بہنوں کی محبت نہیں ملی تھی۔

''اتنی عمر ہوگئی ہے اور لوگ بھی پوچھتے ہیں۔'' بھابی کے جملے کی بازگشت دوسرے دن آفس میں بھی کام کے ساتھ تھی' اس نے بہت کوشش کی کہ سر جھٹک کر ان کی باتوں سے پیچھا چھڑالے مگر ناکام رہی' تب اس کی پریشان صورت دیکھتے ہوئے احسن خان اس کی قریب چلا آیا۔

''پریشان ہو؟''

''آپ سے مطلب۔'' وہ کام میں مصروف رہ کر بولی جبکہ وہ اس کے جملے پر شوخ ہوا۔

''ہاں بھئی ہم سے مطلب' ہم ہیں ہی کون؟''

''دیکھیں احسن' میں اس وقت مصروف ہوں بعد میں بات کرتے ہیں۔'' وہ اسے دیکھتے ہوئے بولی' جب کہ اس کی آنکھوں میں اپنائیت' شوخی اور جانے کیا کچھ تھا کہ وہ زیادہ دیر اسے دیکھ نہ پائی۔

''اچھی لگ رہی ہو۔'' وہ کہہ کر اس کے پاس سے ہٹ گیا جبکہ اب بھابی کی باتیں ذہن کے کسی گوشے میں دب گئی تھیں۔ ایک خوشگوار سا احساس اسے اپنے آس پاس محسوس ہو رہا تھا' انسان یہ ہی تو چاہتا ہے چاہے جانا اور چاہنا کوئی اس کا خیال رکھے اس کے بن کہے زیادہ نہیں تو کم باتیں ہی سمجھ جائے اور وہ ایسا ہی تو تھا احسن خان' خیال رکھتا' اس کی ادھوری باتوں کو مکمل کرتا کب اس کے دل میں آ سمایا وہ ان لمحات کو سمجھ ہی نہ پائی۔

وہ جانتی تھی کہ احسن خان پہلے سے نا صرف شادی شدہ ہے بلکہ دو بچوں کا باپ بھی ہے پھر بھی وہ اس کی ہمسفر بننا چاہتی تھی۔ اس کے ساتھ زندگی کے لمحات کو انمول کرنا چاہتی تھی لیکن وہ جو اس کی ہر بات جانتا تھا اس کی محبت سے اب تک بے خبر کیسے تھا۔ یہ بات وہ جان نہیں پائی اور اس کی بے خبری پر وہ اندر ہی اندر جھنجھلاتی تھی جبکہ احسن خان بظاہر بے پروا بنا اس کے ہر انداز پر محظوظ ہوتا تھا۔

❀......❀......❀

دو روز بعد پھر بھابی اس کے کمرے میں چلی آئیں وہ اس وقت بیڈ کراؤن سے کمر ٹکائے ڈائجسٹ پڑھنے میں مصروف تھی۔ بھابی بیڈ کی دوسری سائیڈ پر بیٹھ کر اسے دیکھنے لگی۔

''پھر تم نے کیا سوچا شزا؟''

''کس بارے میں؟'' وہ فوراً نہیں سمجھی اس لیے ان کی آواز کے ساتھ ہی ڈائجسٹ بھی رکھ کر انہیں دیکھنے لگی۔ بھابی ضبط کا مظاہرہ کرتی ہوئی زبردستی مسکرائیں۔

''شادی کے بارے میں' دو دن پہلے ہی تو میں شجاعت کا پرپوزل لائی تھی۔ اب بتاؤ امی کو تمہارے بارے میں کیا کہوں؟'' وہ اب بھی اپنا ہاتھ اوپر رکھ رہی تھیں اور وہ کوئی اتنی گئی گزری تو نہیں تھی شکل وصورت نہ سہی لیکن تعلیم کا زیور تو تھا اس کے پاس' اب اپنا خرچہ اٹھانے کے ساتھ باقیوں کا بھی تو اٹھا رہی تھی پھر اپنے ہی کیوں اسے بے مول کر رہے تھے وہ بوجھ نہ ہوتے ہوئے

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

بھی بوجھ سمجھی جارہی تھی۔

"ابھی نہیں۔" اس نے بڑی مشکل سے کہا جبکہ دل اس کے جملے پر چیخا تھا کبھی نہیں کبھی نہیں۔

"پھر کب؟"

"مجھے کچھ وقت دیں' یہ فیصلے اتنی جلدی کے تو نہیں ہوتے۔"

"لیکن اب تم جتنی جلدی اپنے گھر کی ہوجاؤ اتنا ہی اچھا ہے۔" وہ دامن چھڑانے کے چکر میں اسے طیش دلا رہی تھی۔ "کب تک بھائیوں کے گھر پڑی رہوگی' ٹھیک ہے اپنا کماتی' کھاتی ہو لیکن اس کا یہ مطلب تو نہیں کہ زندگی ایسے ہی گزاردو۔"

بھابی جیسے آج فیصلہ کرکے آئی تھیں کہ ہر صورت اس سے ہامی بھروا کر رہیں گی جبکہ وہ اندر ہی اندر جزبز ہوتی اس موضوع سے ہٹنا چاہ رہی تھی' شجاعت کی عادات کو دیکھتے ہوئے وہ اس کے بارے میں سوچنا بھی نہیں چاہتی تھی جبکہ دوسری طرف احسن خان اس کے برعکس تھا جس کی باتوں اور سحر انگیز شخصیت کی بناء پر وہ اس کی ہمراہی چاہتی تھی ایک طرف دل تھا تو دوسری طرف ذہن سوتن بننے پر سمجھانے کے ساتھ ملامت کرتا تھا۔

"آپ ٹھیک کہہ رہی ہیں لیکن پلیز کچھ وقت دے دیں۔"

"ٹھیک ہے۔" بھابی کہہ کر کمرے سے چلی گئیں جبکہ وہ سوچ میں پڑگئی اور یہ سوچ شجاعت کے حوالے سے نہیں تھی جب وہ شجاعت کے حوالے سے سوچنا ہی نہیں چاہتی تھی تو پھر نجانے کیوں وقت مانگ رہی تھی۔ اس بات سے وہ خود بے خبر تھی شاید اندر کہیں یہ آس انگڑائی لے رہی تھی کہ احسن خان آج نہیں تو کل اپنی محبت کا اظہار ضرور کرے گا اور وہ اس معاملے میں کٹھور پن کا مظاہرہ کررہا تھا اس کی ہر بات واحساسات سے باخبر رہنے والا اس کی محبت سے انجان تھا یا انجان بننے کی ایکٹنگ کررہا تھا۔

گوکہ وہ احسن خان کو بہت زیادہ نہیں جانتی تھی لیکن جب سے اس نے یہ جاب جوائن کی تھی وہ تب سے ہی اس کے ساتھ ایک مہربان دوست کی طرح تھا اور اس کی دوستی اپنائیت اور خیال رکھنے کا انداز اس کے دل میں جگہ بناتی چلی گئی تھی اور وہ سب کے ساتھ ایسا نہیں تھا صرف اسی کے ساتھ گہرے مراسم بنانے کی کوششوں میں لگا تھا۔

اتنے عرصے میں وہ پہلی بار احسن خان کے بارے میں سوچ رہی تھی اور تب اس پر ادراک ہوا کہ محبت صرف وہ ہی نہیں اس سے کرتی بلکہ احسن خان کے دل میں بھی ایسے ہی احساسات پنپ رہے ہوں گے جب ہی تو وہ اس حد تک اس کے آس پاس رہتا تھا۔

اس کی محبت کو آزمانے کے لیے ہی وہ پورا ایک ہفتہ آفس سے غیر حاضر رہی اور یہ ایک ہفتہ اس نے لائبریری سے گھر کی سڑک ناپتے گزارا تھا۔ وہ سڑک پر چلتے ہوئے اس کے بارے میں سوچتی کہ آج بھی مجھے آفس میں نہ پاکر اس کے کیا احساسات ہوں گے تب اس کے ذہن میں پروین شاکر کی نظم "اتنا معلوم ہے" رقص کرنے لگتی۔

میں یہاں ہوں مگر اس کوچہ رنگ وبو میں
روز کی طرح سے وہ آج بھی آیا ہوگا
اور جب اس نے وہاں مجھ کو نہ پایا ہوگا
آپ کو علم ہے' وہ آج نہیں آئی ہیں؟
میری ہر دوست سے اس نے یہی پوچھا ہوگا

❁......❁......❁

وہ اپنا بھرم توڑنا نہیں چاہتی تھی اس لیے مناجات' دعائیں سب ہی مانگ لیں اور جب آفس آئی تو خاموشی سے اپنی سیٹ پر بیٹھ گئی۔

"کہاں تھیں تم اتنے دن سے؟"

"کتنے دن سے......؟" اس کی بے قراری سے اندر ہی اندر لطف اندوز ہوتے اس نے سرسری سے انداز میں پوچھا۔

"یہ ہی کوئی ایک ہفتہ سے' اب تمہارا فون نمبر تو تھا نہیں ورنہ کال ضرور کرتا۔" وہ اب اس کے سامنے والی سیٹ پر بیٹھا اسے بغور دیکھ کر کہہ رہا تھا' اس نے اپنی مسکراہٹ ضبط کرنے کی ناکام کوشش کی۔

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

''طبیعت ٹھیک نہیں تھی۔''

''طبیعت خرابی کی وجہ؟''

''کوئی خاص نہیں۔'' وہ کہہ کر کمپیوٹر سے نظر ہٹا کر اسے دیکھنے لگی۔ احسن خان کی آنکھیں رتجگے کی چغلی کھا رہی تھیں۔ وہ کچھ پہلے سے ذرا کمزور محسوس ہو رہا تھا تب نجانے اس کے دل میں کیا آئی اور وہ بھابی کے لائے ہوئے پرپوزل کے بارے میں احسن خان کو بتانے لگی۔

احسن خان کے چہرے کے زاویے بگڑنا شروع ہوگئے مگر وہ فوراً کچھ نہیں بولا' ذرا خاموش ہوئی اور یہ خاموشی طویل ہونے لگی تب وہ بولا۔

''شادی کروگی مجھ سے؟'' وہ شاید اس کی آنکھوں میں محبت کا اقرار پڑھ چکا تھا جب ہی بلا جھجک پوچھا اور وہ کیا جواب دیتی خاموشی سے نظریں جھکا گئی کل تک جو باتیں اس نے سوچی تھیں وہ بکھرے موتیوں کی صورت ذہن کے گوشے میں کہیں چھپ گئی تھیں جب کہ دل اب اس کے شادی شدہ ہونے پر نقطہ اٹھا رہا تھا۔

''میری شادی وٹہ سٹہ کی وجہ سے مجبوری کے تحت ہوئی' مجھے اپنی بیوی سے محبت نہیں ہے کیونکہ وہ میرے ساتھ گھر کی چار دیواری میں تو زندگی گزار سکتی ہے لیکن میرے ساتھ محفلوں میں موو نہیں کرسکتی۔ وہ ایک دیہاتی عورت ہے جسے میرے گھر والوں نے پسند کیا اور تم پٹھان کلچر سے واقف تو ہوگی' جہاں لڑکیوں کی تعلیم پر پابندی ہے۔'' وہ خاموش ہوکر اس کے چہرے کے تاثرات دیکھنے لگا جہاں آج کوئی بات رقم نہیں تھی قدرے توقف کے بعد وہ پھر اسے قائل کرنے لگا۔

''میں تمہیں سب سے الگ رکھوں گا' تمہارا اپنا گھر ہوگا۔ تمہارے گھر والوں سے بھی میں بات کروں گا۔'' اس کی بات پر شزا نے چونکنے کے ساتھ سر اٹھا کر اسے دیکھا اور وہ جو اس کی ہر بات بنا کہے سمجھ جاتا تھا اس کی آنکھوں میں سوال پڑھ گیا۔

''میرے والدین مجھے جان سے مار سکتے ہیں' تمہارے گھر رشتہ لے کر نہیں آئیں گے اور وہ بھی ان حالات میں جب میری بہنیں میرے سسرال میں خوش و خرم زندگی گزار رہی ہیں اور میرے دو چھوٹے معصوم بچے ہیں۔''

''پھر میں کیسے ان کا حق مارلوں۔'' اس نے بہت آہستگی سے کہا جبکہ احسن خان جذباتی ہوتا اس کا ہاتھ تھام گیا۔

''عمر کے اس موڑ پر ہمارا کوئی نہیں ہے پھر ہم کیوں کسی اور کو سوچیں۔ ہمیں بھی محبت بھری زندگی گزارنے کا حق ہے۔''

وہ ایک عورت تھی تنہا عورت جو اس کی محبت میں پگھل رہی تھی' خوشی وغمی کے احساسات تو ماں باپ کے ساتھ ہوتے ہیں' اس کے بعد تو زندگی چلتی پھرتی سانسوں کا نام رہ جاتی ہے اور وہ اب اپنی سانسوں کی ڈور اسے تھمانا چاہتی تھی جس کی آواز پر اب دل دھڑک رہا تھا۔

''جب کوئی تمہارے بارے میں نہیں سوچ رہا تو تم بھی مت سوچو سب بھول کر میرا ہاتھ تھام لو۔ شزا سن رہی ہو ناں میں کیا کہہ رہا ہوں؟'' اس نے ہلکا سا اس کا ہاتھ ہلایا تو وہ اسے دیکھنے لگی' آنکھوں میں سوالوں کی جگہ اب سوچ کی جھلک تھی' وہ ذرا سا مسکرایا۔

''سوچ لو اچھی طرح میں کوئی ایسا ویسا انسان نہیں ہوں' تمہارا بہت خیال رکھوں گا۔'' وہ کہہ کر اپنی جگہ سے اٹھ گیا اور وہ اپنے روم میں تنہا بیٹھی اس کے بارے میں سوچنے لگی' ہر لحاظ سے وہ اسے اپنے لیے بہتر لگ رہا تھا اگر شادی شدہ تھا تو کیا ہوا شجاعت جیسا لوفر تو نہیں تھا اور پھر مرد کو تو چار شادیاں جائز ہیں۔ وہ اپنی سوچ سے دل کو بہلا رہی تھی یا خود کو مطمئن کرنے کی کوشش کر رہی تھی' خیر جو بھی تھا اس نے چند سال میں احسن خان کی شخصیت پر کوئی داغ نہیں دیکھا تھا اور نہ ہی اس کے کردار کو بے لچک پایا تھا۔ یہ ہی بات مثبت پہلو بن کر اسے قائل کر رہی تھی جب ہی آفس ٹائم ختم ہونے کے بعد بھی وہ آفس میں تنہا بیٹھی اس کے بارے میں سوچتی رہی اور فیصلہ کرتی رات بڑے بھائی کے سامنے آ کھڑی ہوئی۔

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

''میں نے شادی کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔''

''ارے واہ...... یہ تو اچھی خبر ہے میں کل ہی امی کو بلا بھیجتی ہوں۔'' بھابی اپنا مطلب لیتی خوشی سے نہال ہوئیں جبکہ بھائی یونہی سپاٹ چہرے کے ساتھ ٹی وی پر نظریں جمائے بیٹھے رہے اسے بھائی کی بے حسی پر رونا آیا۔

''شجاعت سے نہیں احسن سے......''

''کون احسن؟''

''میرے ساتھ آفس میں ہوتے ہیں۔'' بھابی کے چہرے پر سرد مہری آ گئی جبکہ بھائی اب ٹی وی سے نظریں ہٹا کر اسے دیکھنے لگے تھے کچھ ایسا ضرور تھا ان کے دیکھنے میں کہ وہ کانپ کر رہ گئی ساتھ ہی نظریں بھی جھکا گئی۔

''تمہیں شرم نہ آئی یہ سب کرتے ہوئے لوگ کیا کہیں گے کہ اس گھر کی لڑکی یہ گل کھلاتی ہے باہر۔ کچھ تو پاس رکھا ہوتا ہماری عزت کا۔''

''میں نے کوئی گناہ تو نہیں کیا بھائی۔'' وہ منمنائی سمجھ نہیں آیا کہ کس طرح اپنی صفائی دے۔

''ایک نامحرم کا نام اپنی زبان پر لا کر اس سے شادی کی بات کر رہی ہو اور کہہ رہی ہو گناہ نہیں کر رہی۔'' بھائی تقریباً غصہ سے دھاڑے ان کی دھاڑ گھر کے ہر کونے میں سے باقی افراد کو کھینچ لائی تھی۔

''بی بی خدیجہؓ نے بھی تو رشتہ بھیجا تھا تب سے ہی یہ کوئی معیوب بات نہیں رہی۔''

''معاف کرنا میں کم علم سہی لیکن تم کہاں کی بات کہاں لا رہی ہو'' بھابی اس کی بات کاٹتی فوراً بولیں انہیں کسی بھی صورت اپنے بھائی پر کسی اور کی برتری برداشت نہیں ہوئی تھی شجاعت اگر نکما تھا تو شنزا تو پھر کمانے والی مشین تھی اس طرح ان کے میکہ کا چولہا آرام سے جل سکتا تھا انہوں نے بہت دور کی سوچی تھی لیکن اس سوچ کے درمیان احسن خان آ کھڑا ہوا تھا۔

''میں صرف شرعی بات کر رہی ہوں۔''

''شریعت میں تو اور بھی بہت سی باتیں ہیں ان کی پاس داری کی؟''

''کوشش ضرور کرتی ہوں۔''

''بس شنزا...... اگر تم فیصلہ کر چکی ہو تو ہمیں بیچ میں مت لاؤ۔'' بھائی نے ہاتھ اٹھا کر اسے خاموش کروانے کے ساتھ اپنا دامن بچایا جیسے وہ ہمیشہ کرتے آئے تھے۔ کیا تھا جو ماں باپ کی جگہ خود اس کے سر پر ہاتھ رکھ کر رخصت کر دیتے۔ کچھ بھی تو نہیں کیا تھا انہوں نے خوشی کی دعا دی تھی نہ بددعا لیکن اسے ان کے انداز کے ساتھ الفاظ بھی بددعا لگے تھے وہ خاموشی سے کمرے سے نکل گئی۔

تعلیمی میدان سے لے کر اب تک کے تمام فیصلے ابو جی کے بعد بڑے بھائی نے کیے تھے لیکن زندگی کے سب سے اہم فیصلے میں اس کو تنہا کر دیا تھا اب یہ اس کی قسمت کہ اسے خار ملتے یا گل بڑے بھائی اس کی ذمہ داری نہیں لے رہے تھے تو اس کی خوشی میں خوش بھی نہیں تھے۔ اسے یوں لگ رہا تھا جیسے وہ بھری دنیا میں تنہا کھڑی ہو تب ہی دروازے پر ہلکی سی دستک کے بعد چھوٹے بھیا کمرے میں آئے انہیں دیکھتے ہی اس نے بے رحمی سے اپنی آنکھیں ہتھیلیوں سے رگڑی تھیں۔

''ہاں تمہارے لیے دکھ کا مرحلہ ہے کہ ہم نے کبھی تمہارے بارے میں نہیں سوچا آج جب تم نے احساس دلایا تو سب دامن بچا رہے ہیں۔ دینے کو تو میرے پاس بھی کچھ نہیں ہے لیکن میں احسن سے ملنا چاہتا ہوں۔'' ان کی بات پر اس نے بے یقینی سے انہیں دیکھا اس کے سیدھے سادے سے چھوٹے بھیا اس کے ساتھ آ کھڑے ہوئے تھے اس کے اندر ایک انمول سی خوشی و اطمینان پھیل گیا تھا۔

''آپ جب چاہیں میرے آفس آ کر اس سے مل لیں۔''

''ٹھیک ہے جلدی آ کر ملوں گا خوش رہو۔'' وہ اس کے سر پر ہاتھ رکھ کر کمرے سے چلے گئے تھے اس کے لیے یہ ہی بہت تھا کہ چھوٹے بھیا اس کی خوشی میں شامل

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

تھے۔

وہ ابھی تک تنہا ہی دکھوں کا انبار اٹھا کر جی رہی تھی اور اب اس کا دکھ بانٹنے احسن خان آ گیا تھا' دونوں اب لوگوں سے چھپ کر ایک دوسرے کو تحائف دینے لگے تھے۔ احسن کو فیروزی رنگ پسند تھا تو اس نے ہر سوٹ کے ڈیزائن میں فیروزی رنگ شامل کر لیا اور اگر نہیں ہوتا تو فیروزی موتی کے جڑاؤ والے کنگن یا پرس اپنے ساتھ رکھتی تھی۔ غرض اس نے خود کو احسن کی پسند میں ڈھالنا شروع کر دیا تھا۔ عورت کا وجود تو پانی کی طرح ہے کہ اس پر مرد اپنا رنگ بڑی آسانی کے ساتھ چڑھا دیتا ہے لیکن مرد کو اپنے رنگ میں رنگنے کے لیے عورت ہزار جتن کرتی ہے پھر بھی ناکام ہی رہتی ہے۔

❁ ……… ❁ ……… ❁

''بھائی آپ سے ملنا چاہتے ہیں۔'' ساحل سمندر پر اس کے ساتھ چلتے ہوئے اس نے کہا تو احسن خان رک کر اسے دیکھنے لگا۔ سورج مغرب میں پناہ لینے کے بعد آسمان سے اپنی نارنجی کرنیں سمیٹ رہا تھا۔

''میں گھر آ جاؤں؟''

''نہیں۔'' اس نے خوف زدہ ہو کر فوراً کہا۔ ''بڑے بھیا تو ہماری شادی کے حق میں ہی نہیں' روزانہ بھابی مجھے صلواتیں سناتی ہیں۔''

''کیوں انہیں کیا تکلیف ہے؟''

''وہ اپنے بھائی شجاعت کے لیے......'' اس کے چہرے کے بگڑے تاثرات دیکھتے ہوئے شزا نے بات ادھوری چھوڑ دی۔

''مجھے تمہارے منہ سے کسی اور مرد کا نام اچھا نہیں لگتا۔'' وہ خود پر ضبط کرتے ہوئے بولا جبکہ اس کے لہجے کی سختی شزا کو بہت کچھ باور کروا گئی تھی۔

''سوری آئندہ خیال رکھوں گی۔''

''آؤ تمہیں آئس کریم کھلاؤں۔''

''جی......'' وہ اس کے بدلتے موڈ کو دیکھ کر حیران ہوئی تھی' کتنی جلدی وہ ہمیشہ کی طرح پچھلی بات بھلا گیا تھا۔

مرد پہلے محبت کرتا ہے پھر عورت کو محبت کرنا سکھا کر اپنی محبت کو کہیں اندر ہی دفن کر دیتا ہے پھر عورت کی محبت و احساسات سے کھیلتا ہے' خود کو تسکین پہنچانے کے لیے' اس کی نظر میں یہ محبت صرف بساط جاں کا کھیل ہے جس میں وہ صرف جیت چاہتا ہے اور عورت اسے یہ جیت دیتی ہے جان بوجھ کر ہر خانے سے مات کھاتی ہے اس لیے نہیں کہ وہ کمزور ہے بلکہ صرف اس لیے کہ کہیں تو اس کے اندر سوئی ہوئی محبت جاگ جائے مگر وہ ناکام رہتی ہے۔

شزا تو پھر احسن خان کی محبت میں بہت آگے نکل آئی تھی' واپس مڑنے پر سب تمسخر اڑاتے' بھابی کتنے ہی طعنے دیتیں اور پھر وہ کوئی ایسا ئر ابھی تو نہیں تھا صرف غیر مرد کا نام ہی تو سننے سے انکاری تھا' اس ایک بات کو لے کر وہ اپنی محبت کے در تو بند نہیں کر سکتی تھی پھر وہ کوئی ٹائم پاس تو کر نہیں رہا تھا نکاح کر کے اسے تحفظ دینا چاہتا تھا۔

''میں چاہتا تھا کہ میری لائف پارٹنر پڑھی لکھی' سلجھی ہوئی' سمجھ دار لڑکی ہو جیسے تم اور پہلی نظر میں ہی میں تم سے محبت کر بیٹھا۔ محبت عمروں کی تو پابند نہیں۔'' وہ اس کے ساتھ فٹ پاتھ پر چلتے ہوئے کہہ رہا تھا' شزا کے لیے یہ زندگی کی سب سے خوب صورت شام تھی۔

''میں نے تمہارے لیے گھر بھی دیکھ لیا ہے جہاں تم رہو گی اور میں ہر ویک اینڈ پر تم سے ملنے تمہارے پاس آؤں گا اور کبھی پندرہ سے بیس دن صرف تمہارے لیے ہوں گے۔ ابھی نکاح کرتے ہی ہم لوگ اسلام آباد' مری وغیرہ کے لیے نکل جائیں گے ویسے تو میرا ارادہ ملک سے باہر تمہارے ساتھ وقت گزارنے کا تھا لیکن پہلے تمہارے لیے گھر ضروری تھا' ویسے تمہارے بھائی کب مجھ سے ملنے آ رہے ہیں؟'' وہ اب اصل موضوع کی طرف آ گیا تھا' اس سے پہلے وہ شزا کو بہلانے کی شاید کوشش کر رہا تھا۔

''جب آپ کہیں۔''

''بھئی نیک کام میں دیر نہیں ہونی چاہیے ان سے کہو جلدی مجھ سے ملیں۔''

''بہتر۔'' وہ اس سے زیادہ کچھ نہیں کہہ سکی جو لمحات

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

اس کے لیے خوشی کا باعث تھے ان سے اب اسے انجانا خوف محسوس ہورہا تھا۔

وہ پڑھی لکھی حقیقت کو تسلیم کرنے والی لڑکی تھی اس لیے اس کے دل میں ہر لڑکی کی طرح یہ ارمان تو تھا کہ وہ بھی لال جوڑا پہن کر اپنے گھر سے رخصت ہو مگر اب حالات دوسرے تھے ایک تو عمر کے ساتھ میچور ہوگئی تھی اور پھر جانتی تھی کہ احسن خان اس بات کو پسند نہیں کرے گا۔ اول تو گھر میں ہی مخالفت موجود تھی' اس لیے وہ دل کی یہ خواہش دبا گئی تھی۔ نکاح کی شاپنگ کرتے وقت اس نے صرف احسن کی پسند کو فوقیت دی صرف جیولری اپنی پسند کی لی تھی جس میں نگوں والے دو نفیس سے کڑے' ایک گولڈ کی چین' ایک انگوٹھی اور تھوڑا بہت میک اپ کا سامان شامل تھا۔ انہی دنوں اس نے اپنی تنہائی کو دوست بنا کر قلم سے رشتہ جوڑ لیا اب وہ تحریر لکھنے کے ساتھ خود شاعری کرنے لگی تھی۔

❁......❁......❁

''شزا..... اس گھر کا ماحول خراب ہونے سے پہلے اگر تم یہاں سے چلی جاؤ تو بہتر ہے۔'' بھابی کی بات پر وہ ناشتہ کی ٹیبل پر گنگ بیٹھی انہیں دیکھنے لگی جبکہ وہ مزید کہہ رہی تھیں۔

''جس مچھلی سے تالاب گندا ہونے کا ڈر ہو اسے تالاب سے نکال دینا چاہیے۔ اس گھر میں بیٹیاں بھی ہیں اور میں نہیں چاہتی کہ وہ اپنی چھوٹی پھوپو کے نقش قدم پر چلیں' لڑکا تم نے پسند کرلیا' اب گھر بھی دیکھ لو۔'' بھابی اپنی کہہ کر اٹھ کر چلی گئیں اور اسے لگا جیسے طوفان میں اس کی ذات ریزہ ریزہ ہوکر بکھر گئی ہو۔ یہ گھر جس سے اسے بے دخل ہونے کو کہا جارہا تھا یہ اس کے ماں باپ کا تھا جس میں اس نے آنکھ کھولی' خوشیوں بھری زندگی گزارنے کے ساتھ کچھ خواب دیکھے تھے پھر کمانے پر آئی تو خوابوں کو کہیں پیچھے چھوڑ کر ان لوگوں کی ضرورت پوری کرنے لگی تھی اور اب جب اس کا اپنا وقت آیا تو سب نے اسے تنہا چھوڑ دیا تھا۔

بچوں کے بڑے ہوجانے پر اب یہ گھر ویسے بھی چھوٹا پڑنے لگا تھا' ان لوگوں کی سوچ کی طرح۔ اس نے ایک نظر در و دیوار کو دیکھا اور بنا ناشتا کیے اپنا بیگ اٹھائے گھر سے نکل آئی۔ آفس جانے کا دل نہیں کیا تو یونہی سڑک پر بے مقصد گاڑی دوڑانے لگی لیکن تھوڑی دیر بعد ہی چھوٹے بھیا کی کال آگئی۔

''جی بھائی۔'' اس نے مجبوراً کال پک کی جبکہ اس کا ابھی کسی سے بھی بات کرنے کو دل نہیں چاہ رہا تھا۔

''کہاں ہو؟''

''آفس کے راستے پر ہوں۔''

''چلو تم پہنچو میں اور احسن بھی آرہے ہیں۔'' وہ ان کی بات پر چونکی اور اس سے پہلے کہ کوئی اور سوال کرتی دوسری طرف سے سلسلہ منقطع کردیا گیا' اس نے گاڑی آفس کی طرف موڑ دی۔

''ہم لوگ تمہارا بے چینی سے انتظار کررہے ہیں۔'' وہ جس وقت گاڑی پارک کررہی تھی احسن کا میسج اس کے موبائل پر آیا تھا' اس نے میسج پڑھنے کے بعد موبائل پرس میں رکھا اور سیدھا احسن کے روم میں چلی آئی' بھائی اس سے مل کر بظاہر بہت خوش لگ رہے تھے۔

''تم آج دیر سے آئیں' میٹنگ میں بھی نہیں تھیں خیریت۔''

''گاڑی مسئلہ کررہی ہے کوئی اچھا مکینک ہی نہیں مل رہا۔'' وہ بات بنا کر بھائی کو دیکھنے لگی' وہ احسن کے موڈ بگڑنے سے پہلے ہی بھائی کو وہاں سے ہٹانا چاہتی تھی۔

''میں بھائی کو گھر دکھانے لے گیا تھا جہاں شادی کے بعد تم رہوگی۔''

''میں نے تو دیکھا نہیں آپ کو یہ اعزاز مل گیا۔'' وہ خوامخواہ تلخ ہورہی تھی یا صبح بھابی کی باتوں کا اثر اس کے لہجے میں شامل ہوگیا تھا جو بھی تھا احسن کو اس کی بات بُری لگی تھی۔

''مجھے ایک کام سے جانا ہے تم بھائی کو اپنے روم میں لے جاؤ۔'' وہ کہنے کے ساتھ ہی اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

اور اس کی طرف دیکھے بغیر ہی کمرے سے نکل گیا۔ اسے اپنی غلطی کا احساس ہونے کے ساتھ احسن کی یہ حرکت عجیب لگی تھی، چھوٹے بھیا کو لے کر وہ اپنے روم میں آ گئی۔

''شزا کیا تم جانتی نہیں ہو یا ہمیں ہی پردے میں رکھا کہ وہ پہلے سے شادی شدہ ہے۔''

''اس میں ایسی کون سی بات ہے بھیا۔'' وہ ان کی طرف دیکھنے سے اجتناب برت رہی تھی۔ دراز کھول کر اس میں وہ جانے کیا تلاش کرنے لگی۔

''اس عمر میں بچوں کے باپ سے شادی ہوتی ہے یا پھر کسی معذور آدمی سے، یہ بہتر نہیں کہ ہمارے دل مل گئے اور پھر کوئی برائی بھی تو نہیں اس میں۔''

وہ خاموش ہو گئے، کمرے میں خاموشی کو محسوس کرتے شزا نے غالباً ان کے جانے کی تصدیق کی خاطر اپنے فضول کام سے پیچھا چھڑاتے سر اٹھا کر دیکھا تھا اور انہیں خود کو دیکھتا پا کر وہ گڑبڑا گئی۔

''تم خوش تو ہو شزا؟''

''جی۔'' ان کے اچانک سوال پر اسے حیرت ہوئی تھی جبکہ بھیا مسکرا کر اپنی جگہ سے اٹھ گئے۔

''خوش رہو، احسن جلدی نکاح کی بات کر رہے ہیں، میں انتظامات دیکھ کر تمہیں بتاتا ہوں۔''

''جہیز کے حوالے سے اس نے کوئی بات کی ہے کیا؟'' اس حوالے سے احسن نے اس سے کوئی بات نہیں کی تھی لیکن پھر بھی اسے خدشہ ہوا تو پوچھ لیا۔

''نہیں، تم سے کچھ کہا؟''

''اونہہ......'' اس نے نفی میں سر ہلا دیا تھا تب چھوٹے بھیا کے موبائل پر کال آ گئی تو وہ اسے الوداع کہتے روم سے چلے گئے تھے۔ جہاں اس کو تنہائی میسر ہوئی وہ احسن خان کے ساتھ ساتھ بھابی کی باتیں بھی سوچنے لگیں، زندگی دوراہے کی صورت اس کے سامنے تھی۔

ایک طرف گھریلو تلخیاں تو دوسری طرف محبت کے بعد بے نیازی دکھاتا محبوب اس کو الجھا رہا تھا۔ گھر والوں کے بدلے رویے تو وہ سمجھ سکتی تھی لیکن احسن کی بے رخی اسے سمجھ نہیں آ رہی تھی۔

❁......❁......❁

پھر بہت زیادہ دن نہیں گزرے تھے کہ وہ شزا انور سے شزا احسن بن کر اس کے نکاح میں آ گئی تھی۔ زندگی کے تلخ حقائق کو کچھ وقت کے لیے بھول کر اس نے زندگی کی خوب صورتی کو محسوس کیا تھا، اس کے نکاح میں آفس کولیگ میں سے کوئی بھی شامل نہیں ہوا تھا اور یہ بات اس نے شدت سے محسوس کی تھی۔

''احسن...... ہماری شادی میں آفس کا کوئی بھی کولیگ شامل نہیں تھا۔'' اس نے ہنی مون ٹور سے واپسی پر احسن سے پوچھا تو وہ اسے دیکھنے لگا۔

''میں نہیں چاہتا تھا کہ کسی کو ہماری شادی کا پتا چلے۔''

''کیوں؟'' اسے حیرت ہوئی۔

''کیونکہ تم جانتی ہو کہ میں پہلے سے شادی شدہ ہوں اور پھر کن حالات میں میری شادی قائم ہے، اس سے تم واقف ہو اگر میری دوسری شادی کی بات میرے گھر پہنچ گئی تو طلاق لے کر میری دونوں بہنیں گھر آ جائیں گی اس لیے ہمیں یہ شادی پوشیدہ رکھنی ہے۔''

''لیکن احسن......'' اس نے کچھ کہنے کے لیے لب کھولے تھے جب ہی احسن نے اس کے لبوں پر شہادت کی انگلی رکھ دی۔

''شش...... لیکن ویکن کچھ نہیں شزا...... میرا تعلق جس خاندان سے ہے وہاں عزت کی خاطر جان لے لی جاتی ہے اس لیے تمہیں محتاط رہنا ہوگا۔''

''احسن میں تو خاموش رہوں گی لیکن اگر کسی کو علم ہو گیا تو......''

''تو میں تمہیں طلاق دینے میں دیر نہیں کروں گا۔'' اس کی سفاکی پر وہ حیران ہو کر اسے دیکھنے لگی۔ جس کی محبت میں اس نے اپنے گھر والوں سے بغاوت کر کے نکاح کیا تھا وہ کس قدر خود غرض تھا صرف اس کے لیے اپنے ہی سب کچھ تھے اور وہ خود کہیں بھی نہیں تھی اور اگر تھی

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

بھی تو صرف ضرورت کے تحت یا شاید تب بھی نہیں۔

''میری خواہش تھی کہ میری بیوی پڑھی لکھی ہو جبکہ میرے خاندان میں خواتین کو تعلیم نہیں دی جاتی ان کو تو گھر سے باہر بھی بلا ضرورت نہیں نکلنے دیا جاتا پھر کیونکر میری یہ خواہش پوری ہوتی ایسے میں میری ملاقات تم سے ہوئی اور مجھے لگا جیسے میری خواہش پوری ہوگئی۔ مجھے تمہاری قابلیت نے تمہارا دیوانہ کیا تھا جبکہ خوب صورتی میں میری پہلی بیوی مجھے اپنا اسیر نہیں کرسکی لیکن تم وہ کام کرگئی صرف اپنی تعلیم کی وجہ سے۔'' وہ سُن بیٹھی اس کی بات سن رہی تھی اور وہ جیسے اسے بہلا رہا تھا۔

''ضروری نہیں ہے کہ لوگوں کو معلوم ہو۔''

''ہم میاں بیوی ہیں اور اس حقیقت کو کوئی جھٹلا نہیں سکتا۔''

''جھٹلائے گا تو تب جب اسے پتا ہوگا۔'' اس نے طنز کیا اور وہ تلملا گیا۔

''بس اب ہم اس موضوع پر کوئی بات نہیں کریں گے۔'' اس کے کہنے پر وہ خاموش ہوگئی اور قسمت کا لکھا سمجھ کر ہر بات سے سمجھوتا کرلیا تھا۔ وہ ہفتے میں دو دن اس کے پاس رہتا اور وہ دو دن اس کے لیے مسرت اور چاہت کے تھے وہ ہر طرح سے اس کا خیال رکھتی اس کے پسندیدہ کھانے تیار کرتی لیکن اس سب کے باوجود اس کو اپنے اندر کمی محسوس ہوتی تھی۔

''احسن...... میں یہ جاب چھوڑ دیتی ہوں۔''

''کیوں؟'' کھانا کھاتے ہوئے اس نے حیرت سے پوچھا' دل میں دھڑکا ہوا کہ کہیں جاب چھوڑ کر ہر ماہ گھر کے راشن کے ساتھ اپنی پاکٹ منی کا مطالبہ نہ کردے جبکہ اب تک وہ اپنا خرچ خود اٹھا رہی تھی۔ ایسا نہیں تھا کہ وہ اسے پیسے نہیں دیتا تھا معمولی سی رقم اس کے ہاتھ پر رکھتا تھا اسے لے کر بھی شزا خوش تھی اور نہ لے کر بھی۔

''میں کہیں اور جاب کرلوں گی اور وہاں میں اپنی شادی کا سب کو بتا سکوں گی۔''

''اور اس کی کیا گارنٹی ہے کہ وہاں سے بات میرے گھر تک نہیں پہنچے گی؟'' چبھتے ہوئے لہجے میں سوال پوچھا اور اس کی آنکھوں میں آنسو آ کر ٹھہر گئے تھے۔

''میں آپ سے بہت زیادہ تو نہیں مانگ رہی صرف آپ کا نام چاہتی ہوں ایک پہچان۔''

''تم تو ایسے کہہ رہی ہو جیسے تمہارے وجود میں میرا بچہ سانسیں لے رہا ہو اور کل جب دنیا پوچھے گی تو تم گھبراؤ گی۔'' وہ ہنستا ہوا بولا' اس کی بات سے شزا کی سوچ کا زاویہ بدلا تھا ایک دم ہی اسے اپنا خالی پن محسوس ہوا تھا اب تک اس نے اس پہلو پر تو سوچا ہی نہیں تھا۔ وہ تو ابھی تک اپنے نام کے لیے الجھ رہی تھی' اولاد کی خواہش تو اس نے ظاہر ہی نہیں کی جبکہ یہ تو ہر عورت کی چاہ ہوتی ہے کہ وہ ماں کے رتبے پر فائز ہو۔

❀ ❀ ❀

ڈاکٹری رپورٹس سب ٹھیک تھیں' اللہ کی طرف سے دیر تھی یا اس کی مصلحت کہ وہ شادی کے دو سال بعد بھی اولاد کی نعمت سے محروم تھی۔

''کبھی کبھی عمر زیادہ ہوجانے کی وجہ سے بھی اولاد نہیں ہوتی لیکن یہ سب سائنس کی باتیں ہیں' دینے والی ذات تو اس کی ہے دعا کریں کہ اللہ آپ کی مراد پوری کرے دوائیں دے رہی ہوں یہ لیتی رہیں۔'' ڈاکٹر نے سمجھانے والے انداز میں کہہ کر ایک نسخہ اس کے ہاتھ میں تھما دیا تھا۔

وہ احسن خان کی باتوں کے زیر اثر دو دن بعد ہی ڈاکٹر کو چیک اپ کروانے آئی تھی اور آج جب ڈاکٹر نے اسے رپورٹ تھمائی تو ساتھ ہی دعاؤں کا بھی کہا تھا' وہ میڈیکل اسٹور سے دوا لے کر گھر آ گئی لیکن ذہن الجھا ہوا تھا۔

''کب تک یوں تنہا اکیلی رہو گی۔'' اس روز شام میں چھوٹے بھائی اور بھابی آگئے تو وہ چائے پکانے کچن میں آئی تو پیچھے بھابی بھی چلی آئیں اور تب انہوں نے چائے کے کپ تھماتے ہوئے کہا تو وہ بظاہر انجان بنتی ہوئی بولی۔

''اکیلی کہاں ہوں احسن آ تو جاتے ہیں اور پھر میں کون سا سارا دن گھر پر ہوتی ہوں' آفس بھی تو جاتی ہوں۔''

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

''لیکن واپس آ کر گھر کی خاموشی نہیں کھلتی۔'' بھابی نے اسے کندھوں سے تھام کر اس کا رخ اپنی طرف کیا۔ ''تم گئی گزری نہیں ہو شزا' تعلیم کے زیور سے آراستہ ہو' سمجھ دار ہو اور پھر سب سے بڑھ کر اپنا بوجھ خود اٹھا رہی ہو۔ اس کو اپنی طرف کھینچو' دوسری بیوی ہونا جرم نہیں لیکن اس سے کہو کہ انصاف کے ساتھ سارے کام کرے جو حقوق پہلی بیوی کو حاصل ہیں وہ تمہیں بھی دے اور اگر نہیں دے سکتا تو اولاد ہی دے جس کے سہارے تم زندگی کی خوب صورتی کو تو دیکھ سکو۔'' بھابی اسے سوچ میں ڈوبا دیکھ کر مزید بولیں۔ ''محبت سے اس نے تمہیں اپنی طرف مائل کیا' تم بھی محبت کو ہتھیار بناؤ اور اپنی بات منواؤ' میری بات سمجھ گئی ہو ناں۔''

''جی۔'' اس نے مختصراً جواب دیا۔

وہ پہلے ہی ان باتوں کو لے کر الجھ رہی تھی بھابی نے مزید اسے الجھا دیا تھا۔ کوئی سرا اس کے ہاتھ نہیں آ رہا تھا جس کو تھام کر وہ اپنے اضطراب کو کم کرتی' بھائی اور بھابی موسم کی خرابی کے باعث کافی دیر پہلے جا چکے تھے اور ان کے جاتے ہی گرد و غبار والی ہوا کے ساتھ بادلوں نے برسنا شروع کر دیا تھا۔ وہ گلاس ونڈو سے برستی بارش دیکھ رہی تھی' ڈاکٹر صاحبہ اور بھابی کی باتیں اس کے ذہن میں مسلسل ایک دوسرے کو مات دینے کی کوشش میں ابھر رہی تھیں جبکہ وہ اب کچھ نہیں سوچنا چاہتی تھی۔

انسان کے اپنے بس میں کہاں ہوتا ہے سوچوں سے پیچھا چھڑانا یہ تو آسیب کی طرح پیچھا کرتی اپنا آپ منوا کر رہتی ہیں پھر تنہائی میں تو ہزاروں سوچیں آتی ہیں یہ ہی حال اس وقت شزا کا تھا کہ بھابی اور ڈاکٹر صاحبہ کی باتوں کے ساتھ اب احسن کی آواز بھی شامل ہو گئی تھی۔

''جب کوئی تمہارا نہیں سوچتا تو تم بھی کسی کا مت سوچو اور میرا ہاتھ تھام لو۔'' وہ ایک دم سے چونک کر اپنے اطراف دیکھنے لگی اسے گمان ہوا جیسے احسن کہیں آس پاس ہو مگر کوئی نہیں تھا سوائے تنہائی و خاموشی کے۔

''تم بھی محبت کو ہتھیار بناؤ۔'' ایک سرگوشی ہوئی ساتھ ہی موبائل فون پر میسج ٹیون سنائی دی تو اس نے سائیڈ ٹیبل سے موبائل فون اٹھایا۔

دنیا کے ستم یاد ناں اپنی ہی وفا یاد
اب مجھ کو نہیں کچھ بھی محبت کے سوا یاد

احسن خان برستی بارش کا مزہ لیتا دروازے پر اس کا منتظر تھا۔ دروازہ کھولنے کا کہتا ساتھ ہی اس نے یہ شعر بھی لکھ دیا تھا۔ وہ مسکرا دی کیونکہ اب اسے اور کچھ یاد نہیں رکھنا تھا سوائے محبت کے۔

❁.......❁.......❁

''کبھی کبھی یہ تنہائی مجھے خوف زدہ کر دیتی ہے یوں لگتا ہے جیسے اس دنیا میں صرف میرا وجود سانس لیتا ہے اور کوئی انسان یہاں ہے ہی نہیں اور کبھی یوں محسوس ہوتا ہے جیسے میں کسی جنگل میں رہتی ہوں جہاں ابھی کوئی بھیڑیا نکل کر مجھ پر حملہ کر دے گا۔'' وہ احسن کو چائے دیتی خود بھی اس کے سامنے بیٹھ گئی اور اپنی بات کے اختتام پر اس کے چہرے کے تاثرات دیکھنے لگی۔

''میں کبھی اکیلی نہیں رہی اس لیے ڈر لگتا ہے۔'' وہ خوامخواہ ہنسی۔

''عادت ہو جائے گی۔'' وہ چائے کا سپ لے کر کہنے لگا۔ ''اور اگر زیادہ ڈر لگتا ہے تو پھر اپنے بھائی بھابی کو یہاں اپنے پاس بلا لو مجھے کوئی اعتراض نہیں ہوگا۔ تمہارا دل بھی بہل جائے گا اور تنہائی بھی دور ہو جائے گی۔''

''کوئی اپنا گھر چھوڑ کر کیونکر میرے پاس آئے گا۔''

''یہ تو ہے۔ پھر ایسا کرو فل ٹائم ملازمہ رکھ لو۔''

''نہیں۔'' وہ نفی میں سر ہلا کر بولی ساتھ ہی ذہن میں الفاظ ترتیب دینے لگی جبکہ وہ ایک دم چونکا۔

''پھر......''

''آپ مجھے ایک بچہ دے دیں۔''

''کیا بکواس ہے' تمہارا دماغ تو ٹھیک ہے۔'' وہ برہم ہوتا اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا۔ ''اس عمر میں' میں باپ بنتا اچھا لگوں گا اور نہ تم ماں' آفٹر آل میں پہلے ہی دو بچوں کا باپ ہوں مجھے اب مزید بچوں کی ضرورت نہیں۔''

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

''لیکن مجھے تو ہے ناں احسن، میں کب تک تنہا رہوں گی میرے بھی احساسات ہیں۔''

''بس شنزا...... میں نے بچوں کے لیے شادی نہیں کی، میں صرف ذہنی اور جسمانی سکون چاہتا ہوں اس لیے میں نے تم سے شادی کی تھی تاکہ تم مجھے سمجھو ناں کہ میں تمہاری فضول ضد اور خواہش مانوں۔''

''یہ فضول نہیں ہے، میں آپ سے آپ کی محبت چاہ رہی ہوں۔'' وہ عاجزی سے بولی جبکہ وہ اپنے سابقہ انداز میں اس سے مخاطب ہوا تھا۔

''تمہارے لیے میری محبت اتنی ہی کافی ہونی چاہیے کہ میں دو گھڑی تمہارے ساتھ گزارتا ہوں اور اس سے زیادہ میں تمہارے لیے کچھ نہیں کرسکتا۔''

''اگر محبت اتنی ہی ہے تو پھر مجھے میرے حقوق دیں۔'' وہ اب احسن کے سامنے آ کھڑی ہوئی تھی۔ احسن حیرت سے اسے دیکھنے لگا۔ اس نے کبھی سوچا بھی نہ تھا کہ شنزا اپنے حقوق کے لیے اس کے مقابل آ کھڑی ہوگی۔

''کون سے حقوق کی بات کررہی ہو شنزا بیگم۔'' غصے سے اس کی آواز بلند ہوگئی۔

''میں کون سا یہاں آکر پڑا رہتا ہوں یا میں نے کون سا تم پر پابندی عائد کردی ہے یہ گھر تمہارا ہے اپنی مرضی سے تم آتی جاتی ہو اور جس سے دل چاہتا ہے ملتی ہو اور کون سے حقوق تمہیں چاہیے۔''

''اولاد کا عورت ہونے کا حق جو آپ مجھے دینے سے انکاری ہیں۔''

''شنزا......!'' وہ خود پر ضبط کرتا مٹھیاں بھینچ گیا قدرے توقف کے بعد خود کو نارمل کرتا ہوا بولا۔

''کیوں ایک بات کے پیچھے پڑ گئی ہو کیا تمہارے لیے میری محبت کی اہمیت نہیں۔''

''ہے...... بالکل ہے لیکن یہ محبت اولاد کے بغیر میرے لیے فضول ہے۔'' وہ اب ضد پر آ گئی تھی اس لیے کچھ اور سننا اور سوچنا ہی نہیں چاہتی تھی احسن اسے دیکھ کررہ گیا۔

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

''میں یہ نہیں کرسکتا۔''

''آپ کچھ بھی نہیں کرسکتے احسن' میں لوگوں کو اپنے نکاح کا نہیں بتاسکتی' آپ مجھے اولاد کی خوشی نہیں دے سکتے پھر ہم ایک ساتھ کیوں ہیں۔'' وہ خاموش ہوکر کچھ دیر اس کے بولنے کی منتظر رہی پھر استہزائیہ ہنسی کے ساتھ بولی۔

''ہمارے درمیان محبت نہیں تھی اگر ہوتی تو یوں چھپتی نہیں بلکہ یہ ہوا میں خوشبو کی مانند بکھر کر ہر ایک کو ہمارا رازدار بنادیتی' اس لیے جیسے یہ رشتہ جوڑا تھا اب ختم ہوجانا چاہیے۔''

''میں تمہاری بات سے اتفاق تو نہیں کروں گا لیکن سوچوں گا ضرور اور تم بھی سوچنا' جہاں ہم دونوں میں سے کوئی ایک بھی غلط ہوا وہ دوسرے کے پاس لوٹ آئے گا۔'' وہ کہہ کر رکا نہیں تیز تیز قدم اٹھاتا گھر سے نکل گیا جبکہ اب اسے تنہائی کا شدت سے احساس ہوا تھا ساتھ ہی آنکھوں سے آنسو چھلک کر رخسار پرآ گرے تھے۔

❁......❁......❁

شنزا نے جاب چھوڑ کر فوری طور پر دوسری جگہ اپلائی کرکے وہاں جوائننگ دے دی تھی۔ اس نے اب احسن سے ہر قسم کا رابطہ ختم کردیا تھا اور اپنی زندگی میں مصروف ہوگئی تھی لیکن اب بھی کبھی کبھی محبت دل پر دستک ضرور دیتی تھی۔ شام کے سائے جب دہلیز پر اترتے تب ایک مانوس سی آہٹ کا انتظار رہتا تھا۔

وقت گزرنے کے ساتھ انتظار پہلے مایوسی میں بدلا اور پھر ختم ہوگیا تھا لیکن اس کی جگہ دل میں عجیب سے بے چینی درآئی تھی جسے وہ کوئی نام نہیں دے سکی۔ رمضان شروع ہونے والا تھا احسن اور اس کے درمیان فاصلوں نے چھ مہینے اختیار کرلیے تھے وہ رمضان کا اہتمام کرنے لگی ہر چیز میں اس نے احسن کی پسند کو شامل رکھا تھا اور یہ عمل غیر ارادی طور پر تھا اور اب گھر آکر وہ ہر چیز کو حیرت سے دیکھ رہی تھی۔

''تم اب بھی میرے دل میں کہیں بستے ہو۔'' اس نے خود کلامی کی اور تمام چیزیں کچن کے کیبنٹ میں سیٹ کرنے لگی۔ وہ اپنی ضد پر قائم تھی' بات غلط بھی نہیں تھی یہ تو ہر عورت کی خواہش اور اس کی ذات کی تکمیل سے جڑی ہے پھر وہ کیونکر اپنی اس خواہش کو حسرت میں ڈال کر مارتی اور خود بھی پل پل مرتی۔ اس نے کوئی گناہ نہیں کیا تھا اس کے نکاح میں شامل تھی اور وہ اس کی کوئی ایک بات بھی ماننے کو تیار نہیں تھا اس کی نظر میں صرف اپنی ذات اہمیت رکھتی تھی تو وہ کیونکر جھکتی۔ نکاح کے بعد تو دونوں فریقین کو سمجھوتے کے تحت جھکنا پڑتا ہے لیکن اب دونوں ہی ضد پرآ گئے تھے۔

وہ عبادت گزار تو پہلے بھی تھی لیکن رمضان المبارک شروع ہوتے ہی اس کی فرض عبادت کے ساتھ نفلی عبادت میں کثرت آتی گئی اور دل کو بھی سکون آنے لگا تب ایک روز وہ ستم جاں کسی اور لڑکی کے ساتھ نظر آیا تھا۔ دل ایک بار پھر بے اختیار ہوکر دھڑکا تھا اور وہ چند لمحے ہی سہی ٹھہر کر اسے دیکھنے لگی تھی پھر سر جھٹک کر اپنی راہ لی۔

''اس کی پہلی بیوی ہوسکتی ہے۔'' گھر آکر اس نے اپنے دل میں اٹھتے خدشات کو دبانے کی کوشش میں خود کلامی کی تھی لیکن ایسا محسوس ہوا جیسے آس پاس کوئی ہنسا ہو' وہ کہیں سے بھی اس کی بیوی نہیں لگ رہی تھی اس کی تمام ادائیں ایک گرل فرینڈ والی ہی تھیں۔

''مرد کو چار شادیوں کی اجازت ہے۔''

''تو پھر......'' وہ صوفے پر بیٹھ گئی ابھی افطاری میں ٹائم تھا۔

''پھر کیا تم بازی ہار گئی وہ تمہیں چھوڑ گیا اب وہ تیسری شادی کرے گا اور اپنی اس بیوی کے ساتھ خوش رہے گا یہ تو مرد کی فطرت ہے تو نہیں کوئی اور سہی' کوئی اور نہیں تو کوئی اور...... ڈال ڈال منڈلانا ان کی عادت نہیں فطرت ہے ان کی ذات باوفا نہیں بے وفا ہے۔''

''نہیں' وہ ایسا نہیں ہے۔'' اس کے دل نے صدا بلند کی۔

''پھر کیسا ہے؟ اپنی آنکھوں سے دیکھنے کے بعد بھی تم اس پر یقین کررہی ہو۔''

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

''کوئی اور بات بھی تو ہوسکتی ہے میں کیوں غلط فہمی کا شکار ہوں۔''

''غلط فہمی نہیں بلکہ تم اس کے بارے میں غلط سوچنا ہی نہیں چاہتی۔ تم آج بھی اس کی محبت میں گرفتار اس کی واپسی کی راہ دیکھتی ہو بھول جاؤ اس کو وہ اب کبھی نہیں آئے گا۔''

''اگر میرے اختیار میں ہوتا تو ضرور بھول جاتی' یہ دل کے رشتے اللہ کی طرف سے جوڑے جاتے ہیں اور میں صرف یہ دعا کرتی ہوں کہ اللہ نے اسے میرے نصیب میں لکھا ہے تو صرف میرا ہو کر وہ لوٹے' میں اس کی زندگی میں کسی اور کا دخل برداشت نہیں کرسکتی۔'' وہ قدرے بلند آواز میں بولی تھی کہ دل و دماغ خاموش ہوگئے۔ اذان کی آواز پر وہ چونکی تھی وقت کافی بیت گیا تھا لیکن اس کے لیے نہیں اس لیے وہ وضو کرتی اپنی محبت اللہ سے مانگنے کھڑی ہوگئی تھی۔

❁.......❁.......❁
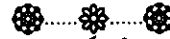
پھر بہت زیادہ دن نہیں گزرے تھے کہ احسن خان کے ایکسیڈنٹ کی خبر نے اس کے پیروں کے نیچے سے زمین کھینچ لی تھی۔ وہ اپنی فیملی کے ساتھ عید کی چھٹیوں میں گاؤں جارہا تھا تب یہ حادثہ پیش آیا تھا اس نے اخبار میں مختصر خبر پڑھنے کے بعد سابقہ آفس سے پوری تفصیل معلوم کی تھی' ساتھ ہی ہسپتال کا نام بھی نوٹ کرلیا تھا جہاں اس وقت احسن خان زیر علاج تھا۔

وہ دو دن کی چھٹی لے کر احسن سے ملنے ملتان نشتر ہسپتال آئی اور اسے نرس سے باتیں کرتا دیکھ کر وہ دروازے میں ہی ٹھہر گئی جبکہ وہ اسے دیکھ کر ذرا سا مسکرایا تھا۔

''رک کیوں گئیں' آؤ ناں۔ دو دن سے تمہاری ہی راہ دیکھ رہا ہوں۔''

''کیسی طبیعت ہے؟''

''زندہ...... ہوں۔'' آرزدگی میں گھر کر بولا۔ ''سب کچھ تو لٹ گیا میرا اور میں تمہارے لیے بچ گیا۔ اللہ کی قدرت کہ میں تمہیں ہر چیز سے محروم رکھنا چاہتا تھا اور آج میں خود محروم ہوں' میں خدا بننے چلا تھا۔'' وہ شاید تکلیف کے باعث تلخ ہوگیا تھا' اس کا جسم بھی تو پٹیوں میں جکڑا ہوا تھا بات کرنے میں بھی اسے مشکل پیش آرہی تھی۔

''کیا مطلب احسن؟'' وہ ناسمجھی کی کیفیت میں اسے دیکھنے لگی۔

''میرے بیوی بچے اس حادثے میں زندگی کی بازی ہار گئے......'' وہ بے اختیار اس کے ہاتھ پر اپنی پیشانی ٹکا کر رو پڑی تھی جبکہ وہ مزید کہہ رہا تھا۔

''سب میری غلطی ہے کہ میں خود کو بہت کچھ سمجھنے لگا تھا' میں نے تم دونوں کی قدر نہیں کی۔ تم سے محبت کی تو اپنی خواہش کو سامنے رکھا' تمہارے احساسات میری نظر میں بے معنی تھے اور آسیہ کو میں نے کبھی کچھ سمجھا ہی نہیں جب ہی تم نے مجھے چھوڑا اور آسیہ بچوں کے ساتھ دنیا سے رخصت ہوگئی۔ ہاں بچے جن پر اب میں اپنا بوجھ ڈالنا چاہتا تھا' خود غرض انسان ہوں میں' مجھے بھی زندہ نہیں رہنا چاہیے۔'' وہ اذیت سے آنکھیں بند کرگیا' شزا اس کی تکلیف کو محسوس کرتی سسک اٹھی تھی۔ ایک درد اور بوجھ اس کے اپنے سینے میں بھی آکر ٹھہر گیا تھا' اس کی دعائیں اتنی جلدی مستجاب ہوجائیں گی اس نے سوچا نہیں تھا۔

''تم کیوں رو رہی ہو؟'' احسن نے اسے دیکھتے ہوئے پوچھا لیکن وہ خاموش رہی اور بتاتی بھی تو کیا کہ دعاؤں میں اس نے صرف اسے اپنے لیے مانگا تھا لیکن اس نے یوں نہ چاہا تھا۔

❁

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

حصہ 4

ڈھل گیا ہجر کا دن

نادیہ احمد

(گزشتہ قسط کا خلاصہ)

مسٹر اینڈ مسز انصاری بظاہر ایک آئیڈیل، خوشگوار ازدواجی زندگی گزار رہے ہوتے ہیں۔ ڈاکٹر انصاری ریٹائرمنٹ کے بعد اپنے آبائی شہر منتقل ہوجاتے ہیں جہاں سالوں کی تگ و دو کے بعد وہ ایک خیراتی ہسپتال احسن طریقے سے چلارہے ہوتے ہیں۔ اس کام میں ان کی بیوی ڈاکٹر نور انصاری ان کی معاونت کررہی ہوتی ہیں۔ مسٹر اینڈ مسز انصاری کے دونوں بچے سمیر اور فریحہ بھی اپنی چھٹیوں میں ان کے پاس رہنے آئے ہوئے ہوتے ہیں۔ سمیر اسسٹنٹ کمشنر کے عہدے پہ فائز ہوتا ہے جبکہ فریحہ ڈاکٹر ہے جو اسلام آباد سے حال ہی میں اپنی ہاؤس جاب مکمل کرکے آتی ہے اور دوبارہ اسلام آباد کے ہی ایک بڑے ہسپتال میں اپنی ملازمت جاری رکھنے کی خواہش رکھتی ہے لیکن ڈاکٹر نور اسے چند دن ہسپتال میں ان کی مدد کرنے پہ بخوشی راضی کرلیتی ہیں۔ علینہ ایک کم گو، الجھی ہوئی اور معاشرتی مسائل کا شکار لڑکی ہوتی ہے۔ وہ مقامی کالج میں زیر تعلیم ہوتی ہے اور امتحانات کے آخری دن مونس کے ساتھ ہونے والے مڈبھیڑ کے بعد مونس کو ایک تھپڑ رسید کردیتی ہے پھر حواس باختہ ہوکر کالج کی عمارت سے نکلتے ہوئے وہ اچانک سمیر کی گاڑی سے ٹکرانے لگتی ہے کہ سمیر وقت پر بریک لگادیتا ہے۔ علینہ بے ہوش ہوجاتی ہے اور سمیر اسے زینب وقار ہسپتال اپنی والدہ کے پاس لے آتا ہے۔ علینہ کو جلد ہسپتال سے ڈسچارج کردیا جاتا ہے۔ مونس غصے میں پھر اپنے دوستوں کو باتیں سناتا ہے اور پھر اپنی والدہ رخشندہ سے علینہ کی شکایت کرتا ہے جو اپنے لاڈلے بیٹے سے بھی دو ہاتھ آگے ہوتی ہیں۔ خاور علینہ سے ملنے آتا ہے مگر وہ اس سے جان چھڑا کر اپنے کمرے میں چلی جاتی ہے۔ شاکرہ اس کی شکایت اس کی ماں سے کرتی ہے پر علینہ کا انداز ہمیشہ کی طرح لاتعلق اور احساسِ کمتری کا مارا ہی ہوتا ہے۔ شہباز سفینہ کو بے دردی سے مارتا ہے۔ بازو ٹوٹنے کی وجہ سے فاطمہ چاروناچار اسے ہسپتال لے آتی ہے جہاں ڈاکٹر کو اندازہ ہوجاتا ہے کہ اس کے ساتھ کوئی حادثہ نہیں ہوا بلکہ اسے جسمانی تشدد کا نشانہ بنایا گیا ہے۔ ڈاکٹر کے سوالوں کا گول مول جواب دے کر وہ گھر چلی آتی ہے پر فاطمہ دل ہی دل میں ماں کی بے جا خاموشی پہ شکوہ کناں ہوتی ہے۔ شہباز گھر اور بیوی سے لاپروا جوا کھیلنے چلا جاتا ہے جہاں اس کا اوباش دوست عارف اسے ادھار دیتا ہے۔ ڈاکٹر فریحہ عورت کی بے بسی اور لاچاری پہ جہاں درد محسوس کرتی ہے وہیں اسے اس عورت کی خاموشی پہ کوفت ہوتی ہے۔ سمیر اور اس کے درمیان اس موضوع پہ ہونے والی بحث ڈاکٹر نور کو انتہائی اپ سیٹ کردیتی ہے اور پریشانی کے سائے ڈاکٹر انصاری کے چہرے پہ بھی نمایاں ہوجاتے ہیں۔ سمیر اتفاقاً ان دونوں کے درمیان ہونے والی گفتگو سن کر الجھ سا جاتا ہے۔ اسے یقین ہوتا ہے اس کے والدین کے درمیان کشیدگی ان کے ماضی کے کسی راز سے وابستہ ہے۔ علینہ کو لے کر عامر اپنی بیوی کو بے نقط سناتا ہے۔ دونوں کے درمیان دھماکے دار جھگڑا ہوتا ہے جس میں عامر اسے حال اور ماضی کے طعنے دیتا ہے پر وہ خاموشی سے سن کر صبر کرتی ہے کیونکہ وہ نہیں چاہتی کہ ایک بار پھر اس کا گھر ٹوٹے اور اس کی اولاد کو خمیازہ بھگتنا پڑے۔ سمیر اور کشمالہ کے درمیان ملاقاتوں کے سلسلے بڑھتے چلے جاتے ہیں۔ دونوں کی سالوں پرانی دوستی ایک نئے رشتے کی طرف قدم بڑھارہی ہوتی ہے۔ علینہ کی سہیلیاں آکر اسے مونس کے حوالے سے ڈرادیتی ہیں۔

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

علینہ پریشانی میں مبتلا ہوجاتی ہے کہ کہیں واقعی مونس اسے کوئی نقصان نہ پہنچا دے لیکن وہ خاور سے مدد لینا نہیں چاہتی۔ اندھیرے میں چھت کی طرف جاتے گھر کا داخلی دروازہ کھلا پا کر وہ ٹھٹک جاتی ہے۔ دروازے میں کھڑے سائے کو دیکھ کر علینہ بے اختیار چیخ مارتی ہے پر اچانک سایہ آگے بڑھ کر مضبوطی سے اس کے منہ پہ ہاتھ رکھ دیتا ہے جس سے علینہ کو اپنا دم گھٹتا ہوا محسوس ہوتا ہے۔ ڈاکٹر زبیر اپنی طرف سے سفینہ کو خود پہ ہوتے ظلم سہنے سے باز رکھتا ہے پر سفینہ کی عزتِ نفس کو نہ تو ڈاکٹر کی کاؤنسلنگ جگا پاتی نہ ہی فاطمہ کا شکوہ۔ آسیہ کی بیماری اور آپریشن کی خبر جہاں شاکرہ کو پریشان کرتی ہے وہیں علینہ کی ناراضی میں دراڑ ڈالتی ہے۔ وہ بے چین ہوجاتی ہے پر دو ہا نہیں جانا چاہتی اور شاکرہ اسے اکیلے گھر چھوڑنے پر راضی نہیں ہوتی ایسے میں فریحہ کی خواہش پر اور بیگم انصاری کی ذمہ داری پہ وہ علینہ کو انصاری ہاؤس چھوڑ کر دو ہا چلی جاتی ہے۔ علینہ کو انصاری ہاؤس میں بہت محبت سے رکھا جا رہا ہوتا ہے۔ شہباز ایک بار پھر مار پیٹ کر سفینہ سے فاطمہ کی داخلہ فیس کے پیسے لے کر نو دو گیارہ ہوجاتا ہے۔ فاطمہ گھبرا کر زخمی ماں کی مدد کے لیے زبیر کو بلا لاتی ہے۔ خاور کو آسیہ کی بیماری کا پتا چلتا ہے تو دکھ اور پچھتاوا اسے آگھیرتا ہے۔ سمیر لاہور سے واپس آتا ہے جہاں راستے میں اس کی گفتگو کشمالہ سے ہوتی ہے۔

(اب آگے پڑھیئے)
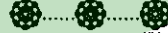
چل آ اِک ایسی نظم کہوں......
جو لفظ کہوں وہ ہوجائے
بس "اشک" کہوں تو
اِک آنسو ترے گورے گال کو دھو جائے
مَیں "آ" لکھوں،
تُو آجائے
میں "بیٹھ" لکھوں،
تُو آ بیٹھے
مرے شانے پر سر رکھے تو،
مَیں "نیند" کہوں،
تُو سو جائے
میں کاغذ پر "ترے ہونٹ" لکھوں،
ترے ہونٹوں پر مُسکان آئے
میں "دِل" لکھوں،
تُو دِل تھامے
میں "گم" لکھوں،
وہ کھو جائے
ترے ہاتھ بناؤں پینسل سے،
پھر ہاتھ پہ تیرے ہاتھ رکھوں
کچھ "اُلٹا سیدھا" فرض کروں،
کچھ "سیدھا اُلٹا" ہوجائے
میں "آہ" لکھوں،
تُو "ہائے" کرے
"بے چین" لکھوں
بے چین ہو تو
پھر میں بے چین کا "ب" کاٹوں
تجھے چین ذرا سا ہوجائے
ابھی "ع" لکھوں
تو سوچے مجھے
پھر "ش" لکھوں
تیری نیند اُڑے
جب "ق" لکھوں
تجھے کچھ کچھ ہو
میں "عشق" لکھوں
تجھے ہوجائے

صبح کی دھوپ نرم اور دل کو سکون دیتی تھی۔ گورنمنٹ کالج کی شکستہ عمارت کو گھیرے برسوں پرانے چوڑے تنوں والے بے شمار درختوں سے اوائل گرما کے سورج کی کرنیں چھن چھن کر آرہی تھیں۔ کالج کے اندر باہر اس پل بے چینی اور اضطراب نمایاں تھا۔ طالبات کے چہروں پہ لکھا

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

خوف ان کے اندر دھڑکتی بے یقینی کو ظاہر کرتا تھا۔ لڑکیاں اس پل گروہوں کی شکل میں کھڑیں اپنے پرچوں کے متعلق تبادلہِ خیال کررہی تھیں۔ سر پہ سیاہ چادر اوڑھے اپنا سوالنامہ سلیقے سے تہہ کرتی وہ سبک رفتاری سے کالج کی عمارت سے باہر نکلی۔ نظر اٹھا کر عادتاً اردگرد کا جائزہ لیا پر ایک مقام پہ جا کر نگاہ ٹھہر گئی۔ شناسائی کی رمق کے بعد آنکھوں میں تحیر ابھرا اور اگلے ہی پل ہونٹوں کو دھیمی سی مسکراہٹ نے چھوا۔ سیاہ گاڑی سے ٹیک لگائے وہ اسی کی طرف دیکھ رہا تھا۔ بلاتوقف قدم اس کی جانب بڑھنے لگے۔

"آپ...... یہاں...... اس وقت؟" ایک بے ربط سا جملہ تھا جو اس بات کا غماز تھا کہ وہ اسے وہاں موجود پاکر متحیر و مضطرب ہوئی ہے۔

"پیپر کیسا ہوا؟" سیاہ پینٹ اور سفید شرٹ میں ملبوس وہ ہمیشہ کی طرح نکھرا نکھرا سا تھا۔ سینے پہ ہاتھ باندھے اس کے برعکس انتہائی پُراعتماد اور کمپوزڈ۔

"اچھا ہوگیا۔"

"گڈ۔" اس کے ہاتھ سے سوالات کا پرچہ لے کر دیکھنے لگا۔

"آج آخری پرچہ تھا نا......" فاطمہ نے مزید کہا وہ سر جھکائے سوالات پڑھ رہا تھا۔

"گھر میں سب خیریت ہے۔" پرچہ واپس لوٹاتے اس نے پوچھا۔ اس دن کے بعد آج پہلی بار فاطمہ کا ڈاکٹر زبیر سے سامنا ہورہا تھا۔ اس تمام عرصے میں کئی بار چاہ کر بھی وہ اس کا شکریہ ادا کرنے نہیں جا پائی تھی۔ ہمت ہی نہیں ہوتی تھی اسے فیس کرنے کی یا پھر احسان کا بوجھ تھا جو وجود پر محسوس ہورہا تھا۔ آج اگر وہ عزت سے اپنے امتحانات دے رہی تھی تو فقط زبیر کی بدولت جسے اللہ نے ان دگرگوں حالات میں ان کا مسیحا بنا کر بھیجا تھا۔

"حالات تو بس ویسے ہی ہیں۔"

"آگے کیا ارادہ ہے اسٹڈی جاری رکھو گی یا پھر بس حالات کے سامنے گھٹنے ٹیک دوگی؟" وہ اپنے سامنے کھڑی اس معصوم لڑکی کو اس سے زیادہ اذیت میں مبتلا نہیں کرسکتا تھا سو موضوع تبدیل کیا۔

"میں پڑھنا چاہتی ہوں۔ بہت زیادہ پڑھنا چاہتی ہوں ڈاکٹر صاحب اور میں حالات کے سامنے گھٹنے ٹیکنے پہ تیار نہیں۔" اس کا لہجہ پُرعزم، پُراعتماد اور دوٹوک تھا۔

"یہ تو بہت اچھی بات ہے، میری تمام نیک خواہشات تمہارے ساتھ ہیں اور اگر کسی بھی قسم کی مدد درکار ہو تو بلا جھجک مجھ سے کہہ دینا۔" وہ خوش دلی سے آیا تھا۔ اپنی شخصیت کی طرح اس کا لہجہ بھی توجہ بٹورتا تھا اور فاطمہ اس کی پُرکشش شخصیت اور دلکش لب و لہجہ سے بری طرح متاثر ہورہی تھی۔

"آپ نے تو بنا کہے بھی میرے لیے وہ سب کردیا ہے کہ شکریہ ادا کرنے کے لیے الفاظ کم پڑرہے ہیں۔ بہت محنت کی تھی میں نے پچھلے دو سالوں میں۔ دن رات ایک کرکے امتحانات کی تیاری کی تھی اور اچانک وہ سب...... اگر آپ عین وقت پہ میرا داخلہ فارم جمع نہ کرواتے تو میری ساری محنت و کوشش رائیگاں جاتی۔" اسے وہ وقت یاد آیا جب اپنا سگا باپ اس کے مستقبل کی پروا کیے بغیر ساری جمع پونجی لے اڑا تھا۔ ماں کے زخموں پہ روتی وہ اپنے داخلے پہ تو فاتحہ پڑھ چکی تھی۔ بس ایک یہی خواب دیکھنے کی جسارت کی تھی اس کی آنکھوں نے کہ وہ پڑھ لکھ کر اپنے پیروں پہ کھڑی ہوجائے اور کیا ستم کہ پہلی سیڑھی پہ قدم دھرتے ہی سیڑھی کھینچ لی گئی تھی۔ آج اگر وہ خواب، یقین کا سفر کررہا تھا تو سامنے کھڑے اس فرشتہ صفت انسان کی بدولت تھا جس نے کوئی تعلق نہ ہوکر بھی انسانیت کا بھرم رکھا تھا۔

"محنت اور کوشش کسی کی بھی رائیگاں نہیں جاتی۔ لگن سچی ہو تو اللہ منزلیں آسان کردیتا ہے۔" دھوپ میں اس کا وجود سنہری لگ رہا تھا۔ گاڑی سے کمر ٹکائے وہ بغور ان بھوری آنکھوں کو دیکھ رہا تھا جہاں آج وحشت نہیں تھی۔ اس چاندی سے بنے مجسمے کے چہرے پہ خوف کے سائے نہیں تھے۔ وہ پہلی بار پُرسکون تھی اور اسے فاطمہ کا سکون ایک انجانی سی فرحت دے رہا تھا۔

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

"پر اللہ نے آپ کو ہمارا مددگار بنا کر بھیجا، آپ کا احسان تاعمر رہے گا مجھ پر۔" وہ اس کی زندگی میں آنے والا پہلا شخص تھا جس نے مردوں کے متعلق اس کی سوچ کو تبدیل کردیا تھا۔ وہ جس معاشرے اور جس خاندان کا حصہ تھی وہاں مرد حکمران بن کر فقط استحصال کرتا رہا تھا۔ زبیر سے مل کر اسے احساس ہوا تھا مرد حکمران ہی نہیں ضامن بھی ہوتا ہے۔ وہ اسے آئیڈیلائز کرنے لگی تھی۔

"میں نے کوئی احسان نہیں کیا ہاں اگر یہ تمہیں احسان لگتا ہے تو وقت آنے پر میری مدد کرکے اتار دینا۔"

"میں بھلا کہاں اس قابل ہوں کہ آپ کی مدد کرسکوں۔" وہ ذرا سا مسکرائی۔

"ان شاء اللہ وہ وقت بھی جلد آجائے گا پھر اس وقت ضرور مدد کرنا میری۔" اس کا لہجہ عام سا تھا پر فاطمہ کو لگا جیسے وہ کوئی وعدہ مانگ رہا ہے۔ وہ کچھ بھی نہ کہہ پائی۔ کہنے کو کچھ تھا ہی نہیں۔ جانے کل کا دن کس انداز میں طلوع ہو اور کبھی جو فاطمہ کا شمار کسی گنتی میں ہونے لگا تو کسے معلوم ڈاکٹر زبیر اس وقت کہاں ہو۔

"آج سے میری چھٹیاں شروع ہو رہی ہیں، سوچا گھر چکر لگالوں۔ بابا سے ملے بہت وقت ہوگیا ہے۔" اسے سوچوں کے بھنور سے زبیر کی گمبھیر آواز نے نکالا۔

"آپ جارہے ہیں؟" وہ چونکی۔

"ہاں ایک مہینے کے لیے، کل صبح نکلوں گا۔ گھر گیا تو وہاں کوئی نہیں تھا اسی لیے تمہارے ایگزام کا پوچھنے آگیا۔" جانے کیوں اس کے جانے کی سن کر دل بجھ سا گیا تھا اس بات کو سن کر۔ حالانکہ وہ کون سا ان سے ہر وقت ملتا تھا اب بھی یہ سامنا مہینوں بعد ہو رہا تھا پر وہ اس شہر میں تھا تو ایک اطمینان سا تھا۔ امید کا دیا روشن تھا کہ کوئی ہے جسے وقت آنے پہ پکارا جاسکتا ہے۔ اس نے اب تک ظلم دیکھا تھا کچھ عرصے سے اس کا واسطہ ایثار سے پڑ رہا تھا اور یہ سب اچھا لگنے لگا تھا۔

"امی کو میرا اسلام کہنا اور اپنا خیال رکھنا۔ میں چلتا ہوں پھر واپس آکر تمہارے پاس ہونے کی خبر بمعہ مٹھائی وصول کروں گا۔" فاطمہ مسکرائی۔ زبیر نے بھی مسکرا کر الوداع کہا اور اپنی گاڑی اسٹارٹ کرتا آن کی آن میں نظروں سے اوجھل ہوگیا۔ فاطمہ نے بھی گھر کی راہ لی اور اس پل وہ دونوں ہی اس بات سے بے خبر تھے کہ آنے والے دنوں میں ان کی زندگی میں کچھ بھی پہلے جیسا نہیں رہے گا۔ یہ لمحے جو آج لبوں پہ مسکراہٹ بکھیرتے رخصت ہوئے ہیں پھر کبھی لوٹ کر نہ آئیں گے۔ زندگی پھر کبھی پہلے جیسی نہ ہو پائے گی۔

❀ ❀ ❀

رات کی سیاہی میں ڈوبی انصاری ہاؤس کی پُرشکوہ عمارت کا طلسم اس پل جوان تھا۔ کھانے کے بعد عادتاً سب لاؤنج میں جمع تھے اور سمیر کی کمی کو بری طرح محسوس کیا جارہا تھا۔ وہی روزمرہ کی گفتگو، حالاتِ حاضرہ پر بات چیت پر جو کہیں سے بھی شروع ہوتی گھوم پھر کر سمیر تک پہنچ جاتی۔ اس تمام گفتگو میں اگر کوئی خاموش تھا تو وہ علینہ تھی۔ ان سب سے لاپروا، ان سب سے انجان وہ سن کر بھی ان سنا کررہی تھی۔ پچھلے چند دنوں میں حالانکہ وہ اس گھر کے مکینوں سے مناسب تعلقات استوار کرچکی تھی اور پھر آج صبح نانی کے فون نے اس کی ساری پریشانی ختم کردی تھی۔ اپنی ماں کی طبیعت میں بہتری کا سن کر جیسے اتنے دنوں کا رکا ہوا سانس بحال ہوا تھا پر اس وقت وہ تمام گفتگو اسے بور کررہی تھی۔ فریحہ کی تان بس ایک بھائی پہ جا کر ٹوٹتی..... تو وہ دونوں میاں بیوی گھڑی کی سوئیاں گن رہے تھے۔ ایسا لگ رہا تھا سارا خاندان اس ایک شخص کے لیے آنکھیں بچھائے بیٹھا ہے اور علینہ کو اس سے خوامخواہ کی چڑ ہوگئی تھی۔ (منہ بھی تو اتنے زور سے دبایا تھا اس بدتمیز نے اگر مر جاتی تو) اس نے تڑپ کر سوچا۔ تقریباً گیارہ بجے سب اپنے اپنے کمروں میں گئے تو اس نے شکر کا کلمہ پڑھا۔ پتا نہیں اس کی موجودگی میں یہ شو کیسا ہوگا جس کی غیر موجودگی میں بھی وہ اس قدر اہم تھی۔ ان تین دنوں میں اسے لگتا تھا وہ یقیناً اس بندے پہ کتاب لکھ سکتی ہے۔ سب کے ساتھ وہ بھی چپ چاپ اپنے کمرے میں چلی آئی۔ گھر کے ہر فرد

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

نے اس کی خاموشی اور سنجیدگی کو محسوس کیا تھا یہ اگنور کرنے والی بات نہیں تھی یہ بھی سچ تھا دو تین دن میں کون کسی سے گھلتا ملتا ہے۔ نور انصاری اس کی طرف سے ضرورت سے زیادہ فکر مند تھیں۔ اس کی چپ، اس کا خوف، اس کی جھجک وہ ہجوم میں اجنبی تھی۔ وہ ان کی ذمہ داری تھی اور اس کے لیے ان کا تفکر فطری تھا۔ کمرے میں آ کر وہ خود کو اس ذکر سے روک نہ پائیں۔

"ایک مکمل خاندان بچوں کی شخصیت پہ کتنا مثبت اثر ڈالتا ہے اور ایک ٹوٹے ہوئے خاندان کے بچے کتنے نامکمل اور غیر محفوظ ہوتے ہیں۔" وہ دونوں اسی کا ذکر کر رہے تھے۔

"اللہ اس بچی کے نصیب اچھے کرے...... لیکن بہت ڈپریس اور بجھی بجھی سی رہتی ہے۔ نہ زیادہ بات چیت کرتی ہے نہ ہی اسے مسکراتے دیکھا۔" ڈاکٹر انصاری کو بھی علینہ کا رویہ عجب لگا۔ اس کے خالی پن کو انہوں نے بھی محسوس کیا تھا۔

"شاکرہ آنٹی تو کہہ رہی تھیں بہت ضدی اور بدتمیز ہے لیکن مجھے تو وہ بہت معصوم لگی۔ پتا نہیں کیوں مجھے اس میں اپنا عکس نظر آتا ہے۔" ان پہ جو پہلا تاثر علینہ کا تھا وہ یہی کہ اس سب کے برعکس وہ انہیں بہت دھیمے مزاج اور سلیقے والی لگی۔ بلکہ وہ تو بات چیت ہی اتنی کم کرتی تھی اس نے بدتمیزی کیا کرنی تھی۔

"تم ہر بار وہیں کیوں پہنچ جاتی ہو جہاں سے میں تمہیں سالوں سے نکالنا چاہ رہا ہوتا ہوں۔" ساری بات سن کر انصاری صاحب اس آخری جملے پہ اٹک گئے۔ ان کا انداز شکوہ کناں تھا۔ ایک تنبیہہ تھی جو اس پل موضوع گفتگو بدل رہی تھی۔

"اپنی بنیاد کون بھولتا ہے بھلا۔" بیگم انصاری یاسیت سے بولیں پر اگلے ہی پل سنبھل کر انہوں نے اپنی بات کی وضاحت کی۔

"لیکن میرا وہ مطلب نہیں تھا، پتا نہیں کیوں اس کے پاس سے، بہت اپنی سی مہک آتی ہے۔ جیسے اس سے گہرا تعلق ہو۔" وہ گہری سوچ کے حصار میں تھیں۔ بہت سے چہرے اس پل نگاہوں کے سامنے تھے۔ بھولی بسری یادوں کا ایک ہجوم جو ماضی کے جھرنکوں سے سر نکالے جھانک رہا تھا۔ وہ ان دریچوں پہ کواڑ ڈالے سالوں سے بس اپنے حال میں جی رہی تھیں پر آج بھی موقع پا کر وہ کسی بھوت کی طرح سامنے آجاتے تھے اور ان کا چین سکون غارت کر دیتے تھے۔ کیا تھا جو ماضی کی طرح یہ بھوت بھی پیچھا چھوڑ دیتا۔ وہ لمحے جو زندگی سے جا چکے تھے کیوں ڈرانے کے لیے پلٹ آتے تھے جن پہ صبر آیا تھا نہ چین۔

"کبھی ہمارے تعلق پہ بھی غور کر لیا کریں محترمہ۔" ڈاکٹر انصاری کی شوخ آواز پہ چونک کر وہ اس خوب صورت حال میں لوٹ آئیں جہاں محبوب شوہر، جان سے پیاری تابعدار اور لائق اولاد، دولت، شہرت اور عزت ان کی منتظر تھی۔

"کیا مطلب......!" وہ سمجھ نہیں پائیں تھیں جیولری اتارتے ان کا انداز سرسری تھا۔

"دیکھیں آپ کی تھوڑی سی بے پروائی سے بیمار ہو گئے ہم۔" انصاری صاحب کے جملے سے وہ محظوظ ہوئیں۔

"بیمار آپ اپنی بد پرہیزی کی وجہ سے ہوئے ہیں۔ جو مجھ سے چھپ کر پچھلے دنوں میٹھا اڑایا جا رہا تھا۔ اب سے فریج کو لاک لگا کر رکھوں گی۔" لب دبائے شرارت سے کہا۔

"بڑی ظالم ہو یار۔" دوسری جانب احتجاج کیا گیا۔

"اچھا اور آپ ظالم نہیں، جان نکال دی تھی میری آپ نے اس رات......" اس بار آواز میں بے تحاشہ خوف تھا۔ اس شخص کی اہمیت کوئی ان سے پوچھتا۔ دنیا کے لیے سائبان ایک لفظ تھا نور اس کا مفہوم جانتی تھیں۔ اللہ کے بعد اس دنیا میں ان کا نگہبان اور دوست جس نے ان کی زندگی کے ہر کانٹے کو پلکوں سے چنا تھا۔ آج اگر راہوں میں پھول ہی پھول تھے تو یہ اس شخص کی بدولت تھا جس نے اپنے وعدے کی لاج رکھی تھی۔

"جان تو برسوں ہوئے آپ کی نذر کر چکے۔" ان کی

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

سنجیدگی کو انصاری صاحب کی آواز نے توڑا۔ وہ بس مسکرائیں۔

"شرم کریں بچے بڑے ہوچکے ہیں۔" انہوں نے جتایا۔

"لیکن ہم تو بڑے نہیں ہوئے یار۔ ابھی تو ہمارے ہنسنے کھیلنے کے دن ہیں۔" وہ بے ساختہ ہنسیں۔

"جب آپ سے پہلی بار ملی تھی تو مجھے ہرگز اندازہ نہیں تھا آپ اتنے غیر سنجیدہ انسان ہیں۔" اس بار لہجہ شرارتی ہوا۔

"اب سرورق سے کہاں پتا چلتا ہے کتاب کس نوعیت کی ہے۔ ویسے اگر تمہیں معلوم ہوتا تو کیا کرتی؟" وہ بیڈ کراؤن سے ٹیک لگائے بیٹھے تھے۔ نوران کے پاس آبیٹھیں۔

"کرنا کیا تھا، میرے پاس دوسرا کوئی آپشن تھا کہاں اور ہوتا بھی تو آپ میری پہلی اور آخری چوائس ہوتے۔" انداز دوٹوک تھا جو انصاری صاحب کے لبوں پہ تادیر مسکراہٹ بکھیر گیا۔

❀ ❀ ❀

"محبت" اس چار حرفی لفظ کو سن کر دل عجیب سے احساس میں گرفتار ہوجاتا ہے۔ یہ وہ جذبہ ہے جو دل سے روح تک طوفان برپا کردیتا ہے۔ ایک ایسا مرض جو لگ جائے تو لاعلاج ہے۔ ایک ایسی حقیقت جو ازل سے ہے اور ابد تک ہوگی۔ کسی کی تو خوشیوں سے جھولی بھردے کہ دامن کم پڑ جائے اور کہیں دل کو اجاڑ کر روح کو بنجر کرڈالے۔ جو خالق سے ہو تو جنت کا سفر آسان ہوجائے لیکن اگر مخلوق سے ہوجائے تو زندگی پل صراط بن جائے۔ بظاہر اس سادہ سے چار حرفی لفظ نے ایک عالم کو اپنے پیچھے لگا رکھا ہے۔ "م" سے مجبور کرڈالتی ہے، "ح" سے حسرت بنادیتی ہے "ب" سے محبوب کا بت تراش لیتی ہے اور "ت" سے تلوار کی دھار پہ چلاتی ہے۔ یہ سب کی جھولی میں پھول بن کر نہیں گرتی۔ کسی کسی کو یہ آزمائش بن کر بھی ملتی ہے جہاں وقت و حالات جذبوں کی سچائی کا فیصلہ لکھتے ہیں کہ کہیں یہ نخلستان

فریب نظر تو نہیں جو صحرا کی ریت پانیوں کا سراب لگ رہی ہے۔ وہ دونوں بھی تعلق کی اس ڈور میں الجھے تھے جسے زبانِ عام میں محبت کہا جاتا ہے۔ سالوں سے زندگی اس اعتراف کے ساتھ گزر رہی تھی لیکن بس ایک لمحے نے ان کے تعلق پہ سوالیہ نشان لگا دیا تھا۔ بے چینی یک طرفہ تھی نا ہی بے قراری اور بدگمانی بھی ساتھ چل رہی تھی۔ اگر فریحہ کے دل پہ چوٹ لگی تھی تو سکون فارس کو بھی نہیں مل رہا تھا۔ اب تک وہ اس رشتے کو فقط ایک معنی سے دیکھتا رہا تھا، مستقبل۔ اسے فریحہ کی اپنی زندگی میں شمولیت اور بہتر مستقبل دونوں درکار تھے۔ وہ ملتی تو سب کچھ مل جاتا لیکن اب اسے ان دونوں میں سے ایک چیز کا انتخاب کرنا تھا۔

"فارس میری بات سنو۔" دو دن سے ان کی بات نہیں ہوئی تھی۔ ناراض اگر فارس تھا تو خفا فریحہ بھی تھی لیکن اب وہ مزید خود پہ بند نہیں باندھ پائی تھی۔

"اب مزید کچھ کہنا باقی ہے؟" وہ خفا تھا، انداز اکھڑا اور جتاتا ہوا سا تھا۔

"تم کہنے دو گے تو کہوں گی نا۔" فریحہ کو اس کی ناراضی تکلیف دے رہی تھی۔ کمرے کی خاموشی میں گونجتی اس کی آواز رات کے اس پہر خاموشی کی دیوار میں دراڑ ڈالتی تھی۔

"سب تو خود سے طے کرچکی ہو۔" فارس نے شکوہ کیا۔

"فارس میں ہمارے تعلق کو اتنا کمزور نہیں سمجھتی تھی۔ تم نے تو میری ججمنٹ پہ سوالیہ نشان لگادیا......" وہ کہے بغیر نہ رہ پائی۔

"سوالیہ نشان تو محبت پہ لگا ہے فری۔ تم وہ کررہی ہو جو تم چاہتی ہو لیکن مجھے وہ کرنے کا حق نہیں جو میں چاہتا ہوں۔ پھر بھی میں غلط ہوں، میری محبت غلط ہے۔" لالچ کا پھندہ اچھے اچھوں کی سمجھ پہ قفل ڈال دیتا ہے وہ بھی کانچ کی چمک سے چندھیایا ہوا ہیرے کی ناقدری کررہا تھا۔

"فارس تم ضرورت سے زیادہ ڈیمانڈنگ ہو رہے ہو۔ سال دو سال تو ویسے بھی ہمارا شادی کا ارادہ نہیں تھا اس سچویشن میں اگر میں یہاں کام کر بھی لوں تو تمہیں کیا اعتراض ہے۔ تم نے بلاوجہ بات کو طول دے کر مجھے

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

پریشان کیا ہوا ہے اور خود تو تم ڈسٹرب ہو ہی......'' اسے فارس پہ شدید غصہ آرہا تھا۔ ذرا سی بات کو مسئلہ بنا دیا تھا۔ سب اس کے فیصلے سے کتنے خوش تھے۔ اس کے ممی ڈیڈی اور بھائی بہت سالوں بعد وہ سب ایک شہر، ایک گھر میں رہنے لگے تھے۔ وہ اس وقت کو انجوائے کرنا چاہتی تھی لیکن فارس وہ دل کا روگ بن گیا تھا۔

''فری میں تمہیں اپنے قریب دیکھنا چاہتا ہوں کیونکہ میں تم سے محبت کرتا ہوں ڈیم اٹ......اور اسے ڈیمانڈ نہیں چاہت کہتے ہیں۔'' وہ زچ ہو کر بولا۔

''تو تمہیں لگتا ہے فاصلے محض جسمانی ہوتے ہیں اور قریب رہنے سے دوریاں حائل نہیں ہوتی؟'' فریحہ تیز لہجے میں بولی پر وہ خاموش رہا۔

''ہم چھ سال سے ساتھ ہیں، چند ماہ دور رہیں گے تو کیا دلوں سے اتر جائیں گے۔ اگر ایسا ہے تو پھر مجھے یہ آزمانا ہے فارس کہ کیا دور رہ کر بھی یہ محبت قائم رہتی ہے یا پھر فاصلوں کی آندھی اسے جڑ سے اکھاڑ پھینکتی ہے۔'' اس کا غصہ اگر فارس کو مطمئن نہیں کر پایا تھا تو التجا بھی اسے مجبور کرنے سے قاصر رہی تھی۔

''میں نے فلسفہ نہیں پڑھا فری، میں سائنس سے واقف ہو۔ میں دو جمع دو چار کو مانتا ہوں۔ سائنس کہتی ہے ہر عمل کا ایک ردِ عمل ہوتا ہے اور دنیا کچھ دو اور کچھ لو کے اصول پہ چلتی ہے۔ میں تمہاری طرح دل سے نہیں دماغ سے سوچتا ہوں اور میرا دماغ مجھے کہتا ہے تم ایک انتہائی احمقانہ فیصلہ کر رہی ہو۔'' وہ اپنی بات سے ایک انچ پیچھے نہیں ہٹا تھا۔ فریحہ کو تاسف نے آگھیرا تھا۔ ان حالات میں جب دل کے کسی کونے میں درد ڈیرے ڈال لے تو کیسے نارمل رہا جاسکتا ہے۔ ایک عزم تھا دل میں جو پہلے ہی مرحلے پہ ڈگمگانے لگا تھا۔ ایک امید تھی جو پوری ہونے سے پہلے ٹوٹ رہی تھی۔ کتنا مشکل تھا اس وقت نارمل رہنا، سب کے درمیان خوش اور مطمئن دکھائی دینا جب دل کے اندر وحشت برپا ہو۔

''تمہارے معاملے میں بھی اپنے دل کی سنی تھی میں نے اور آج بھی دل ہی کی بات سن رہی ہوں اس لیے جو طے کر چکی ہوں اس میں ردوبدل نہیں کروں گی۔ اب دیکھنا یہ ہے تمہارے دل میں میرے لیے کتنی وسعت ہے یا یہاں بھی ''گیو اینڈ ٹیک'' کا اصول فالو کرو گے۔'' وہ کوئی امیچور اور کمزور لڑکی نہیں تھی بس مریضِ عشق تھی۔ اس کی تربیت جن ہاتھوں میں ہوئی تھی انہوں نے اسے اعتماد دیا تھا۔ اپنے فیصلے خود کرنے کی آزادی دی تھی لیکن ساتھ ساتھ صحیح اور غلط کو پرکھنے کی سمجھ دی تھی۔ وہ غلط نہیں تھی اتنا وہ جانتی تھی، فارس کی ضد کے سامنے ہتھیار ڈالنے کا مطلب زندگی کے پہلے مرحلے میں ہی اپنی خود مختاری سے دستبردار ہونا تھا۔ فارس نے محبت کو جنگ بنا ڈالا تھا اور اب اگر یہ جنگ تھی تو اسے بہر حال اپنی ہار منظور نہیں تھی۔

اتنے دن بعد بھی یہ بحث کسی حل کے بغیر اختتام پذیر ہوئی تھی۔ کال ڈسکنیکٹ کرتے وقت دونوں کے دلوں میں شکوے شکایات اور اداسی تھی۔ بنا چاند کی اندھیری رات کی طرح جو اس وقت کمرے کے باہر در و دیوار کو ڈھانپے ہوئی تھی لیکن ہر رات کی صبح ہوتی ہے۔ امید کا اجالا، مایوسی کے اندھیروں کو مٹا دیتا ہے۔ بیڈ کراؤن پہ سر ٹکائے، آنکھیں موندے فریحہ کا جسم ہی نہیں روح بھی تھکی ہوئی تھی۔

❀......❀......❀

دن مطمئن اور شاد تھا کہ ایک اچھی خبر سے صبح کا آغاز ہوا تھا۔ نانی نے بتایا تھا اس کی ماما بالکل ٹھیک ہیں۔ وہ مطمئن ہوئی تھی پھر آسیہ سے فون پر بات کر کے وہ پُرسکون ہوگئی تھی۔ وہ نارمل انداز میں بات کر رہی تھی تو علینہ کے اندر بھی اطمینان اتر رہا تھا۔ اس گھر میں اس کی واپسی کے دن گنے ہوئے تھے اور یہ بھی سکون ساتھ ساتھ تھا کہ ہر گزرتا دن ان کی تعداد کم کرتا جارہا ہے۔ ویسے تو یہاں سب بہت اچھے تھے اور سب ہی اس کا خیال رکھ رہے تھے جیسے کسی چھوٹے بچے کا خیال رکھا جاتا ہے پر وہ اس محبت کے پیچھے چھپے احسان کے کانٹوں کو زیادہ محسوس کر رہی تھی۔ جس کی زندگی میں پیار سے زیادہ احسانات کا ڈیرہ ہو وہ بھلا کیسے خلوص کے فرق کو پرکھ سکتا ہے۔ دن کا زیادہ حصہ وہ اپنے کمرے

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

میں ہی گزارتی جس میں زیادہ وقت پڑھائی میں گزر جاتا۔ گھر میں ویسے بھی ملازموں کے سوا دن بھر کوئی نہیں ہوتا تھا لیکن شام کو ان کی واپسی کے ساتھ گھر میں زندگی دکھائی دینے لگتی تھی۔ فریحہ کی چہکار، نور انصاری کی دھیمی ہنسی اور ڈاکٹر انصاری کی ہلکی پھلکی غیر سنجیدہ باتیں ان سب میں ایک قدر مشترک تھی۔ وہ سب مکمل لوگ تھے۔ ان کا ظاہر اور باطن ایک سا تھا۔ ان کی سلجھی ہوئی طبیعت ان کی گفتگو میں جھلکتی تھی۔ ان کے پاس بات کرنے کو لاتعداد موضوع تھے۔ زندگی میں الجھاؤ نہیں تھا۔ مسائل تھے تو ان کا حل بھی تھا۔ علینہ کو پہلی بار ایک خوش و خرم مکمل خاندان کے ساتھ وقت گزارنے کا احساس ہوا تھا۔ ماں اور باپ کے درمیان مثالی تعلق کس طرح بچوں میں اعتماد اور خود شناسی کو متعارف کرواتا ہے انصاری ہاؤس میں اس کا عملی نمونہ نظر آتا تھا۔

دن کی تمام آسودگی رات تک رخصت ہو چکی تھی جب وہ لاؤنج میں کسی خلائی مخلوق کی طرح بیٹھی ان تینوں کی باتیں سن رہی تھی۔ بظاہر وہ اس گفتگو میں شامل نہیں تھی لیکن اس کی سماعت انہی کی طرف متوجہ تھے۔ وہ حرف حرف ان کی گفتگو سنتی در پردہ اپنی اور فریحہ کی زندگی کا موازنہ کرتی رہی تھی۔ وہ اپنے باپ سے کتنی اٹیچ تھی، ان دونوں میں بے پناہ ذہنی مطابقت تھی' اس کے برعکس علینہ نے تو کبھی خاور سے بات بھی نہیں کی تھی۔ کچھ ہوتا ہی نہیں تھا کہنے کے لیے اور اس دن کے بعد تو وہ اس سے ہر امید ہر تعلق توڑ چکی تھی جب اس نے اپنی مجبوری کا رونا سنا کر علینہ کو اپنے ساتھ لے جانے سے منع کر دیا تھا۔ کمرے میں پہنچ کر اس کا ضبط دم توڑ گیا تھا۔ وہ ایک بار پھر اپنے خول سے نکل کر وہی پرانی علینہ تھی جو راتوں کو چھپ چھپ کر آنسوؤں سے تکیہ گیلا کرتی تھی۔

بستر پہ لیٹی وہ اندھیرے میں ایک ٹک چھت کو گھور رہی تھی۔ اچانک کمرے میں کسی کی موجودگی کا احساس اسے خوف زدہ کر گیا تھا۔ وہ اسے پہچانتی تھی اور جب وہ اس کے بستر تک آیا علینہ کی گھگی بندھ چکی تھی۔ پتا نہیں وہ کیوں اس کے کمرے میں داخل ہوا تھا لیکن اتنا تو طے تھا وہ اپنے ہوش و حواس میں نہیں تھا۔ وہ بچھو کی طرح رینگتیں ان انگلیوں کو اپنے جسم سے نوچ کر پھینک دینا چاہتی تھی۔ خوف اور دہشت کی سنسناہٹ اسے ریڑھ کی ہڈی میں محسوس ہو رہی تھی۔ پورا جسم پسینے سے شرابور تھا۔ وہ چادر کے کونے مضبوطی سے تھامے چت لیٹی تھی۔ جیسے اس پل یہی اس کا سب سے محفوظ حصار ہے پر یہ حصار اس کی درندگی کے آگے کمزور پڑ رہا تھا۔ چادر کھینچنے سے وہ یک دم ہوش میں آئی اور بجلی کی سی تیزی سے اٹھ کر بیٹھ گئی۔ آنکھوں میں ہوس لیے وہ اسے مسکراتا ہوا دیکھ رہا تھا۔ ایک دلخراش چیخ تھی جو اس کے حلق سے نکلی تھی۔

انصاری صاحب، نور اور فریحہ تینوں ہی اس وقت اپنے اپنے کمروں میں جاگ رہے تھے اور علینہ کی چیخ سن کر وہ تینوں بھاگتے ہوئے اس کے کمرے تک پہنچے تھے۔ لاؤنج کی بتیاں گل تھیں لیکن ڈرائیو وے کے زرد بلب کی روشنی پردوں سے چھن چھن کر اندر آ رہی تھی۔ اس مدہم روشنی میں علینہ کے کمرے کے باہر کھڑے دراز قامت شخص کو ان تینوں نے بہت آسانی سے پہچان لیا تھا۔

”بھائی آپ...... یہاں...... اس وقت؟“ لاؤنج کی لائٹیں روشن ہوئیں تو ہر راز سے پردہ اٹھ گیا۔

”تم علینہ کے کمرے کے باہر کیا کر رہے ہو سمیر؟“ انصاری صاحب بلند آواز سے دھاڑے۔ اس کے ہاتھ میں پکڑے ریوالور پہ نور کی نظر سب سے پہلے گئی تھی۔

”ڈیڈ میں...... وہ......“ ان سب کے چہروں پہ لکھی بدگمانی اتنی واضح تھی کہ وہ چکرا سا گیا۔ اسے پرے دھکیلتے وہ تینوں آگے پیچھے علینہ کے کمرے میں داخل ہوئے۔ سمیر حیرانی سے انہیں دیکھتا رہا پھر کچھ سوچ کر وہ بھی ان کے پیچھے کمرے میں داخل ہوا۔

علینہ بستر پہ گھٹنوں میں سر دیئے بیٹھی زار و قطار رو رہی تھی۔ اس کا پورا جسم پسینے میں بھیگا ہوا تھا اور وہ خوف سے کانپ رہی تھی۔ کمرے کی بتیاں روشن ہوئیں، وہ چاروں اس کے کمرے میں داخل ہوئے اور تین لوگوں نے بیک وقت اس سے سوال کیا پر اس نے سر اٹھا کر بھی نہیں دیکھا۔

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

"کیا کہا ہے تم نے اسے سمیر؟" یہ بیگم انصاری تھیں جو پلیٹ کر اس تک پہنچی تھیں۔ سمیر ششدر رہ گیا۔ حیرانی سے وہ کبھی ماں کا چہرہ دیکھ رہا تھا اور کبھی بیڈ پہ لرزتی علینہ کو جس نے پہلی بار بیگم انصاری کی آواز پہ سر اٹھایا تھا۔

"انہوں نے مجھے کچھ نہیں کہا آنٹی میں خواب میں ڈر گئی تھی۔" ان تینوں کے سینے سے ایک ساتھ سکون کی سانس نکلی لیکن سمیر کا ماتھا سلوٹوں سے بھر گیا تھا۔ اس سے پہلے کہ بیگم انصاری اسے کچھ کہتیں اس نے زور سے دروازہ بند کیا اور پیر پٹختا اپنے کمرے میں چلا گیا۔

انصاری صاحب اس کے پیچھے پیچھے کمرے سے نکلے جبکہ فریحہ اور بیگم انصاری علینہ کو تسلیاں دیتی رہیں۔ اسے چپ کرواتی رہیں۔ وہ اتنی بری طرح ڈری ہوئی تھی کہ ان دونوں کو ہی سمجھ نہیں آیا اسے کیسے ہینڈل کیا جائے اور پھر بیگم انصاری کے کہنے پہ فریحہ اسے اپنے کمرے میں لے گئی۔

❁......❁......❁

"سمیر پلیز...... میری بات سنو۔" انصاری صاحب اس کے پیچھے لپکے لیکن وہ کمرے کا دروازہ لاک کر چکا تھا۔ چند بار دستک دینے پر بھی جب اس نے دروازہ نہیں کھولا تو وہ پلٹنے لگے تھے پر اسی وقت بیگم انصاری بھی وہاں پہنچ گئیں۔ پریشانی ان کے چہرے پہ صاف لکھی تھی۔

"آپ ابھی یہاں سے چلے جائیں مجھے آپ سے کوئی بات نہیں کرنی۔" وہ کسی کا سامنا نہیں کرنا چاہتا تھا۔ یہ غصہ نہیں ذلت کا احساس تھا جو اس پل اسے بے پناہ طیش دلا رہا تھا اور وہ نہیں چاہتا تھا اس کے منہ سے کوئی ایسی بات نکل جائے جس سے اپنوں کی دل آزاری ہو۔

"آئی نو...... آئی واز رونگ...... لیکن تم خود سوچو ان حالات میں کوئی اور ہوتا تو کیا سمجھتا۔" ماں کی آواز پر وہ کچھ دھیما پڑا۔

"کسی اور کے سمجھنے میں اور میرے اپنوں کے سمجھنے میں زمین آسمان کا فرق ہے ممی۔" بہر حال اس نے دروازہ کھول دیا تھا۔

"آئی ایم سوری۔" وہ دونوں اندر داخل ہوئے پر وہ روٹھے انداز میں ان کی طرف دیکھے بنا صوفے پہ بیٹھ گیا۔

"اسی لیے میں یہاں رہنا نہیں چاہتا تھا کہ کوئی بدمزگی نہ ہو جائے۔" نور انصاری کی معذرت پہ وہ چٹخا۔ وہ اس کا ہاتھ تھامے اس کے تھکن زدہ چہرے کو دیکھ رہی تھیں جہاں اہانت کا احساس انہیں شرمندہ کر رہا تھا۔

"یار تم ہاتھ میں پسٹل تھامے وہاں کھڑے تھے میں بھی یہی سمجھا تم اسے ڈرا رہے ہو۔" انصاری صاحب نے اس کے کندھے پہ ہاتھ رکھا۔

"میں کوریڈور میں تھا جب اس بونگوں کی ملکہ کی چیخ و پکار سنی، میں سمجھا کوئی چور اچکا نہ گھس آیا ہو گھر میں۔ اس کی ہیلپ کرنے گیا تھا اور خود مشکوک ہو گیا۔" گھر پہنچتے پہنچتے بہت دیر ہو چکی تھی۔ کچھ دیر پہلے اس کی ماں سے فون پر بات ہوئی تھی اس لیے اسے اندازہ تھا کہ وہ دونوں اس کے انتظار میں اب تک جاگ رہے ہیں۔ گاڑی پارک کر کے جب وہ لاؤنج میں پہنچا تو وہاں اندھیرا تھا۔ یقیناً سب لوگ اپنے کمروں میں تھے۔ وہ بس ماں کو اطلاع دینا چاہتا تھا کہ وہ پہنچ چکا ہے اس لیے ان کے کمرے کی طرف جانے لگا پر علینہ کی چیخ نے قدموں کو جکڑ لیا۔ سمیر جانتا تھا وہ گیسٹ روم میں ہے اور آواز وہیں سے آئی تھی۔ یک دم کسی انہونی کا احساس ذہن میں بجلی کی طرح کوندا اور اس نے کمر پہ بندھے ہولڈر سے اپنا پرسنل ریوالور نکال کر ہاتھ میں تھام لیا تھا۔ یہ پسٹل وہ دوران سفر اپنے ساتھ رکھتا تھا خاص طور پہ رات کے وقت۔ وہ گیسٹ روم کے دروازے تک پہنچا ہی تھا کہ گھر والے آ گئے اور الٹا اسی کو چور بنا ڈالا۔

"سوری کر رہے ہیں نا ہم، اب کیا کان بھی پکڑیں؟" انصاری صاحب نے چھیڑا۔

"میں نے کان پکڑے ڈیڈ۔ کسی کی مدد کرنے سے اور پرائے مسئلے میں ٹانگ اڑانے سے۔ آج رات ہوں یہاں کل صبح ریسٹ ہاؤس شفٹ ہو جاؤں گا۔" یہ تیسری بار تھا جب اس لڑکی کی وجہ سے اسے شرمندگی اٹھانا پڑی تھی۔ اتنا تو اسے اندازہ ہو چکا تھا یہ ایک اسپیشل کیس ہے پر اس کا تعلق اسپیشل برانچ سے نہ تھا۔ وہ ڈسٹرکٹ مینجمنٹ تو

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

کرسکتا تھا لیکن کسی نفسیاتی مریض کو ہینڈل کرنا اس کے بس کی بات نہیں تھی۔ اسی لیے اپنا بوریا بستر باندھنے کا حتمی فیصلہ کرچکا تھا۔

"پھر وہی جذباتیت، تمہاری انہی باتوں کی وجہ سے آج ہمارے ذہن میں یہ خیال آیا ورنہ ہم اپنے بچوں کے متعلق ایسا سوچ بھی نہیں سکتے۔" ماں کی ڈانٹ پہ سر جھٹکتا وہ خاموش ہوگیا۔ کچھ دیر اسے سمجھا بجھا کر تسلیاں دینے کے بعد وہ دونوں اپنے کمرے میں چلے آئے تھے۔ سمیر سر پکڑے بیٹھا گہری سوچ میں تھا اور اس وقت اس کی سوچ کا محور فقط علینہ تھی۔ موبائل اسکرین پہ جگمگاتا کشمالہ معین کا نام بھی اس ارتکاز کو توڑنے سے قاصر رہا تھا۔

❁❁❁

وہ روبہ صحت تھی یہ بات شاکرہ کے لیے باعث تسکین تھی۔ کل رات گھر واپس آگئی تھی تو بچے بھی خوش و خرم تھے۔ عامر کی پریشانی کم ہوئی تھی پر اس کے ماتھے کی تیوریوں میں کوئی خاص فرق نہیں آیا تھا۔ وہ بلا کا کینہ پرور تھا اور اسے علینہ کا واپس نہ آنا اپنی توہین محسوس ہورہی تھی۔ اپنے گریبان میں کوئی نہیں جھانکتا کیونکہ اس کے لیے گردن جھکانا پڑتی ہے۔ انگلی ہمیشہ سامنے کھڑے شخص پہ ہی اٹھائی جاتی ہے۔ شاکرہ کو رہ رہ کر اس پہ غصہ آرہا تھا۔ اتنے سالوں بعد اچھے داماد کا بھرم ٹوٹا تھا اور یہ بات اسے اذیت دے رہی تھی۔ کافی دن بعد وہ اپنے دفتر اور بچے اسکول گئے تھے۔ آسیہ اور شاکرہ کو تنہائی میسر آئی تو ماضی و حال کے قصے لے کر بیٹھ گئیں۔

"خاور کو فقط میں نے اپنا شوہر نہیں مانا تھا، اسے اپنے دل کا حکمران بنالیا تھا۔ میں ساری عمر اس کی محکوم بنی رہتی پر اس نے خود ہی مجھے اپنی زندگی سے اٹھا کر باہر پھینک دیا۔" اتنے سالوں سے دل میں چبھی پھانس تھی جو نکالے نہ نکلتی تھی۔ وہ وقت یاد آتا تھا تو سر خود بخود شرم سے جھک جاتا تھا۔ خاور کے شادی سے انکار کے بعد وہ خود اس کے پاس چلی گئی تھی۔ بھکاری کشکول لیے خیرات مانگتا ہے آسیہ نے جھولی محبت کے لیے پھیلائی تھی۔ وہ اس میں سرے سے دلچسپی نہیں رکھتا تھا اسی لیے صاف لفظوں میں انکار کردیا پر آسیہ کے لیے وہ زندگی کی نوید تھا اور وہ اس کے در سے زندگی لے کر لوٹی تھی۔ خاور مانا تو شاکرہ نے انکار کردیا۔ اب ایسا کون سا پھنے خان تھا جو اس کی بیٹی کے رشتے سے انکار کردیا تھا وہ بھی بغیر کسی وجہ کے۔ یہ تو اس کے حالات تھے کہ گھر میں مرد نہیں تھا ورنہ دکانیں اور گھر کا تحفظ تھا اور حالات جیسے بھی تھے مگر کسی کے سامنے ہاتھ نہیں پھیلائے تھے۔ یہ پہلا موقع تھا جب آسیہ ماں کے سامنے جا کھڑی ہوئی۔ وہ اس کی دیدہ دلیری پہ دنگ رہ گئی تھی۔ کبھی سوچا بھی نہ تھا جس اولاد کو بیوگی کی تکلیف سہہ کر مشقتوں سے پالا تھا وہ آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کھڑی ہوجائے گی۔ جیت اسی کی ہوئی تھی۔ وہ ماں تھی اور مائیں اولاد کے معاملے میں بہت کمزور ہوتی ہیں۔ خاور سے شادی کے وقت آسیہ کے پاؤں زمین پہ نہیں ٹکتے تھے۔ وہ بس اسے اچھا لگتا تھا اور اسے پاکر زندگی میں کسی چیز کی کمی نہیں رہی تھی لیکن یہ یک طرفہ کھیل تھا۔ خاور کو اس میں کوئی دلچسپی نہیں تھی۔ نہ پہلے نہ بعد میں۔ اس نے وقتی دباؤ میں آکر شادی کرتو لی تھی پر اس رشتے کی شروعات میں ہی آسیہ کو اندازہ ہوگیا تھا کہ اگر یہ شادی قائم رہی تو فقط اس اکیلی کی کوششوں سے رہے گی۔ اسی لیے سب کچھ خاموشی سے برداشت کرتی رہی پھر بھی ایک معمولی سی بات پہ بگڑ کر اس نے آسیہ کو طلاق دے دی تھی۔

"میں کبھی سمجھ ہی نہیں پائی تھی اس کے مسائل۔ اسے مجھ سے کیا شکایت تھی یہ بات آج بھی میری سمجھ میں نہیں آئی۔ وہ ایک پہیلی تھا جو سالوں بعد بھی مجھ سے حل نہیں ہوسکی۔" ایک ساتھ بہت سے غم تازہ ہوگئے تھے۔ ہر وہ پل یاد آنے لگا تھا جب اس کی محبت کو پیروں تلے روند دیا گیا۔

"ہوسکتا ہے اس پہ کسی نے جادو ٹونا کروا دیا تھا۔ کھاتا کماتا اکیلا لڑکا تھا جانے کس کی بری نگاہ ہوئی ورنہ کوئی ظاہری عیب اس میں نہ تھا؟" شاکرہ کو آج بھی یقین نہیں آتا تھا کہ خاور ان صفات کا مالک بھی ہوسکتا ہے۔ وہ کیا محلے کا کوئی فرد یہ بات ماننے کو تیار نہ تھا کہ وہ بیوی کے ساتھ جانوروں سا سلوک کرتا ہوگا۔ کوئی ایک بھی تو ظاہری عیب

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

نہ تھا اس میں۔ وہ سالوں سے اپنی ایمان داری، کم گوئی اور شرافت کے سبب ہر دلعزیز سمجھا جاتا تھا۔ اس کے بہت سے ملنے والے نہ تھے پر جن سے بھی تعلق تھا وہ اس کی اچھائیوں کی قسمیں کھاتے تھے۔

"معمولی معمولی بات پہ وہ مجھ پہ ہاتھ اٹھاتا تھا، علینہ کو بھی برداشت نہیں کرتا تھا۔ میں سارا دن اس کی غیر موجودگی میں بھی سانس اس ڈر سے لیتی کہیں وہ ناراض نہ ہوجائے پر وہ خفا ہو ہی جاتا اور پھر ایک دن اسی غصے میں اس نے مجھے چھوڑ دیا۔ صرف مجھے ہی نہیں اپنی چھوٹی سی بیٹی کو بھی۔" آج بھی اس کے نفرت بھرے جملے ذہن کی دیواروں سے ٹکراتے تو آسیہ کا چین غارت ہوجاتا تھا۔ وہ اس سے اور علینہ سے شدید نفرت کرتا تھا اسی لیے تو انہیں اتنی آسانی سے اپنی زندگی سے نکال باہر کیا تھا۔

"اللہ نے پھر غرور بھی کیسا توڑا، سر کے بل گرایا اسے۔ پورے محلے میں الگ ذلیل ہوا۔ جس کاروبار پہ اکڑا پھرتا تھا میرے دیکھتے ہی دیکھتے چوپٹ ہوگیا۔" شاکرہ کی بات پہ اس کے لبوں پہ زخمی مسکراہٹ ابھری۔

"اس کے ساتھ جو بھی ہوا مگر سزا تو میں نے اور میری بچی نے بھگتی۔" وہ یاسیت سے بولی۔

"کیسی سزا آسیہ۔ ماشاء اللہ اچھی جگہ بیٹھی ہو۔ وہ موٹر مکینک یہ بابو اب خاور کا اور عامر کا کیا مقابلہ۔ بس ذرا مزاج کا مختلف ہے پر چلو دودھ دیتی گائے کی لاتیں بھی کھا لیتا ہے انسان۔" حالانکہ عامر سے اسے خود بھی شکایت ہورہی تھی پر بیٹی کے گھر کا معاملہ تھا اس لیے مصلحت سے کام لیتے سمجھایا۔

"یہی سوچ کر زندگی گزار دی امی۔ دنیا کو ایک بار ہنسنے کا موقع دے چکی ہوں دوبارہ نہیں دینا چاہتی اس لیے جو ہے جیسا ہے اس کو قبول کرچکی ہوں۔" آسیہ نے کبھی کوئی منفی بات نہیں سوچی تھی۔ وہ اپنے حالات کے ساتھ سمجھوتہ کرچکی تھی۔

"تو کیا عامر سچ میں تمہارے ساتھ اچھا سلوک نہیں کرتا لیکن تم تو بہت خوش تھی اس کے ساتھ۔" شاکرہ نے بتشویش سے پوچھا۔

"شروعات میں تو عامر کا رویہ بہت اچھا تھا۔ میرے ساتھ بھی اور علینہ کے ساتھ بھی۔ مجھے تو ایسا لگتا تھا جو زیادتی میرے ساتھ ہوئی اللہ نے اس کا متبادل دے دیا۔ خاور سے طلاق کے بعد اپنے غم اور ڈپریشن میں علینہ کو بہت بری طرح اگنور کیا تھا میں نے۔ پھر عامر سے شادی ہوگئی تو علینہ اور بھی دور چلی گئی۔ حالانکہ ہم دونوں ہی اس کا خیال رکھتے تھے پر وہ اندر ہی اندر احساسِ کمتری میں مبتلا ہورہی تھی۔" علینہ بہت چھوٹی تھی جب ان دونوں کی علیحدگی ہوئی آسیہ تو سانسیں بھی بنا مرضی کے لے رہی تھی ایسے میں چھوٹی سی معصوم بچی کا ہوش کسے آتا۔ شاکرہ ہی اس کے کھانے پینے کا خیال رکھتی۔ پھر جب چند سال بعد مجبوری میں ہی سہی مگر شاکرہ کی درخواست پر آسیہ نے دوسری شادی کی تو علینہ کو کچھ عرصے کے لیے شاکرہ نے ہی اپنے پاس رکھ لیا۔ چند ماہ بعد وہ بیٹی کو لے گئی پر اب اس کی زندگی میں علینہ تنہا نہیں تھی۔ اس کا نیا نیا گھر تھا۔ شوہر تھا اور پھر آنے والی اولاد۔ علینہ کے حصے میں وہ کبھی مکمل نہیں آئی تھی۔

"اس کی تو چھوڑ ہی دو۔ باپ نے کم عذاب دیا تھا جو باقی کی کمی وہ پوری کررہی ہے۔ آخر کو خون تو ایک ہی ہے نا۔" شاکرہ کو کب اس پہ غصہ نہیں آتا تھا۔ دانت پیستے ہوئے بولی۔

"خون تو میرا بھی ہے امی۔" آسیہ دھیمے لہجے میں بولی تو وہ کچھ شرمندہ ہوگئی۔

"بچوں کی پیدائش کے بعد علینہ کے لیے عامر کا رویہ بہت سخت ہوگیا تھا۔ وہ بات بے بات اسے جھڑکتے اور میں بھی بچاؤ نہ کرواتی کہ کہیں جھگڑا بڑھ نہ جائے۔ یہی سوچ تھی کہ چلو بری بات پہ تو سگا باپ بھی ڈانٹ لیتا ہے۔ پر بچے نہیں سمجھتے وہ اسے اپنی انسلٹ محسوس کرتے ہیں اور ہم سب یہی سوچتے ہیں کہ عزت تو بس ہم بڑوں کی ہوتی ہے بچوں کی نہیں۔" اس نے بتانا شروع کیا تو شاکرہ کو کچھ یاد آیا۔

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

"تم نے علینہ کو ایک دم پاکستان کیوں بھیجا؟" یہ وہ سوال تھا جو چند سال پہلے بھی شاکرہ پوچھنا چاہتی تھیں۔ پوچھا بھی تھا لیکن اس وقت آسیہ نے گول مول جواب دیا تھا جو بہرحال مطمئن تو نہ کرسکا تھا پر وہ یہی سمجھیں تھیں کہ علینہ کے شاید اسکول کا کوئی مسئلہ تھا جس کی وجہ سے وہ پاکستان آگئی۔

"عامر کی وجہ سے امی۔" وہ چونکیں۔

"کیا وہ اسے یہاں رکھنے کو تیار نہیں تھا؟" آسیہ نے نفی میں سر ہلایا۔

"بچی تھی تو برداشت ہی نہیں کرتے تھے، بڑی ہوئی تو کھینچ کھینچ کر پاس بلانے لگے۔ میں بھی اسے پدرانہ شفقت سمجھتی رہی۔ آئے دن گھر میں جو جنگ علینہ کو لے کر چلتی رہتی تھی اس سے جان چھوٹ گئی تھی تو سکون کا سانس لیا لیکن اس رات......" وہ جیسے کسی خوف کے زیر اثر تھی۔ آواز بہت دھیمی تھی۔

"کیا ہوا تھا اس رات آسیہ۔" شاکرہ کے دل کو کچھ ہوا۔

"شکر ہے کہ کچھ نہیں ہوا تھا۔ اگر کچھ ہوجاتا تو میں تمام عمر خود کو کبھی معاف نہ کرپاتی۔" علینہ کے ساتھ عامر کا بدلا ہوا رویہ آسیہ کے لیے اس لیے بھی حیرانی کا سبب نہ تھا کہ وہ پچھلے آٹھ سالوں سے اسے اپنی اولاد مانتا تھا۔ اسکول میں وہ علینہ خاور نہیں بلکہ علینہ عامر کے نام سے جانی جاتی تھی۔ بہن بھائیوں کی معمولی باتوں اور جھگڑوں پہ عتاب کا نشانہ اکیلی علینہ بنتی تھی یہ بات آسیہ کو اچھی نہیں لگتی تھی پر وہ عامر سے کہتی تو جھگڑا شروع ہوجاتا۔

"کیا یہ میری اولاد نہیں میں اسے اچھے برے پہ ڈانٹنے کا حق بھی نہیں رکھتا۔" ایسے جملے بول کر وہ آسیہ کو چپ کروا دیتا پر چند روز سے تو وہ اس کا بہت خیال رکھنے لگا تھا۔ ہر معاملے میں علینہ کی پسند ناپسند کو اہمیت دی جانے لگی تھی۔ بہت سی باتوں میں علینہ کی مرضی پوچھی جاتی اور اس کی خواہش کے مطابق سب کچھ ہوتا۔ اس رات بھی عامر ویک اینڈ پہ دوستوں کے ساتھ باہر جانے سے پہلے علینہ کے پاس بیٹھا اس سے لاڈ کررہا تھا (کم سے کم آسیہ کو تو وہ لاڈ ہی لگا تھا) پر علینہ ایک جھٹکے سے پاس سے اٹھ کر چلی گئی تھی۔

عامر کے جانے کے بعد آسیہ نے علینہ کو شدید ڈانٹا تھا کہ وہ پاپا کے ساتھ کس انداز میں بات کرتی ہے۔ وہ اس کا خیال رکھتے ہیں اسے پیار کرتے ہیں اور بدلے میں وہ ان کی انسلٹ کرتی ہے۔ علینہ روتی دھوتی کمرے میں چلی گئی تھی۔ عامر کی واپسی آدھی رات کے بعد ہوئی تھی اور وہ ہمیشہ کی طرح سورہی ہوتی اگر اسے پیاس نہ ستاتی۔ لائٹ جلائے بغیر وہ کچن سے پانی کا گلاس لے کر پلٹی جب مین گیٹ کھول کر عامر اندر داخل ہوا۔ اس کی چال میں واضح لڑکھڑاہٹ تھی جو آسیہ پہ بنا بتائے بھی بہت کچھ واضح کررہی تھی۔ اکثر نہیں پر مہینوں بعد وہ دوستوں کے ساتھ ایسے شغل کرتا تھا لیکن اس کی یہ عادت آسیہ کے لیے پریشانی کا باعث نہیں تھی تو اس نے کبھی احتجاج بھی نہیں کیا تھا۔ آسیہ کا ماتھا اس وقت ٹھنکا جب عامر اپنے کمرے میں جانے کی بجائے علینہ کے کمرے میں جا گھسا اور ایک لمحے میں آگاہی کے در وا ہوگئے تھے۔ علینہ کا کترانا اور عامر کا اس کی طرف مائل ہونا سب کچھ سمجھ آ گیا تھا اور اس سے پہلے کہ دیر ہوتی وہ فوراً ہی علینہ کے کمرے میں داخل ہوگئی تھی۔ علینہ بستر پر دم سادھے لیٹی تھی۔

"یہ اتنا گرجائے گا میں تو سوچ بھی نہیں سکتی۔" شاکرہ کو یہ سب سن کر گھن آئی تھی۔ اس کے تو رونگٹے کھڑے ہوگئے تھے اس شیطانیت کا سن کر۔

"وہ تو یہ کہتے ہیں میں نشے میں تھا اور مجھے تو کچھ خبر ہی نہیں پر میرا دل نہیں مانتا تھا امی۔ یہ آدھی رات کو علینہ کے کمرے میں نشے کی حالت میں گئے ہی کیوں۔" اس وقت تو آسیہ چپ چاپ علینہ کو اپنے ساتھ کمرے میں لے آئی تھی اور دروازہ اندر سے لاک کردیا گیا پر صبح اس بات پہ کیا ہی واویلا مچا تھا۔ علینہ کمرے میں بند ان دونوں کی جنگ سنتی رہی۔ عامر معافی تلافی کرتا رہا پر آسیہ کو اب اپنی بیٹی کے معاملے میں کسی پر اعتبار نہ تھا۔ اٹھارہ سال کی عمر میں اس نے جس کرب اور اذیت کا سامنا کیا تھا وہ تو بس وہی جانتی تھی پر آسیہ اپنی لاپروائی پہ خود کو قصوروار ٹھہراتی اس سے

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

نظریں بھی نہیں ملا پائی تھی۔ یہ جگہ، یہ گھر علینہ کے لیے محفوظ نہیں تھا۔ جو تحفظ اسے یہاں میسر نہیں تھا وہ شاکرہ کے پاس تھا اتنا تو اسے بخوبی علم تھا۔ پھر اس کا باپ بھی وہاں تھا جو اب بہت بدل چکا تھا۔

"تو نشہ بھی کرتا ہے...." شاکرہ نے منہ پہ ہاتھ رکھے آنکھیں گھمائیں۔ اس پہ تو انکشاف در انکشاف ہو رہے تھے۔

"کبھی کبھی۔" سر جھکائے آسیہ نے دھیمی آواز میں اعتراف کیا۔

"اللہ کی پناہ، ایسی مکروہ چیز کو پکڑ رکھا ہے تو حرکتیں بھی خبیثوں والی ہوں گی۔" اس نے منہ بنایا۔ بات تو سولہ آنے سچ تھی اللہ کی حدوں کو پار کرنے والے دنیاوی حدود و قیود کی پروا کہاں کرتے ہیں پر انسان اگر انجام سے خوف کھاتا تو اللہ کی حکم عدولی کرتا ہی کیوں۔ مشکلات و پریشانی، بے سکونی، کاروباری معاملات آج کل ہم میں سے ہر کوئی ان چیزوں کو بد نظری، جادو ٹونے اور آسیب سے نتھی کر دیتا ہے پر کیا ہم میں سے ایک فیصد لوگ بھی یہ خیال کرتے ہیں کہ ہم دن میں کتنی بار اللہ کو ناراض کرتے ہیں۔ کبیرہ و صغیرہ گناہوں کی ایک طویل فہرست ہے جو ہم سے جانے انجانے میں سرزد ہو رہی ہیں پر ہم نادم و شرمندہ ہونے کی بجائے اللہ سے ہی شکوہ کناں ہیں۔ اپنے اعمال پہ دھیان ہی نہیں۔

"مجھ سے لاکھ معافیاں مانگیں، عذر دیئے، قسمیں کھائیں کہ میں تو سگی بیٹی سمجھتا ہوں پر میں نے ایک نہیں سنی اور علینہ کو آپ کے پاس بھیج دیا۔" آسیہ کی ایک ہی رٹ تھی کہ علینہ اب یہاں نہیں رہے گی۔ عامر جو پہلے شرمندہ دکھائی دیتا تھا اب الٹا طیش کھانے لگا تھا۔ یہ پہلی بار تھا آسیہ نے اس کی بات کا اعتبار نہیں کیا تھا، اس کی بات ماننا تو دور وہ کوئی وضاحت سننے پہ بھی آمادہ نہ تھی اور شاید یہ ایک طرح سے ٹھیک ہی تھا۔ بہرحال دو دن بعد علینہ پاکستان آ گئی تھی اور اس کے ساتھ زندگی کا ایک نیا دور شروع ہوا تھا۔ شروع میں اس نے خرچ دینے سے بھی صاف انکار کر دیا تھا جس کی وجہ سے کئی ماہ تک علینہ کا داخلہ نہ ہو سکا پر شاید اپنی نازیبا حرکت پہ احساسِ ندامت تھا جو خود ہی اس کی فیس وغیرہ کے پیسے دینے لگا۔ لیکن علینہ سے نہ ملنے کی شرط بدستور قائم رہی۔ اس دوران ان دونوں کا رشتہ بھی پہلے سا نہیں رہا تھا۔ آسیہ کے اندر علینہ کا غم سسکتا تھا تو عامر کی ندامت غصے میں بدلنے لگی تھی۔ کچھ عرصہ پہلے خاور نے علینہ کا خرچہ دینا شروع کیا تو آسیہ کے سر پہ لٹکتی احسان کی تلوار بھی اتر گئی۔ وہ اب مکمل طور پہ اپنے باپ کی ذمہ داری تھی اور اس کے لیے یہی غنیمت تھا۔

"بہت اچھا کیا تم نے۔ لو بھلا میں یونہی اس معصوم کو کوستی رہتی تھی۔" شاکرہ کو تو اب علینہ کا دکھ مارے جا رہا تھا۔ کیسے طعنہ دیتی تھیں وہ اسے، بات بے بات جتاتیں کہ اس کی خاطر ہر شخص کتنا کچھ کرتا ہے اور ایک وہ ہے جس کے مزاج ہی نہیں مل کر دیتے۔

"اس نے جتنا کچھ سہا ہے نا امی، کوئی اور لڑکی ہوتی تو پتا نہیں کیا کر لیتی۔ شکر کرتی ہوں وہ اپنا سارا دھیان تعلیم پر فوکس کر رہی ہے۔" وہ پہلے بھی شاکرہ کی شکایات کا کوئی خاص نوٹس نہیں لیتی تھی الٹا اسے ہی سمجھایا کرتی تھی کہ علینہ کو مت ڈانٹیں بظاہر ہے وہ اندر کی بات نہیں جانتی تھیں تو ایسے میں ایک فطری ردِعمل تھا۔

"پر وہ تم سے کیوں چڑتی ہے، تم نے تو سب کچھ اس کی خاطر کیا۔"

"اس کی خاطر تو کچھ بھی نہیں کر پائی امی۔ اب بھی عامر نے اسے پاکستان بھیجنے والی بات پہ اتنا واویلا مچایا اور یہ شرط رکھ دی کہ مجھ پہ الزام لگا کر اسے بھیجو گی تو دوبارہ بھی یہاں واپس نہیں گھسنے دوں گا اور نہ ہی تمہیں پاکستان جانے دوں گا۔" سالوں کے بھید تھے جو اس پل گرہ در گرہ کھلتے جا رہے تھے۔

"اوہ میرے اللہ اور میں سمجھتی رہی تم بچوں میں الجھی اتنے سالوں سے پاکستان نہیں آئی۔ اس نے بھی تو کچھ نہیں بتایا۔" شاکرہ نے سر پکڑ لیا۔ ان کا تو دماغ ہی گھوم گیا تھا ان سب باتوں کو سننے کے بعد۔

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

"اسے تو میں نے قسم دی تھی نانی کو کچھ مت بتانا۔ جانتی تھی آپ کا ردِعمل کیا ہوگا۔ پر امی علینہ کو جو سبق ملا ہے اس کے بعد ہمت نہیں پڑتی حارث اور قاسم کو دربدر کرنے کی۔"

"اللہ نہ کرے تاریخ دہرائی جائے۔ علینہ کی طرف سے بےفکر رہو۔ میں اور خاور ہیں اسے سنبھال لیں گے۔ تم بس اپنا گھر دیکھو۔ میری تو کوشش ہے جلد سے جلد کوئی اچھا سا رشتہ دیکھ کر اس کے ہاتھ پیلے کردوں تاکہ اس کی ذمہ داری سے بھی جان چھوٹے۔" یہ ایک ماں کی تسلی تھی کیونکہ وہ بےاختیار تھیں۔ اس سے بڑھ کر اور کچھ نہیں کرسکتی تھیں۔

"آپ کو یہ سب اس لیے بتایا کیونکہ آپ علینہ سے خفا ہیں۔ میں جانتی ہوں آپ اس سے محبت کرتی ہیں لیکن اس کی باتوں پہ جیسے ردِعمل کرتی ہیں تو وہ کبھی نارمل نہیں ہو پائے گی۔ اسے پیار اور محبت چاہیے، اعتماد چاہیے۔ میں اسے یہ سب نہیں دے سکی آپ دے دیں شاید وہ سنبھل جائے۔" ماں کا ہاتھ تھام کر وہ سمجھانے والے انداز میں بولی۔ شاکرہ نے اثبات میں سر ہلاتے اس کا کندھا تھپکا اور محبت سے ماتھے پہ بوسہ دیا لیکن ان کا سارا دھیان اب بس ایک ہی نقطے پہ مرکوز ہوگیا تھا۔

❁......❁......❁

شاکرہ کے دوہا جانے کی خبر اگر بم تھی تو علینہ کا اکیلے پاکستان میں رہنا سمجھو بارودی سرنگ تھی جس کے دہانے پہ کھڑا مونس اپنے شیطانی دماغ میں پتا نہیں کون کون سے حساب کررہا تھا۔ رخشندہ نے تو بس یونہی خیریت پتا کرنے کو کال ملائی تھی مگر باتوں باتوں میں وہ علینہ کا ذکر بھی لے آئی تھی۔ علینہ کا نام سن کر مونس کا ہاتھ خودبخود گال پہ جا ٹکا تھا لیکن یہ جان کر اسے حیرت کا شدید جھٹکا لگا تھا کہ علینہ اپنی ماں کے پاس جانے کی بجائے پاکستان میں اکیلی رہ رہی ہے۔ گوکہ رخشندہ نے اس سے کسی رشتے دار کا تذکرہ کیا تھا پر اس کے لیے یہ بات کوئی معنی نہیں رکھتی تھی۔ اسے تو بس یہ سوچ کر ہی تسلی ہوگئی تھی علینہ شہر میں تنہا ہے اور اس حالت میں کم گو اور دبو سی لڑکی اس کے لیے تر نوالہ ہے۔ رخشندہ کو مونس کے دل کا حال معلوم تھا نہ دماغ کی شاطرانہ سوچ وہ تو بس اپنی رو میں کہتی چلی گئی کیونکہ اسے اپنا آپ ہلکا کرنے کے لیے دیوار جیسا آسرا بھی کافی ہوتا تھا۔

"تم کب تک آؤ گے؟" اپنی کہہ کر دل کا بوجھ اور طبیعت دونوں ہلکے ہوگئے تو بالآخر اس نے مونس سے وہ سوال پوچھا جس کی خاطر وہ آدھے گھنٹے سے فون انگیج کرکے بیٹھی تھی۔

"کل نکلوں گا، رات تک پہنچ جاؤں گا۔" یہ پروگرام اس نے ابھی مرتب کیا تھا۔ سمیسٹر شروع ہونے میں تو ابھی بہت دن تھے اس دوران اس کا کوئی ارادہ نہیں تھا گرمی کھانے کا اسی لیے دوستوں کے ساتھ گھومنے کا پلان کیا تھا۔ پیسے کی فکر تھی نہ کوئی ذمہ داری ماں اور باپ دونوں ہی جیبیں بھرتے رہتے تھے اور وہ مزے سے لٹاتا رہتا تھا۔ رخشندہ کو اس کی اتنی جلد واپسی نے بےپناہ خوش کردیا تھا اس لیے دعائیں دیتی جلدی جلدی کال بند کردی جیسے وہ ابھی بس پکڑنے والا تھا ادھر مونس گہری سوچ میں ڈوبا اپنا سیل فون ہاتھ میں تھامے خاموش کھڑا تھا۔

"کوئی بری خبر ہے؟" کامران نے خلافِ معمول سنجیدہ دیکھا تو پوچھ لیا۔

"بڑی خبر ہے۔" وہ ابھی گہری سوچ میں تھا۔ کامران نے نا سمجھنے والے انداز میں کندھے اچکائے۔ بہرحال مونس کا انداز زیادہ دیر راز نہیں رہا تھا۔ کامران کو اس بات میں دلچسپی تھی نہ ہی یہ بات اس کی موٹی عقل میں سمائی تھی کہ اگر علینہ شہر میں اکیلی ہے بھی تو اس سے ان کا کیا لینا دینا ہے لیکن مونس کے لیے یہ سنہری موقع تھا جو اتفاق سے ہی سہی اس کی جھولی میں آگرا تھا۔ مونس نے فوراً ہی واپس جانے کا فیصلہ کرلیا تھا۔

❁......❁......❁

"ایک سگریٹ تو پلا استاد۔" شہباز نے عارف کے شانے پہ ہاتھ مارا۔

"آج کل تو فل کڑکی چل رہی ہے سگریٹ کہاں سے پلادوں۔" ہمیشہ کے برعکس اس کا لہجہ سرد اور سنجیدہ تھا۔

"کیا بات کرتا ہے عارف تو تو بادشاہ آدمی ہے۔" شہباز

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

نے چاپلوسانہ انداز میں کہا۔ ان دنوں اس کے ستارے زوال میں تھے اور عارف کے مزاج آسمان پہ۔

"ارے یار بادشاہوں کے حالات بھی خراب ہوسکتے ہیں اور پھر ایک دکان ہی ہے نا کون سا گنج قارون ہے جو کبھی ختم نہ ہوگا۔ بتایا تو تھا تجھے آج کل کاروبار مندا ہے۔" ایک ایک لفظ میں طنز بھرا تھا۔ شہباز نے کان کھجاتے نظریں چرائیں۔

"ویسے برا مت منانا لیکن تو ہے بڑا بے غیرت، کان لپیٹ کر پھر رہا ہے سالے میرا صبر آزما رہا ہے۔ اب تو لاکھوں کا دیندار ہے میرا لاکھوں کا۔ پورے نا سہی آدھے ہی دے ڈال۔ میں دکان میں سامان ڈلوالوں۔" وہ تلخ ہوا تو شہباز کچھ اور دھیما پڑا۔

"تجھ سے کیا چھپا ہے عارف، اپنی خالی جیب تو ڈھول کا پول ہے۔ کتنے دن سے پیسے کی صورت نہیں دیکھی۔" بہت دنوں سے وہ عارف کی منتیں کررہا تھا پر وہ ہتھے سے اکھڑا ہوا تھا۔ جوا کھیلنے کے چکر میں اس وقت نہ نہ کرتے بھی عارف اسے پیسے دیتا رہتا تھا اور وہ بھی باپ کا مال سمجھ کر لے لیتا تھا لیکن اب چند ماہ سے معاملہ الٹ تھا۔ عارف نے آنکھیں ماتھے پہ رکھ لیں تھیں۔ ہزار پانچ سو نہیں تھے جو بیوی کو مار پیٹ کرلا دیتا اور اپنی جان چھڑا لیتا حساب لمبا چوڑا تھا اور واپسی کی صورت کوئی نہیں تھی۔

"تو جو میرا یار نہ ہوتا تو ایک ہزار ایک طریقے تھے میرے پاس تجھ سے اپنی رقم نکلوانے کے، ابھی چند دن پہلے ہی میرے لڑکوں نے ہاتھ پاؤں توڑے ہیں تیرے جیسے ایک مفت خور کے۔ باپ کا مال سمجھ کے کمینے پیسہ لے لیتے ہیں پھر واپس کرتے ان کی ماں مرتی ہے۔" وہ بھی اوقات پہ آگیا تھا۔ جس کے سامنے غنڈے بدمعاش پانی بھریں بھلا وہ کہاں کا شریف ہوگا۔ اس جوے کا چسکا بھی اسے عارف نے لگایا تھا۔ شہباز اور اس جیسے کئی لوگ اس کے دام میں پھنسے تھے۔ کوئی ہارتا یا جیتتا دونوں صورتوں میں فائدہ اسی کا ہوتا تھا۔

"اچھا تو ایک طرف یار کہتا دوسری طرف دھمکیاں دے رہا ہے۔ جا تو بھی پیسے کا پجاری نکلا۔" اس کا انداز واضح دھمکی والا تھا اس لیے شہباز کا اندر ہی اندر سانس خشک ہو رہا تھا۔

"شہباز یہ دنیا ہی پیسے کی پجاری ہے۔ تو کون سا میری محبت میں آتا ہے میرے پاس تجھے بھی تو پیسہ ہی کھینچ کر لاتا تھا نا۔" فریبی کو فریب دینے کی کوشش کی گئی تھی۔ اس نے جوتا اتار کر منہ پہ دے مارا تھا۔

"بہر حال میں نے تجھے تین دن کا وقت دیا تھا۔ تو نے آنہ بھی واپس نہیں کیا تو اب خود ہی بتا دے تیرے ساتھ کیا سلوک ہو۔" وہ سپاٹ لہجے میں بولا تو شہباز کے ماتھے پہ بل نمودار ہوئے۔

"میرے ہاتھ پاؤں تڑوا کر پیسہ پورا ہوجائے گا تیرا۔" وہ طنزیہ ہنسا۔

"یہ جو لونڈے ہیں نا جانی، یہ بڑی صفائی سے لات بازو کاٹ کر پوائنٹ پہ بٹھا دیتے ہیں۔ بھیک منگوا کر سب کچھ وصول کرلیتے ہیں۔" عارف نے کچھ اس انداز سے نقشہ کھینچا کہ شہباز کا ہاتھ فوراً اپنے بازو پہ گیا اور پھر اس نے یک دم عارف کے پیر پکڑ لیے۔ زندگی سب کو عزیز ہوتی ہے اور ایسی زندگی جو موت سے بدتر ہو اس کا خوف اس پل شہباز کی آنکھوں کی وحشت سے نمایاں تھا۔ دوسری طرف عارف سگریٹ ہاتھ میں دبائے کش پہ کش لگا رہا تھا۔

"دیکھ تو میرا بھائی ہے۔ کوئی درمیانی صورت نکال یار میں کہاں سے لاؤں گا پیسہ، میری تو جیب میں کوڑی بھی نہیں جو ایک بازی ہی کھیل لوں۔ شاید اس بار قسمت کو رحم آجائے اور میں جیت ہی جاؤں۔" اس نے کندھا دباتے منت سماجت کی تو عارف کی آنکھوں میں شیطانی چمک ابھری۔

"جیب خالی ہے پر تو ہے بڑی آسامی۔ چل ایسا کرتے ہیں آج ایک الگ بازی کھیلتے ہیں۔" ذومعنی انداز میں کہتے اس نے بھنویں اچکائیں۔ شہباز کی سمجھ میں کچھ نہیں آیا لیکن وہ نہیں جانتا تھا اس بار وہ اپنی زندگی کی آخری بازی کھیلنے والا تھا۔ اس بار سب کچھ داؤ پہ لگنے والا تھا۔ زندگی

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

سے بہت زیادہ موت سے کچھ کم۔

صبح چمک دار اور روشن تھی۔ ہوا میں خنکی معمول سے زیادہ تھی اور کل کی نسبت گرمی آج کم تھی۔ ضلع کچہری میں معمول کی گہما گہمی تھی۔ ہفتے کا پہلا دن تھا تو اسی مناسبت سے عوام الناس کا رش بھی کچھ زیادہ تھا۔ تمام دفاتر میں عملہ مستعد و مصروف عمل تھا اور اس کی سب سے بڑی وجہ آج ضلع میں نئے ڈسٹرکٹ کمشنر کا پہلا ورکنگ ڈے تھا۔ سبز وسفید جھنڈے والی گاڑی کچہری کے احاطے میں داخل ہوئی تو ایک ساتھ بہت سی نظریں اٹھیں۔ سیکورٹی عملہ کچھ اور اکڑ کر کھڑا ہوا جبکہ ڈرائیور نے مستعدی سے گاڑی کا پچھلا دروازہ کھولا۔ سیاہ پینٹ، گرے پن اسٹرائپ قمیص پہ گرے اور بلیک پرنٹڈ ٹائی لگائے وہ ہمیشہ کی طرح توجہ بٹور رہا تھا۔ کھلی راہداری سے اپنے کمرے تک جاتے بہت سی توصیفی نگاہیں نئے ڈی سی کو گھیرے ہوئے تھیں۔ راستے میں بہت سے جونیئر و سینئر عملے کے سلام کا جواب دیتا راہداری کے آخری کمرے کا دروازہ کھول کر وہ اندر داخل ہوا جبکہ ڈرائیور اس کا لیپ ٹاپ اور بیگ اس سے پہلے ہی کمرے میں پہنچا چکا تھا۔

کمرہ وسیع تھا اور عمارت کے برعکس اندر سے اتنا شکستہ حال نہ تھا پر سمیر انصاری کی نگاہ اس وسیع کمرے کے بیچوں بیچ رکھی سیاہ میز کے وسط میں رکھے ایک خوب صورت بوکے پہ جا ٹھہری تھی۔ متانت سے چلتا وہ میز تک آیا اور اپنی کرسی تک پہنچا۔ سرخ و سفید پھولوں سے بنے شاندار بوکے پہ لگا اسٹکی نوٹ دور سے بھی بآسانی پڑھا جاسکتا تھا۔

"ویلکم مسٹر ڈی سی۔" یہ پھول کہاں سے آئے تھے بھیجنے والے کی شناسا تحریر سے ظاہر تھا۔ نوٹ اتار کر تہہ کرتے اس نے انٹر کام پہ کسی کو بلایا۔ نائب قاصد سے بوکے سائیڈ ٹیبل پہ رکھوا کر اس نے پینٹ کی جیب سے اپنا سیل فون نکالا۔ وہ اب کشمالہ کو کال ملا رہا تھا۔ سمیر دھیما سا مسکرایا اور پرسوں رات کے بعد یہ پہلا موقع تھا جو وہ مسکرایا تھا۔ ایسا پہلی بار نہیں ہوا تھا، اس سے ہونے والی چند منٹوں کی گفتگو، کوئی فارورڈ میسج یا ماضی کی کسی بات کا حوالہ یونہی اس کے لبوں پہ مسکراہٹ بکھیرنے لگا تھا اور یہ سب کچھ فقط چند دن میں ہوا تھا۔

"آمد ہوگئی جناب کی۔" فون پہلی ہی بیل پہ ریسیو کیا گیا تھا جیسے دوسری جانب بھی انتظار شدت کا تھا۔

"جیسے تمہیں تو خبر ہی نہیں۔" انداز جتاتا ہوا تھا۔ ائیر پیس سے کشمالہ کی کھنکتی ہنسی سنائی دی۔

"پھول کیسے لگے، یقیناً مجھے تھینکس کہنے کے لیے فون کیا ہوگا بٹ یو آر آلویز ویلکم۔" آواز اور لہجہ، دونوں اس کے بہترین موڈ کی چغلی کھا رہے تھے۔

"تم جانتی ہو مجھے فارمیلیٹیز پسند نہیں۔" ابرو اٹھائے اس نے سنجیدگی سے کہا۔

"لیکن مجھے بہت پسند ہیں۔"

"سیریسلی کشمالہ اس سب کی ضرورت نہیں تھی۔" فون پہ بات کرتے وہ اب اپنا لیپ ٹاپ آن کر رہا تھا۔

"صبح صبح بحث کا موڈ نہیں میرا ویسے بھی دو گھنٹے بعد اپنے باس کو رپورٹ کرنی ہے۔ سنا ہے کافی سنجیدہ اور سخت گیر افسر ہے۔ ضلع کچہری کا عملہ صبح سے ایک پاؤں پر کھڑا ہے۔" کشمالہ کی بات پہ وہ بے ساختہ ہنسا۔ وہ ساتھ والے کمرے میں تھی اور آج تینوں اسسٹنٹ کمشنروں کے ساتھ اس کی تعارفی میٹنگ تھی۔ اس کے ساتھ ضلع سے متعلق تفصیلی رپورٹ بھی اس کو پیش کی جانی تھی۔

"بحث مجھے بھی نہیں کرنی بس یونہی یہ سب شاید ورک ایتھیکس میں شامل نہیں۔ اسی لیے کہا۔" ویلکم میسج تو صبح سے موصول ہورہے تھے۔ کوئی دعوت پہ بلا رہا تھا کوئی دعوت مانگ رہا تھا پر کشمالہ کا انداز مختلف تھا اور شاید اس کی بات بھی۔ سمیر اس دوستی اور کام کی درمیانی حد کا تعین کرنا چاہتا تھا کیونکہ ایک ہی چھت کے نیچے کام کرنا تھا اور ایسی جگہوں پہ اسکینڈل بنتے دیر نہیں لگتی جو اپنے کریئر کی اس اسٹیج پہ وہ دونوں ہی افورڈ نہیں کر سکتے تھے۔ بظاہر اس نے کشمالہ کو اپنی ناپسندیدگی ظاہر کر کے محتاط کیا تھا لیکن در پردہ اسے بھی اس کا یہ انداز اچھا لگا تھا اور شاید وہ خود بھی بہت اچھی

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

طرح جانتی تھی۔

"خوب صورت عورتوں سے بحث کرنی بھی نہیں چاہیے۔" اس نے سمیر کے احتجاج کو سرے سے کوئی اہمیت دی ہی نہیں تھی۔

"ہاں ان کے پاس فقط حسن ہوتا ہے دلیل نہیں۔" وہ ہنسا۔ اس سے پہلے کشمالہ کی طرف سے کوئی جلا ہوا کمنٹ آتا اس نے بات ختم کردی۔

"اینی وے، پھر ملتے ہیں دو گھنٹے بعد آپ کے 'سنجیدہ اور سخت گیر باس' ٹل دین بائے۔"

"ہیو آ گڈ ڈے سر۔" کشمالہ نے خوش اسلوبی سے کہتے سر کو ہلکا سا خم دیا اور رابطہ منقطع ہوگیا نا چاہتے ہوئے بھی سمیر کا دھیان اس وقت کشمالہ ہی کی طرف تھا۔ وہ محبت نہیں پر عادت بننے لگی تھی۔ محبت پہ صبر آجاتا ہے عادت فی الموت ہوتی ہے۔ ایک غیر ارادی سا کھنچاؤ تھا جو سوچوں کا رخ اس کی طرف موڑ دیتا تھا۔ کل کا پورا دن انتہائی خراب موڈ اور اسٹریس میں گزارنے کے بعد وہ اس وقت بہت ہلکا پھلکا محسوس کررہا تھا۔ اگلے چند منٹوں میں وہ کام میں مصروف ہوچکا تھا۔

❁ ❁ ❁

شام کے دھندلکے رات کی سیاہی میں بدلنے لگے تھے۔ فضا میں خاموشی کا راج تھا ان لبوں کی طرح جہاں ندامت نے خاموشی اختیار کررکھی تھی۔ بدتمیز، ہٹ دھرم، پھوہڑ کے بعد اب اس پہ ابنارمل ہونے کا ٹیگ بھی لگ رہا تھا۔ پہلے اوصاف اس کی نانی کے خطابات تھے یہ آخری صفت وہ اپنی اس رات والی حرکت کی بدولت اپنے نام لکھوا چکی تھی جس میں اس کا کوئی ایسا قصور بھی نہیں تھا۔ ماضی گم ہوا تھا بھولا نہیں تھا، وقت گزرا تھا بدلا نہیں تھا۔ علینہ آج بھی اس خوف میں مقید تھی۔ وہ بھیانک سایہ اب بھی خوابوں میں اس کا پیچھا کرتا تھا۔ یہ پہلی بار نہیں تھا کہ اس نے خواب میں خوف زدہ ہوکر چیخیں ماری تھیں بلکہ پچھلے چند سالوں میں ایسا کئی بار ہوچکا تھا۔ شاکرہ کبھی پیار سے تو کبھی ڈانٹ کر اسے سنبھال لیتی تھیں لیکن وہ مسئلے کی جڑ تک پہنچی ہی نہیں تھیں تو وہ ختم کیسے ہوتا۔ یہ سلسلہ جاری تھا اور اسے لگتا تھا شاید اس کی نجات مر کر ہی ممکن ہوگی۔ زندگی کی وحشتوں میں اذیت کے یہ پل ناخوشگوار اضافہ تھے۔ وہ اس وقت کم عمر تھی لیکن کم عقل نہیں جو اس شخص کی بدلتی نگاہوں کو سمجھ نہ پاتی۔ انٹرنیشنل لیول کے اسکول میں پڑھ کر جہاں سوچ وسیع ہوئی تھی وہاں اعتماد بھی ملا تھا۔ وہ ایک ذہین اسٹوڈنٹ تھی جس کا کمرہ ٹرافیوں سے سجا ہوا تھا۔ ہمیشہ شاندار گریڈز میں پاس ہوکر وہ اسکول میں اپنے والدین ہی نہیں اسکول کے لیے بھی باعث فخر رہی تھی۔ عامر کی انفرادی ڈانٹ ڈپٹ پہ بھی وہ کبھی ردعمل نہیں دیتی تھی کیونکہ جو بھی تھا اسے اپنی ماں اور دونوں بھائی بہت عزیز تھے لیکن ایک دم کچھ تبدیلی آئی تھی اور یہ تبدیلی علینہ کو اچھی نہیں لگی تھی۔ وہ احتجاج کرتی پر اپنا موقف واضح نہ کرپاتی اور ماں سے ڈانٹ کھاتی۔ اس دن بھی یہی ہوا تھا جب آسیہ سے ڈانٹ کھا کر اور گھر کا ماحول خراب کرنے کی موجب ہونے کا طعنہ سن کر وہ روتی ہوئی کمرے میں جا گھسی تھی۔ بستر پہ سسکیاں لیتے وہ اداس تھی پر عامر کی آمد نے تو اس کی جان ہی نکال دی تھی۔ ماں نے وقت پہ پہنچ کر بات سنبھال لی پر اس کے حصے تو دربدری ہی آئی۔ باپ کی شفقت تو کبھی حصے میں آئی ہی نہیں تھی اور جسے باپ کا درجہ دیا اس نے رشتوں کے تقدس کو پامال کرنا چاہا لیکن اب ماں کا دامن بھی چھوڑ گیا۔ اسکول، دوست، گھر، بھائی، ماں، وہ ملک سب کچھ چھوڑ کر اس کمزور پودے کو اس کے مقام سے اکھاڑ کر ایک ایسی جگہ لگانے کی کوشش کی گئی جہاں کی آب وہوا اس سے موافقت نہ رکھتی تھی۔ اس پہ ستم اسے زبان بندی کا حکم تھا۔ اندر ہی اندر گھٹ کر اب جو لاوا باہر نکل رہا تھا اور جس انداز میں نکل رہا تھا وہ اس کے لیے کم دوسروں کے لیے زیادہ تکلیف کا باعث تھا۔ پھر وہ خاور ہو، آسیہ ہو یا شاکرہ سب کو ہی اس کا سامنا کرنا پڑ رہا تھا۔

انصاری ہاؤس میں اسے پیار، محبت اور توجہ سب میسر تھا نہیں تھا تو بس سکون' خواب کیا تھا کسی کو بتایا نہیں جاسکتا تھا پر جو واویلا مچا اور اس کی بدولت سمیر ایک بار پھر مشکل میں

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

پھنسا یہ بات اسے ان لوگوں کے سامنے سر نہیں اٹھانے دے رہی تھی۔ وہ خوف زدہ تھی پتا نہیں اب سب کا کیا ری ایکشن ہو پر اگلے دن سب نارمل تھے سوائے سمیر کے پر وہ تو اسے ویسے بھی منہ نہیں لگاتا تھا۔ جب جب علینہ نے اس کی طرف دیکھنے کی غلطی کی اسے ان آنکھوں میں اپنے لیے واضح ناپسندیدگی اور غصہ دکھائی دیا لیکن یہ بھی شکر وہ زیادہ دیر گھر میں نکتا ہی نہیں تھا۔ صبح کا گیا رات کو لوٹتا تھا۔ گھر والوں کی ہی زبانی اسے ہر بات کا علم ہو رہا تھا کہ وہاں ان کی زندگی کھلی کتاب تھی، کسی سے کوئی بھید نہ تھا۔ کھانے پہ جبراً وہ وہاں بیٹھی لیکن کچھ کھایا نہیں جا رہا تھا مگر وہ اسے مکمل نظر انداز کیے اپنے گھر والوں کے ساتھ مزے سے باتیں کرتا ڈنر کر رہا تھا۔ کھانے پہ اسے حسب معمول نور نے ٹوکا، ان کے انداز میں محبت و تفکر تھا پھر بھی وہ بس چند لقمے ہی لے پائی اور پڑھائی کا بہانہ بنا کر کمرے میں گھس گئی۔

اُف وہ اور اس کی باتیں علینہ کو وہ آدمی کم مشین زیادہ لگ رہا تھا۔ جیسے کمپیوٹر تیزی سے معلومات اگل رہا ہو۔ ٹھیک ہے اس کے گھر والے اسے مِس کر رہے تھے اور بات بے بات اس کا تذکرہ کیا جاتا تھا۔ وہ اس کی ملازمت اور عہدہ جانتی تھی اور مان رہی تھی کہ وہ پوری طرح اس کا اہل ہے اوپر سے اس کی شاندار شخصیت، فارمل سے کیثول تک ہر لک متاثر کرتی تھی۔ صبح وہ اگر نک سک سا تیار نگاہ کھینچ رہا تھا تو ابھی گرے ٹراؤزر سفید پولو شرٹ میں بھی قابلِ دید تھا۔ چند روز پہلے کی چڑ خواہ مخواہ احساسِ کمتری میں بدل رہی تھی۔

کھانے کی میز سے ہٹ کر وہ لوگ لاؤنج میں نشست جما چکے تھے۔ ان کی آوازیں علینہ تک پہنچ رہی تھیں جواب گیسٹ روم کی بجائے فریحہ کے کمرے میں منتقل ہو چکی تھی۔ تھوڑی دیر بعد فریحہ بھی چلی آئی تو اسے کچھ کچھ شرمندگی نے آگھیرا۔ ایک تو پہلے ہی ان کے گھر میں گھسی تھی اب کمرے کی پرائیویسی میں بھی مخل ہو رہی تھی لیکن فریحہ کا انداز بہت دوستانہ تھا۔ پچھلی دو راتیں وہ بہت اچھے طریقے سے اس کے ساتھ ایڈجسٹ کر چکی تھی۔ حالانکہ وہ ان دنوں کچھ اسٹریس میں تھی پر اسے اپنی کیفیات چھپانی آتی تھیں اسی لیے علینہ کو ناخن برابر بھی شک نہ ہوا کہ وہ اداس ہے۔ دو دن پہلے فارس سے ہوئی گفتگو بے نتیجہ رہی تھی۔ وہ اسے اپنا موقف سمجھا نہیں پائی تھی وہ اپنی بات سے پیچھے ہٹنے کو تیار نہ تھا تو بات کسی نتیجے پہ پہنچتی ہی کیسے۔ فریحہ لیٹنے لگی تو علینہ بھی کتابیں چھوڑ کر بستر پہ آ گئی۔ نیند کسی کو بھی نہیں آ رہی تھی دونوں کے ذہن اس وقت الجھے ہوئے تھے۔

”تم نے کبھی کسی سے محبت کی ہے۔“ بیڈ پہ چت لیٹے چھت پہ نگاہیں ٹکائے اندھیرے میں فریحہ کی آواز ابھری۔

”نہیں......“ جواب مختصر اور فوراً دیا گیا تھا۔

”کرنا بھی مت، بڑا خوار کرتی ہے۔“ یہ مشورہ تھا یا تنبیہ علینہ کی سمجھ میں نہیں آیا۔

”مجھے تو معلوم ہی نہیں یہ کس بلا کا نام ہے جانے کسی کو ہوتی بھی ہے یا نہیں۔“ اس نے ضرورت سے زیادہ سچائی سے جواب دیا۔

”میرا خیال ہے......نہیں۔“ فریحہ نے لب بھینچے۔

”لیکن آپ کو تو سب بہت چاہتے ہیں، آپ کی بہت اہمیت ہے گھر میں۔“ علینہ کے لیے محبت کا مرکز و منبع فریحہ سے مختلف تھا۔ وہ اس پل رشتوں کو ٹٹول رہی تھی جبکہ فریحہ اسے ایک شخص سے نتھی کر رہی تھی۔

”نہیں الو میں اس محبت کی بات نہیں کر رہی وہ تو سب ماں باپ بھائی بہن کرتے ہیں ایک دوسرے سے۔ میں تو اس دوسری محبت کی بات کر رہی تھی۔“ اس کا انداز کنفیوژن بھرا تھا جس پر فریحہ نے ٹوکا۔ کروٹ لے کر ہاتھ کان کے نیچے دبائے وہ علینہ کی طرف رخ کیے بولی۔ وہ دونوں ہی محبت کو دو الگ پیراؤں میں جوڑ رہی تھیں اپنی جگہ دونوں ٹھیک تھیں لیکن سوچ غلط رہی تھیں۔

”سب نہیں کرتے، سب کے پاس یہ تحفظ نہیں ہوتا فریحہ باجی۔“ اس نے نظریں گھما کر دیکھا اور اس پل ان آنکھوں میں اداسی اور بھی گہری تھی۔ فریحہ اٹھ کر بیٹھ گئی۔

”آئی ایم سوری علینہ، میں سمجھ سکتی ہوں تمہاری کنڈیشن

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

لیکن تم یہ مت سوچو کہ انہیں تم سے لگاؤ نہیں...... ماں باپ ساتھ رہیں یا نہ رہیں ان کے دلوں میں اپنے بچوں کے لیے چاہت ہمیشہ ہوتی ہے۔" پیار سے اس کا ہاتھ تھام کر اس نے تسلی دی۔

"یہ سب کتابی باتیں ہیں جن کا حقیقت سے دور کا بھی واسطہ نہیں۔ سچ تو یہ ہے کہ رشتوں کی اہمیت بھی فقط اس وقت تک ہوتی ہے جب تک آپ ان کے ساتھ رہتے ہوں، آنکھوں سے دور ہوں تو دل سے بھی دور کر دیتے ہیں۔" علینہ بے بسی سے مسکرائی۔

"تم اپنے ڈیڈ کے پاس کیوں نہیں گئی، وہ تو پاس ہیں۔ ان کے ساتھ رہتی تو انہیں اچھا لگتا۔" اسے اچانک شاکرہ نانی کی بات یاد آئی جب انہوں نے علینہ کے متعلق بتایا تھا کہ وہ اپنے باپ سے بہت چڑتی ہے۔

"لیکن مجھے اچھا نہیں لگا۔" وہ لب بھینچے اٹھ بیٹھی کیونکہ آنکھیں نم ہونے لگی تھیں، اس سے پہلے کہ آنسو بہنے لگتے اسے ان پہ بند باندھنا تھا۔

"ایسی باتیں مت سوچا کرو، سب کی زندگی میں مسائل ہوتے ہیں ان کے بھی ہوں گے۔ پھر کیا ہوا جو وہ تمہاری ممی کے ساتھ نہیں، تم سے تو ان کا تعلق ہے نا۔" وہ کم عمر تھی اور شاید میچور بھی اسے کاؤنسلنگ کی ضرورت تھی، اس عمر میں ایسے حالات باغیانہ مزاج کا موجب بنتے ہیں۔

"ان کی زندگی میں میرے لیے جگہ کبھی نہیں بن سکتی۔ میں وہ بوجھ ہوں جسے کوئی اٹھانا نہیں چاہتا۔ آپ نہیں سمجھیں گی اور شاید میں سمجھا بھی نہ سکوں۔" ہاتھ گھٹنوں پہ لپیٹے وہ سمٹ کر بیٹھی تھی۔ اداسی کی شدت اس پہ احساسِ شرمندگی کسنا چاہتے ہوئے بھی اپنا آپ کھولنا پڑا تھا۔

"اچھا ریلیکس رونا نہیں پلیز کیونکہ مجھے چپ کروانا نہیں آتا۔" فریحہ کو یقین تھا وہ زاروقطار رونے لگے گی اور اس بات کے بعد علینہ روتی آنکھوں سے ہنس دی۔

"ویسے جب تمہاری شادی ہو جائے گی تو تم یہ سب شکوے شکایات بھول جاؤ گی۔" فریحہ نے یونہی بات برائے بات کہا اور ایک بار پھر بستر پہ دراز ہوگئی۔

"ایسا وقت میری زندگی میں کبھی نہیں آئے گا۔" علینہ نے انگلی کی پوروں سے آنکھوں کے نم گوشے صاف کرتے دل ہی دل میں تہیہ کیا۔

❁......❁......❁

امتحان تو بس امتحان ہوتے ہیں پھر بھلے زندگی کی کسی بھی اسٹیج پر ہوں اور آپ نے بھلے ان کی تیاری میں دن رات ایک کیوں نہ کیا ہو پر یہی لگتا ہے سب پڑھا لکھا بھول چکے ہیں اس وقت تک جب تک کہ سوالنامہ سامنے نہ آجائے۔ چیونٹی کی طرح سرکتی زندگی میں لمحہ لمحہ گزرتے یہ پل کبھی لوٹ کر نہ آنے کے لیے گزرتے جا رہے تھے اور اب ایف ایس سی کے فائنل ایگزامز کے بعد یوں لگتا تھا جیسے فراغت ہی فراغت ہے۔ صبح پیپر سے فارغ ہو کر اس نے خوشی خوشی گھر کا سارا کام نبٹا لیا تھا اور پھر لمبی تان کر سوگئی۔ ٹیپو اور سفینہ کی گھر واپسی ہوئی پر دونوں نے اسے جگایا نہیں۔ شہباز حسب معمول گھر پہ نہیں تھا اس لیے گھر میں سکون تھا۔ شام کو سفینہ نے اس کو دھر لیا اور لگی تیل کی مالش کرنے۔ اس کے مطابق پڑھ پڑھ کر بال روکھے ہو رہے ہیں۔ ٹیپو اندر بیٹھا ہوم ورک کر رہا تھا۔ وہ دونوں باہر باتیں کر رہی تھیں۔

"ڈاکٹر صاحب آج میرے کالج آئے تھے۔" اسے صبح کا خیال آیا۔ دن بھر کی مصروفیات میں وہ ماں کو بتانا بھول ہی گئی تھی۔

"کون زبیر؟" سفینہ تحیر سے بولی۔

"جی امی۔ پوچھ رہے تھے پیپر کیسے ہو رہے ہیں اور یہ بھی کہ آگے کیا کرنے کا ارادہ ہے۔" اس نے تفصیل بتائی۔ سفینہ مسکرائی۔

"پھر تم نے کیا کہا؟" اپنے گلابی لبوں کو بھینچے وہ سوچنے لگی۔

"میں نے کہا میں بہت زیادہ پڑھنا چاہتی ہوں۔ کچھ بننا چاہتی ہوں تو کہنے لگے کبھی میری مدد چاہیئے ہو تو ضرور بتانا۔" ٹھہر ٹھہر کر بتایا تو سفینہ کے لبوں کی مسکراہٹ سمٹی۔

"وہ تو بنا مانگے بھی مدد کر رہا ہے ہماری۔ داخلہ فیس اور

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

فارم سب جمع کروادیا۔ ہم تو شکریہ بھی نہیں کہہ سکے۔" اس بے عزتی کے پل کو وہ بھی کہاں بھولی تھی اور جس طرح اس نے مدد کی کہ ایک ہاتھ سے دوسرے کو بھی خبر نہ ہوئی تو دل میں اس کا مقام کچھ اور اونچا ہوگیا تھا۔

"میں نے بھی یہی کہا اور ان کا شکریہ بھی ادا کردیا تھا۔" فاطمہ چہک کر بولی۔

"بہت اچھا کیا۔" سفینہ ایک بار پھر اس کے سر میں تیل کی مالش کرنے لگی۔

"پتا ہے امی پہلے میں سوچتی تھی میں آپ کی طرح ٹیچر بنوں گی۔ ماسٹرز کے بعد کالج میں لیکچرار لگوں گی لیکن اب میرا دل کرتا ہے میں ڈاکٹر بنوں بالکل ڈاکٹر زبیر جیسی۔" اپنی عمر کی لڑکیوں کی طرح وہ بھی مستقبل کے خواب بنتی تھی پر لیکن کبھی اس کا اظہار اس لیے نہیں کیا کہ حالات موافق نہ تھے۔ آج مشکل حالات میں ہی سہی کالج کے دو سالوں نے اسے اعتماد اور امید کی سیڑھی پہ لا کھڑا کیا تھا۔ ایک روشن مستقبل کی تمنا سر اٹھانے کو بے چین تھی اور ان دنوں وہ ڈاکٹر زبیر کو بہت زیادہ آئیڈیلائز کررہی تھی۔ اس کے متعلق جتنا سوچتی اس سے عقیدت بڑھتی جاتی۔

"وہ تو انسانوں میں فرشتہ ہے بیٹا اس جیسا کوئی دوسرا کہاں ہوگا۔" سفینہ کا ہاتھ رک گیا۔

"ہم صرف اپنا سوچتے ہیں اپنے لیے جیتے ہیں لیکن وہ سب کا سوچتے ہیں سب کی فکر کرتے ہیں۔ آپ کو پتا ہے میری فرینڈ بتارہی تھی اس کی امی کا آپریشن انہوں نے مفت کروایا تھا۔" وہ پُرجوش ہوئی پر اسی پل بیرونی دروازہ کھلنے کی آواز پہ وہ دونوں چونکیں۔

"لگتا ہے تمہارے ابا آگئے، ان کے سامنے اس کا نام بھی مت لینا۔" سفینہ نے جلدی سے کہا اور فاطمہ نے ہونٹ بھینچ لیے۔ شہباز کی گھر آمد ان سب کو ہی ہراساں کردیا کرتی تھی۔ جتنا وقت وہ گھر نہیں ہوتا تھا وہاں سکون اور زندگی نظر آتی تھی پر اس کے گھر آتے ہی سکون درہم برہم ہوجاتا تھا۔

"کیا باتیں ہورہی ہیں ماں بیٹی میں۔" ان دونوں کا خیال تھا وہ اپنے کمرے میں چلا جائے گا پر دروازے کو ٹھوکر سے بند کرتا وہ ان کے پاس ہی بیٹھ گیا۔ ہاتھ میں ماچس کی تیلی پکڑے وہ دانتوں میں خلال کررہا تھا۔

"کچھ نہیں بس ایسے ہی۔" سفینہ نے بات بنائی۔

"ہو تو رہے تھے کوئی راز و نیاز لیکن مجھے دیکھ کر چپ ہوگئی ہو۔ ہاں بھئی میں تو ویلا مسٹنڈا، ایک دم ناکارہ انسان ہوں۔ نہ کبھی گھر کا سوچا نہ اولاد کا۔ پھر کوئی مجھے کچھ کیوں بتائے گا۔" وہ منہ بنا کر بولا۔

"ایسی کوئی بات نہیں شہباز، فاطمہ اپنے پرچے کا بتارہی تھی۔ آج اس کا آخری پیپر تھا۔" سفینہ بے بسی سے بولی۔

"چلو یہ معاملہ بھی ختم ہوا۔ جان چھوٹی اس پڑھائی سے۔" اسے کہاں ان باتوں کی خبر ہوتی تھی۔ جو بچوں کی روٹی کی پروا نہیں کررہا تھا اسے ان کی پڑھائی کی فکر کہاں سے ہوتی۔

"نہیں ابا ابھی کہاں، ابھی تو مجھے آگے ایڈمیشن لینا ہے۔" فاطمہ ہمت کرکے بولی۔ کالج میں داخلے پہ شہباز کے واویلا مچانے کے باوجود سفینہ نے منت سماجت کرکے اسے خاموش کروادیا تھا۔ خوامخواہ کی حاکمیت تھی ورنہ حصہ تو اس کا دھیلے کا بھی نہیں تھا۔ نہ مالی اور نہ ہی اخلاقی۔ وہ تو الٹا ٹانگ کھینچنے والوں میں سے تھا لیکن کالج کے دو سالوں نے فاطمہ کو کافی حوصلہ دے دیا تھا۔

"کوئی ضرورت نہیں مزید پڑھنے کی بس میں نے سوچ لیا ہے اب اس کی شادی کرنی ہے۔" وہ یک دم سیدھا ہوگیا۔ فاطمہ نے کچھ کہنا چاہا پر سفینہ نے آنکھ کے اشارے سے منع کیا۔

"شادی تو کرنی ہے لیکن رشتہ کون سا دروازے پہ کھڑا ہے۔ جب تک کوئی مناسب رشتہ نہیں مل جاتا یہ پڑھتی رہے۔" مصلحت کا تقاضہ یہ تھا کہ بات بڑھنے نہ دی جائے۔ وہ نہیں چاہتی تھی قبل از وقت کسی بات کو لے کر گھر میں جنگ وجدل شروع ہوجائے۔

"لو بھئی پھر داد دو مجھے تمہارا یہ مسئلہ اس نکھٹو نے حل کردیا۔ رشتہ میرے پاس ہے بلکہ میں تو ہاں بھی کرآیا

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

ہوں۔ لڑکا دیکھا بھالا ہے اور جہیز میں ایک دمڑی نہیں چاہیئے بس دو کپڑوں میں بیاہ کرلے جائے گا ہماری شہزادی کو۔" اس نے ہاتھ پہ ہاتھ مار کر شاطرانہ انداز میں کہا اور پھر اپنی ہی بے تکی بات سے حظ اٹھاتا زور زور سے قہقہے لگانے لگا۔ ان دونوں نے ایک دوسرے کو دیکھا۔

"کون ہے وہ؟" سفینہ کی آواز خوف سے لرز رہی تھی جبکہ فاطمہ کا دل زور زور سے دھڑکنے لگا تھا۔

"ارے اپنا عارف، میرا جگری یار۔" الفاظ تھے یا آتش فشاں، سفینہ کا دل کانپ گیا تھا۔ فاطمہ سن سی رہ گئی جیسے پتھر ہوگئی ہو۔

"وہ جواری اس سے تم فاطمہ کا رشتہ طے کرکے آئے ہو۔" یہ پہلی بار تھا سفینہ بولی نہیں دھاڑی تھی۔

"ہاں تو کیا کمی ہے اس میں۔ لکھ پتی آدمی ہے۔ ساری زندگی عیش کرے گی عیش۔" شہباز پر تو جیسے کسی بھی بات کا کوئی اثر نہیں ہوتا تھا۔

"وہ بدقماش انسان جس کے اپنے پاؤں اس وقت قبر میں لٹک رہے ہیں اور جس کی بدنامی اور بدمعاشی کے قصے گلی گلی بکھرے ہیں، اس سے تم اپنی کم سن بیٹی کا بیاہ کرو گے؟" اس نے شرم دلانے کی ناکام کوشش کی پر وہ نہیں جانتی تھی شہباز شرم اور غیرت ہی جوئے میں ہار نہیں آیا اس کے ساتھ وہ اپنی جوان بیٹی بھی بیچ آیا ہے جسے داؤ پہ لگا کر اس نے عارف سے اپنا قرض بخشوایا تھا۔

"تیری بیٹی کے لیے کون سا شہزادے کا رشتہ آئے گا۔ اسی شہر محلے کا ہی ہوگا نہ کوئی تو پھر عارف کون سا برا ہے اور میری بات سن مرد اور گھوڑا کبھی بوڑھے نہیں ہوتے سمجھی۔" وہ پرلے درجے کا بے غیرت تھا، جو مرد اپنی بیوی کی عزت نہیں کرتا، اسے تحفظ فراہم نہیں کرسکتا وہ اپنی اولاد کی کیا خاک پروا کرے گا۔

"سمجھ گئی بہت اچھی طرح سمجھ گئی۔ یقیناً پیسوں کے بعد آج بیٹی کو بھی جوئے میں ہار آئے ہو تم۔" سفینہ کو آج پہلی بار اپنی غلطی کا احساس ہوا۔ اس نے خاموش ہوکر وقت گزارنا چاہا تھا۔ وہ یہی سمجھتی رہی کہ شہباز لاکھ برا سہی پر اس کے ہوتے کسی کی ہمت نہیں ان کی طرف میلی نگاہ سے دیکھنے کی پر وہ غلط تھی، اس کی قمار بازی کی بدولت آج اس کی اپنی اولاد سرِ بازار نیلام ہو رہی تھی۔

"زیادہ ٹر ٹر مت کر، اپنی اوقات میں رہ ورنہ دو ہاتھ ماروں گا وہاں گری ہوگی۔ میں فیصلہ کرچکا ہوں اس جمعرات کو فاطمہ کا نکاح عارف سے ہوگا اب اگر تو نے بکواس کی تو تیرا منہ توڑ دوں گا۔" اس نے حسب سابق ہاتھ اٹھا کر ڈرانا چاہا پر سفینہ ہوش میں آ گئی تھی۔

"یہ میری بیٹی ہے، میں نے اپنا خون پسینہ ایک کرکے پالا ہے اسے، پڑھایا لکھایا ہے۔ تمہاری عیاشیوں کی بھینٹ نہیں چڑھنے دوں گی میں۔" وہ اس کا گریبان تھام کر بولی تو شہباز نے اسے ایک جھٹکے سے پرے دھکیلا۔

فاطمہ اب تک تپائی پہ سر جھکائے بیٹھی تھی۔ اس کے سر پہ کھڑے وہ دونوں لڑ جھگڑ رہے تھے پر اس کی آنکھوں میں فقط نمی تھی۔ یہ آنسو نہیں وہ لہو تھا جو اس کے خوابوں کے قتلِ عام پہ بہہ رہا تھا۔

"ارے تو کیا جہیز میں لے کر آئی تھی۔ میری بھی تو کچھ لگتی ہے اور اولادیں ہی تو باپ کے کندھوں کا بوجھ ہلکا کرتی ہیں۔ اب چل ہٹ سامنے سے میرا موڈ مت خراب کر سخت نیند آرہی ہے۔" شہباز نے اپنی فطرت کے عین مطابق سفینہ کے دو ہاتھ جڑے۔ وہ چارپائی پہ جا گری۔ وہ خود انگڑائیاں لیتا کمرے میں جا گھسا لیکن اس پل ان دونوں کی نیند حرام کرگیا تھا۔

(باقی اگلے ماہ ان شاءاللہ)

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

انگوٹھا چھاپ

عائشہ تنویر

پرانے دور کی بات ہے ملک میں تعلیم کی شرح بہت کم تھی۔ (جو کہ نئے دور میں بھی مستقل مزاجی سے وہیں موجود ہے) لیکن اس دور میں اکثر لوگوں کو اپنا نام بھی لکھنا نہ آتا اور دستخط کی جگہ وہ شناختی کارڈ، چیک وغیرہ پر انگوٹھے کا نشان لگاتے۔ یوں جب کسی کو ان پڑھ بولنا ہوتا تو آرام سے انگوٹھا چھاپ بول دیا جاتا۔ خود ہم نے بچپن میں جتنی بار لکھنے میں غلطی کی، بہن سے یہ ہی سنا۔

''تم بس انگوٹھا چھاپ ہی رہنا۔'' یہ طعنہ ہمارے دل پر ایسا لگا کہ بہت محنت کر کے ہم کچھ پڑھے لکھے ہو ہی گئے۔ یعنی اپنا نام با آسانی پڑھ لیتے اور لکھ لیتے۔ اس سے زیادہ کی ہمیں ضرورت یوں نہ تھی کہ مملکت خداداد میں ہر وہ شخص جو کچھ لکھ پڑھ سکتا ہے خواندہ کہلاتا ہے۔ شاید حکومت کو بھی ہماری طرح ''کم شرح خواندگی'' کے طعنے اچھے نہیں لگتے تھے جو شرح خواندگی بڑھانے کا یہ تیز رفتار طریقہ دریافت کیا۔

بہر حال دستخط جو انگریزی کو پیارا ہو کر ''سائن'' کہلانے لگا ہے۔ آج کے دور کی اہم ضرورت ہے اس لیے چھوٹے چھوٹے بچے بھی اپنا نام لکھنا سیکھتے ہی انوکھے اور منفرد قسم کے سائن اپنے لیے ڈھونڈنے اور ان کی مشق کرنے لگ جاتے ہیں۔ اکثر کیسز میں تو نام لکھنا سیکھنا بھی ضروری نہیں ہوتا کہ جدید فیشن کے سائن کے لیے ضروری ہے کہ دو چار قوسیں آڑی ترچھی لکیریں یوں ڈالیں جائیں کہ آپ کا نام صیغہ راز رہ جائے۔ اپنے سائن منتخب کرنے اور انہیں پختہ کرنے کے لیے جتنی محنت نئی نسل کرتی ہے اگر اس سے آدھی بھی اپنی تعلیم کے لیے کر لے تو والدین کے سارے گلے شکوے دور ہو جائیں۔ بہر حال نئی نسل ہماری ''استاذ'' ہے سو اس کے بارے میں کچھ کہنا مناسب نہیں۔

بہر حال قصہ یہ ہوا کہ ہم گو کہ اتنے نئے بھی نہیں لیکن جدید فیشن اپنانے کے شوق میں بے حد محنت سے اپنا نام سیکھنے کے بعد جب ہم شناختی کارڈ بنوانے گئے تو ''نادرا'' والوں نے پھر بھی ہم سے انگوٹھے کا نشان ہی لیا۔

ہم نے بہتیرا اوویلا مچایا کہ ہم چاند ستاروں سے مزین عمدہ قسم کے دستخط کی مشق اس لیے نہیں کرتے رہے کہ آخر میں انگوٹھا چھاپ کہلائیں۔ لیکن ہمارا احتجاج انہوں نے یہ کہہ کر رد کر دیا کہ چاہے آپ اپنے دستخط میں پوری کہکشاں ٹانک لیں اور ڈگریوں کے نام پر اردو اور انگریزی کے تمام حروف تہجی لے آئیں۔ آپ کو انگوٹھے کا نشان بلکہ ہاتھ کی تمام انگلیوں کا نشان دینا ہی ہوگا۔ نادرا والے جب سے سرکار کے ملازم ہوئے ہیں عوام سے ان کا لہجہ بدل گیا ہے۔ اب بھی صاحب گفتگو کا درشت لہجہ سن کر دل تو چاہا کہ انگلیوں کے نشان ان کے چہرے پر دیئے جائیں لیکن چونکہ ہمیں اپنا پاکستانی شہری ہونے کا ثبوت درکار تھا سو صبر و برداشت کا مظاہرہ کرتے ان کی تمام ہدایات پر عمل کرتے رہے۔

انگوٹھے کی ضرورت ہم جان تو گئے تھے لیکن اس کی حقیقی قدر کا علم ہمیں ایک عدد موبائل فون کی ملکیت حاصل کرنے کے بعد ہوا۔ ایک ہاتھ میں پین پکڑے

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

بہت دھیان سے استاد کو دیکھتے' دوسرے ہاتھ کو نیچے کیے انگوٹھے سے تیزی سے کتنے ہی پیغام ہم نے بھیجے اور وصول کیے۔

کانوں میں ہینڈز فری ٹھونسے انگوٹھے سے موبائل ریڈیو کے چینل بدلتے' آواز کم کرتے' بڑھاتے ہم گویا لیکچرز پر سر دھنتے تھے۔ ہمارے انگوٹھے کی حرکات سے بے خبر اساتذہ ہمارے چہرے کے تاثرات دیکھتے اور پوری کلاس کو ہمارے تعلیمی ذوق وشوق کی مثالیں دیتے کہ جب بور ترین موضوعات پر پوری کلاس سو رہی ہوتی ہم ہنوز چاق وچوبند ہوتے۔

پھر سوشل میڈیا کا زمانہ آیا۔ اب بلاسبب سارا دن اپنے اکاؤنٹ کو دیکھنا۔ انگوٹھے سے اوپر نیچے اسکرول کرتے رہنا ہمارا فرض بن گیا۔ ٹوئیٹر' انسٹاگرام' فیس بک' پنٹرسٹ' لنکڈ ان کون سی سائیٹ تھی جو ہمارے چست و متحرک انگوٹھے تلے نہ آتی۔

کسی کا تبصرہ اچھا لگتا تو انگوٹھا کھڑا کر کے تعریف کرتے۔ زیادہ اچھا لگتا تو انگلی اور انگوٹھے سے بہترین کا اشارہ دیتے۔ کبھی انگوٹھے پر پھول لگاتے تو کبھی پٹی باندھ لیتے۔ کبھی انگوٹھا نیچا کر کے ٹھینگا دکھاتے۔

جو نام لوگ دن رات کی محنت کے بعد زمانے میں کماتے' وہ ہم نے دنوں میں کما لیا۔

ہم ہر جگہ سے دھڑا دھڑا یکٹو ممبر کے انعام وصول کرتے' کبھی فیس بک مقابلے جیتتے اور فخر سے سب کو دکھاتے' ہماری بہن جو صرف پڑھائی پر اپنا وقت ضائع کرنے کی عادی تھی۔ شرمندہ ہو کر رہ جاتی۔ اور تو اور ہم جو اپنی کم علمی کے باعث ہر جگہ شرمندہ ہوتے اب لیٹسٹ ٹرینڈ' وائرل پوسٹ کی بدولت ہر جگہ اپنی معلومات عامہ کا رعب جھاڑتے۔ لوگوں کے اچھے اچھے جملے اپنی گفتگو میں یوں شامل کرتے کہ خاندان بھر میں ہمارے انداز بیاں کے چرچے ہونے لگے۔

کبھی غلطی سے ہمارے ذہن میں یہ خیال آ جاتا کہ اگر انگوٹھا نہ ہوتا' تو ہم اس سوچ سے ہی لرز اٹھتے۔ انگوٹھا اتنا کثیرالاستعمال ہے اگر ہمارے بڑے جان لیتے تو اپنے انگوٹھا چھاپ ہونے پر کبھی شرمندہ نہ ہوتے۔

سوشل میڈیا پر اتنا وقت لگانے کا نتیجہ وہی نکلا جو نکلنا چاہیے تھا۔ پھر اپنے برے رزلٹ پر ڈانٹ پھٹکار کا کوئی اثر نہ لیتے ہوئے ہم نے اپنی ساری کتابیں بہن کے سامنے دھریں اور فخر سے اعلان کیا۔

''ہاں میں انگوٹھا چھاپ ہوں۔''

❀

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

سفید پوش

نمرہ فرقان

''رمضان کے بابرکت مہینے میں اپنے غریب بہن بھائیوں کو ہرگز نہ بھولیں۔'' شائستہ بستر پر بیٹھی ماہ رمضان کی خصوصی ٹرانسمیشن بڑے انہماک سے سننے میں مشغول تھی۔

''دیکھیں سارم کتنی اچھی باتیں بتارہے ہیں۔ ہمیں اپنے غریب بھائیوں کی مدد کرنی چاہیے۔ آپ کل ہی جاکر پاس والے مدرسے میں زکوٰۃ دے کرآیئے گا اور رات میں غریب بچوں کو کھانا بھی کھلا آیئے گا۔'' شائستہ نے قریب بیٹھے لیپ ٹاپ پر مصروف اپنے شوہر کو مشورہ دیتے ہوئے کہا۔

''ہم...... شائستہ کیوں نا ہم پڑوس میں صغریٰ بی بی کی بھی مدد کریں۔ آخر حقوق العباد بھی تو پورے کرنے چاہئیں، نا پرچون والے اسلم بھائی کہہ رہے تھے ان کے حالات کافی خراب ہیں اور......'' سارم نے ابھی اتنا کہا ہی تھا کہ شائستہ نے غصیلی نظروں سے اسے دیکھا اور سخت لہجے میں کہا۔

''بس کردیں سارم! آپ کو نہیں پتا ان دونوں ماں بیٹی کے ڈرامے۔ مسکین بن کر پیسے نکلوانے کی عادت ہے ان لوگوں کی۔ یاد نہیں ہے نصرت آنٹی نے کیسا پکڑا تھا ان کو چوری کرتے ہوئے۔''

''شائستہ! تم بھی کسی کی بھی بات مان لیتی ہو۔ خود سوچو اگر اس نے چوری کی ہوتی تو وہ لوگ ان حالوں میں ہوتے۔ وہ سفید پوش لوگ ہیں تم کیوں نہیں سمجھتی ہو۔ اپنا گھر چلانے کے لیے محنت کرتی تو ہیں اب اکیلی وہ ماں بیٹی اور کیا کریں۔ مہنگائی دیکھی ہے تم نے۔'' سارم نے قدرے نرم لہجے میں سمجھانے کی کوشش کی تو شائستہ منہ بسورے کھڑی ہوگئی۔

''سفید پوش...... میں کوئی مدد نہیں کرنے والی ایسے سفید پوشوں کی۔ آپ کی آنکھوں پر تو ہمدردی کی پٹی بندھی ہے۔ ہر وقت ان ماں بیٹی کی طرف داری۔ خیر میں کوئی بحث نہیں کرنا چاہتی۔ افطاری کی تیاری بھی کرنی ہے۔'' شائستہ یہ کہہ کر کچن میں چلی گئی مگر سارم کی باتیں کانٹوں کی طرح اس کے دل میں چبھ رہی تھیں۔ صغریٰ بی بی اور ان کی بیٹی کو محلے میں آئے چند مہینے ہی ہوئے تھے۔ صغریٰ بی بی تو اکثر بیمار ہی رہتی تھیں مگر ان کی بیٹی سارہ سلائی کڑھائی کرکے اپنے اجڑے گھر کو سنبھالنے کی کوششوں میں لگی رہتی تھی۔ محلے میں آئے چند دن ہوئے تھے کہ سارہ نے اپنے اچھے کام سے سب میں اپنا نام بنالیا لیکن جلد ہی یہ نام اس وقت خاک ہوگیا جب محلے کی سب سے مہذب گھرانے کی نصرت بیگم نے سارہ پر چوری کا الزام لگا کر اسے گھر سے نکال دیا تھا۔ سارا محلہ ہی سارہ کی اس حرکت پر حیران تھا کیونکہ وہ تو بہت اچھی اور سمجھدار لڑکی تھی۔ سب نے ہی آہستہ آہستہ سارہ کو کام دینا بند کردیا۔ رہی سہی کسر نصرت بیگم نے محلے بھر میں سارہ کی بے عزتی کرکے پوری کردی جس میں شائستہ نے بھی ان کا ساتھ دیا تھا۔ یہ سب یاد کرکے شائستہ کے ماتھے پر غصے اور مایوسی کے ملے جلے رنگ نمایاں ہونے لگے اور وہ زیر لب بڑبڑائی ''ہونہہ...... سفید پوش۔''

☆☆☆......☆☆☆

عید میں چند روز باقی تھے۔ شائستہ بے حد مسرور تھی کہ اس نے اس مہینے کے پرکیف لمحات کا بھرپور فائدہ اٹھایا ہے۔ یہی سوچتے ہوئے شائستہ صحن میں کھڑی رسی پر ٹنگے کپڑے اتار رہی تھی کہ سارم کی نئی شرٹ اڑ کر صغریٰ بی بی کے گھر جاگری۔ گھر پرانے طرز تعمیر کے تھے۔ دیواریں ملی ہونے کی وجہ سے اکثر کپڑے صغریٰ بی بی کے گھر جاگرتے تھے جنھیں ماسی اٹھا لاتی تھی۔ آج بھی کچھ ایسا ہی ہوا تھا۔

''ہائے اب یہ کون لائے گا؟ ماسی ہوتی تو اسی کو بھیج دیتی۔ اب ان چوروں کے گھر خود ہی جانا پڑے گا۔'' شائستہ نے بڑبڑاتے ہوئے کہا۔ وہ سر پر دوپٹہ ڈالے برابر والے گھر پہنچ گئی۔ دروازہ کھلا تھا جسے دیکھ کر شائستہ کافی حیران ہوئی۔ اس نے دروازہ کھٹکھٹایا مگر کوئی جواب نہ آیا۔ اس نے واپس لوٹ جانے میں ہی عافیت جانی۔ ابھی وہ پلٹی ہی تھی کہ صغریٰ بی بی کی آواز سن کر ٹھہر گئی۔

''سارہ! آج کچھ کھانے کو ہے یا آج بھی پانی سے روزہ

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

کھولنا پڑے گا۔“

”نہیں اماں! کچھ نہیں ہے۔ اب تو اسلم بھائی سے ادھار پر چیزیں لیتے شرم آتی ہے۔“ سارہ کی آواز بہت دور سے آتی محسوس ہو رہی تھی۔ شاید وہ کوئی سلائی کا کام کررہی تھی کیونکہ سلائی مشین کی آواز واضح طور پر سنی جاسکتی تھی۔

”ہائے برا ہو اس نصرت کا جس نے تجھ پر جھوٹا الزام لگا دیا۔ اچھا خاصا کام آتا تھا تیرے پاس وہ بھی نکل گیا۔“ صغریٰ بی بی کا یہ جملہ سن کے تو شائستہ کے پیروں تلے زمین نکل گئی۔

”جانے دے اماں۔ وہ رب ہے نا وہ ہے نا ہمارا سہارا وہ سب کرے گا۔“ سارہ کی آواز قریب آتی محسوس ہو رہی تھی شاید وہ دروازے کی جانب آرہی تھی۔ شائستہ گھبرا گئی اور شرٹ لیے بغیر ہی الٹے پاؤں واپس چلی آئی۔

شائستہ گھر واپس لوٹی تو خود کو عجیب کشمکش میں جکڑا پایا۔ افطاری میں بھی اس کا دھیان صغریٰ بی بی کی باتوں میں ہی الجھا رہا۔ اسے اپنی کہی سب باتیں یاد آنے لگیں۔ ”ہمم سفید پوش۔ ایسے سفید پوشوں کی مدد میں نہیں کرنے والی۔ اب ان چوروں کے گھر جانا پڑے گا۔“ پھر اسے سارم کی باتیں یاد آنے لگیں۔

”آخر حقوق العباد بھی تو پورے کرنے چاہئیں۔ شائستہ! تم بھی ناں کسی کی بھی بات مان لیتی ہو۔ خود سوچو اگر اس نے چوری کی ہوتی تو وہ لوگ ان حالوں میں ہوتے۔“ دھیان بٹانے کی غرض سے اس نے ٹی وی آن کرلیا۔ ”رسول اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام مجھے ہمیشہ پڑوسیوں کے حقوق کے بارے میں بتاتے یہاں تک کہ مجھے خیال ہونے لگا کہ عنقریب پڑوسی کو اپنے پڑوسی کا وارث ٹھہرادیں گے۔“ ایک اور حدیث میں آپ ﷺ فرماتے ہیں۔ ”وہ شخص کامل درجے کا مسلمان نہیں جو خود پیٹ بھر کر کھائے اور اس کا پڑوسی بھوکا رہے۔“ رمضان المبارک کی نشریات میں آج پڑوسیوں کے حقوق کی بات ہو رہی تھی۔ شائستہ گھبرا گئی۔ صغریٰ بی بی اور سارہ کی آوازیں اس کے کانوں میں گونجنے لگی۔ ”سارہ کچھ کھانے کو ہے یا آج بھی پانی سے روزہ کھولنا پڑے گا۔“

”اماں! وہ رب ہے نا ہمارا سہارا وہ سب کرے گا۔“ اسے یاد آنے لگا کہ کیسے اس نے نصرت بیگم کے ساتھ مل کر سارہ کے سب کام بند کروائے تھے۔ وہ اٹھی اور جانماز بچھا کر اپنے رب کے آگے سجدہ ریز ہوگئی۔ ندامت کے آنسو تھم ہی نہیں رہے تھے۔ اس نے سچے دل سے رب سے معافی مانگی اور نماز ادا کی۔

کمرے میں لوٹی تو سارم نے پوچھا۔ ”خیریت ہے نا طبیعت ٹھیک ہے افطاری میں بھی تم کچھ پریشان تھی۔ کیا بات ہے؟“ شائستہ کے چہرے پر سکون کے آثار نمایاں تھے۔ اس نے مسکرا کر کہا۔

”جی اب سب ٹھیک ہے۔ میں ذرا صغریٰ بی بی کے گھر کھانا اور کچھ پیسے دے کر آئی ہوں۔ میرے کچھ کپڑے بھی رکھیں ہیں وہ بھی دے دوں گی۔ عید کی خوشی پر تو سب کا یکساں حق ہے نا۔“ سارم حیران ہو کر بولا۔

”ہیں...... ان کے گھر اور تم۔“

شائستہ مسکرا کر بولی۔ ”جی انہی سفید پوش لوگوں کے گھر۔“ شائستہ کو یوں لگا تھا جیسے اسے ہدایت مل گئی ہو۔ وہ ایک عجیب سی خوشی کو اپنے اندر اترتا محسوس کررہی تھی۔

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

سیر راہ مشکل نہیں

مصباح مسکان

''سورج نے آنکھیں دکھائیں تو بادلوں نے آسمانوں پر ہنگامی اجلاس بلالیا۔'' نیوز کاسٹر مسکراتے ہوئے موسم کی صورت حال سے آگاہ کررہی تھی۔

''اے بہن تو اچھا ہے نا' ذرا موسم ہی اچھا ہوجائے گا۔ سورج تو سوا نیزے پر رہتا ہے آج کل' مزید برایہ بجلی والے کرتے ہیں' منٹ میں بجلی بند' نجانے بٹنوں کے پاس ہی کرسی ڈالے بیٹھے رہتے ہیں اور پھر باقی رہی سہی کسر اس کم بخت مہنگائی نے پوری کردی ہے' تپا کے رکھ دیا ہے' بندہ کرے بھی تو کیا کرے۔'' امی نے خبر سنتے ہوئے افسوس سے تبصرہ کیا۔

''امی بجٹ کو بھول گئیں کیا؟'' صحن میں کپڑے دھوتی مشعل نے باہر سے یاددہانی کروائی تو امی نے ٹھنڈی آہ بھری۔

''ہائے بیٹا' ایسے صدمے بھی کبھی بھولا کرتے ہیں' اللہ نیک ہدایت دے ہمارے حکمرانوں کو' غریب کی دو وقت کی دال روٹی بھی مشکل کردی ہے۔'' امی نے تاسف سے کہا۔

''امی' شاید ان کا غربت ختم کرنے کا یہ فارمولا ہے کہ مہنگائی بڑھاؤ' سارے غریب مرجائیں تو غربت بھی ختم ہوجائے گی۔'' آئمہ نے بھی گفتگو میں حصہ لیا تو مشعل ہنسی۔

''بیٹا.....ایسی سوچ والوں کو تو اللہ جہنم میں ڈالے گا' بس دعا کیا کرو کہ اللہ پاک ہمارے وطن پر اپنا کرم کرے اور ان حکمرانوں کو تھوڑی عقل دے کہ یہ آپس میں الجھ کر دنیا کو تماشہ دکھانے کی بجائے اکٹھے ہوکر دشمنوں کی سازشوں کا مقابلہ کریں۔'' امی نے دعا کی تو ان دونوں نے بھی زیرلب آمین کہا۔

❁......❁......❁

مشعل کپڑے سوکھنے کے لیے ڈال رہی تھی' اس نے دوپٹہ گیلا کرکے سر پر رکھا ہوا تھا جب آئمہ باقی کپڑے لے کر چھت پر آئی اور انہیں دیوار پر رکھ کر خود بھی ان پر سر گرالیا۔

''مشعل' شدید گرمی سے میں بے ہوش ہوگئی ہوں۔'' آئمہ نے آنکھیں بند کرکے مشعل کو مخاطب کیا۔

''ٹھہرو ذرا' میں ابھی تمہیں ہوش میں لاتی ہوں۔'' مشعل چادر دیوار پر پھیلاتے ہوئے بولی تو آئمہ ہنسی۔

''بریکنگ نیوز' جہلم شہر کے رہائشی علاقے میں ایک کم سن لڑکی چھت پر کپڑے پھیلاتے ہوئے گرمی کی شدت سے بے ہوش ہوگئی۔'' آئمہ نے پُرجوش آواز میں بریکنگ نیوز سنائی تو مشعل نے اسے گھورا۔

''متاثرہ کے لواحقین اس حادثے سے انجان دبے خبر پڑے سو رہے ہیں۔'' اس نے مزید گل فشانی کی۔

''متاثرہ بے ہوش ہوکر بھی اتنی بکواس کررہی ہے اس کا علاج یہی ہے کہ اسے چھت پر ہی لٹادیا جائے۔'' مشعل نے اس کے قریب آکر اس کے اوپر پانی چھینکتے ہوئے کہا تو اس نے اٹھ کر اسے گھورا۔

''جلدی سے کام کرو مس ڈرامہ' یہاں کھڑی کپڑوں کے ساتھ تم بھی سوکھ جاؤ گی۔'' مشعل نے اس کا کندھا ہلایا تو وہ منمناتے ہوئے سیدھی ہوئی۔

''امی جی' اتنی گرمی میں روزے کیسے رکھیں گے؟'' آئمہ نے کپڑے پھیلاتے ہوئے دہائی دی۔

''بیٹا جی' جیسے پچھلے رمضان میں رکھے تھے۔'' مشعل نے جواب دیا تو آئمہ نے لمبی آہ بھری۔

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

''پتا ہے آئمہ...... سامنے والی آنٹی اس سال بھی رمضان پیکیج دے رہی ہیں۔'' مشعل نے اچانک اسے نئی خبر سنائی۔

''کتنا خیال ہے انہیں غریبوں کا ورنہ آج کے دور میں کون اپنے علاوہ کسی اور کا سوچتا ہے۔'' آئمہ نے کہا تو اس نے تائید میں سر ہلایا۔

''دیکھو ناضرورت مندوں کی مدد کرتی ہیں' اسی لیے تو ماشاء اللہ ان کے رزق میں اتنی برکت ہے۔ ہر سال رمضان میں غریبوں کا حصہ نکالتی ہیں۔'' مشعل نے بھی آنٹی کی تعریف کی۔

رضیہ بیگم بیرون ملک مقیم تھیں' دو تین سال بعد ضرور چکر لگاتی تھیں۔ رمضان کے لیے انہوں نے ضرورت مندوں کی مدد کے لیے رمضان پیکیج شروع کیا تھا' ہر سال وہ باقاعدگی سے رمضان پیکیج کے لیے پیسے بھجواتی تھیں اس سال وہ خود آئی ہوئی تھیں۔

❁......❁......❁

''توبہ ان لوگوں کو ذرا بھی اللہ کا خوف نہیں' ہر جگہ جائیدادیں بنا رکھی ہیں' بندہ پوچھے کہ اتنا پیسہ کیا قبر میں لے کر جاؤ گے۔ ادھر غریب بھوک سے مر رہے ہیں اور ان کے اپنے ہی ڈرامے ختم نہیں ہو رہے۔'' دردانہ خاتون اپنی ہمسائی عالیہ بیگ کو نواسی کی مبارک باد دینے گئی تھیں' جب خبریں دیکھتے ہوئے عالیہ بیگم نے خفگی سے تبصرہ کیا۔

''بس ہم لوگ تو بہتری کی دعا ہی کر سکتے ہیں۔'' دردانہ خاتون نے تاسف سے کہا تو عالیہ بیگم نے تائید میں سر ہلایا۔

''مما...... باہر کوثر بی بی آئی ہیں۔'' عالیہ بیگم کی چھوٹی بیٹی نے آ کر بتایا تو عالیہ بیگم کے چہرے کے زاویے بگڑ گئے۔

''اس سے کہو میں گھر پر نہیں ہوں' آ جاتی ہے بار بار' بڑی ہی ڈھیٹ عورت ہے جتنا مرضی ٹال لو اثر ہی نہیں ہوتا اسے۔'' عالیہ نے نخوت سے کہا۔

''میری بہو کہتی ہے کہ مما ان لوگوں کی مدد کرنے کا کیا فائدہ نماز' روزہ تو کرتے نہیں پھر تقریباً سارا محلہ ہی اسے دیتا ہے پھر بھی آنکھیں نہیں بھرتیں اس عورت کی اور ویسے بھی بہن' سچ پوچھو تو اس بار بالکل بھی گنجائش نہیں ہے فالتو دینے دلانے کی۔ کل کرن کی منگنی ہے ہال' سجاوٹ' کھانا' مووی' سب کے کپڑے ملا کر تقریباً ساٹھ ہزار سے اوپر تو لگ ہی گئے ہیں۔ ابھی کل پارلر سے تیار ہونا ہے سب نے' اسی میں بھی بیس پچیس ہزار تو لگ ہی جانے ہیں پھر آگے رمضان آ رہا ہے۔ بچے کہہ رہے تھے کہ اس بار گرمیوں میں مری' ناران' کاغان کی طرف جائیں گے' ادھر بھی کافی خرچہ ہو جائے گا۔ میرا تو خرچے کا سوچ سوچ کر ہی سر درد کرنے لگتا ہے۔'' عالیہ بیگم بیوہ کی مدد نہ کرنے کا عذر تفصیل سے بیان کر رہی تھیں۔

''تو پھر اس رمضان میں بیٹی کے گھر نہیں جائیں گی' اب تو نواسی بھی آ گئی ہے۔'' دردانہ نے پوچھا کیونکہ عالیہ بیگم ہر سال رمضان کا پہلا عشرہ بیٹی کے سسرال میں

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

گزارتی تھیں۔

''نواسی کو تو اسکائپ پر ہی دیکھ لیا تھا دل بھر گیا' اگر نواسہ ہوتا تو میں ابھی تک وہاں ہوتی خیر...... اس کی جو ساس ہے نا' اسے میری شکل دیکھتے ہی اپنے غریب' فقیر رشتہ دار یاد آ جاتے ہیں۔'' عالیہ بیگم کے عجیب سے انداز اور لب و لہجے پر دردانہ خاتون نے حیرت و پریشانی سے انہیں دیکھا۔

''خدانخواستہ نواسی نہ ہوئی کوئی دشمن ہوگئی۔ والدین کے لیے سب بچے برابر ہوتے ہیں چاہے بیٹی ہو یا بیٹا پھر اولاد کی اولاد تو ان سے بھی زیادہ عزیز ہوتی ہے' یہ نواسہ' نواسی' پوتا پوتی کا فرق کہاں سے آ گیا۔'' غریبوں کے نام پر جس طرح عالیہ بیگم کا لہجہ حقارت آمیز ہوا' دردانہ خاتون نے استغفار کی۔

''سنا ہے رضیہ بیگم اس بار بھی رمضان پیکیج دے رہی ہیں۔'' عالیہ بیگم نے سوال کیا تو دردانہ خاتون نے اثبات میں سر ہلایا۔

''بھئی ہم بھی بہت دیتے دلاتے ہیں مگر اس طرح سب کو بتاتے نہیں...... ویسے بھی ان غریب لوگوں کی تو شکلوں سے پتا چل جاتا ہے کہ کون کتنا ضرورت مند ہے۔ ان میں سے زیادہ تر جان بوجھ کر مسکین صورتیں بنا کر مانگنے آ جاتے ہیں۔ نہ نماز پڑھتے ہیں' نہ روزے رکھتے ہیں بس ہر کسی کو اپنی بیماریاں اور مشکلیں گنوا کر پیسے بٹورنا تو ان کا بائیں ہاتھ کا کھیل ہے۔'' عالیہ بیگم اپنے مخصوص طنزیہ انداز میں بول رہی تھیں۔ ''ویسے بھی یہ باہر کے لوگ روزے تو رکھتے نہیں اس لیے غریبوں کو کھلا کے یہ ظاہر کرتے ہیں کہ ہم تو بڑے ہی سخی ہیں' بڑا ہی کھلا دل ہے ہمارا' بھئی ہر کوئی اپنی گنجائش کے مطابق ہی دیتا ہے نا۔'' عالیہ بیگم کی تو طنزیہ تقریر شاید ہی ختم ہوتی' دردانہ خاتون کچھ دیر مزید بمشکل بیٹھیں اور پھر اجازت لے کر اٹھ کھڑی ہوئیں۔

عالیہ بیگم اپنے دفاع کے لیے رضیہ بیگم کے جذبۂ خدمت خلق کو اور ہی رنگ دے رہی تھیں۔ ان سے زیادہ رضیہ بیگم کی فیملی سے دردانہ خاتون واقف تھیں۔ جس طرح وہ خود صوم صلوٰۃ کی پابند تھیں ویسے ہی ان کے بچے اور آگے سے ان کے بچے بھی نیک اور صوم صلوٰۃ کے پابند تھے جبکہ عالیہ بیگم کی بیٹیاں اور بیٹے تو برائے نام ہی نماز پڑھتے تھے۔ روزہ تو کبھی کبھار کی بات ہے مگر بات یہ ہے کہ دوسروں پر انگلی اٹھانا آسان ہوتا ہے بجائے خود پر تنقید کرنے کے' عالیہ کے دروازے کے دائیں طرف سفید چادر میں لپٹی بیٹھی کمزور سی عورت کو دردانہ خاتون فوراً پہچان گئیں۔

''ارے کوثر بی بی...... آپ یہاں؟'' وہ فکر مندی سے ان کی طرف بڑھیں' کوثر بی بی ان کی بیٹی کے سسرالی محلے میں رہتی تھیں' بے چاری بڑی ہی دکھی اور مفلس تھیں۔

دردانہ خاتون کو رضیہ بیگم کا خیال آیا تو کوثر بی بی کو لیے رضیہ بیگم کے گھر چلی آئیں۔ وہ بڑے پیار اور خلوص سے ملیں' دردانہ خاتون نے انہیں بتایا کہ کوثر بی بی بیوہ ہیں' ایک ہی بیٹی تھی' شادی کے بعد اس کے ہاں جڑواں بیٹیاں ہوئیں تو شوہر نے اسی روز طلاق دے کر گھر سے نکال دیا۔ اس صدمے کو ان کی بیٹی برداشت نہ کر سکی اور کچھ دنوں میں انتقال کر گئی تب سے اب تک چھ سال ہوگئے یہ لوگوں کے گھروں میں کام کر کے نواسیوں کو پال رہی ہیں۔ کوثر بی بی کا دکھ سن کر رضیہ بیگم کی آنکھیں نم ہوگئیں وہ اٹھ کر کوثر بی بی کے پاس بیٹھ گئیں۔

''دردانہ بہن...... آپ نے مجھے پہلے کیوں نہیں بتایا' ایسے ہی کوثر بہن کو عالیہ بیگم جیسے لوگوں کے آگے ہاتھ پھیلانا پڑا۔'' رضیہ بیگم فکر مندی سے کہا۔

''یہ دراصل میری بیٹی نرگس کے سسرال کی طرف رہتی ہیں' اس کی شادی کو ابھی ایک ماہ ہوا ہے' یہ تو کچھ دن پہلے میں اس سے ملنے گئی تو وہاں میری کوثر بی بی سے ملاقات ہوئی تھی۔'' دردانہ خاتون نے واضح کیا تو رضیہ بیگم نے مسکرا کر انہیں دیکھا۔

''بس کوثر بہن' اب آپ کو کہیں اور جانے کی

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

ضرورت نہیں' آج سے آپ کا سارا خرچ میں اٹھاؤں گی۔ بچیوں کی پڑھائی' آپ کا علاج سب' آپ کو پریشان ہونے کی بالکل بھی ضرورت نہیں' ٹھیک ہے۔'' رضیہ بیگم نے پُرخلوص مسکراہٹ کے ساتھ انہیں بتایا تو ان کی آنکھیں نم ہوگئیں۔

''اللہ آپ کو خوش رکھے' آپ کے بچوں کو سلامت رکھے آپ کا یہ احسان میں مرتے دم تک یاد رکھوں گی بی بی جی' اللہ پاک آپ کے رزق میں مزید برکت دے۔'' کوثر بی بی روتے ہوئے بول رہی تھیں' رضیہ بیگم نے مسکراتے ہوئے ان کے آنسو پونچھے اور انہیں تسلی دی۔

رضیہ بیگم اردگرد کے ضرورت مند گھرانوں کو رمضان پیکیج دیتی تھیں' ان کے جاننے والوں کے ریفرنس سے بھی بہت سے مستحق لوگ اس رمضان پیکیج سے مستفید ہورہے تھے۔ وہ ہر مستحق فیملی کو افراد کے حساب سے ضرورت کی اشیاء اور کچھ نقد رقم دیتی تھیں' زکوٰۃ' فطرانہ الگ اور یہ رمضان میں امداد الگ تھی۔

❁......❁......❁

دردانہ خاتون وہاں سے گھر آئیں تو بہت خوش تھیں کہ آج ان کے وسیلے سے کوثر بی بی جیسی مستحق خاتون کی مدد ہوگئی۔ اللہ نے ان کو اس نیک کام کے لیے وسیلہ بنایا۔ اس دنیا میں جہاں عالیہ بیگم جیسے بے حس لوگ پھیلے ہوئے ہیں وہیں رضیہ بیگم جیسے نیک دل اور انسانیت کے ہمدرد بھی موجود ہیں۔

''عالیہ بیگم کے پاس دنیا دکھاوے کے لیے منگنی جیسی چھوٹی سی رسم پر خرچ کرنے کے لیے تو ہزاروں روپے تھے مگر ایک بیوہ ضرورت مند کی مدد کے لیے گنجائش نہیں تھی۔'' دردانہ خاتون نے مشعل سے ذکر کیا تو اسے عالیہ بیگم پر بہت غصہ آیا۔

''جس کا جتنا ظرف ہوتا ہے وہ اتنا ہی دکھاتا ہے بیٹا۔'' امی نے اس کے غصے کے جواب میں سمجھایا۔

''امی کاش کہ سب دولت والوں کی سوچ رضیہ آنٹی جیسی ہوجائے تو کوئی غریب غربت کی وجہ سے خودکشی نہ کرے۔'' مشعل نے حسرت سے کہا۔

''زیادہ نہیں تو کم ازکم ایک ایک فیملی کی ہی ذمہ داری اٹھالیں یہ لوگ تو ان سفید پوش لوگوں کا کتنا بوجھ کم ہوجائے جو ضرورت کے باوجود سوال نہیں کرتے۔'' آئمہ نے بھی رائے دی تو دردانہ خاتون نے اپنی سمجھ دار بیٹیوں کو پیار سے دیکھا۔

''بس بیٹا دعا کیا کرو کہ اللہ دولت والوں کے دلوں کو وسیع کردے تاکہ غریبوں کے دکھ کم ہوں' ان کی زندگیاں آسان ہوجائیں۔'' دردانہ خاتون نے خلوص دل سے دعا کی' وہ بھی اپنی استطاعت کے مطابق ضرورت مندوں کی مدد کرتی تھیں۔

بات صرف اتنی سی ہے کہ اس ظالم مہنگائی کے دور میں اگر صاحب استطاعت لوگ خود پرستی کے خول سے نکل کر کسی بھی ذاتی مفاد یا دنیاوی نمود و نمائش کے بغیر ذمہ داری کا احساس کرتے ہوئے اپنی اپنی جگہ انفرادی طور پر ضرورت مندوں کی تھوڑی تھوڑی امداد کردیں تو کتنوں کا بھلا ہوجائے گا' کتنوں کی مشکلات کم ہوجائیں گی۔

ہر شخص اللہ کی خوشنودی کی سوچ رکھ کر ایسا نیک قدم اٹھائے تو غربت کے اندھیرے خوش حالی کے اجالوں میں بدل جائیں گے۔ بات صرف پُرخلوص سوچ رکھ کر پہلا قدم اٹھانے کی ہے' چراغ سے چراغ خود ہی جلتے جائیں گے' ذرا قدم اٹھا کے تو دیکھیں یہ راہ مشکل نہیں۔

❁

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

مزنہ سید

انسان برسوں سے اپنی پہچان اور شناخت کی تلاش میں ہے کبھی وہ اپنے آپ کو بن مانس کی نسل سمجھتا ہے تو کبھی کسی بھی مذہب سے منسلک ہو کر کھوج میں لگ جاتا ہے تو کبھی اپنے وجود میں گم رہنا پسند کرتا ہے کہ میں ہی ہوں اور کوئی نہیں۔ لیکن اس کی اضطرابی زندگی میں اسے کسی ہستی کی موجدگی کا احساس دلاتی رہتی ہے جیسے کبھی وہ محسوس کر لیتا ہے تو کبھی نظر انداز بالکل ایسے ہی جیسے کبھی جی لیتا ہے تو کبھی گزار لیتا ہے کسی کا احساس ہی تو زندگی ہے انسان خاص کیوں ہے کیونکہ وہ عقل و دانائی رکھتا ہے اور عام کیوں ہے کیونکہ وہ کچڑ نما مٹی کے لوتھڑے سے بنا ہے ایک ہی انسان جتنا خاص ہے اتنا ہی عام بھی۔ لیکن افسوس وہ اپنی خاصیت پر تو غرور کرتا ہے لیکن اپنے ہی وجود کے ادنا پن کو بھول جاتا ہے اگر ہم دانائی کا پیمانہ لگانے بیٹھیں تو ہمیں وہ لامحدود سی نظر آتی ہے جیسے سب کچھ انسانی اختیار میں ہو لیکن جب حقیقت میں اس دانائی کو جانچنے بیٹھتے ہیں تو بہت محدود معلوم ہوتی ہے جو ایسی دنیا کے کسی کونے سے گھومتی ہوئی اسی کے آس پاس کہیں ختم ہو جاتی ہے انسان اپنی تعلیم کی بنیاد پر تو چاند پر پہنچ گیا ہے مگر پھر بھی اس کی سوچ اس زمین تک ہی رہتی ہے اپنے ہی ہاتھوں بت تراش کر اسے پوجتا ہے بے جان چیز اور مردہ انسان کے آگے کھڑا ہو کر گڑگڑانا اور مانگنا اس کی عقل مندی اور دانائی کے ثبوتوں پر پانی پھیر دیتا ہے اس کو جو عقل اور شعور اس رب العلمین نے عطا کیا ہے وہ اس ہر جگہ اس کا استعمال کرتا ہے لیکن سوائے اس معاملہ کے جس میں اس کے اپنے وجود کی بنیاد پوشیدہ ہے وہ اس کو سب سے زیادہ کم عقلی کے ساتھ ایسے نظر انداز کر دیتا ہے جیسے بڑی ہی غیر اہم ہو اس طرح وہ اس ذات کو نہیں بلکہ اپنے ہی وجود کو جھٹلا دیتا ہے جہاں بنیادیں ہی کھوکھلی ہو جائیں تو ان پر رکھی عمارتیں بھی زیادہ دیر قائم نہیں رہتی اور لرزتے کانپتے ڈھے جاتی ہیں پھر تاریخ ان کی باقیات کو نشانِ عبرت کے طور پر یاد رکھتی ہے انسانی جسم اور اس میں موجود روح ہی اس اعلیٰ اور برتر ذات کو سمجھنے کے لیے بہت ہے مگر صرف اس کے لیے جو سمجھنا چاہے ورنہ ساری کائنات اور اس کا ایک مستحکم اور بالادست نظام بھی کسی نا سمجھنے والے کو سمجھا نہیں سکتا۔

ایک مسلمان یعنی وہ شخص جو اللہ کو ایک مانتا ہے بغیر کسی شرک کے اس ذات کو اس کی تمام تر برتری اور شان کے ساتھ اعلیٰ اور برتر سمجھتا ہے اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھراتا اس ہستی کی دانائی اور حکمت اور حکم کے آگے سر تسلیم خم کرتا ہے جو آس لگاتا اور امید رکھتا ہے بھروسہ کرتا ہے اور یقین رکھتا ہے اس ذات پر اس ہستی پر اس کے وجود کی واحدانیت پر یہ ہے ایک مسلمان کی شان اس کا وقار اس کی خاصیت اس کا اہم ہونا جو ایسے دنیا میں موجود لوگوں سے مختلف اور اہم بناتا ہے وہ اس اللہ کو ایک مانتا ہے یہ دنیا اور اس کے بڑے سے بڑے پیروکار بھی آپ کو بہترین انصاف پسند تصور کرتا ہے جس نے اس دنیا میں ایک بہترین معاشرے کی بنیاد رکھی اور اس طریقے سے عمل پیرا ہو کر دیکھایا کہ تمام انسان اس پر آسانی کے ساتھ عمل پیرا ہو سکیں یہ دنیا ان کے وجود سے انکار نہیں کرتی لیکن ان کی تعلیمات کو صحیح تسلیم کرنے اور ماننے کے باوجود عمل کرنے سے انکار کرتی ہے آخر کیوں کیونکہ وہ اس کے پیروکار اور اس پر عمل کرنے والوں کو دیکھتی ہے جو خود اپنی بنیاد چھوڑ کر غیروں کو اپنانے میں لگے ہوئے ہیں ہم اپنی بنیاد جو ہماری شان اور وقار کا باعث ہیں اس کے بجائے دوسروں کی بنیادوں کو اپنانے میں لگے ہوئے ہیں جو خود معاشرتی اطوار سے ان لوگوں کی تنزلی کا باعث ہے جس کا اطراف وہ کئی بار کر چکے ہیں ہمارے پاس تو وہ کتاب ہے جو حق اور سچ کی گواہی دیتی ہے جس کے اندر ایسی تاثیر اور کشش ہے جو اپنے پڑھنے والے کو جیسے اپنے اندر سمو لیتی ہے اس کو جو دل سے ایسے پڑھنا اور سمجھنا چاہے یہ وہ باتیں ہیں جو ایسے بہت مختلف بناتی ہے بہت خاص بہت اہم جو اپنے پڑھنے والے کو بے حساب فائدہ پہنچاتی نہ صرف علمی بلکہ روحانی بھی جو دل کی تسکین اور ذہنی سکون کا باعث ہے اور وہ تعلیمات بھی جو معاشرتی اقدار کو مضبوط اور پائیدار بناتی ہے کیا ہے ایسی کوئی کتاب اس دنیا میں جو اتنے سارے نفع دے سکے اپنے پڑھنے والے کو بھی اور اس پر عمل کرنے والے کو بھی جو ایک عام آدمی بھی کھوجنے بیٹھے تو ایسے لاکھ جتن کرنے کے باوجود یہ عام کتابوں میں نہیں ملے گی کیونکہ یہ تو خاصیت ہے صرف قرآن پاک کی۔

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

جیسا میں نے دیکھا

رفاقت جاوید

شیشے کا گھر

پروین کو خوب صورت چیزیں، سلیقے و قرینے سے آراستہ گھر، پھولوں سے بھری ہوئی کیاریاں، نرگس، موتیا، گلاب، چنبیلی اور رات کی رانی کی مہکار اور وسیع و عریض سرسبز ویلوٹ کی مانند لان بہت پسند تھے، گھر کی اونچی دیواریں اور گیٹ پر باوردی گارڈ اسے تحفظ اور پردے کا احساس دلایا کرتا تھا لیکن وہ یہ نہیں جانتی تھی کہ اس نے اپنے لیے ایک چھوٹے سے شیشے کے گھر کا انتخاب خوشبو کی پزیرائی کے ساتھ ہی کرلیا تھا اور اس گھر کے گرد و پیش ایک ہجوم تھا جو اس کی ایک ایک حرکت پر نظریں جمائے بیٹھا تھا اس بھیڑ میں اس کے اپنے کولیگز، سینئر افسران، دوست احباب اور رشتہ دار سرفہرست تھے بدقسمتی سے وہ بے خبر اپنی ہی سحر انگیز دنیا میں گم تھی شیشے کے گھر میں ہر منظر دنیا والوں کے سامنے تھا منفرد شاعری، انداز بیاں نیا اور سمت بھی نئی طویل سفر شروع ہوچکا تھا وصل و فراق یار میں انتظار کی جان لیوا گھڑیاں اور محبت، عشق اور دیوانگی کے ان گنت رنگوں کا دور دورہ تھا شعر گوئی کا سلسلہ جاری و ساری تھا نہ جھجک نہ حجاب نہ خوف و خطر تھا اس قید تنہائی میں بھی زندگی سے محبت اور امیدیں وابستہ تھیں کیونکہ کچی ناپختہ اور ناتجربہ کار عمر کے جذبے جوان تھے۔

تنہائی کی مسافر مگر اپنی ذات کے خزانوں پر شان بے نیازی سے براجمان تھی شاداں و فرحاں اپنے مقصد حیات پر قائم و دائم تھی کہ اس کی ہر ادا ہر حرکت پر اعتراض ہونے لگا مشرقی روایات و اقدار کے ٹھیکے داروں نے شیشے کے گھر کو توڑ کر اسے سنگلاخ آہنی قلعے میں مقید کرنا چاہا تاکہ نئی نسل کے جواں خون میں جو حدت سماگئی ہے اور دلوں میں آزادی نسواں نے جو ہلچل مچادی ہے اس پر بروقت قابو پالیا جائے اور اس کے قلم کو توڑ دیا جائے، اس کے رومانی شعروں کو مٹادیا جائے لیکن عزم، بلند حوصلے، جوش و ولولے کم نہ ہوسکے اس نے اپنے لیے شیشے کے گھر کو ہی مقدم سمجھا اب وہ ایک باشعور عورت تھی اس معاشرے کی برائیوں اور خامیوں سے بخوبی واقف تھی وہ منافقت، جھوٹ اور فریب کاری کا حصہ بننا نہیں چاہتی تھی اس کی نظر میں مرد اور عورت برابر تھے دونوں کو تمام صلاحیتیں بھی انصاف کے ترازو میں تول کر بخشی گئی تھیں دونوں اشرف المخلوقات کے زمرے میں آتے تھے وہ مرد کے پیچھے نہیں اس کے شانہ بشانہ چلنے کو اپنا حق تصور کرتی تھی وہ مرد کی محتاجی میں رہ کر اپنی زندگی کا زیاں کرنے کو ظلم و ستم سے تشبیہ دینے والی لڑکی اس معاشرے میں قابل قبول کیسے ہوسکتی تھی، معاشرہ کیا ہے اس میں عورت کے کردار کو مانا ہی نہیں جاتا اس کے رول کو حقیر اور کم تر تصور کیا جاتا ہے۔

معاشرے کا دوسرا نام مرد ہے جو عورت کو سر اٹھا کر چلنے، آنکھ میں آنکھ ڈال کر بات کرنے اور اپنے علم و ہنر سے برتر ہونے کی اجازت نہیں دیتا، مسئلہ انا کا ہے یقینی احساس برتری کو چیلنج کرنے کا خوف کتنے افسوس کی بات ہے کہ اسی معاشرے نے اس کی ذہانت، شہرت اور نام و نمود کو بے راہ روی، بدکرداری، بے حیائی اور بے باکی کا نام دے کر اس کی پاکیزگی پر خوب کیچڑ اچھالا، مشہور اور نامور لوگوں کی تقدیر کی تختی پر یہ تمام خطابات و القابات لکھ دیے جاتے ہیں پروین کو اس کی خبر نہ تھی وہ اس قدر حساس لڑکی تھی کہ خود پر لگے ہوئے الزامات کو فراموش کرنے میں ناکام رہی کم عمری میں درپیش آنے والے مسائل کی شوریدگی اور درشتگی نے اسے اپنی عمر سے بہت بڑا کردیا تھا اس کے اندر موجزن حسرتیں اور تمنائیں اسے تڑپا دیتیں، وہ تنہا خود کو سمجھاتی کہ وہ ہار نہیں مانے گی اس کی مثبت سوچیں اس کی قوت آشفتہ کو بحال کرتیں اور وہ تخلیق کی دنیا میں پہنچ جاتی، نئے عزم اور مستحکم ارادے سے دنیا کا مقابلہ کرنے کے لیے کمربستہ ہوجایا کرتی تھی۔ بے ضرر ایسی کہ دکھ و اذیت دینے والوں کے لیے ہمیشہ ناشائستہ اور نازیبا الفاظ کا استعمال کرنے سے گریز کیا کرتی تھی شکوے کی صورت میں بھی زبان کڑواہٹ سے پاک رہتی تھی آخر صبر و تحمل اور عفو و درگزر کا سہارا لے کر اپنے غصے پر غلبہ پالیتی اور خود کو کوفت و اذیت سے نکال کر اگلا قدم اٹھا لیتی، پریشانی اور کرب کے اثرات چہرے اور بولتی آنکھوں سے کافور

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

ہوجاتے تھے ہلکی سی شگفتہ سی مسکان اس کے اندرونی جذبات کی عکاسی کرتی اور اپنے شیشے کے گھر کو وہ پھر سے سجانے لگتی قلم روانی سے چل پڑتا قوت اور شدت میں کسی کی پروا کیے بغیر اضافہ ہوجاتا تھا مہم جوئی کے سفر پر گامزن ہوجاتی تھی لیکن مرتے دم تک اپنے شیشے کے گھر سے باہر قدم نہ رکھا وہ دوسروں کے لیے سوال نہ بن سکی بلکہ دوسرے اس کے لیے سوال بن گئے وہ کبھی کبھار اضطراری کیفیت میں سوچا کرتی تھی کہ وہ اسے کس گناہ کی پاداش میں زندہ درگور کرنے پر تلے ہوئے ہیں اپنے حقوق کے لیے آواز بلند کرنا اور اپنے ہمراہ اس معاشرے کی ہر اداس لڑکی اور عورت کو شامل کرلینا جن کی کہیں بھی شنوائی نہیں، جنہیں اپنے حقوق کی علیت سے دور رکھا گیا ہے انہیں اپنی زندگی جو ایک بار ہی انعام کی صورت میں بخشی گئی ہے اسے محبت کا درس دینے کے مقصد کو غلط رنگ کیوں دیا گیا۔

میرا مخالف جنس کے حقوق پر اجارہ داری کرنے کا ارادہ تو نہیں تھا جو انتقام کی صورت میں ابھرا اور چار سو اس کی بساند پھیل گئی جس نے مجھے اللہ تعالیٰ کے نزدیک کردیا کیونکہ میں نے اسی کے پیغام کی تقلید کی تھی نسوانی وقار و تحریم آزادی اور حقوق کے حصول کے لیے قلم اٹھایا تھا، جرم تو نہیں تھا۔

اسے اپنے مالک پر پورا بھروسہ تھا کہ اگر نیت نیک، ارادے صالح اور فیصلے مستحکم ہوں تو کامرانی و شادمانی قدموں میں ڈیرے جالیتی ہے اور لوگوں کی ذہنی اختراعات کی کوئی وقعت نہیں رہتی یہ سچ ہی ثابت ہوا آج پروین نے جس شیشے کے گھر کا انتخاب کیا تھا وہ اس کے نہ ہونے کا احساس نہیں ہونے دیتا وہ اس میں ابھی بھی آباد، شاداں و فرحاں موجود ہے نیز اس کے مداحوں میں ہر دن اضافہ ہورہا ہے اور اس کے نسوانی کردار کی مضبوطی اور پاکیزگی کو سراہا جارہا ہے۔

خوشبو، صد برگ، خود کلامی اور انکار کا زینہ

پروین شاکر ایک عام اور سطحی شاعرہ نہیں تھی کہ جس کی شاعری کی گہرائی اور وسعت کا جائزہ لینے کے بعد میں فیصلہ کرسکوں کہ اس کی شاعری کس نوعیت کی ہے اور کس مقام پر کھڑی ہے کیونکہ میں تجزیہ نگار نہیں ہوں ان تمام پہلوؤں پر روشنی ڈالنا اور اس پر غلبہ پالینا بہت مشکل ہے اس لیے میں نے اس کی شاعری کے فقط ایک نقطے کو پکڑا ہے وہ ہے ایک لڑکی کی محبت کا زینہ جو وہ وقت گزرنے کے ساتھ بہت آہستگی سے ایک کے بعد دوسرے تیسرے اور چوتھے اسٹیپ پر قدم رکھتی چلی جاتی ہے۔

نوید

ساعتوں کو نوید ہو...... کہ
ہوائیں خوشبو کے گیت لے کر
دریچہ گل سے آرہی ہیں
(خوشبو)

پیار

ابر بہار نے
پھول کو چہرہ
اپنے بنفشی ہاتھ میں لے کر
ایسے چوما
پھول کے سارے دکھ
خوشبو بن کر بہہ نکلے ہیں!
(خوشبو)

پروین کی خوشبو ایک ناتجربہ کار معصوم اور کنوارے جذبات کی دوشیزہ کے اردگرد ہالہ بنائے ہوئے ہے وہ ایسے تخلیقی خیالات کی نشاندہی کرتی نظر آتی ہے جس کے احساسات و جذبات میں کمسنی کی تشنگی، بے باکی اور بے صبری اس کی نوخیز اٹھتی جوانی کی دیوانگی کی طرف اشارہ کرتی ہے وہ پہلے شعروں کا سہارا لے کر خود سے اظہار محبت کرتی ہے پھر حقیقتاً ایک ایسا ساتھی ڈھونڈنے کا فیصلہ کرتی ہے جو جذباتی لحاظ سے ہی مشابہت رکھتا ہو، وہ اپنے تیار کردہ سراب سے باہر نکلنا چاہتی ہے۔ اپنے تصورات کے حسین محبوب کو اصلی روپ میں حاصل کرنے کی چاہ میں اسے اپنے ہی ماحول میں تلاشتی چلی جاتی ہے۔

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

سمیہ عثمان

نورین انجم اعوان......کراچی

بے زبانوں کو وہ زبان دیتا ہے
پڑھنے کو پھر قرآن دیتا ہے
بخشنے پہ آتا ہے جب امت کے گناہوں کو
تحفے میں گناہ گاروں کو رمضان دیتا ہے

سپاس گل......رحیم یار خان

کتنے آسان تھے کبھی رستے
تم اگر درمیاں نہیں آتے

اقرا جٹ......مچن آباد

ٹھوکر کھا کر گرنے والے جیت ہے تیری ہار نہیں
یہ دنیا مطلب کی ہے ساری کوئی کسی کا یار نہیں

عائشہ رحمان ہنی......ریالی ہری

تو کانچ سی نازک ہے سنبھال کے رکھوں گا تجھے ہنی
یہ کہہ کر ہر بار کی طرح پھر مکر گیا وہ شخص

فہمیدہ خالق......برنالی

وہ بدل گئے زمانے جب ہم میں وفا ہوا کرتی تھی صاحب
اب ہم زمانے کے اصولوں سے واقف ہو گئے ہیں

حمیرا قریشی......حیدرآباد، سندھ

مجھ سے بچھڑ کر خوش وہ بھی نہیں ہے حمیرا
دیکھا ہے میں نے خواب میں روتے ہوئے اس کو

مدیحہ نورین مہک......گجرات

میرے ہاتھوں کی لکیروں میں یہ عیب چھپا ہے
میں جس شخص کو چھولوں وہ میرا نہیں ہوتا

پروین افضل شاہین......بہاولنگر

ہے میسر جن کو الفت باپ کی
کیسے بھولیں گے وہ شفقت باپ کی

مدیحہ کنول سرور......چشتیاں

مذاق تیری محبتوں کا اڑائیں گے اب ہم
اپنی چاہتیں سبھی پہ لٹائیں گے اب ہم
پھر تڑپ کر جو تھامو گے دامن کنول کا
بے رخی سے دامن چھڑائیں گے اب ہم

ارم نثار......خیر پور ٹامیوالی

سمندر سی بہتی زندگی
نہیں اس کا کوئی کنارہ

ماروی یاسمین......جنوبی سرگودھا

کبھی ضرورت ہو تو آواز دینا اے دوست
میں گزرا ہوا وقت نہیں جو واپس نہ آؤں

سحر حسین......ڈنگہ

بھول بیٹھے ہیں گیت ساون کے
ان پرندوں کی کیا کہانی ہے
دوسروں کو دکھا نہیں سکتے
درد ہے یا کوئی نشانی ہے

شاہدہ ریاض چوہدری......بوسال سکھا

سرد موسم ہو یا سرد لہجہ
میری دونوں سے نہیں بنتی

نازی مغل اینڈ شبنم دلپوریہ......خواجگان مانسہرہ

یوں دیکھتے رہنا اسے اچھا نہیں صاحب
وہ کانچ کا پیکر ہے تو پتھر تیری آنکھیں

کرن شبیر......کراچی

عید کا چاند نظر آئے گا جس دم مجھ کو
میں ترے وصل کی اے دوست دعا مانگوں گی
میں تو برسوں سے ہوں تنہائی کے صحرا میں
اب تیری رفاقت کی دعا مانگوں گی

مہتاب ملک......گوجر خان

کوئی پیغام بھیج دو کسی الزام کی صورت
تمہاری انا سلامت رہے گی اور میری محبت

عائشہ شہزاد......کراچی

یہ تیری ہلکی سی نفرت اور تھوڑا سا عشق
یہ مزہ عشق ہے یا سزائے عشق

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

ثمن عبدالرحمان.....کراچی
میری ذات میں بس اتنا ہی حصہ ہے اس کا
اسے خود سے نکالوں تو میرے پاس کچھ نہیں رہتا

عائشہ.....کہروڑپکا
بہت گہرے خیالوں میں، محبت کے حوالوں میں
تمہارا نام آجانا مجھے اچھا سا لگتا ہے

سعدیہ تبسم.....کراچی
کوئی الزام رہ گیا ہے تو وہ بھی مجھے دے دو
ہم تو پہلے بھی برے تھے، تھوڑے اور سہی

فرح الطاف.....میرپور خاص، سندھ
وہ اس انا میں رہتے ہیں کہ ہم ان کو ان سے مانگیں
اور ہم اس غرور میں رہتے ہیں کہ ہم اپنی چیزیں مانگا نہیں کرتے

سحرش اویس.....کراچی
یوں کہنے کو تو ہم بڑے خوش مزاج ہیں محسن
رلا دیتی ہے کسی کے پیار کی حسرت کبھی کبھی

بنش ناز.....ٹنڈوالہ یار
نہ جانے زمانے والوں کو کیا عداوت ہے ہم سے
کہ جس کو ہم چاہیں سب اسی کے طلبگار ہوجاتے ہیں

کرن مرزا.....جام پور
غرور تو ہونا تھا ان کو ہماری محبت کی شدت دیکھ کر
مگر وہ اپنی قدر کی سوچ میں ہماری قیمت بھول گیا

فائزہ نصیر.....کراچی
آنکھیں جھکی ہوئیں، ماتھے پہ ٹیکا، معصوم چہرہ
کوئی تو نیکی کی ہوگی ورنہ ایسے تو نہیں ملتا یہ انمول تحفہ

نازیہ بشیر.....منڈی بہاؤالدین
بے وفا ہم ہی سہی خود پہ بھی کچھ غور کرو
بے رخی آپ کی بھی حد سے زیادہ تو نہیں

اقرا وسیم.....کراچی
دعا بد نہیں دیتا فقط اتنا ہی کہتا ہوں
کہ جس پہ آجائے تیرا دل وہ بے وفا نکلے

ماریہ ذکی.....سکھر
روٹی امیر شہر کے کتوں نے چھین لی
فاقہ غریب شہر کے بچوں میں بٹ گیا
چہرہ بتا رہا تھا کہ اسے مارا ہے بھوک نے
حاکم نے یہ کہا کہ "کچھ کھا کے مرگیا"

امینہ غزل.....کراچی
اساس محبت میں نظر بد نام ہوجاتی ہے
ہم دل میں ارادہ کرتے ہیں دنیا کو خبر ہوجاتی ہے

نینا شاکر.....حیدرآباد، سندھ
لوگ پتھر کے بتوں کو پوج کر بھی معصوم رہے فراز
ہم نے اک انسان کو چاہا اور گناہ گار ہوگئے

حنا مزمل.....لاڑکانہ
وہ میری روح کی چادر میں آکے چھپ گیا ایسے
کہ روح نکلے تو وہ نکلے، جب وہ نکلے تو روح نکلے

امبرین بلوچ.....لیاری، کراچی
تم جو کہتے تھے اچھا ہے زمانہ ہم سے
یہ بتاؤ کہ ملا کوئی ہمارے جیسا

شازیہ ممتاز.....بہاولنگر
وہ ساتھ تھی میرے، یا میں ساتھ تھا اس کے
وہ زندگی کے کچھ دن یا زندگی تھی کچھ دن

اقصیٰ مہتاب.....بہاول پور
تلاش عیب سے میری ذات کو نہ کر داغ دار
فقط اتنا ہی کہہ دے کہ تیرے قابل نہیں ہوں میں

عروسہ ناز.....بدین
صرف ایک میری ہی یاد سے پرہیز ہے تمہیں
نجانے کس حکیم سے دوا لیتے ہو

صائمہ عمران.....دبئی
تیری دستک کے منتظر مدت سے
دیمک دروازے، تنہائی اور میں

bazsuk@aanchal.com.pk

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

کچن کارنر

زہرہ جبین

بیسن کے پکوڑے

اجزاء:۔

بیسن	آدھا کلو
ثابت ہری مرچ (باریک کٹی ہوئی)	آٹھ عدد
ہرا دھنیا (باریک کٹا ہوا)	ایک گڈی
ہری پیاز (مع پتوں کے باریک کٹی ہوئی)	چار عدد
پسی ہوئی لال مرچ	ایک کھانے کا چمچ
ثابت دھنیا	ایک چائے کا چمچ
سفید زیرہ	ایک چائے کا چمچ
میٹھا سوڈا	چوتھائی چائے کا چمچ
انڈا	ایک عدد
نمک	حسب ذائقہ
پکوان تیل	حسب ضرورت

ترکیب:۔

ایک گہرے پیالے میں بیسن اور اوپر دیے گئے سارے مسالے اچھی طرح ملالیں تھوڑی دیر کے لیے رکھ دیں، انڈا ملا کر پھینٹ لیں ایک کڑاہی میں تیل گرم کریں جب تیل گرم ہوجائے تو ہلکی آنچ میں پکوڑے ڈیپ فرائی کریں نکال کر اخبار پر رکھتے جائیں تاکہ چکنائی جذب ہوجائے۔

نوٹ: آپ اس میں پالک کاٹ کر ملادیں تو پالک کے پکوڑے بھی تیار کیے جاسکتے ہیں۔

صباء عیشل...... بھاگووال

چھولے چاٹ

اجزاء:۔

چھولے (رات کو بھگودیں)	ایک پاؤ
سوڈا	آدھا چائے کا چمچ
ہرا دھنیا (چوپ کرلیں)	آدھا کپ
ہری مرچیں (چوپ کرلیں)	تین عدد
پیاز (کاٹ لیں)	ایک عدد
املی (بھگودیں اور بیج نکال کر پیسٹ الگ کرلیں)	ایک کپ
نمک	حسب ذائقہ
لال مرچ (کٹی ہوئی)	ایک چائے کا چمچ
زیرہ (کٹا ہوا)	ایک کھانے کا چمچ
چاٹ مسالا	حسب پسند
چینی	ایک چائے کا چمچ
ٹماٹر (چکور ٹکڑے کاٹ لیں)	ایک کپ

ترکیب:۔

چھولوں میں سوڈا ڈال کر رات کو بھگودیں اس کے بعد چھولوں میں سے سوڈا کا پانی نکال کر دوسرا پانی اور نمک ڈال کر چھولوں کو ابال لیں، گل جائیں تو اس کا بچا ہوا پانی نتھار کر چھولوں میں املی کا پیسٹ، نمک، کٹی ہوئی لال مرچیں، زیرہ، چینی اچھی طرح مکس کردیں، ٹماٹر، پیاز، ہرا دھنیا اور ہری مرچیں ڈال کر مکس کریں ڈش میں چھولے نکال کر اوپر سے چاٹ مسالا چھڑک کر پیش کریں۔

حنا مہر...... کوٹ ادو

بگھارے دہی بڑے

اجزاء:۔

بیسن	ایک کپ
کھانے کا سوڈا	ایک چٹکی
نمک	حسب ذائقہ
لال مرچ پاؤڈر	آدھا چائے کا چمچ
دہی	آدھا کلو
تیل	حسب ضرورت
کری پتے	پانچ سے چھ عدد
زیرہ	آدھا چائے کا چمچ
ثابت لال مرچ	چار سے پانچ عدد

ترکیب:۔

بیسن میں کھانے کا سوڈا، نمک اور لال مرچ پاؤڈر ڈال کر مکس کرکے پانی سے پھینٹ لیں اور گرم تیل میں پکوڑے فرائی کریں، سنہری ہوجائیں تو نکال کر پلیٹ میں رکھیں دہی میں نمک ملا کر پھینٹ لیں، پکوڑے، دہی میں ڈال دیں ایک فرائنگ پین میں چوتھائی کپ تیل گرم کرکے اس میں ثابت

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

لال مرچیں زیرہ اور کری پتے ڈال کر دہی بڑوں پر اس کی بگھار لگادیں اور افطار پر سرو کریں۔

خورشید بانو......کراچی

مرچوں کے پکوڑے

اجزاء:۔

بھرنے کے لیے

ہری مرچیں (بڑی والی)	۲۵۰ گرام
تیل	حسب ضرورت
نمک	حسب ذائقہ
چاٹ مسالا	ایک کھانے کا چمچ
کھٹائی پاؤڈر	ایک کھانے کا چمچ
بیسن	ایک کپ
نمک	حسب ذائقہ

ترکیب:۔

مرچوں کو دھو کر چیرا لگا کر اس میں نمک، چاٹ مسالا اور کھٹائی پاؤڈر مکس کر کے بھر دیں بیسن میں نمک، لال مرچ پاؤڈر، ہلدی پاؤڈر، میٹھا سوڈا، زیرہ پاؤڈر ملا کر پانی سے پھینٹ لیں ایک کڑاہی میں تیل گرم کریں مرچوں کو بیسن کے آمیزے میں ڈپ کر کے تیل میں ڈال کر درمیانی آنچ پر فرائی کریں ٹشو پیپر پر نکال لیں میٹھی چٹنی ہری چٹنی کے ساتھ سرو کریں۔

طلعت نظامی......کراچی

فروٹ چاٹ

اجزاء:۔

کیلے	چھ عدد
انگور	۲۵۰ گرام
سیب	تین عدد
چیکو	تین عدد
آم	تین عدد
پپیتا	ایک عدد چھوٹا
آڑو	دو عدد
چاٹ مسالا	حسب پسند
چینی	چار کھانے کے چمچ
پانی	ایک چوتھائی کپ
نمک	حسب ذائقہ
کٹی سیاہ مرچیں	آدھا چائے کا چمچ
لیموں (رس نکال لیں)	دو عدد

ترکیب:۔

کیلے، انگور، سیب، چیکو، آم، پپیتا، آڑو کو دھو کر خشک کر کے کاٹ لیں چینی اور پانی کا شیرہ بنالیں پھلوں میں چینی کا شیرہ، لیموں کا رس، نمک، کٹی سیاہ مرچیں ڈال کر مکس کریں اور ٹھنڈا کر کے سرونگ ڈش میں نکال کر چاٹ مسالا چھڑکیں مزے دار فروٹ چاٹ تیار ہے سرو کریں۔

نزہت جبین ضیاء......کراچی

اسپرنگ رول

اجزاء:۔

رول کے لیے پٹیاں	۱۳ عدد
بند گوبھی (درمیانے سائز کی باریک کٹی ہوئی)	ایک عدد
گاجر	دو عدد کدو کش کی ہوئی
شملہ مرچ	باریک کٹی ہوئی
ہری پیاز	چار عدد باریک کٹی ہوئی
نمک	حسب ذائقہ
کٹی ہوئی مرچ	ایک چائے کا چمچ
کالی مرچ پسی ہوئی	ایک چائے کا چمچ
اجینو موتو	ایک چائے کا چمچ
سویا سوس	دو چائے کے چمچ
سرکہ	دو چائے کے چمچ
کوکنگ آئل	دو کپ

ترکیب:۔

تمام سبزیوں کو دو چمچ تیل ڈال کر فرائی کر لیں تقریباً پانچ منٹ تک اس کے بعد تمام مسالے شامل کر لیں جب تمام سبزیاں ٹھنڈی ہو جائیں تو ایک ایک پٹی پر تیار سبزیوں کو رکھ کر رول بنائیں اور ڈیپ فرائی کر لیں کیچپ کے ساتھ نوش فرمائیں۔

ثناء فرحان......ملتان

قیمے کی کچوریاں

اجزاء:۔

قیمہ	آدھا کلو
نمک	حسب ذائقہ
ثابت دھنیا	ایک کھانے کا چمچ

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

ہری مرچ	تین سے چار عدد
گھی	تلنے کے لیے
اجوائن	آدھا چمچ
میٹھا سوڈا اور سفید زیرہ	ایک چمچ
ادرک لہسن	ایک چمچ
لال مرچ	ایک چمچ
پسی کالی مرچ	آدھا چمچ
ہرا دھنیا	ایک گٹھی باریک
لیموں کا رس	دو چمچ
میدہ	ایک کلو

ترکیب:۔
میدہ میں نمک، میٹھا سوڈا، اجوائن اور چار کھانے کے چمچ گھی ڈال کر ہاتھ سے دس منٹ کے لیے اچھی طرح گوندھ کر ململ کے کپڑے میں لپیٹ کردیں پندرہ منٹ کے لیے رکھ دیں، دیگچی میں ایک کھانے کا چمچ گھی درمیانی آنچ پر گرم کریں، قیمہ، ادرک لہسن، کالی مرچ اور لال مرچ ڈال کر اتنی دیر پکا ئیں کہ پانی خشک ہوجائے پھر ثابت دھنیا اور زیرہ ڈال کر تین منٹ بھونیں چولہے سے اتار کر اس میں پیاز، ہری مرچیں، ہرا دھنیا، لیموں کا رس ملالیں، کچوریوں کے لیے آٹے کے پیڑے بنالیں اور ہاتھ کو گیلا کر کے پیڑے کو ذرا سا پھیلالیں، ہر پیڑے میں قیمہ بھر کر اچھی طرح بند کردیں اور پندرہ منٹ کے لیے فریج میں رکھ دیں، کڑاہی میں گھی گرم کریں اور بنائے گئے پیڑوں کو ڈیپ فرائی کر کے گولڈن براؤن کرلیں چٹنی یا کیچپ کے ساتھ گرم گرم پیش کریں۔

سدرہ شاہین...... پیرودال

انڈا پراٹھا

اجزاء:۔

گوندھا آٹا	دو پراٹھوں کا
انڈے	دو عدد
ہری مرچ	تین عدد (باریک کٹی ہوئی)
ہرا دھنیا	دو کھانے کے چمچ
زیرہ پاؤڈر	آدھا چائے کا چمچ
سرخ مرچ	آدھا چائے کا چمچ
نمک	حسب ذائقہ
گھی	حسب ضرورت

ترکیب:۔
ایک پیالے میں انڈا، پیاز، ہری مرچ، ہرا دھنیا، زیرہ پاؤڈر، سرخ مرچ اور نمک مکس کرلیں پراٹھا بنا کے توے پر ڈالیں پھر پلٹ کے اس کے اوپر والے حصے پر انڈے والا آدھا مکسچر ڈال دیں اور تھوڑا سا گھی ڈال کے اسے پلٹ دیں اور دوسری سائڈ پر بھی گھی لگا کے پراٹھا تل لیں، اسی طرح دوسرا پراٹھا بنالیں گرما گرم پراٹھا نوش کریں پراٹھا بنانے کے لیے نان اسٹک توا استعمال کریں۔

اریبہ منہاج...... کراچی

کھجور کی کھویا بھری بالز

اجزاء:۔

کھجور	آدھا کلو
چینی	حسب ذائقہ
الائچی پاؤڈر	آدھا چائے چمچ
دودھ	دو کپ
کھویا	ایک پاؤ
ناریل پاؤڈر	ایک کپ

ترکیب:۔
کھجوروں کے بیج نکال کر صاف کرلیں اور چوپر میں پیس لیں ایک سوس پین میں کھجوروں کا آمیزہ دودھ اور الائچی پاؤڈر ڈال کر پکائیں دودھ خشک ہوجائے تو چمچے سے اچھی طرح مکس کر کے اور ٹھنڈا کرلیں، کھوئے میں چاہیں تو تھوڑی پسی چینی ملا کر اس کی چھوٹی بالز بنالیں، اب کھوئے کی بالز پر کھجور کا آمیزہ لپیٹ کر دوبارہ اسے بالز کی شیپ دے دیں اور ناریل میں رول کردیں، ٹھنڈا کر کے افطار کے وقت سرو کریں۔

پروین افضل شاہین...... بہاولنگر

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

حدیقہ احمد

اب پارلر جانے کی ضرورت نہیں

اللہ تعالیٰ نے خواتین کو حسن سے نوازا تو اس کی آرائش کا شعور بھی عطا کیا، شاید اسی لیے خواتین اپنے حسن کو سنوارنے کے لیے نت نئے طریقے اپناتی ہیں۔ بیوٹی پارلر کے رجحان میں بھی خاصہ اضافہ ہو چکا ہے مگر جو خواتین ان مہنگے مہنگے پارلروں میں جانے کی استطاعت نہیں رکھتیں یا جانا نہیں چاہتیں ان کے لیے ان کا کچن ہی کافی ہے جہاں آپ کی جلد کی حفاظت اور رنگت کو نکھارنے کا سب سامان موجود ہے موسم چونکہ انسانی جلد پر براہ راست اثر انداز ہوتے ہیں اسی لیے موسمِ گرما کی تیز دھوپ، گرمی اور لو سے جلد بہت زیادہ متاثر ہوتی ہے اور اگر جلد کی حفاظت نہ کی جائے تو جلد کی تروتازگی اور شادابی ماند پڑ جاتی ہے جیسے دھوپ کی تمازت سے چہرہ جھلس جاتا ہے، رنگ کالا ہو جاتا ہے، چہرے پر دانے بن جاتے ہیں، چکنائی بڑھ جاتی ہے۔ پسینہ زیادہ آنے سے جلد کے مسام کھل جاتے ہیں جلد میں دھول مٹی اور میل کچیل جمع ہو جاتی ہے جو کئی جلدی بیماریوں کا باعث بنتی ہے۔ گرم موسم میں جلد کی حفاظت کے لیے سب سے زیادہ ضروری پانی کا متواتر استعمال ہے اس کے بعد چہرے کو دھوپ سے بچائیں اور جب بھی باہر نکلیں تو چھتری لے کر ہی نکلیں، چہرے، گردن، ہاتھ، اور پاؤں وغیرہ پر سن بلاک لگائیں اور اپنی غذا میں موسمی پھل اور سبزیاں بھی ضرور شامل کریں جبکہ غیر معیاری مشروبات کے استعمال ترک کردیں اور ان کی جگہ تازہ پھلوں کا جوس پئیں۔

چہرے کی حفاظت کے لیے

۱۔ چہرے پر پسی ہوئی جئی ملنے سے جلد پر میل اور جمی دھول مٹی صاف ہو جائے گی اور رنگت میں نمایاں نکھار محسوس ہوگا۔

۲۔ چنے کی دال بھگو کر پیس لیں اور اس میں تھوڑا سا دودھ ملا کر یہ لیپ چہرے پر پندرہ سے بیس منٹ تک لگائیں اور پھر تازہ پانی سے چہرہ دھو کر خشک کرلیں۔ یہ عمل روزانہ دہرائیں، خیال رہے روزانہ تازہ لیپ ہی تیار کریں۔

۳۔ دس بادام، ایک چٹکی ہلدی اور تھوڑے سے چاول پیس لیں، پھر تینوں کو ملا کر دودھ شامل کردیں۔ اور گاڑھا سا لیپ بنا کر چہرے پر لگائیں۔

۴۔ حسب ضرورت شلجم اور گاجریں پانی میں ابال کر ٹھنڈا ہونے پر ہاتھوں سے مسل لیں اور یکجان آمیزہ چہرے، ہاتھوں اور گردن پر آدھے گھنٹے کے لیے لگا کر رکھیں اور پھر روئی کو دودھ میں بھگو کر جلد صاف کرلیں اس عمل سے بھی جلد پر جمی میل اور دھول مٹی صاف ہو جاتی ہے۔

کھیرے کا فیشل

۱۔ ایک کھیرا گرائینڈ کرکے اسے میں ایک کھانے کا چچ لیموں کا رس چند پتے پودینہ، ایک کھانے کا چچ شہد، ایک انڈے کی سفیدی اور ایک کھانے کا چچ عرق گلاب شامل کرکے اچھی طرح ہلائیں اور چہرے پر اس طرح لگائیں کہ آنکھوں والا حصہ محفوظ رہے۔ پچیس منٹ تک لگا رہنے دیں اور پھر سادہ پانی سے منہ دھو لیں، ہفتے میں ایک دفعہ یہ عمل ضرور دہرائیں۔

جلد کی چکنائی دور کرنے لیے

۱۔ ایک چچ شہد، آدھا چچ لیموں کا رس ملا کر بیس منٹ تک چہرے پر لگائیں اور پھر واٹر سے چہرہ دھو کر صاف کریں۔

۲۔ دو کھانے کے چچ تلسی کے تازہ پتوں کے پیسٹ میں ایک کھانے کا چچ عرق گلاب شامل کرکے چہرے پر لگائیں اور پندرہ منٹ کے بعد چہرہ تازہ پانی سے دھولیں۔

۳۔ دو مٹھی پاپ کارن میں آدھا کپ دودھ ملا کر پندرہ منٹ تک بھگو دیں اس کے بعد ہاتھوں سے مسل کر سخت ذرے نکال دیں اور یہ پیسٹ چہرے اور گردن پر اچھی طرح لگائیں، خشک ہونے پر دھو کر صاف کرلیں۔

۴۔ ایک انڈے کی سفیدی میں ایک چچ دودھ ملا کر پندرہ منٹ تک چہرے پر لگائیں۔

بیسن کا ماسک

۱۔ دو کھانے کے چچ بیسن، ایک تہائی کھانے کا چچ ہلدی، ایک کھانے کا چچ دہی، آدھا کھانے کا چچ لیموں کا رس اور آدھا کھانے کا چچ شہد لے کر اچھی طرح مکس کرلیں اور چہرے پر لگالیں۔ جب یہ خشک ہو جائے تو ہلکے ہاتھ سے چہرے پر مساج کریں اور پھر پانی سے دھو کر صاف کرلیں۔ یہ ماسک ہفتے میں دو دفعہ استعمال کریں۔

دانوں سے نجات

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

لسن میں ایک مرتبہ چہرے پر کھیرے، ٹماٹر یا پودینے کا رس لگائیں، اس کے باقاعدہ استعمال سے جلد صاف ہوجائے گی۔

۲۔ دو چمچ سیب کے گودے میں آدھا چائے کا چمچ دودھ اور ایک چائے کا چمچ شہد ملا کر چہرے پر بیس منٹ تک لگائیں، دانے اور داغ دھبے دور ہوجائیں گے۔

۳۔ برف کا ٹکڑا ململ کے کپڑے میں لپیٹ کر چہرے پر لگائیں۔

ہونٹوں کی دلکشی کے لیے

ا۔ ہونٹوں کو نرم اور ملائم رکھنے کے لیے رات کو سوتے ہوئے بادام روغن یا زیتون کا تیل استعمال کریں۔

۲۔ دیسی موم میں لیموں کا رس ملا کر ہونٹوں پر لگائیں۔

۳۔ بادام روغن یا زیتون کے تیل میں شہد ملا کر لگائیں۔

۴۔ عرق گلاب میں گلیسرین ملا کر دن میں دو مرتبہ لگائیں، تازہ دودھ کی جھاگ ہونٹوں پر ملنے سے بھی ہونٹ گلابی ہوجاتے ہیں۔

۵۔ ہونٹوں کی سیاہی دور کرنے کے لیے انگور یا چکوترے کا رس پسی ہوئی دار چینی میں ملا کر لگانے سے رنگت بدل جاتی ہے۔

۶۔ گلاب کی پتیاں پیس کر انہیں شہد میں ملا کر ہونٹوں پر لگائیں۔

۸۔ ہونٹوں کو پھٹنے سے بچانے کے لیے دودھ یا بالائی بھی لگائی جاسکتی ہے۔

عرق گلاب کے فوائد

گلاب کے پھولوں سے نہایت حسین تصورات وابستہ ہیں انہیں ہمیشہ حسن اور خوبصورتی سے منسلک کیا جاتا رہا ہے۔ اس کم قیمت لیکن بڑی خوبیوں والے پھول کا عرق بھی بیش بہا خصوصیات کا حامل ہوتا ہے گلاب چہرے اور جلد کو خوبصورت بنانے کے لیے بے حد مفید ہے۔ یہ نہ صرف چہرے کی دلکشی میں اضافہ کرتا ہے بلکہ اسے صحت مند بھی بناتا ہے۔

صبح اٹھنے کے بعد بسا اوقات آنکھیں سوجی ہوئی محسوس ہوتی ہیں اس کی وجوہات میں جسم میں پانی کی کمی ذہنی دباؤ یا دی غذا کا استعمال ہوسکتا ہے۔ صبح اٹھ کر اگر آنکھیں سوجی ہوئی لگیں تو روئی کے ٹکڑوں کو عرق گلاب میں بھگو کر آنکھوں پر رکھیں۔ اس عمل سے آنکھوں کی خوب صورتی میں اضافہ بھی ہوتا ہے۔

روئی کو عرق گلاب میں بھگو کر اس سے چہرہ صاف کرنے سے جلد میں موجود گرد اور میل کچیل صاف ہوجاتا ہے۔ یہ ایک بہترین جراثیم کش بھی ہے جس کا استعمال چہرے کو نرم و ملائم کرتا ہے اسے صاف اور چمکدار بناتا ہے۔

عرق گلاب فیس پیک بنانے کے لیے بھی استعمال کیا جاسکتا ہے۔ بیسن کو عرق گلاب میں گھول کر چہرے پر لگائیں خشک ہونے پر دھولیں۔ یہ فیس پیک چکنی جلد والوں کے لیے مفید ہے۔ رات کو سونے سے پہلے ملتانی مٹی میں عرق گلاب ملا کر چہرے پر لگائیں۔ اس سے میل کچیل صاف ہوجاتا ہے، چہرے کو ٹھنڈک پہنچتی ہے اور چہرہ چمکدار ہوجاتا ہے۔ اگر جلد خشک ہے تو عرق گلاب میں ایلوویرا کا جیل ملا کر استعمال کیا جاسکتا ہے۔

خشک جلد والوں کی جلد کو نم رکھنے کے لیے عرق گلاب بہترین ہے یہ جلد کی کھچاوٹ دور کرتا ہے۔ جبکہ چکنی جلد والوں کے چہرے پر عرق گلاب کے استعمال زائد چکناہٹ اور تیل ختم ہوجاتا ہے۔ جلد کی نمی کو بحال رکھنے کے لیے وقفے وقفے سے عرق گلاب کا اسپرے کرنے سے خشک جلد نرم و ملائم ہوجاتی ہے۔

عرق گلاب کو بطور ٹونر بھی استعمال کیا جاسکتا ہے۔ عرق گلاب میں مساوی مقدار میں دودھ ملائیں اسے روئی سے ہاتھ اور چہرے پر لگائیں اس عمل سے جلد کی رنگت یکساں رہتی ہے جلد پر سے جھلسنے کے نشان اور سیاہ دھبے دور ہوجاتے ہیں۔

چہرے کے دھبے اور جھریاں مٹانے کے لیے دہی میں کھیرا پسی ہوئی صندل کی لکڑی اور عرق گلاب ملا کر بطور ماسک لگائیں۔ اس سے دھبوں اور جھریوں کے علاوہ کیل مہاسے اور چوٹ کے نشان بھی ختم ہوجاتے ہیں۔

شیمپو کرنے کے بعد اکثر بال خشک ہوجاتے ہیں۔ اگر بال دھونے کے بعد بالوں کی جڑوں پر عرق گلاب لگالیا جائے تو بال خشک ہونے سے محفوظ رہیں گے۔ عرق گلاب ایک بہترین کنڈیشنر کا کام کرتا ہے اس کے علاوہ یہ خشکی پیدا کرنے والے جرثیموں کو بھی ختم کرتا ہے۔

عرق گلاب کو فیس واش میں ملا کر لگانے سے فیس واش کی افادیت بڑھ جاتی ہے۔ اس میں موجود وٹامن بی تھری، سی، ڈی اور ای چہرے کی شادابی برقرار رکھتے ہیں۔

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

نزہت جبین ضیاء

غزل

بادل برسے رم جھم آئی تیری یاد
پھولوں کی خوشبو مہکائی آئی تیری یاد
شام ڈھلے جب ساری سکھیاں چھوڑ گئیں
دل دروازے کھول کے ساجن آئی تیری یاد
اب تو ہی جیون بھر کا سرمایہ ہے
میٹھا میٹھا غم تنہائی تیری یاد
ہر موسم کے ساتھ چلی آتی ہے یہ
میں نے تو ہر بار بھلائی تیری یاد
ہر چہرے میں روپ تیرا ہی آیا نظر
ہر منظر میں فری سمائی تیری یاد

شاعرہ:فریدہ فری

انتخاب:جویریہ کرن......راولپنڈی

غزل

روشنی، استعارہ، آرزو
زندگی ایک بے سہارا آرزو
عاشقی درد کی شاخ اور
عاجزی میں حسن سارا آرزو
بے بسی، بے حسی، بے بندگی
آگہی کا ستارہ آرزو
سادگی تو مفلسی ہے آج کل
تونگری پہ ہر کوئی ہارا آرزو
ہنسی ہنسی میں بات ختم ہوگئی
ہنسی، غمی کا ایک سہارا آرزو
چاندنی کی ایک ٹھنڈک ہے عجب
تازگی کا ہے اشارہ آرزو
زندگی اک بار جینا ہے محال
کیوں کریں گل دوبارہ آرزو

شاعرہ:سباس گل

انتخاب:سحاب عاشو......سرگودھا

غزل

لبوں پہ پھول کھلتے ہیں کسی کے نام سے پہلے
دلوں کے دیپ جلتے ہیں چراغ شام سے پہلے
کبھی منظر بدلنے پر بھی قصہ پتا نہیں چلتا
کہانی ختم ہوتی ہے کبھی انجام سے پہلے
یہی تارے تمہاری آنکھ کی چلمن میں رہتے تھے
یہی سورج نکلتا تھا تمہارے بام سے پہلے
ہوئی ہے شام جنگل میں پرندے لوٹتے ہوں گے
اب ان کو کس طرح روکیں نواح دام سے پہلے
یا سارے رنگ مردہ تھے تمہاری شکل بننے تک
یا سارے حرف مہمل تھے تمہارے نام سے پہلے

شاعر:امجد اسلام امجد

انتخاب:پروین افضل شاہین......بہاولنگر

غزل

جھنجلائے ہیں، لجائے ہیں پھر مسکرائے ہیں
کس اہتمام سے انہیں ہم یاد آئے ہیں
اب جا کے آہ کرنے کے آداب آئے ہیں
دنیا سمجھ رہی ہے کہ ہم مسکرائے ہیں
اے جوش گریہ دیکھ نہ کرنا خجل مجھے
آنکھیں مری ضرور ہیں آنسو پرائے ہیں
سمجھاتے قبل عشق تو ممکن تھا بنتی بات
ناصح غریب اب ہمیں سمجھانے آئے ہیں
کعبے میں خیریت تو ہے سب حضرت خمار
یہ دیر ہے جناب یہاں کیسے آئے ہیں

شاعر:خمار بارہ بنکوی

انتخاب:مدیحہ نورین مہک......گجرات

غزل

یہ جو دیوانے سے دوچار نظر آتے ہیں
ان میں کچھ صاحب اسرار نظر آتے ہیں
دور تک کوئی ستارا ہے نہ کوئی جگنو

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

مرگ امید کے آثار نظر آتے ہیں
میرے دامن میں شراروں کے سوا کچھ بھی نہیں
آپ پھولوں کے خریدار نظر آتے ہیں
کل جسے چھو نہیں سکتی تھی فرشتوں کی نظر
آج وہ رونق بازار نظر آتے ہیں
حشر میں کون گواہی مری دے گا ساغر
سب تمہارے ہی طرف دار نظر آتے ہیں

شاعر: ساغر صدیقی

انتخاب: صباء عیشل...... بھاگووال

تمام لوگ اکیلے، راہبر ہی نہ تھا

تمام لوگ اکیلے، راہبر ہی نہ تھا
بچھڑنے والوں میں اک میرا ہم سفر ہی نہ تھا
برہنہ شاخوں کا جنگل گڑا تھا آنکھوں میں
وہ رات تھی کہ کہیں چاند کا گزر نہ تھا
تمہارے شہر کی ہر چھاؤں مہرباں تھی مگر
جہاں پہ دھوپ کڑی تھی وہاں شجر ہی نہ تھا
سمیٹ لیتی شکستہ گلاب کی خوشبو
ہوا کے ہاتھ میں ایسا کوئی ہنر ہی نہ تھا
میں اتنے سانپوں کو رستے میں دیکھ آئی تھی
کہ تیرے شہر میں پہنچی تو کوئی ڈر ہی نہ تھا
کہاں سے آتی کرن زندگی کے زنداں میں
وہ گھر ملا تھا مجھے جس میں کوئی در ہی نہ تھا
بدن میں پھیل گیا سرخ بیل کی مانند
وہ زخم سوکھتا کیا جس کا چارہ گر ہی نہ تھا
ہوا کے لائے ہوئے بیج پھر ہوا کو گئے
کھلے تھے پھول کچھ ایسے کہ جن میں زر ہی نہ تھا
قدم تو ریت پہ ساحل نے بھی نہ رکھنے دیا
بدن کو جکڑے ہوئے صرف اک بھنور ہی نہ تھا

شاعرہ: پروین شاکر

انتخاب: نادیہ احمد...... دبئی

اپنے حواس میں شب غم کب حیات ہے

اپنے حواس میں شب غم کب حیات ہے
اے درد ہجر تو ہی بتا کتنی رات ہے
ہر کائنات سے یہ الگ کائنات ہے
حیرت سرائے عشق میں دن ہے نہ رات ہے
جینا جو آ گیا تو اجل بھی حیات
اور یوں تو عمر خضر بھی کیا بے ثبات ہے
کیوں انتہائے ہوش کو کہتے ہیں بے خودی
خورشید ہی کی آخری منزل تو رات ہے
ہستی کو جس نے زلزلہ ساماں بنا دیا
وہ دل قرار پائے مقدر کی بات ہے
یہ موشگافیاں ہیں گراں طبع عشق پر
کس کو دماغ کاوش ذات و صفات ہے
ہستی بجز فنائے مسلسل کے کچھ نہیں
پھر کس لیے یہ فکر قرار و ثبات ہے
عنوان غفلتوں کے ہیں فرقت ہو یا وصال
بس فرصت حیات فراق ایک رات ہے

شاعر: فراق گورکھپوری

انتخاب: آسیہ اشرف...... شیخوپورہ

ہم آپ قیامت سے گزر کیوں نہیں جاتے

ہم آپ قیامت سے گزر کیوں نہیں جاتے
جینے کی شکایت ہے تو مر کیوں نہیں جاتے
کتراتے ہیں بل کھاتے ہیں گھبراتے ہیں کیوں لوگ
سردی ہے تو پانی میں اتر کیوں نہیں جاتے
آنکھوں میں نمک ہے تو نظر کیوں نہیں آتا
پلکوں پہ گہر ہیں تو بکھر کیوں نہیں جاتے
اخبار میں روزانہ وہی شور ہے یعنی
اپنے سے یہ حالات سنور کیوں نہیں جاتے
یہ بات ابھی مجھ کو بھی معلوم نہیں ہے
پتھر ادھر آتے ہیں ادھر کیوں نہیں جاتے
تیری ہی طرح اب یہ ترے ہجر کے دن بھی
جاتے نظر آتے ہیں مگر کیوں نہیں جاتے
اب یاد کبھی آئے تو آئینے سے پوچھو
محبوب خزاں شام کو گھر کیوں نہیں جاتے

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

شاعر: محبوب خزاں

انتخاب: حسن اختر...... کراچی

جو ہوسکتا ہے اس سے وہ کسی سے ہونہیں سکتا

جو ہوسکتا ہے اس سے وہ کسی سے ہونہیں سکتا
مگر دیکھو تو پھر کچھ آدمی سے ہونہیں سکتا
محبت میں کرے کیا کچھ کسی سے ہونہیں سکتا
مرا مرنا بھی تو میری خوشی سے ہونہیں سکتا
الگ کرنا رقیبوں کا الٰہی تجھ کو آساں ہے
مجھے مشکل کہ میری بے کسی سے ہونہیں سکتا
کیا ہے وعدہ فردا انہوں نے دیکھیے کیا ہو
یہاں صبر و تحمل آج ہی سے ہونہیں سکتا
یہ مشتاق شہادت کس جگہ جائیں کسے ڈھونڈیں
کہ تیرا کام قاتل جب تجھی سے ہونہیں سکتا
لگا کر تیغ قصہ پاک کیجیے داد خواہوں کا
کسی کا فیصلہ گر منصفی سے ہونہیں سکتا
مرا دشمن بظاہر چار دن کو دوست ہے تیرا
کسی کا ہو رہے، یہ ہر کسی سے ہونہیں سکتا
دم پرسش کہو گے کیا یہاں جب یاں یہ صورت ہے
ادا اک حرف وعدہ نازکی سے ہونہیں سکتا
نہ کہیے گو کہ حال دل مگر رنگ آشنا ہیں ہم
بظاہر آپ کی کیا خامشی سے ہونہیں سکتا
کیا جو ہم نے ظالم کیا کرے گا غیر، منہ کیا ہے
کرے تو صبر ایسا آدمی سے ہونہیں سکتا
چمن میں ناز بلبل نے کیا جب اپنے نالے پر
چٹک کر غنچہ بولا کیا کسی سے ہونہیں سکتا
نہیں گر تجھ پہ قابو دل ہے پر کچھ زور ہو اپنا
کروں کیا یہ بھی تو ناطاقتی سے ہونہیں سکتا
نہ رونا ہے طریقے کا نہ ہنسنا ہے سلیقے کا
پریشانی میں کوئی کام جی سے ہونہیں سکتا
ہوا ہوں اس قدر محجوب عرض مدعا کر کے
کہ اب تو عذر بھی شرمندگی سے ہونہیں سکتا
غضب میں جان ہے کیا کیجیے بدلہ رنج فرقت کا
بدی سے کر نہیں سکتے خوشی سے ہونہیں سکتا
مزا جو اضطراب شوق سے عاشق کو حاصل ہے
وہ تسلیم و رضا و بندگی سے ہونہیں سکتا
خدا جب دوست ہے اے داغ کیا دشمن سے اندیشہ
ہمارا کچھ کسی کی دشمنی سے ہونہیں سکتا

شاعر: داغ دہلوی

انتخاب: صدف آصف...... کراچی

یوں حوصلہ دل نے ہارا کب تھا

یوں حوصلہ دل نے ہارا کب تھا
سرطان مرا ستارا کب تھا
لازم تھا گزرنا زندگی سے
بن زہر پیے گزارا کب تھا
کچھ پل اسے اور دیکھ سکتے
اشکوں کو مگر گوارا کب تھا
ہم خود بھی جدائی کا سبب تھے
اس کا ہی قصور سارا کب تھا
اب اور کے ساتھ ہے تو کیا دکھ
پہلے بھی کوئی ہمارا کب تھا
اک نام پہ زخم کھل اٹھے تھے
قاتل کی طرف اشارہ کب تھا
آئے ہو تو روشنی ہوئی ہے
اس بام پہ کوئی تارا کب تھا
دیکھا ہوا گھر تھا پر کسی نے
دلہن کی طرح سنوارا کب تھا

شاعرہ: پروین شاکر

انتخاب: مہوش عدیل...... کراچی

وہ کیا تغیرات کے سانچے میں ڈھل گئے

وہ کیا تغیرات کے سانچے میں ڈھل گئے
ہم بھی کچھ اور ہو گئے ہم بھی بدل گئے
کس انجمن میں داد طلب ہوں وہ کم نصیب
جو شام تارسی کے اندھیروں میں جل گئے
ہے یاد راہ عشق انہی قافلوں کی یاد

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

جو زندگی کی دوڑ میں آگے نکل گئے
اے جان نغمگی انہیں اب یاد بھی نہ کر
وہ راگ آگ ہو گئے وہ ہونٹ جل گئے
لفظ وفا سے اب تو تاثر نہ کر قبول
اس عام فہم لفظ کے معنی بدل گئے

شاعر:جون ایلیا

انتخاب:نسرین اختر.....ملتان

مستانہ رقص کیجیے

مستانہ رقص کیجیے گرداب حال میں
بیڑہ ہے پار ڈوب کر اپنے خیال میں
ترسی ہوئی نگاہوں پہ اب رحم کیجیے
کب تک یہ امتیاز حرام و حلال میں
ہاں کیوں نہ پار اتر چلوں خمیازہ جھیل کر
ڈوبے مری بلا عرق انفعال میں
کیا زندگی کے بعد بھی ہے کوئی زندگی؟
پھر جان آ چلی چمن پامال میں
آواز بازگشت پہ کیا دیتے ہو صدا
کس سے الجھ رہے ہو جواب و سوال میں
کیا بزم اتحاد ہے کیا حسن اتفاق
بے گانہ و یگانہ ہیں سب ایک حال میں

شاعر:یگانہ چنگیزی

انتخاب:سدرہ مسعود.....کراچی

قندیل مہ و مہر کا افلاک پہ ہونا

قندیل مہ و مہر کا افلاک پہ ہونا
کچھ اس سے زیادہ ہے مرا خاک پہ ہونا
ہر صبح نکلنا کسی دیوار طرب سے
ہر شام کسی منزل غم ناک پہ ہونا
یا ایک ستارے کا گزرنا کسی در سے
یا ایک پیالے کا کسی چاک پہ ہونا
لو دیتی ہے تصویر نہاں خانہ دل میں
لازم نہیں اس پھول کا پوشاک پہ ہونا
لے آئے گا اک روز گل و برگ بھی ثروت
باراں کا مسلسل خس و خاشاک پہ ہونا

شاعر:ثروت حسین

انتخاب:کشور عرفان.....اسلام آباد

مہک اٹھا آنگن

مہک اٹھا ہے آنگن اس خبر سے
وہ خوشبو لوٹ آئی ہے سفر سے
جدائی نے اسے دیکھا سر بام
میناس دیوار پر چڑھ تو گیا تھا
اتارے کون اب دیوار پر سے
گلہ ہے ایک گلی سے شہر دل کی
میں لڑتا پھر رہا ہوں شہر بھر سے
اسے دیکھے زمانے بھر کا یہ چاند
ہماری چاندنی سائے کو ترسے
میرے مانند گذار کر میری جان
کبھی تو خود بھی اپنی رہگور سے

شاعر:جون ایلیا

انتخاب:راو رفاقت علی.....ضلع لودھراں

نظم

شوق منزل مجھے
میری لاش کے کندھوں
پر لیے پھرتا ہے
ورنہ......
میں کب کی
مر چکی ہوں

شاعر:عائشہ نور عاشا

انتخاب:سدرہ شاہین.....پیروال

alam@aanchal.com.pk

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام پر موجود آل ٹائم بیسٹ سیلرز:-

http://paksociety.com

Downloaded From Paksociety.com

ہما ذوالفقار

انمول موتی

پوچھا گیا کہ جنت کتنی دور ہے؟
آپ ﷺ نے فرمایا۔
جنت دو قدم پر ہے پہلا قدم نفس پر رکھ دو دوسرا قدم جنت میں ہوگا (سبحان اللہ)
فرزینہ طاہر...... سرائے عالمگیر

اللہ کی یاد

ان لمحوں میں جس وقت آپ سخت تکلیف میں ہوں اور کوئی غمگسار نہ ہو اس وقت اللہ کو کثرت اور شدت سے یاد کریں یقین جانیے تکلیف کی شدت اسی لمحے غائب ہوجاتی ہے۔
مدیحہ کنول سرور...... چشتیاں

عید ایسے منائی ہوگی

میرے دیس کے لوگوں نے آج یہ عید ایسے منائی ہوگی کہیں خوشیاں ہی خوشیاں اور کہیں غموں کی بدلی چھائی ہوگی کہیں تتلیوں جیسے رنگین آنچل لہرائے ہوں گے کہیں کسی غریب بچے کی آنکھوں میں آنسو آئے ہوں گے کہیں قہقہوں کی زناٹے دار آوازیں گونجتیں ہوں گی کہیں عیدی کہاں سے دیں مائیں سوچتی ہوں گی کہیں پوشاکیں پہنے امرا کے بچے گھومتے ہوں گے کہیں غریب بھائیوں کے چھوٹے ہوئے کپڑے پہن رہے ہوں گے کسی بچے کو بے بہا عیدی ملی ہوگی اور کسی ننھے نے آج بھی مزدوری کی ہوگی چوما ہوگا ماتھا کہیں ماں نے ممتا سے مخمور ہوکر اور کہیں ڈانٹ کسی نے سوتیلی ماں سے کھائی ہوگی بچھڑے برسوں کے کہیں آن گلے سے لگ گئے ہوں گے اور کہیں اپنوں کے انتظار میں آج بھی کسی نے پلکیں بچھائی ہوں گی کسی بھائی نے عید بہن کو بلا کے منائی ہوگی کہیں ایک بہن آج بھی بھائی کی جھلک دیکھنے کو ترسی ہوگی چھوڑ دے تو بھی انیلا کیا کرنا ہے عید منا کے جب کہیں قہقہوں کی جھنکار اور کہیں آنسوؤں کی جھڑی ہوگی۔
انیلا طالب...... گوجرانوالہ

اچھی عادت بری عادت

ایک دفعہ ایک بزرگ نہر کے کنارے وضو کررہے تھے اچانک ان کی نظر ایک کیڑے پر گئی جو ڈوبنے ہی والا تھا۔
بزرگ نے اس کیڑے کو باہر نکالا تو اس نے آپ کو ڈنگ مارا وہ پھر نہر میں ڈوبنے لگا بزرگ نے پھر اسے باہر نکالا اس نے پھر ڈنگ مارا ایک آدمی جو مسلسل یہ واقعہ دیکھ رہا تھا اس نے بزرگ سے کہا۔
”آپ اس کیڑے کو چھوڑ کیوں نہیں دیتے آپ اس کی مدد کرتے ہیں اور یہ آپ کو ڈنگ مارتا ہے۔“
بزرگ نے جواب دیا ”یہ اپنی بری عادت نہیں چھوڑتا تو میں اپنی اچھی عادت کیوں چھوڑ دوں۔“
نورین انجم اعوان...... کراچی

اقوال حضرت عثمانؓ

❖ تعجب ہے اس پر جو موت کو حق جانتا ہے پھر بھی ہنستا ہے۔
❖ تعجب ہے اس پر جو دنیا کو فانی جانتا ہے اور پھر اس کی رغبت رکھتا ہے۔
❖ تعجب ہے اس پر جو تقدیر کو مانتا ہے پھر جانے والی چیز کا غم کرتا ہے۔
❖ تعجب ہے اس پر جو اللہ کو حق جانتا ہے پھر بھی غیروں کا ذکر کرتا ہے اور ان پر بھروسہ رکھتا ہے۔
❖ تعجب ہے اس پر جنت کو حق جانتا ہے اور پھر دنیا کے ساتھ آرام پکڑتا ہے۔
❖ تعجب ہے اس پر جو شیطان کو جانتا ہے اور پھر اس کی اطاعت کرتا ہے۔
حافظہ صائمہ کشف...... فیصل آباد

بارش

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

مری میں ابھی ایک بارش ہوئی ہے
مہکتے ہوئے دل کے غنچوں کی بارش
اسمبلی میں بھی ایک بارش ہوئی ہے
بہت خوب لاتوں کی مکوں کی بارش

کلام: راؤ تہذیب حسین تہذیب
انتخاب: سپاس گل...... رحیم یار خان

ہنسیں مسکرائیں

ایک لڑکی کو ایک لڑکے نے میسج کیا۔ ”کہاں ہو؟“
لڑکی نے جواب دیا ”میں اپنی مرسڈیز گاڑی میں فائیو اسٹار ہوٹل میں کھانا کھانے جارہی ہوں میں تم سے شام میں بات کروں گی۔ ویسے تم کہاں ہو۔“
لڑکے نے جواب میں لکھا۔
”میں 55 نمبر کی اس لوکل بس میں بیٹھا ہوا ہوں جس کے شیشے جگہ جگہ سے ٹوٹے ہوئے ہیں اور میں نے تمہارا کرایہ دے دیا ہے اور تمہارے پیچھے والی سیٹ پر بیٹھا ہوا ہوں۔

پروین افضل شاہین...... بہاولنگر

یادگار لمحے

اگر آپ مسکرانے کا ہنر اپنا لو گے تو زندگی میں کبھی بھی کوئی آپ کو توڑ نہیں سکے گا۔ زندگی مسکرانے کا نام ہے ہمیشہ مسکراتے رہو۔
اگر رشتوں کو بچانا چاہتے ہو تو جہاں غلط ہوتے ہو وہاں اپنی غلطی تسلیم کرلو اور جہاں درست ہوتے ہو وہاں خاموشی اختیار کرلو۔

فہمیدہ خالق...... برنالی

مسکراہٹ کے پھول

دو پاگل پانی پینے کے لیے گئے تو انہوں نے دیکھا کہ گلاس الٹا پڑا ہے ایک پاگل بولا۔
”گلاس اوپر سے بند ہے۔“
دوسرے پاگل نے کہا۔
”اور یہ نیچے سے بھی ٹوٹا ہوا ہے۔“
نمرہ آزاد...... خیر پور ٹامیوالی

خوشی

خوشی کیا ہے؟
خوشی نہ پھولوں کے جھرمٹ میں ہے نہ جگمگاتے ہوئے قہقہوں میں، میں نے باغ میں لہلہاتے سبزہ زاروں میں بھی لوگوں کو اشک بار دیکھا ہے اطمینان قلب ہو تو کانٹوں کے بستر پر بھی خوشی و مسرت کے خواب دیکھے جاسکتے ہیں ورنہ تو خیالوں کی بے قراری تو پھولوں کی سیج کو بھی کانٹوں کا بستر بنا دیتی ہے۔
☆ منزل تلاش کرنے میں اگر تمہیں مشکلات پیش نہ آئیں تو دیکھ لو کہیں تمہارا راستہ تو غلط نہیں۔
☆ زندگی وہ امتحان ہے جس کی کوئی تاریخ نہیں جس کا کوئی پتا نہیں کہ کس وقت کون سا پرچا آجائے۔
☆ ہمیشہ خود بھی خوش رہو اور دوسروں کو بھی خوش رکھنے کی کوشش کرو تاکہ اللہ تعالیٰ بھی تم سے ہو۔
نجم انجم اعوان...... کراچی

ہائے میری دنیا

جب ہم بچے تھے تو سارا وقت کھیل کود میں رہتے اسکول جانے کے لیے اماں ابا ڈانٹ کر بھیجتے تھے اسکول جاؤ گے تو پیسے ملیں گے، اسکول جاؤ گے تو اچھے اچھے کپڑے ملیں گے۔ بچپنے میں یہ سب کرنا بہت اچھا لگتا پھر اسکول میں نئی نئی دوستیں بنانی ان کے گھر آنا جانا اور کبھی کوئی نا آتی تو اس کی یاد میں اسے خط لکھنا کہ تم بہت یاد آئی پھر عید پہ عید کارڈ، مہندی اور چوڑیاں دینا اور ساتھ میں جینے مرنے کی قسمیں کھانا پھر جب اسکول کا زمانہ بیتا تو کالج شروع ہوا اور یہاں پہ سیل فون کا دور شروع ہوا پہلے والی پیاری جان سے دولری سہیلیاں غائب نئی دوستیں بن گئیں پھر ان سے نئے وعدے اور قسمیں اور ایک نئی رسم برتھ ڈے وش کرنا وہ بھی رات پورے بارہ بجے اس کو بھی ایڈ کیا نیا دور جوں جوں آتا گیا نئے تہوار اور رسمیں بھی ایجاد ہوتی گئیں تو جناب پھر ان دوستوں سے اور زیادہ محبت بڑھ گئی ان کو برتھ ڈے وش کرنے کا ایک ڈے اور مل

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

گیا پھر جیسے ہی کالج کا زمانہ مکمل ہوا ایک نیا زمانہ شروع ہوا یونیورسٹی کا جہاں پہ پھر سے نئے چہرے نئی سہیلیاں اب اس نئے زمانے میں فرینڈ ہو گئیں پھر سیل فون بھی نئے آ گئے سیل فون کی جگہ اسمارٹ فون نے جگہ لی اور مزید ترقی ہوئی سہیلیاں کہاں دوست کہاں اب فرینڈ آ گئیں ان سے نمبروں کا تبادلہ ہوا اور نئی نئی رسمیں ایجاد ہوتی گئیں پھر مارننگ بھی وش ہونے لگی ایوننگ بھی اور نائٹ بھی اور وہ اسکول کالج کی دوستیاں ختم نئے دور کی نئی فرینڈز ملیں ان سے کچھ نیا سیکھنے کو ملا کہ کیا یار تم کتنی ڈل مائنڈ ڈ ہو نا یار تمہیں ابھی تک اسمارٹ سیل فون یوز کرنا نہیں آیا تمہارے پاس تو ابھی تک واٹس ایپ نہیں ہے اور میں تمہیں فیس بک کا کہنے آئی تھی چلو ابھی تمہیں یہ سب سیکھا دیتی ہوں پھر یونیورسٹی کا دور ختم ہوا تو فیس بک کا بالکل نیا دور شروع جہاں پہ کوئی ظاہری دنیا کا تصور بھی نہیں اس کی جھلک بھی نہیں نظر آتی نئی قسم کے لوگ نئے نئے نام نئے نئے کام ہر مذہب کے لوگ پائے جاتے ان سے فرینڈ شپ اور خوب انجوائے پھر اچانک سے یہ سب ختم ہوتا ہے اور آنکھ بند ہو جاتی ہے دل بند ہو جاتا ہے اور یہ سب نئے انوکھے نرالے مزے مزے کے ادوار ختم ایک اکیلی تنگ سی کوٹھڑی جہاں پہ یہ سب کچھ میسر نہیں وہاں پہنچ گئے اور کہا' اے کاش کہ میں نے یہ سب کرنے کی بجائے اپنی اس آخرت کا سوچا ہوتا کاش ان ادوار کو سمجھنے سمجھانے کی بجائے اپنی آخرت کو سنوارا ہوتا ہائے میں دنیا میں کیوں خرافات میں کھو گیا میں کیونکر اس سلیبس کی تیاری نہ کر پایا جس کا مجھے حکم دیا گیا تھا جس کے لیے مجھے بھیجا گیا تھا ہائے میری دنیا ہائے میری دنیا برباد ہو گئی۔

تو یہ تھی ہماری ساری زندگی کی کمائی و حاصل ہمیں ہماری دنیا و آخرت کی فکر کرنی چاہیے نا کہ ان نئی نئی ٹیکنالوجی کی' ہاں یہ سب حدود میں جائز ہیں لیکن تب جب تک آپ اپنے خالق حقیقی کو نہ بھولیں اس کے بتائے ہوئے احکامات بجا لائیں۔

کیونکہ آج تک ایسا نہیں ہوا کہ جو چلا جائے پھر بھی اسے اسی طرح یاد رکھا جائے جس طرح سے ہر روز اس کو صبح صبح یاد کیا جاتا ہے۔

ہاں ان کو دنیا یاد رکھتی ہے جو کچھ ایسا کر کے جائیں جو وہ کبھی بھول نا سکیں ان کی اچھائیاں ان کے اخلاق اس لیے اپنی ابدی دنیا کی فکر کریں یہ سب تو چلتا ہی رہتا ہے۔

محو اپنی ہستی میں ایسا کر دے
تسبیح و حمد میں مشغول کر دے
جو لب کھولیں تو تیری ثنا ہو
اس سے بڑھ کر نا کچھ بھی بیاں ہو
ہو سر بسجود اور پرواز میری جاں ہو
آمین

از قلم: ثمرینہ افضل......

جاننے کی باتیں

❁ محبت بہت ہی پاکیزہ جذبہ ہے یہ خود بخود دل میں پیدا ہو جاتی ہے انسان محبت کے معاملے میں خود غرض ہو جاتا ہے وہ چاہتا ہے کہ جس سے وہ محبت کرتا ہے اس کی طرف کوئی بھی نہ بڑھے وہ صرف اس سے محبت کرے انسان شراکت برداشت نہیں کر سکتا۔

❁ آنسو انسان کے ہر پل ساتھ رہتا ہے جب اپنے سب ساتھ چھوڑ دیتے ہیں تب ہی۔

❁ اگر تم چاہتے ہو کہ لوگ تم سے محبت اور عزت سے پیش آئیں سب سے پہلے خداوند کریم سے محبت کرو اس کا ذکر کرو تو یقین کرو لوگ تم کو اتنی محبت اور عزت دیں گے کہ تم نے کبھی سوچا بھی نہ ہوگا۔

❁ تم کسی سے زیادہ امیدیں وابستہ مت رکھو ہو سکتا ہے وہ ان پر پورا نہ اتر سکے۔

❁ اتنا غصہ نہ کرو کہ وہ تمہیں ہوش و حواس سے بے گانہ کر دے۔

❁ خواہشات کبھی بھی پوری نہیں ہوتیں بلکہ دن

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

بدن ان میں اضافہ ہوتا ہے ان خواہشات سے ہی انسان کبھی تباہ بھی ہوجاتا ہے زندگی کے موڑ پر اگر کبھی ایسا وقت آجائے کہ تمہیں اچھے مشورے کی ضرورت ہوتو تم اس سے مشورہ کرنا جو تم سے مخلص ہو (ماں)۔

ایمان زہرہ شیرازی...... چکوال

وطن

جل کے رہ جائیں دشمن ہمیں دیکھ کر
یوں قدم سے قدم کو ملا کر چلیں
قابل فخر ہے جب ہمارا وطن
فخر سے کیوں نہ ہم سر اٹھا کر چلیں

راؤ تہذیب حسین تہذیب...... رحیم یار خان

ذرا مسکرائیں

لڑکا شادی سے پہلے لڑکی کو دیکھنے گیا پہلی دفعہ ہچکچاہٹ میں کچھ دیر خاموش رہے آخر لڑکے نے بات کرنے میں پہل کی لڑکا اپنی تعلیم کا رعب ڈالنے کے لیے کہا انگلش چلے گی۔

لڑکی شرماتے ہوئے اگر مونگ پھلی اور سوڈا ساتھ ہوتو دیسی بھی چلے گی۔

منزہ عطا...... کوٹ ادو

تتلی

پر ہم یہ نہیں سمجھتے کہ کچھ لوگ
تتلی کو ہاتھوں میں لے کر مسل دیتے ہیں
اور تتلی کے رنگ انہی کے ہاتھوں پہ رہ جاتے ہیں
اور تتلی بدصورت ہوجاتی ہے
سنو لوگو......
میں کچھ بھی بن جاؤں گی
مجھے کچھ بھی بنادو تم
مگر خدارا
مجھے تتلی نہیں بننا
مجھے تتلی نہیں بننا

عائشہ رحمان ہنی...... ریالی، مری

مثال

دنیا کی مثال سانپ کی سی ہے چھونے میں نرم اور پیٹ میں خطرناک زہر ہوتا ہے۔

مدیحہ نورین مہک...... گجرات

جواہرات سے قیمتی

○ توبہ کرنے والوں کے ساتھ بیٹھا کرو کیونکہ وہ سب سے زیادہ نرم دل ہوتے ہیں۔

○ جہاں تمہاری عزت نہ ہو وہاں مت جاؤ، چاہے وہاں تمہیں کھانا سونے کی پلیٹ میں ملے۔

○ اگر موت کے بعد اپنی مرضی کی زندگی گزارنا چاہتے ہو تو موت سے پہلے اپنے رب کی مرضی کے مطابق زندگی گزارو۔

○ ادب کا دروازہ اتنا تنگ اور چھوٹا بنایا ہوا ہے جس میں داخل ہونے سے پہلے سر کو جھکانا پڑتا ہے۔

○ دنیا کے اندر دین نہیں، مگر دین کے اندر دنیا ہے۔

○ آج عمل ہے حساب نہیں کل حساب ہوگا عمل نہیں۔

طوبیٰ یونس...... خیر پور ٹامیوالی

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

جوہی احمد

السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ! اللہ رب العزت کے بابرکت نام سے ابتدا ہے جو ارض وسماں کا مالک ہے۔ ماہ رمضان کی آپ سب قارئین کو ہماری جانب سے ڈھیروں مبارک باد اس بابرکت مہینے میں صائم النہار اور قیام لیل ہونے کے ساتھ حقوق العباد کا بھی خیال رکھیے گا۔ جون کا حجاب رمضان نمبر کے طور پر ترتیب دیا گیا ہے امید ہے آپ قارئین کے لیے دلچسپی کا سبب بنے گا آئیے اب چلتے ہیں آپ قارئین کے دلچسپ تبصروں کی جانب جو حسن خیال کی زینت بنے ہیں۔

سعدیہ عابد...... کراچی۔ اسلام علیکم! خوب صورت سرورق سے سجا حجاب کا مئی کا شمارہ 5 مئی کو موصول ہوا اداریہ کی بات چیت پہ طائرانہ نظر ڈالتے ہوئے حمد ونعت سے قلب ونظر کو منور کرتے سلسلہ ذکر اس پری وش تک پہنچے اقرا راجپوت، شائستہ ہدیبہ اسد اور کرن فاطمہ آپ سب کے بارے میں جان کر اچھا لگا۔ جیسے ہی سباس گل کی محفل رخ سخن میں قدم رنجہ فرمایا وہاں ماہ دولت کو پہلے سے ہی موجود پایا اپنے بارے میں (سعدیہ عابد) جان کر بہت ہی اچھا لگا اس خوب صورت انٹرویو کے لیے ادارہ حجاب اور سباس آپی کے ممنون ہیں۔ آغوش مادر میں کشمالہ اور عائشہ اپنی والدہ محترمہ کے ذکر خیر کے ساتھ موجود تھیں ماں کے بارے میں پڑھنا ہمیشہ اچھا لگتا ہے ایک ٹھنڈی چھاؤں کا احساس ہوتا ہے اللہ سب کی ماؤں کو سلامت رکھے آمین۔ من شر ما خلق حرا قریشی کا ایک عمدہ ناولٹ حرا نے اپنی تحریر سے بہ خوبی انصاف کیا آپ کے ناولٹ میں منظر نگاری جاندار وشاندار تھی۔ ملو گے تم ہم کو گر نصیبوں سے فرح طاہر کا وہی پرانا موضوع مگر انداز تحریر متاثر کن لیکن ایمن ضرورت سے زیادہ بدتمیز لگی اور مصنفہ اس افسانے میں ہیرو کی انٹری بھی کروا دیتیں تو تحریر میں چار چاند لگ جاتے۔ ”میرے خواب زندہ ہیں“ نادیہ فاطمہ رضوی کا سلسلے وار ناول بہت عمدگی سے آگے بڑھ رہا ہے ہر قسط ایک تجسس چھوڑ جاتی ہے آگے جانے ماریہ کی زندگی میں کیا ہونے والا ہے؟ ”لرزش“ مریم شیراز کا بے انتہا خوب صورت ناول۔ مصنفہ کی ہر کردار پہ گرفت بے حد مضبوط رہی آپ نے درست جانب نشاندہی کی ایک چھوٹی سی خطا معمولی سی لرزش کی سزا انسان کو تاحیات بھگتنی پڑتی ہے۔ صبا عشل من کی خوشبو ایک مختصر مگر پراثر تحریر ہم اکثر دوسروں کو وہی چیز دیتے ہیں جو دل سے اتر جاتی ہے یا اس میں کوئی عیب در آتا ہے اگر ہم انسان اپنی سوچ مثبت کرکے گھریلو ملازمین کے ساتھ حسن سلوک کرنے لگ جائیں تو چوری اور عام برائیاں ختم ہو جائیں صبا آپ نے بہت اچھا لکھا۔ ”دل کے دریچے“ صدف آصف کی سلسلے وار کہانی ایک نئے موڑ پہ آگئی ہے سفینہ کی شادی کے ہنگامے دل کو بھلے لگے مگر شرمیلا صاحبہ کی حرکتیں الامان الحفیظ دیکھتے ہیں اگلی قسط میں ہوتا ہے کیا؟ ”عشق ناکام“ سباس گل کا افسانہ محبتوں سے گندھا ہجر میں سانس لیتا بہت زبردست تھا اگر عین وقت پہ علی اپنی محبت سدرہ کو منالیتا تو عشق ناکام نہ ہوتا سدرہ کا قاسم سے شادی کرنے کا فیصلہ درست تھا مگر عشق ناکام ہو گیا اس کا تادیر ملال ہوتا رہا۔ ”ایک حرف مکرر ہے محبت“ قصہ ہاشمی کے ناول کی سب سے پہلی خوبی عمدہ عنوان محبت جیسے آفاقی جذبے پہ لکھی ہاشمی صاحبہ کی ہلکی پھلکی تحریر تادیر اپنے حصار میں لیے رہی باقی آئندہ دیکھ کر مزہ کرکرا ہو گیا مگر صبر کر لیا۔ ”شب آرزو تیری چاہ میں“ نائلہ طارق اپنے مخصوص انداز میں ناول کو بڑی خوب صورتی سے آگے بڑھا رہی ہیں حاذق اور عرش کی زندگی میں آگے کیا موڑ آنے ہیں شدت سے انتظار ہے۔ ”شکست خواب“ سحرش فاطمہ کی پہلی تحریر پڑھی سحرش آپ نے بہت عمدہ لکھا خوب صورت موضوع اور بہترین اسلوب سے مزین سحرش آپ کی ایک بہترین کاوش یک طرفہ چاہت واقعی دل کا روگ بن جاتی ہے اور جب خواب بکھرتے ہیں تو زندگی صرف سانسوں کی آماجگاہ بن کر رہ جاتی ہے حیدر مصطفیٰ کا کردار اچھا لگا مگر کافی دیر تک اس کردار کی شکستگی نے اداس رکھا۔ ”غربت کی لکیر“ ماریہ طفیل کا ایک حساس موضوع پہ لکھا گیا اپنے آپ میں ایک منفرد افسانہ تھا مختصر مگر پراثر ویری ویلڈن ماریہ۔ ”ڈھل گیا ہجر کا دن“ نادیہ احمد کا ماضی وحال کے تانے بانے بنتا علینہ جیسی کمزور لڑکیوں کی مشکلات کو عیاں کرتا اور مرد کا بیوی کے لیے شجر سایہ دار کی جگہ مار پیٹ کر زدوکوب کرنے والے لوگوں کی عکاسی کرتا یہ ناول کافی عمدگی سے آگے بڑھ رہا ہے شہباز کا بیوی کو تشدد کا نشانہ بنانا برا لگا مگر یہ معاشرے کا المیہ ہے علینہ کی مشکلات امید ہے اختتام تک ختم شد ہو جائیں گی۔ چناؤ نیلم شہزادی، جیت ام اقصیٰ، میرے خواب میرے جگنو شبانہ شوکت آپ تینوں کے مختصر افسانے بھی بہت عمدہ تھے۔ ”قتل گاہ“ زندگی مریم جہانگیر پانی والا بابا مزنہ سید آپ دونوں کے آرٹیکلز آرٹیکل کم افسانے زیادہ لگے۔ مکالمے کا استعمال افسانے وناول میں ہوتا ہے۔ جبکہ آپ دونوں نے ہی افسانے کے انداز میں بات چیت آرٹیکل میں شامل کی جس سے آرٹیکل میں افسانوی رنگ آگیا۔ موضوع وانداز بیان بہترین رت ہی بدل گئی رفعت خان کے لیے سب کے جذبات پڑھ کر دل دکھ سے بھر گیا جانے والے چلے جاتے ہیں یادیں چھوڑ جاتے ہیں اللہ مرحومہ کے درجات بلند کرے آمین۔ باقی مستقل سلسلے ہمیشہ کی طرح بہترین رہے کیونکہ رمضان کی آمد آمد ہے اس لیے کچن کارنر سے اس بار خوب استفادہ حاصل کیا چکن پکوڑے کی ریسپی نوٹ کرلی ہے بشرط زندگی اس رمضان میں ٹرائے کرنے کا مصمم ارادہ ہے تمام لکھاری بہنوں کو ایک بار پھر دلی مبارک باد اللہ کرے زور قلم اور زیادہ فی امان اللہ۔

☆ ڈیئر سعدیہ اسی طرح بھرپور تبصرے کے ساتھ آئندہ بھی محفل میں شامل رہیے گا۔ پہلا انعام جیتنے پر ہماری جانب سے مبارک باد قبول فرمائیں۔

سائرہ راؤ...... دنیاپور۔ اسلام علیکم قیصر آپا سعیدہ نثار آپی اور طاہر بھائی میں اپنے بھائی راؤ رفاقت علی سے آپ تینوں کی تعریفیں سن سن کر بن دیکھے گرویدہ ہوگئی۔ ان کی محبت نے قلم اٹھانے پر مجبور کیا تو سوچا تبصرہ کرہی لوں۔ میں آنچل کی تو دس سال سے پرانی فین ہوں، مگر حجاب کچھ عرصے قبل پڑھنا شروع کیا ہے۔ اس سے پہلے خاموش قاری تھی مگر اب بولنے کا دل چاہنے لگا ہے۔ حجاب کا مئی کا پرچہ ہاتھ میں کیا آیا منہ سے بے ساختہ نکلا تیرا ہاتھ ہاتھ میں آگیا کہ چراغ راہ میں جل گئے۔ خیر یہ تو مذاق کی بات تھی، ماڈل ہمیشہ کی طرح سپر سے اوپر ہے۔ قیصر آرا آپا کی نصیحت آمیز باتیں، گہرا اثر چھوڑ گئیں۔ حمد نعت کو احترام سے پڑھا اس کے بعد ذکر پری وش میں اقرا راجپوت نے کمال کر دیا۔ اس کے بعد سلسلے وار ناول کی طرف نظر گھمائی اور پسندیدہ ناول کی طرف دوڑ لگادی، جی ہاں آپ سمجھ گئے ہوں گے ”دل کے دریچے“ صدف آپی اس قسط میں تو حیران ہی کر دیا۔ اف ایسا بھی ہوتا تھا۔ یہ کیا کر دیا سفینہ اور فائز کی علیحدگی

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

دل کو دھچکہ پہنچا۔ بہر حال قسط بہت ہی جاندار اور ہر کردار اپنی جگہ نگینے میں فٹ ہے۔ اپنے قلم سے ایسے ہی روشنیاں بکھیرتی رہیں۔ نائلہ طارق کا ناول ”شب آرزو تیری چاہ میں“ بہت ہی اعلیٰ۔۔۔ واہ بھئی واہ۔ کیا لکھ رہی ہیں۔ نادیہ فاطمہ رضوی بھی اچھا لکھتی ہیں۔ سباس گل آپی نے بہت کمال کا لکھا ”عشق ناکام“ کامیاب ہو جاتا۔ سحرش فاطمہ کا ”شکست خواب“ بہت زبردست رہامینا کے ادھورے خواب، بہت دکھی کر گئے اور حیدر مصطفیٰ کی جیت، بے شک آج کی لڑکیاں بھی ڈھیروں خواب سجا رکھتی ہیں ویلڈن سحرش۔ نادیہ احمد کا ڈھل گیا ہجر کا دن بھی اچھا چل رہا ہے۔ اس میں سمیر اور علینہ کا کردار پسند آیا۔ انٹرویو میں سعدیہ آپی کی باتیں اچھی لگیں۔ رفعت آپی کے بارے میں کچھ کہنے کے لیے الفاظ کم پڑ رہے ہیں اللہ انہیں اپنی جوار رحمت میں جگہ دیں آمین۔ باقی ڈائجسٹ بھی دلچسپی سے بھر پور لگا۔ عالم انتخاب میں اپنے بھیا کا انتخاب پسند آیا۔ کائنات جعفری کا بھی۔ حسن خیال میں ماورا طلحہ جی خوش رہیں۔ پروین افضل شاہین کی باتیں بہت مزہ دیتی ہیں۔ میری پسندکی رائٹرز اقبال بانو، صدف آصف اور نائلہ طارق کو سلام پہنچا دیجیے گا۔

☆ ڈیئر سائرہ ان سطور کے ذریعے آپ کا سلام ان تک پہنچا دیا گیا ہے۔ دوسرا انعام جیتنے پر ہماری جانب سے مبارک باد قبول فرمائیں۔

حرا قریشی......

لفظ بھر لفظ ہیں جذبوں کو سمیٹیں کیونکر...

کیسے کر پاؤں میں اظہار عقیدت تجھ سے!

ہیں کچھ خصوصی مقاصد جن کے تحت اس بار پھر سے تبصرہ قلمبند کر رہی ہوں اور یہ سب رقم کرتے میرے قلم کی سیاہی محبت جیسے معتبر جذبے سے لبریز ہے اور اس کی سرخی جوش آرزو سے تر ہوتی جا رہی ہے کہ قلم ہی تو وہ ارفع و اعلیٰ شے ہے جس کی بدولت تخیل کو لفظوں کا پیرہن اور قرطاس کو لسان ودیعت کر دی جاتی ہے۔ مقصد اولین پیاری جویریہ کے بے ساختہ پیار سے منسلک ہے جسے پاتے ہی دل کسی نوزائیدہ بچے کی مانند مسکرا اٹھتا ہے اور ان کے حرف مودت تو محبت کی متاع معلوم ہوتے ہیں۔ متشکر! مقصد ثانوی ”من شر ماخلق“ کی اشاعت پر خصوصی شکریہ ادا کرنا ہے جس کی بابت علم ہوتے ہی ایک گونا گوں مسرت نے چہار سو احاطہ کیا تھا۔ جذبات و احساسات کو اک نئی اڑان عطا ہوئی تھی دل بنا پنکھ کے تشکر کی فضاؤں میں آزادانہ پرواز پر مصر ہوا تھا۔ مقصد ثلث میرے بہت پیارے ”من موہنے“ شاندار شاگردوں کا تبصرہ ہے جن کے زریں حروف نے سرتاپا بے لوث خلوص کی گرمی اور محبت کے شیرے سے ٹپ ٹپ گرتے قطروں سے شرابور کر دیا ملاحظہ کیجیے بہت پیاری سویرا کا کہنا ہے یہ کہانی بہت اچھی تھی اس کو پڑھ کر مجھے بہت خوشی ہوئی اور اس کہانی میں مجھے لڑکی (روحا) کا کردار بہت اچھا لگا کیونکہ اس نے ہر کام کو اچھے سے کیا اور اس کہانی کے ایک ایک لفظ کو پڑھ کر بے حد مزا آیا۔ اس کہانی کو پڑھتے مجھے ایسا محسوس ہو رہا تھا کہ میں خود اس کہانی میں موجود ہوں اور یوں لگ رہا تھا کہ جیسے یہ سارا منظر میں نے خود اپنی آنکھوں سے دیکھا ہو۔ پیاری دائمہ لکھتی ہیں مجھے اس کہانی کی سادگی بہت اچھی لگی اور روحا کا کردار بھی کیونکہ وہ ہر مشکل کا بنا ڈرے مقابلہ کرتی تھی اور مشکل وقت میں صرف اللہ پر بھروسہ کرتی تھی۔ یہ کہانی حقیقت پر مبنی تھی۔ پیاری آمنہ کہتی ہیں مجھے اس کہانی میں روحا کا کردار اس لیے اچھا لگا کہ اس نے اپنی ہر مشکل کو اللہ کے سپرد کر دیا تھا۔ روحا نے حقیقت کو صبر کے ساتھ تسلیم کیا جو کہ اس کہانی کی زیب و زینت ہے۔ روحا نے اپنی ہر ناانصافی کا بدلہ وقت کے حوالے کر دیا اور وقت نے اس کے ساتھ اچھا بھی کیا۔ روحا کا یہی مثبت کردار کہانی کو اعلیٰ درجے تک پہنچائے گا ان شاء اللہ! یو آر آوسم ناٹس رائٹر پلیز کیپ اٹ اپ۔ پیاری شبینہ کا نقطہ نظر یہ تھا مجھے یہ کہانی بہت اچھی لگی۔ اس کہانی میں روحا کے کردار سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ جب انسان اللہ پر مکمل یقین رکھتا ہے تو کوئی کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔ ہر مشکل کا صبر سے مقابلہ کرنا چاہیے اور ایک بات جو اس کہانی سے سامنے آئی وہ یہ کہ بیٹیوں کی شادی جانچ پڑتال کر کے کرنی چاہیے تاکہ بوجھ سمجھ کر سر سے پھینک دیا جائے اور یہ ہر انسان کو یقین ہونا چاہیے جیسا کہ روحا کو تھا کہ ہر مشکل کے بعد آسانی اور ہر اندھیری رات کے بعد ایک نئی صبح کا آغاز ضرور ہوتا ہے (خیال رہے میرے شاگرد باقاعدہ ڈائجسٹ ریڈر نہیں ان کا اصرار تھا کہ اب کی بار جب تحریر آئے تو انہیں ضرور آگہی فراہم کروں سو میرے مطلع کرنے پر نہ صرف انہوں نے ڈائجسٹ خریدا بلکہ اپنی گراں قدر آراء سے بھی نوازا) یو آر مائی پراؤڈ مائی ڈیئر اسٹوڈنٹس۔ اب ذرا اس ماہ کے تبصرہ حجاب پر نظر کرم ہو جائے افسانہ بزم میں جونہی تشریف آوری کی۔ صباحی کی من کی خوشبو نے من کو مہکایا آج کل کے دور میں قابل اعتبار ماسیوں کی تلاش بھی ایسے ہے جیسے تلاش روزگار کہ اس قبیلے کے افراد میں محنتی اور ایماندار لوگوں کا ملنا قدرے مشکل ہے۔ نگین کے احسن عمل نے نجمہ کی آنکھیں کھول دیں مگر جو بھی تھا نجمہ کا فعل قابل مذمت تھا۔ نگین جب مالکن اتنی اچھی تھیں تو اسے اپنا مسئلہ سامنے رکھنا چاہیے تاکہ قیمتی کپڑوں کو عیب دار کرتا رب سوہنا سب کو ہدایت دے آمین۔ خوشبو میں بسے تازہ خیالوں کی طرح ہیں۔ جی تو اب تذکرہ ہے ”عشق ناکام“ جس کی مصنفہ ہیں محبت کے بہت پیارے حوالہ جات لکھنے والی سباس گل اس افسانے کا آغاز برجستہ مکالمے سے ہوا اور کیا خوب ہوا۔ انجام بھی معتبر علی ہمدانی کو چھوڑ کر قاسم کا انتخاب کرنا بلاشبہ سدرہ کا بہترین فیصلہ تھا۔ عشق کو دوام نہیں نظم بھی اچھی لگی شکست خواب میں سحرش نے بھی ایک افسردہ مگر تلخ حقائق سے پردہ اٹھاتا ایک چھوٹا سا قصہ سامنے لا رکھا۔ قبل اس کے کہ مینا کسی حتمی نتیجے تک رسائی حاصل کرتی کاتب تقدیر نے اپنی احسن چال چلی اور کوئی شک نہیں کہ سب سے بہتر چال بھی اسی کی ہے۔ حیدر مصطفیٰ کے خواب کو تعبیر نہ ملنی تھی سو نہ مل سکی خواب بالاصل شکستہ بھی اسی کے رہے ایک پرزور آہ مختصر جامع اور اپنے موضوع سے کامل انصاف کرتی نیلم شہزادی کی تحریر ”چناؤ“ تھی۔ شاباش پیاری لڑکی! بمشکل دو صفحات پر مشتمل ماریہ کی تحریر غربت کی لکیر نے غربت کا ڈھنڈورا خوب پیٹا پر محترمہ نقار خانے میں طوطی کی آواز بھلا سنتا ہی کون ہے۔ بیشتر غریب دم مرگ زندگی کی کشمکش سے لڑتے ایسے ہی اسٹریچر پر دم توڑ جاتے ہیں جیسے شرجیل کی ماں نے دم توڑا صد افسوس ام اقصیٰ کی تحریر ”جیت“ ایک احسن پیام سے مرصع تھی جیت وہی جو دوسروں کے لیے خیر بنے نہ کہ شر خواہ بنی نوع کتنا ہی خوبیوں کا مرقع ہو۔ عبدالہادی ایک ایسی ہی خیر کا نام تھا بصورت ”میرے خواب میرے جگنو“ پہلی بار شبانہ شوکت کو پڑھا عموماً ایسا بہت کم دیکھنے میں آیا ہے کہ معلم سے اس کے شاگرد کی شادی ہو جائے مگر جب لگن سچی ہو نیت صاف ہو اور ارادے پختہ ہوں کام شریعت کے دائرہ کار کو مدنظر رکھ کر کیے جائیں تو منزل خود بخود گھٹنے ٹیک دیا کرتی ہے۔ عنایہ سے عمر کا ملاپ اس بات کی بھرپور تائید کرتا ہے۔ ”ملو گے تم ہم کو“ فرح طاہر جی آیاں نوں! اگر میں یہ کہوں کہ اب کے یہ افسانہ سب پر سبقت لے گیا تو غلط نہ ہوگا آج کل ہر لڑکی کو تقریباً ایسے حالات و واقعات کا سامنا ہوتا ہے۔ جیسا ایمن کے ساتھ

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

درپیش آئے۔ بہر حال ایمن نے جو ترنت جواب دیے لڑکے والوں کو اس پہ یکبارگی دل چاہا کہ ایمن کو داد طلب تھپکیاں دوں۔ واقعی وقت سے پہلے اور نصیب سے زیادہ کسی کو نہیں ملنے والا! بعدازاں سوچا کہ یہ افسانہ سب سے آخر میں کیوں پڑھا؟ اسے تو سب سے پہلے پڑھنا چاہیے تھا۔ آفرین فرح جی! تیرے لہجے کے آنگن میں جیسے خوشبو بول رہی ہے۔ مریم کا مکمل ناول تلخ حقائق پر مبنی تھا جس کا مرکزی نقطہ وٹہ سٹہ تھا جو بمشکل ہی کسی خاندان کے لیے مسرت کا باعث بنتا ہے نہ صرف زمعہ نے اپنے مکروفریب سے اریج کو اذیتیں پہنچائی بلکہ سونے پر سہاگہ اس کے خاندان نے بھی اس کا بھرپور ساتھ دیا جو انتہائی قابل نفرت امر تھا پھر ہوا کیا ایک دن اس کی اولاد نے اسے خود احتسابی کی عدالت میں لا کھڑا کیا جس عدالت کی سماعت نے اس کے لبوں پر بھاری قفل لگا دیئے تھے۔ اس کے لفظ گم ہوئے تھے۔ انا کا بے ضمیر بت کرچی کرچی ہوا تھا' اعلیٰ "ایک حرف مکرر" فضہ ہاشمی کی اس تحریر میں جا بجا دلچسپی اور خفیف سے تجسس کا عنصر مہمیز ہے آخر میں جاری ہے کے ٹیگ نے چونکایا تو ہوش آیا اور منہ لٹکایا۔ آنکھوں میں روشنی کا سمندر ٹھہر گیا۔ پیاری نادیہ کی تحریر "ڈھل گیا ہجر کا دن" اس بار تشبیہات کا استعمال عمدگی سے کیا گیا۔ آسیہ کے مرض پر تشویش لاحق ہوئی' دیکھیں سفینہ کے معاملے میں زبیر کی سعی کس حد تک بارآوری کرتی ہے؟ فریحہ کا جذبہ قابل تعریف ہے' شہباز جیسے مردوں کو بیچ چوراہے میں کھڑا کر کے اڑا دینے کا جی چاہتا ہے۔ معاشرہ درحقیقت ایسے لوگوں سے بھرتا ہی جا رہا ہے' خاور سے شکوے رخشندہ کے اف..... توبہ یہ عورتیں!

میرے پہلو میں یہ کیسی خوشبو کھڑی ہے
تجھ سے ملنے کی گویا مبارک گھڑی ہے

دل کے دریچے کیا وا ہوتے ہیں من موہنی صدف کا رخ روشن تخیل کے پردے پر نمایاں ہو جاتا ہے' اس قسط میں بھی سنوری سفینہ کا بخوبی خاکہ قرطاس کی نذر کیا گیا تو ہم پرست اور بناوٹی لوگوں سے اللہ بچائے۔ سفینہ کے ثوبی اور سنبل کے لیے پیار پر ہمیں بھی پیار آیا۔ شرمیلا اور موئل کی تو تکرار کیا رنگ لانے والی ہے؟ یہ جاننے کے لیے منتظر ہیں۔ "میرے خواب زندہ ہیں" اور "شب آرزو تیری چاہ میں" کی اقساط کیا کھلبلی مچائے ہوئے ہیں؟ ان پر تبصرہ اگلی اقساط کے ساتھ ادھار کر لیا ہے۔ سعدیہ عابد سے مل کر بے حد مسرت ہوئی' الحمدللہ! ان کے چار ناول میرے پاس ہیں اور پڑھے بھی ہیں۔ آغوش مادر میں عائش اور عائشہ دونوں کے سادہ تصنع سے مبرا حقیقت سے قریب تر خیالات پسند آئے۔ کرن رانی اقرا شائستہ ہر پری وش کی عادات واطوار جان کر اچھا لگا بالخصوص شائستہ آرکیٹکز دونوں بہترین تھے۔ حمد و نعت سدا ہی قلب و روح کے لیے کسی روح پرور طلسم انگیز خوشبو کی طرح ہوتے ہیں۔ رب سوہنا ہمیں بھی اس کار ہنر میں کاریگری عطا فرمائے آمین۔ پیاری کوثر خالد تبصرہ طویل سو آپ کی نعت کی فرمائش گول ہو گئی۔ بات چیت پر یہی کہیں گے کہ رب سوہنا کراچی سمیت ہر مومن مسلمان کو اپنی حفظ وامان میں رکھے آمین۔ اب کہ جیسا میں نے دیکھا نے افسردہ کیا جیسے ایڈمن چینل سرد رے نے۔ بزم سخن میں ملالہ پروین' زنیرہ اکثر کا انتخاب اچھا تھا۔ بیگن نہ انڈے' نہ پلاؤ' نہ قورمہ اس بار بھی کچھ نہیں کھانا پکن سے وجہ؟ پرہیز! عالم میں انتخاب سب عمدہ جو ہی کی بزم میں شامل سب ہی تبصروں کی طرح۔ آرائش حسن پر کیا کہیں' بہت شکر اس پاک پروردگار کا۔ شوبز کی دنیا چھوڑ دو ٹوٹکے آزمودہ رہے' ہومیو کارنر کمال دھمال تھا' اس دعا کے ساتھ اجازت' زندہ باشی و کامراں باشی! آپ کی ادنیٰ خاکسار دعاؤں کی طلبگار۔

☆ ڈیئر حرا! خوش رہو ہمیشہ کی طرح تبصرہ شاندار رہا اللہ سبحان وتعالیٰ آپ کو صحت کاملہ عطا فرمائے آمین۔ تیسرا انعام جیتنے پر ہماری جانب سے مبارک باد قبول فرمائیں۔

ماورا طلحہ..... وزیر آباد۔ السلام علیکم! حجاب کے منتظمین' پڑھنے والوں اور لکھنے والوں کے لیے نیک تمنائیں' امید ہے حجاب سے وابستہ سب لوگ ٹھیک ہوں گے۔ اب آتے ہیں حجاب کے تبصرے کی طرف تو سارے دل گردہ تھام لیں کیونکہ ہمارا تبصرہ آپ کے دلوں کے تار چھیڑ دے گا (خوش فہمی)۔ سب سے پہلے ٹائٹل پہ نگاہ گئی کافی حد تک اچھا لگا اور میک اپ کی تھوڑی تہہ بھی اچھی لگی۔ قیصر آرا آپا کی بات چیت پڑھی' رمضان آنے والا ہے مگر بے تحاشا گرمی میں اللہ تعالیٰ سب کو صبر عطا فرمائیں اور گرمی میں بیہوش ہونے سے بھی بچائیں حمد اور نعت سے دل اور آنکھوں کو منور کیا' پھر پری وش کا ذکر پڑھا اور پڑھ کے لگا واقعی ہی پریوں کا ذکر ہو رہا ہے۔ بزم سخن میں سعدیہ عابد براجمان تھیں' آپ کے بارے میں جان کر بہت اچھا لگا سعدیہ۔ کبھی خاص طور پہ تو بات نہیں ہوئی مگر آنچل' حجاب اور نئے افق آفیشل گروپ کی ایڈمن ہونے کے ناطے تھوڑی بہت بات ہوئی اور اتنی ہی بات ان کے اعلیٰ اخلاق کی گواہی دیتی ہے۔ ماشاءاللہ اس دفعہ فہرست میں کچھ جانے پہچانے نام تھے۔ حرا قریشی کے اب تک افسانے ہی پڑھے تھے مگر اس دفعہ ناولٹ پڑھنے کو ملا' بہت پختگی ہے حرا کے انداز میں اور کہانی بھی اچھی تھی' اللہ تعالیٰ اور زور قلم عطا کریں۔ آمین' فرح طاہر کا افسانہ بھی اچھا تھا حقیقت کو بیان کرتا ہوا' بالکل ہمارے معاشرے کی کہانی تھی اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کو ہدایت دے اور ان کے دل میں بیٹیوں کے لیے نرم گوشہ پیدا کرے۔ سباس گل آپی تو ویسے ہی میری فیورٹ ہیں' میرے لکھاری بننے کے سفر میں انہوں نے میری بہت رہنمائی کی اور میں ہمیشہ اس کے لیے شکر گزار رہوں گی۔ بہت اچھا افسانہ لکھا ایسے افسانے ہمیشہ سے پسند آتے ہیں جو پریشانیوں میں کھلکھلانے پہ مجبور کر دیں۔ سحرش فاطمہ کی کہانی بھی اچھی تھی' خواب ہر کسی کی زندگی کا اثاثہ ہوتے ہیں اور سحرش نے ان خوابوں کی اچھے سے ترجمانی کی۔ باقی سب کے افسانے بھی اچھے رہے اور سب کو اس کے لیے ڈھیروں داد۔ اب بات ہو جائے صبا عیشل آپی کی تحریر کی تو بہت زبردست تحریر تھی۔ ہمارا رویہ واقعی ہی ایسے معاملوں میں بے حسی پہ مبنی ہوتا ہے۔ اپنے سے وابستہ لوگ چاہے وہ ملازم ہی کیوں نہ ہوں ہماری ذمہ داری ہوتے ہیں' بہت اچھا نکتہ اٹھایا آپی' زبردست۔ "دل کے دریچے" صدف آصف آپی کمال لکھ رہی ہیں' بس اب جلدی سے بک فارم میں لائیں اور آٹوگراف کے ساتھ ہمیں پڑھنے کا شرف عطا کریں۔ بہت سی دعائیں آپ کے لیے اور یہی بات میں نادیہ احمد کے لیے کہوں گی۔ اچھی جا رہی ہے کہانی مگر جو مزا بک فارم کا ہے وہ ویسے کہاں تو ذرا آپ بھی جلدی سے مکمل کریں۔ رفعت خان آہ' کیا کہوں میں لفظ بھی روٹھ سے گئے ہیں۔

بچھڑا کچھ اس ادا سے کہ رت بدل گئی
اک شخص سارے شہر کو ویراں کر گیا

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

اللہ تعالیٰ انہیں جوارِ رحمت میں جگہ عطا کرے آمین۔ بزم سخن میں سب کے انتخاب اعلیٰ اور کمال تھے سب کے لیے شاباش۔ رمضان آرہا ہے تو کچن کارنر سے خوب لطف اٹھائیں گے۔ آخر میں ہمارے حسن کو دوآتشہ کرنے کے طریقے جو میں سستی کی ماری کبھی نہیں آزما سکتی۔ تبصرہ مقابلہ کی جیت پہ قیصر آراء آپا کی طرف سے مبارکباد دی گئی اس کے لیے بہت شکریہ۔ آخر میں سب کو سلام۔ اپنا خیال رکھیے، خوش رہیں اور اپنے سے وابستہ لوگوں میں خوشیاں بانٹتے رہیں۔ اپنی دعاؤں میں یاد رکھیے۔

☆ ڈیئر ماور! اسی طرح بھرپور تبصرے کے ساتھ آئندہ بھی محفل میں شامل رہیے گا۔

سحرش فاطمہ...... کراچی۔ السلام علیکم! کیا حال ہیں سب کے؟ کافی عرصے بعد پھر سے تبصرے کے ساتھ حاضرِ خدمت ہوں۔ سب سے پہلے بات کروں گی ٹائٹل کی۔ اس بار ٹائٹل اچھا تھا لیکن کوشش کریں اس سے بھی اچھا رکھیں۔ شکر لائٹ میک اپ تھا اور ہیوی جیولری نہیں تھی جو کہ حجاب پہ اچھی لگتی بھی نہیں۔ بات چیت میں ایک بار پھر سے قیصر آراء آپی ہم سے مخاطب تھیں، رمضان آنے والا ہے اور گرمی واقعی بے تحاشا ہوگئی ہے۔ دیکھتے ہیں رمضان میں کس قدر گرمی ہوتی ہے۔ اس بار کی لسٹ دیکھ کر واقعی خوشی ہوئی اور حیرت بھی ہوئی، بھئی اپنا نام جو دیکھا تو حیرت تو ہوگی ناں۔ حمد اور نعت پڑھ کر بہت اچھا لگا پھر ہماری پریوں کا ذکر ہوا اور ہم نہ پڑھیں ایسا تو ہو ہی نہیں سکتا ہے ناں؟ اقراء راجپوت ابھی کچھ دن پہلے ہی گروپ میں سعدیہ اہل کاشف کا ذکر ہوا تھا لگتا ہے مدیرہ سے کہنا ہوگا کہ ان کے کچھ پرانے افسانے ناولز لگائے جائیں حجاب میں۔ شائستہ بہت اچھا لگا آپ کو جان کر۔ ربیعہ اسد اور بٹ اور کرن فاطمہ کی پیاری باتیں پڑھ کر اچھا لگا۔ رخ سخن میں اس بار ہماری پیاری مصنفہ سعدیہ عابد موجود تھیں۔ یہ واقعی بہت اچھی ہیں ان سے بات کر کے ہی بندہ بتا دیتا ہے کہ ماشاء اللہ اچھے اخلاق کی ہیں، اچھا لکھتی ہیں، بھئی ان کا تو ایک مقابلہ بھی میں جیت چکی ہوں پھر باری آتی ہے آغوشِ مادر کی۔ عائش کشمالہ اور عائشہ رحمن ہنی آپ دونوں کی امی کو اللہ صحت و تندرستی دے آمین۔ حرا قریشی ناولٹ کے ساتھ جلوہ گر ہوئی ہیں ماشاء اللہ بہت مبارک ہو ایک بہت ہی منفرد انداز میں لکھی گئی تحریر، حرا کا اندازِ بیاں واقعی الگ ہے۔ فرح طاہر بڑے عرصے بعد نظر آئیں بہن، خیر تو تھی ناں۔ ”ملو گے تم ہم کو گر نصیبوں سے“ آفرح کیا لکھ ڈالا؟ لڑکیوں سے ایسے گھسے پٹے سوالات کیے جاتے ہیں اور اگر جواڑ کی سوال کرے تو برا بھلا اسی کو ہی کہا جاتا ہے خود تو جیسے معصوم ہوتے ہیں ناں مزہ آیا پڑھ کر۔ نادیہ فاطمہ رضوی معذرت۔ میں یہاں پہلے بھی بتا چکی ہوں سلسلے وار ناولز فالو نہیں کر پاتی اس لئے کافی ناولز نہیں پڑھے۔ اس کے بعد ”دل کے دریچے“ از صدف آصف بھی گرفت میں لے کر چل رہی ہیں ایک ناول ہے جو اتنے ماہ سے چل رہا ہے ماشاء اللہ۔ ”عشقِ ناکام“ از سباس گل۔ ہنستا کھلکھلاتا مزے دار افسانہ۔ سباس کزنز والے افسانے بہت عمدگی کے ساتھ لکھتی ہیں۔ کزنز کی نوک جھونک اور پھر پیار اعلیٰ۔ فضہ ہاشمی کی تحریر بھی اچھی لگی۔ نائلہ طارق امید ہے مزید بھی آپ آنچل و حجاب میں لکھتی رہیں گی۔ پھر جناب باری آتی ہے کس کی؟ جی جی میری اب میں اپنے افسانے کی تعریف تو کرنے سے رہی یہ کام آپ قارئین کا ہے پسند آئے تو ضرور بتائیے گا نہ بھی آئے تب بھی۔ اس کے ساتھ ہی میں ان دوست و احباب کا شکریہ ادا کرنا چاہوں گی جنہوں نے پڑھا یا افسانہ اور تبصرہ دیا اپنی پسندیدگی کا اظہار کیا۔ عفیرہ احمد، بشریٰ خان، ماہ رخ علی، زینب قریشی، امینہ آسی، لیلیٰ احسن، عائشہ پرویز اور ظہیر احمد۔ ویسے میں تبصرہ نہ کرتی اس ماہ لیکن راؤ رفاقت بھائی نے خاص کہا تو میں تبصرہ کر رہی ہوں اور ان کی بہن کا بھی شکریہ جنہوں نے مجھے پڑھا اور تبصرے میں شامل رکھا۔ ماریہ طفیل پارس زبردست تحریر تھی آپ کی۔ نادیہ احمد کا ”ڈھل گیا ہجر کا دن“ پسندیدگی کے ساتھ پڑھا جا رہا ہے ہر جگہ ماشاء اللہ۔ صائمہ قریشی آپ کہاں گم ہیں بہن؟ ذرا جلدی کوئی اچھے سے ناول کے ساتھ آئیں۔ نیلم شہزادی کا چناؤ بھی اچھی تحریر تھی۔ جیت از ام اقصیٰ ایک بہترین تحریر، بہت ہی گہری بات اس میں چھپی ہوئی تھی پڑھنے میں سبق آموز۔ آپ کو میری تحریر بھی پسند آئی اس کا بہت شکریہ۔ مریم جہانگیر مزنہ سید اور صباء عیشل کی تحاریر بھی اچھی لگیں۔ ”رت ہی بدل گئی“ میں رفعت خان کے کام کو سراہا ان کے جاننے والے لوگوں نے پڑھ کر واقعی افسوس ہوا کہ بہت ہی چھوٹی عمر میں رفعت خان ہم سے جدا ہوگئی۔ جیسا کہ میں نے دیکھا میں رفاقت جی ایک بار پھر سے اچھی معلومات کے ساتھ حاضر تھیں۔ بزم سخن میں سب کے انتخاب اچھے تھے۔ کچن کارنر میں اتنے زبردست ریسیپیز ہوتی ہیں کہ بس دل کرتا ہے اسی وقت بناؤں اور کھاؤں۔ فہمیدہ غوری آپ کو کیسے پتا مجھے انڈے کا حلوہ بہت پسند ہے؟ آرائش حسن میں موجود ہماری جلد اور دوسری چیزوں کے متعلق اچھے اچھے ٹپس پڑھ کر اچھا لگتا ہے۔ عالم میں انتخاب اس میں بھی سب کے انتخابات پڑھ کر اچھا لگا۔ شوخی تحریر سے فیض یاب ہو کر حسنِ خیال کی جانب آئے۔ مونا شاہ قریشی آپ کو پہلی پوزیشن مبارک ہو۔ شبانہ شوکت کا افسانہ ”میرے خواب میرے جگنو“ مجھے بالکل بھی پسند نہیں آیا۔ تحریر میں کافی کچھ کمی تھی یا جلد بازی میں لکھی گئی کافی باتیں تھیں جو مجھے بطور قاری عجیب لگیں۔ بہت مصروفیت تھی پچھلے دنوں جس کی وجہ سے میرے پاس نیٹ بھی نہیں ہے لیکن چونکہ راؤ بھائی سے تبصرہ والی بات ہوئی تھی صرف اس لئے کر رہی ہوں امید ہے کہ سب کو پسند آئے گا۔

☆ ڈیئر سحرش! آپ کی آمد موسم بہار کی مانند لگی لیکن تبصرہ پڑھ کر یوں محسوس ہوتا ہے کہ صرف اپنوں پر نظر کرم کی ہے۔

امام فریحہ...... ای میل۔ السلام علیکم! مئی کا حجاب بلا آخر 17 مئی کو ملا ٹائٹل گرل فنی فنی لگی۔ ”بات چیت‘ حمد و نعت“ ہمیشہ کی طرح مفید لگی۔ ”ذکر پری وش کا“ ویل ڈن۔ ”رخ سخن“ میں بہت سارا شکریہ سباس گل کے ہر ماہ اتنی معروف شخصیت سے ہمیں متعارف کرواتی ہیں۔ سعدیہ عابد کو کم پڑھا ہے مگر انٹرویو میں تشنگی مٹ گئی حقیقت کے رنگوں سے سجا ہر سوال کا جواب پڑھ کر اچھا لگا۔ کتابوں کی اشاعت کے لیے بہت مبارکباد سعدیہ عابد بہت اچھا لگا آپ کے بارے میں جان کر دعا ہے رب پاک سے کہ یوں ہی کامیابی آپ کے سنگ رہے آمین۔ ”آغوش مادر“ اس سلسلہ میں کیا مرد حضرات بھی شامل ہو سکتے ہیں؟ لیکن اچھا لگا اس بار بھی ماں کے بارے میں خیالات جان کر۔ سلسلہ وار ناولز...... رواج اینڈ زرکاش کی حیا نجانے کب پار ہوگی؟ یہ جاننے کو دل بے چین ہے اور یہ عرش کا کیا سین ہے (شب آرزو تیری چاہ میں)۔ سفینہ اور فائز کی محبت کے تبصرے سن رکھے تھے مگر یہ کیا شادی آفاق سے طے ہوگئی؟ مجنوں بنے فائز کے لیے دعا ہے۔ صدف آصف ایک قسط پڑھ کر اس ناول نے تو مجبور کردیا ہے لگاتار پڑھنے کو (دل کے دریچے)۔ ”ڈھل گیا ہجر کا دن“ مسلسل اپنے سحر میں جکڑا ہوا ہے۔ سمیرا اور علینہ کا سین اچھا لگا مگر مجھے نجانے کیوں فاطمہ اچھی لگتی ہے جو سب کچھ بدلنے کا عزم لیے ڈرتی رہتی ہے امید ہے کہ ڈاکٹر زبیر کی باتوں کا کچھ اثر ہوگا کیوں نادیہ احمد آپی...... ؟ زرمینہ کہیں احمر اور مہوش کی پارٹنر تو نہیں بن گئی؟ اور کون ہے جس پر مہرو کا دل آ گیا۔ فراز اور سونیا

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

کا بریک اپ واہ جی واہ مطلب لالہ کے لیے جگہ خالی ماریہ اور میک کی شادی کی کچھ سمجھ نہیں آئی بہرحال خوب نادیہ فاطمہ رضوی (میرے خواب زندہ ہیں)۔ ادھر حرا قریشی کے پاس الفاظ کا ذخیرہ ہے اس میں کوئی شک نہیں اور الفاظ بھی وہ گوہر نایاب...... آپ کا ناولٹ بہت اچھا لگا۔ شاعری بھی بہت اچھی تھی گویا لکھنے کا حق ادا کیا آپ نے۔ سحرش فاطمہ پتھر دل لوگوں کے بیچ رہتی ہوئی مینہ کے خوابوں کا تو شادل کو دکھی کر گیا۔ حیدر اور مینہ کے خواب کو دیکھ کر یہ حقیقت ماننی پڑی کہ ہر خواب کا پورا ہونا ضروری نہیں۔ ''عشق ناکام'' سباس گل آمیزنگ۔ فرسٹ والا سین بہت فنی تھا مزا آ گیا پڑھ کے۔ علی کی حماقت جیسی محبت کو نہ قبول کر کے سدرہ کا فیصلہ اچھا لگا محبت کی قدر کی جانی ہے نہ کہ اسے گنوا کے پچھتاوا؟ مکمل ناول بھی خوب ہے یہی رائے افسانوں کے لیے بھی۔ آرٹیکل پڑھ کے اچھا لگا دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ رفعت خان کو جوار رحمت میں جگہ عطا کرے آمین۔ بزم سخن میں سب کی محفل اچھی لگی۔ ''کچن کارنر'' اور ''آرائش حسن'' سے ہمارا دور دور تک کا کوئی واسطہ نہیں (ویسے ماشاء اللہ اتنا ہنر ہے کہ چائے اور نوڈلز سے کام چلا جائے ہاہاہا)۔ ''عالم میں انتخاب'' میں ریما نور رضوان اور راؤ رفاقت علی کا انتخاب اچھا لگا شوخی تحریر میں ہر انتخاب سو پر تھا۔ حسن خیال میں ونرز کو مبارک باد۔ مونا شاہ قریشی' حرا قریشی' سعدیہ عابد اور اطلحہ باقی کے بھی تبصرے اچھے تھے مگر یہ کیا اس دفعہ مابدولت (زہیر احمد) کا تبصرہ شامل نہیں تھا۔ شوبز کی دنیا گوسپ سے سجا مفید سلسلہ ہے' شوبز لور کے لیے۔ اپنا رکھیے گا بہت سارا خیال' دعاؤں میں رکھیے گا یاد پھر ملیں گے تب تک کے لیے فی امان اللہ۔

☆ ڈیئر امام! خوش آمدید سوائے تحریروں کے باقی سلسلوں میں مرد حضرات بھی شرکت کر سکتے ہیں۔

سحر حسین...... ڈنگہ۔ پیاری قیصر آرا آپی اور جو بھی آپی السلام علیکم! اُف خوشی کا کیسے اظہار کروں کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا حجاب بھی ہم سے اتنی ہی محبت کرتا ہے جتنی ہم حجاب سے جیسے ہم حجاب کی ایک ایک کہانی اپنے اندر جذب کرتے ہیں ٹھیک ویسے ہی حجاب نے بھی ہماری محبت اپنے اندر جذب کی' بہت بہت شکریہ اس محبت وحوصلہ افزائی کا تو جناب کیوں نہ حجاب کی تبصرہ کی طرف آئیں' ٹائٹل ہماری پسند کے عین مطابق رکھا اس کا شکریہ ٹائٹل پسند آیا۔ اس کے بعد ''بات چیت'' ہمیں تو کسی طور حجاب آنچل سے کم نہیں لگتا ہے بلکہ ہمیں دونوں عزیز ہیں' حجاب میں کوئی کمی نہیں ہے۔ اس کے بعد حمد ونعت سے ایمان کو تازہ کیا۔ ''ذکر اس پری وش کا'' چاروں بہنوں کے بارے میں جان کر اچھا لگا ویسے پریوں اگر یہ پری حاضر ہو گئی نہ تو تم لوگوں کا منہ کھلا کا کھلا رہ جائے گا (مذاق تھا بھئی مذاق)۔ ''آغوش مادر'' واقعی ماں وہ چیز ہے کہ جس کے بارے میں قلم اٹھاؤ تو اس کی محبت چاہت کے لیے الفاظ کم پڑتے ہیں' افسانے سب ہی پسند آئے ٹاپ آف لسٹ ''عشق ناکام'' من کی خوشبو'' اس کے بعد سلسلے وار ناول نائلہ' نادیہ دونوں کے بیچ بحث آخر نادیہ جی کا پلڑا بھاری ہے تو جی ''ڈھل گیا ہجر کا دن'' بہت شکریہ نادیہ جی اتنا اچھا ناول پڑھنے کو ملا۔ ''شب آرزو تیری چاہ میں'' نائلہ طارق پڑھ کر مزا آ گیا۔ مکمل ناول ''ایک حرف مکرر ہے محبت'' فضہ ہاشمی ایک اور ناول وہ بھی سلسلہ وار واہ دل خوش کر دیا۔ اب نائلہ' نادیہ آپی کے ساتھ فضہ آپی کا بھی انتظار رہے گا' ناولٹ حرا قریشی کا ''من شر ما خلق'' حرا قریشی میں نے آپ کا خط ہی دیکھا تھا آپ تو رائٹر بھی ہیں' واہ ویسے میں بھی بہت بڑی رائٹر ہوں ''صرف خوابوں میں'' آرٹیکل تینوں تھے اچھے تھے' مستقل سلسلے سب اچھے ہیں اب اس دعا کے ساتھ اللہ حافظ کہ آنچل وحجاب دن دگنی رات چوگنی ترقی کریں آمین۔ دعاؤں میں یاد رکھیے گا کوئی غلطی ہوئی تو معاف کر دینا۔

☆ ڈیئر سحر! آئندہ بھی محفل میں شامل رہیے گا۔

گل مینا خان اینڈ حسینہ ایچ ایس...... مانسہرہ۔ السلام علیکم! تمام پڑھنے والوں کو رمضان مبارک۔ آنچل وحجاب اسٹاف رمضان کی رحمتوں اور برکتوں سے فیض یاب ہونے کے ساتھ ساتھ ہمارے تبصرے پر نظر خاص فرما کر بڑی خوش اسلوبی سے آپ نے خاص لوگوں کی نظر میں لا کر کمال مہارت سے ہمارے تبصرے کو خاص کر دیا (آہم)۔ اس مرتبہ تو حجاب کے انتظار میں آنکھیں سفید ہونے والی تھیں کہ حجاب نے ہماری حالت زار پر رحم فرما کر ہمیں کو اپنا جلوہ ہمارے ہنستے بستے آنگن کی دہلیز پر بکھیرا تو ہم بھی انگشت بدناں بڑی خاموشی اور بنا سر سراہٹ کے اس کے جلوؤں میں کھو سے گئے (بھئی کسی کو بتایا جو نہیں) قیصر آنٹی سے بات چیت کرنے کے بعد ہمیشہ کی طرح حمد ونعت سے دل وروح کو منور کیا۔ ''ذکر اس پری وش کا'' پرستان کی خوب صورت پریوں نے حجاب کی محفل میں خوب رونق لگائی ہوئی تھی (کبھی ہم بھی اس محفل کو روشنی بخشنے کے لیے حاضر ہوں گے فی الحال حاضر ہونے سے قاصر ہیں۔ رخ سخن میں سباس آپی نے سعدیہ عابد سے ملاقات کروا کر جہاں ان کی شخصیت کو اجاگر کیا وہیں ہمارے تاج میں بھی اضافہ فرمایا۔ ''آغوش مادر'' عائش کشمالہ اور عائشہ رحمن ہنی نے ماں کی شان میں زبردست لکھا' واقعی ماں کی محبت ہی ایسی ہے جس کو بیان نہیں کیا جا سکتا اور نہ ہی کوئی بیان کر سکتا ہے۔ حرا قریشی کے ناولٹ نے بہت متاثر کیا واقعی ایک تخلیق کار اپنے احساس' مشاہدے اور تخیل کے بل بوتے پر اپنی پسند کے موضوع کے انتخاب کا اختیار رکھتا ہے اور پھر اس کے ساتھ انصاف کرنا اظہار کمال ہے۔ انسانی نفسیات' احساسات کی نفاست' سلام اور خوب صورتی کو بیان عطا کرنا بھی کار ہنر ہے ویری گڈ حرا آپی۔ ''لرزش'' مریم شیرزا کی یہ کاوش دل کو بہتر سے بہترین لگی۔ ''چناؤ اور جیت'' نہایت سبق آموز تحریریں تھیں' دماغ کی گرہیں کھول دینے والی یہ تحریریں حقیقت کا عکس لگیں۔ ''من کی خوشبو'' صباء عیشل نے زبردست لکھا' نگین کی عقل مندی کی داد دینی پڑے گی بعض اوقات ہم اپنی مصروفیت اور اپنی خوشیوں میں دوسروں کی ضروریات پر دھیان ہی نہیں دیتے' صباء عیشل ایسی زبردست کاوش پر آپ مبارک باد کی حق دار ہیں۔ ''دل کے دریچے'' صدف آپی بڑی خوب صورتی سے ناول کو آگے بڑھا رہی ہیں اس مرتبہ تو صدف آپی کو کھینچ کھانچ کر رخ سخن میں لے ہی آئیں۔ ''شب آرزو تیری چاہ میں'' دراج جیسی پاگل اور بے وقوف لڑکی کے ضدی پن پر بے طرح غصہ آیا۔ نائلہ آپی رجاب کو کچھ مت کیجیے گا۔ ''ڈھل گیا ہجر کا دن'' سفینہ کی حالت پر بہت دکھ محسوس ہوا ہمارا معاشرہ طرح طرح کی بے ہودہ رسومات سے بھرا پڑا ہے۔ قدم قدم پر ایسے واقعات دیکھنے اور سننے میں آتے ہیں جن کو دیکھ اور سن کر رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں خاور علینہ کا باپ ہے آہستہ آہستہ کرداروں کی زندگی کے باب کھل رہے ہیں۔ رخشندہ جیسی شکی مزاج عورت زہر لگی۔ ''رت ہی بدل گئی'' رفعت خان اور شاہ زندگی کے لیے میں ہر نماز کے بعد مغفرت کی دعا کرتی ہوں' اللہ تعالیٰ ان کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے' آمین۔ شوخی تحریر میں اقصیٰ کشش اور عروسہ شہوار نے زبردست لکھا۔ حسن خیال کی بزم میں گشت کرتے کرتے سیدھا اپنے تبصرے پر پہنچ کر سانس بحال کی شکر ہے حجاب کی دنیا میں ہم بھی موجود ہیں' وہاں سے دوبارہ چھلانگ لگائی وہی پہلے والے تبصرے پر پہنچے جہاں مونا شاہ قریشی بھرپور خود اعتمادی سے پہلی نشست پر براجمان لفظوں پر حکمرانی کرتی ہوئی نظر آئیں۔

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

موناشاہ قریشی جی چاہتا ہے آپ کو اپنے دل کے زندان میں بند کردیں اور آپ کو مسکرانے کی سزا دیں ویسے اپنے متعلق رائے کا اظہار اور خیالات کا بہاؤ ملاحظہ فرما کر ہم سے کٹی مت کیجیے گا (کیا خیال ہے) اس کے بعد پیاری پیاری رائٹرز ماورا طلحہ سعدیہ عابد اور حرا قریشی نے اپنے جاندار اور شاندار تبصروں سے بزم کی روشنی کے ساتھ ساتھ ہمارے دل میں بھی اپنے موتی جیسے لفظوں سے روشنی بھردی۔ پیاری کوثر آنٹی آپ کا تبصرہ میں نے بھی اتنی جلدی میں پڑھا جیسے میں بھی آپ کے ساتھ ہی جانے والی ہوں (ہی ہی ہی)۔ پروین افضل شاہین دلکش مریم اور عائشہ رحمٰن ہنی کے تبصرے بھی محفل کے شایان شان لگے رفتہ رفتہ شوبز کی دنیا میں قدم رکھا ویسے یہ شوبز والے ہوتے کیا ہیں اور شو کیا کرتے ہیں (اُف توبہ) نت نئے فتنے لوگوں کو گمراہ کرنے کے لیے۔

☆ ڈیئر مینا! دعاؤں میں یاد رکھیے گا ہماری دعا ہے اللہ آپ پر بھی اپنی رحمت کی برسات فرمائے آمین۔

مدیحہ نورین مہک...... گجرات۔ السلام علیکم! سب کو میری طرف سے رمضان المبارک کی ڈھیروں ڈھیر مبارک باد۔ نومبر کو حجاب ملا بہت خوشی ہوئی ٹائٹل پر ماڈل تو پیاری تھی مگر اس کا دوپٹہ لینے کا اسٹائل ذرا پسند نہیں آتا اس کا منہ نہیں تھا جتنا اس نے جوڑہ بنایا ہوا تھا خیر آگے بڑھتے ہیں۔ حمد ونعت کا حرف حرف انتہائی خوب صورت اور دل موہ لینے والا تھا ربیعہ اسد اور بٹ کا تعارف اچھا لگا۔ سباس گل آپی نے سعدیہ عابد سے آدھی ملاقات کروائی ان کے متعلق بہت کچھ جاننے کو ملا اور بہت اچھا لگا' عائش کشمالے اور عائشہ رحمٰن ہنی آپ دونوں بہنے ماں کے حوالے سے جس طرح سے اپنے خیالات کا اظہار کیا ہے ماشاء اللہ بہت خوب رہا اللہ سب کی ماؤں کو سلامت رکھے آمین۔ حرا قریشی جب بھی لکھتی ہیں بہت کمال کا لکھتی ہیں فرح طاہر کی تحریر بھی اپنی نوعیت کی بہترین تحریر تھی مریم شیرازی کی تحریر "لرزش" کیا خوب لکھا آپ نے طہٰ اپنی بیوی کی تمام حماقتیں اپنی بہن کے لیے برداشت کرتا رہا مگر زمعہ کو عقل اس کے ننھے منے بچوں نے ہی دلائی۔ "من کی خوشبو" صبا عیشل آپی کا افسانہ ایک اچھا سبق لیے ہوئے تھا' دوسروں کی آنکھوں میں دھول جھونکنے کی بجائے سچائی سے چیز مانگنا اور اعتماد نہ کھونا ہی اصل عقل مندی ہے نگین جیسی عورتیں ہی ایسی برائی کو مثالی ہیں بنا کسی دوسرے کو شرمندہ کیے۔ سباس گل آپی کا "عشق ناکام" افسانہ بھی زبردست تھا علی نے سدرہ کو سمجھا نہیں اور سدرہ کا عشق ناکام نہیں ہوا اسے من سے چاہنے والا ہمسفر قاسم کی صورت میں مل گیا۔ فضہ ہاشمی کی تحریر بھی اچھی تھی۔ "شکست خواب" سحرش فاطمہ کی عمدہ تحریر کاش حیدر اپنے دل کی بات مینا سے کہہ دیتا تو آخر میں اتنا غمگین نہ ہوتا۔ "چناؤ" نیلم شہزادی کا مختصر اور جامع افسانہ لاجواب تھا صبا نے بہت ہی اچھا فیصلہ کیا۔ بہت بہترین چناؤ تھا صبا کا کیونکہ اگر وہ تیمور کے کہنے پر کورٹ میرج کرلیتی تو آنے والی نسل کو نئی راہ کون دکھاتا' ہر چیز ہمارے مقدر میں نہیں لکھی ہوتی اگر ہم کسی چیز کو سب کی مرضی کے خلاف حاصل کر بھی لیں تو بہت کم ہی ایسا ہوتا ہے کہ وہ ہمیں راحت دے۔ "جیت" ام اقصیٰ کا بہت ہی خوب صورت افسانہ تھا جس میں دوستی رشتہ داری میں بدلی تو ایک دوسرے کو پیچھے چھوڑا تو عبادت میں ہی۔ شبانہ شوکت "میرے خواب میرے جگنو" انوکھی سی تحریر۔ مریم جہانگیر کا آرٹیکل بیسٹ تھا ایڈمنز چینل میں سب رائٹرز نے رفعت آپی کے لیے بہت اعلیٰ الفاظ میں اپنے جذبات کا اظہار کیا۔ بزم سخن میں ارم کمال' پروین افضل شاہین کے اشعار پسند آئے۔ کچن کارنر سارے کا سارا اعلیٰ تھا' عالم میں انتخاب دیمانور رضوان' صائمہ سکندر سومرو کا انتخاب پسند آیا۔ شوخی تحریر میں سیدہ جیا عباس' نورین مسکان سرور کا انتخاب اچھا تھا۔ حسن خیال میں سب نے اپنی اپنی رائے اچھے طریقے سے دی ہوئی تھی' سب پڑھنے والوں کو میری طرف سے ڈھیروں سلام و دعا' دعاؤں میں یاد رکھیے گا اللہ حافظ۔

☆ ڈیئر مدیحہ! حسن خیال میں آپ کی آمد خوشبو کی مانند ہی۔ امید ہے آئندہ بھی اپنی مہک محفل میں بکھیریں گی۔

پروین افضل شاہین...... بہاولنگر۔ پیاری باجی جوہی احمد صاحبہ السلام علیکم! اس بار حجاب آٹھ مئی کو ہی مل گیا' سرورق کی ماڈل نازیہ علی با حجاب اور پیاری لگ رہی تھی۔ افسانوں میں "ملوگے تم ہم کو مگر نصیبوں سے" "عشق ناکام" "من کی خوشبو" "جیت" پسند آئے۔ قسط وار ناول تو ہوتے ہی لاجواب ہیں۔ "رُت ہی بدل گئی" میں ایڈمنز چینل کی رائے لی گئی جبکہ فیس بک کے علاوہ خط کا ذریعہ بھی تو ہے اس قسم کے سروے میں خطوط نگار بہنوں کو بھی شامل فرمایا کریں' میری نگارشات پسند فرمانے پر اقرا جٹ' دلکش مریم کا شکریہ۔ میری پیاری نند فریدہ جاوید فری آپ ہمیشہ میری اور آپ کے بھائی کی دعاؤں میں رہتی ہیں۔ مایوسی کی باتیں نہ کیا کریں آپ کے لیے کہوں گی۔

اے خدا خوشی ہر پل اس کے پاس رکھنا
میری آپی کو تو کبھی نہ اداس رکھنا
غم نہ آئیں ان کے پاس میرے مولا
تو نظر کرم اس پر خاص رکھنا

جوہی احمد آپ کے اور کوثر خالد کے لیے کہوں گی۔

میری دعاؤں میں تیرا وجود رہتا ہے
اب اس سے بڑھ کر میرا اعتراف کیا ہوگا

جویریہ وسمی...... ٹونگہ بونگہ۔ رات کے 11:16 ہوئے چاہتے ہیں اور میں قلم و کاغذ تھامے حجاب کی گہرائیوں میں غوطہ زن ہوتے ہوئے حجاب کی خوبیوں کو بے ضرری کوشش کے ساتھ زیب قرطاس کرنے کی جدوجہد میں ہوں۔ رات کے سناٹے اور چاند کی چہار سو پھیلی مدھم روشنی جو کے رات کو ایک الگ تابنا کی بخش رہی ہے' اس وقت حجاب سے محو کلام ہونا ایسے ہی ہے جسے مکمل فرحت کے بعد اپنے قلب و جاں سے عزیز تر شخصیت سے سیر حاصل گفتگو کرنا۔ مدیرہ کی گفتگو کے سحر سے خود کو نکال کر حمد و نعت کی جانب بڑھی تو کتنی ہی دیر تک حمد و نعت کے الفاظ کی چاشنی ارض قلب پر موتیوں کی مانند بکھرتی رہی۔ پری وش میں تمام پریوں کا ذکر ایک سے بڑھ کر ایک رہا اگر یوں کہوں کے کامل حجاب اپنی مثال آپ تھا تو یہ بے جا نہ ہوگا۔ "ڈھل گیا ہجر کا دن" بہت عمدگی اور خوش اسلوبی سے رواں دواں نادیہ احمد کی یہ کاوش یقیناً دیرپا اثر قاری بہنوں کے قلب و جاں پر نقش کرنے والی ہے۔ "شب آرزو تیری چاہ میں" دراج اور زرکاش کا سین پسند ہے اور یہ بھی کافی دلچسپ کن' مگر دراج ایک خود پسند اور ملے ہوئے دماغ کی مالک لڑکی لگتی ہے۔ نائلہ آپی کہانی کو کوئی رخ سے

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

گزارتے ہوئے آگے کی جانب گامزن ہیں‘ بہت احسن طریقے سے امید واثق ہے آخر تک ناکلہ آپی قاری‘ بہنو کی دلچسپی کو قائم ودائم رکھیں گی۔ ”دل کے دریچے“ صدف آصف جی ویل ڈن‘ بہت خوب‘ بہت اعلیٰ آفاق اور سفینہ کی شادی لے کر آ رہی ہیں دل کے دریچوں میں ایک سنسنی خیز سا موڑ جو کہ کہانی میں یقیناً چارم پیدا کرے گا۔ ”میرے خواب زندہ ہیں“ ساحرہ پر تو مجھے اتنا غصہ آ رہا ہے کہ حد نہیں۔ خدا کا غضب ہو اس مکار عورت سونیا اور ساحرہ پر۔ بیٹے کی جگہ چڑیل سونیا کو سپورٹ کر رہی ہے جلد ہی مزہ چکھ لے گی‘ اپنی لاڈلی سونیا کی فطرت کا۔ کامیش کی ہنوز خاموشی کسی طوفاں خیز معرکہ آرائی کے پیش نظر ہے یا پھر اس کی چلتر بیوی کی چلتی ہوئی زبان کے آگے خندق کہاں کسی کو موقع دیتی ہے بولنے کا۔ ارے کوثر خالد کو ہم سمجھے تھے ان کے لکھنے کا انداز دیکھ کے سنجیدہ سی خاتون ہوں گی مگر وہ تو نہایت زندہ دل اور اداس لمحات میں آپ کو کھلکھلانے پر مجبور کر دینے والی شخصیت ثابت ہوئی آپ کے لیے لفظ نہیں ہیں‘ کوثر صرف اتنا کہوں گی دلوں کو زندہ کر دینے والی دلچسپ خاتون۔ پروین افضل سنجیدگی کے پیراہن کو اوڑھے نرم لہجے میں بات کرتی ہوئی دلوں میں جگہ بنانا خوب جانتی ہیں جب ٹھہر ٹھہر کر بات کرتی ہیں تو یوں محسوس ہوتا ہے جیسے وقفے وقفے سے موتی بکھر رہے ہوں‘ سوامپریسو۔ پروین آنی آپ سے بہت کم بات ہوئی مگر جب بھی ہوئی آپ کی گفتگو قلب ناچیز پر گہرا اثر مرتب کر گئی‘ صرف اتنا کہوں گی زمانے بھر کی خوشیاں آپ کے قدموں میں ہوں‘ افضل بھائی اور آپ خوش رہیں‘ خوشیاں آپ کے دروازے پر پہرہ دیں۔ ارے فریدہ جاوید فری آپ بالکل اینجل گرل کی طرح ہیں آواز ایسی کے پہروں بیٹھ کے بندہ سنے تو بھی نا تھکے اور اس پر غضب ایسا کے لفظوں کا چناؤ اس قدر خوب صورت کے بندے کا دل سحر میں جکڑ جائے آہستہ آہستہ مشفقانہ دلربا انداز میں جب تکلم کرتی ہیں تو یوں محسوس ہوتا ہے گویا چہار سو کلیاں کھل اٹھی ہوں‘ اللہ پاک آپ کو صحت کاملہ عاجلہ عطا فرمائے آپ کی تمام مشکلات دور فرمائے۔ ڈیسنٹ اینڈ لونگ لیڈی حرا قریشی‘ عائشہ پرویز‘ صبا عیشل‘ ملالہ اسلم‘ کوثر‘ پروین جاوید سب کو دل کی گہرائیوں سے سلام۔

اقرأ جٹ...... منچن آباد۔ السلام علیکم اہل پاکستان! سب کو ہماری طرف سے رمضان المبارک کی ڈھیروں مبارک باد۔ گرمی شدت سے بڑھتی جا رہی ہے اللہ پاک سب کو توفیق عطا فرمائے روزے رکھنے کی‘ نیکیاں کرنے کی آمین۔ بھائی کے ہاتھوں حجاب دیکھ کر چیل کی مانند جھپٹ پڑے سب کے قہقہے آسمانوں کو چھو رہے تھے ہماری بے صبری عروج پر تھی۔ ٹائٹل بس ٹھیک سا لگا ”بات چیت“ ”میں قیصر آنی کی باتیں پڑھیں‘ قیصر آنی آپ کو رمضان المبارک کی مبارک باد اینڈ سلام قبول کریں‘ باتیں پڑھنے کے بعد آپ مجھے بہت نائس‘ نفیس سی لگتی ہیں۔ ”حمد و نعت“ ”قلب و دماغ جگایا۔ ”ذکر اس پری وش کا“ چاروں پرنسز کے انٹرویوز بردست تھے۔ ”رخ سخن“ سعدیہ عابد انٹرویو اچھا لگا‘ مجھے تو لفظ عشق سے ہی عشق ہے جی (ہاہا)۔ ”آغوش مادر“ عائش کشما لے اللہ پاک آپ کی اپیا کو صحت و تندرستی‘ خوشیوں و کامیابیوں سے ہمکنار فرما دے آمین۔ عائشہ حسن ہنی رائٹ کیا جس گھر میں ماں نہیں وہ گھر قبرستان کی طرح ہوتا ہے۔ سلسلہ وار ناول تمام اچھے جا رہے ہیں ”میرے خواب زندہ ہیں“ آپی جی تھوڑی اسپیڈ پکڑیں نائفراز کو تو لالہ سے لو ہو گیا ہے (ہائے رام منڈا کہندا امینوں تو ہو گیا) سونیا گھٹیا لڑکی نکلی‘ مہرو کو جس سے عشق کا بخار چڑھ رہا ہے کہیں وہ کامیش تو نہیں؟ ”دل کے دریچے“ بہت زبردست دکھ ہوا مجھے تو سفینہ اور فائز کی جوڑی اچھی لگتی تھی چلیں جی آپی صاحبہ آگے دیکھتے ہیں۔ عشوہ یہاں کیا کرنے والی ہے سفینہ کے ساتھ اور روشنی کا رویہ کیسا رہے گا آنے والا وقت بتائے گا۔ مولی کہاں سے ٹپک کر شرمیلا کے پیچھے پڑ گئی ہے فائز کی حالت اُف...... مجھے تو رونا آ رہا تھا (تھوڑا تھوڑا)۔ ”شب آرزو تیری چاہ میں“ دراج صاحب کیا کیا پلان گھڑ لی ہے من میں‘ بدلہ لینے کی مکمل طور پر ٹھان چکی ہے‘ بے چارہ زرکاش ہر طرف سے پس رہا ہے چکی میں۔ ندامت‘ پچھتاوے راسب کی جھولی میں آ گرے نشا زمہ شاید عرش کو صحیح راہ پر لے آئی گی۔ مکمل ناول میں ”لرزش“ مریم شیراز ونڈر فل لکھا‘ زمعہ کو احساس ہوا چلو جب بھی ہوا۔ بعض اوقات اولاد ماں باپ کو سبق پڑھاتی ہے صحیح رستے پر لے آتی ہے۔ ”ایک حرف مکرر ہے محبت“ قصہ ہاشمی زبردست لکھا۔ فلک ناز میڈم کا دل محبت سے چور رہے چاہے حسن جتنی بے مروتی دکھائے دل دکھائے پھر بھی وہ خیال رکھ رہی ہے‘ وقت آنے پر سب اپنوں نے چھوڑ دیا یہ تو آج کل ہماری سوسائٹی میں عام ہو گیا ہے اگلی قسط پر مکمل تبصرہ کریں گے جی۔ ”ڈھل گیا ہجر کا دن“ بہت اچھا جا رہا ہے‘ سمیر کے ساتھ ہونے والا سین فلمی تھا۔ ناولٹ ”من شر ما خلق“ آپی حرا قریشی لاجواب لکھا پرفیکٹ لفظوں کے جال بنے ہوئے تھے۔ روحا کے ساتھ روا رکھا جانے والا سلوک تقریباً عام ہے آپی آپ نے اچھا منظر پیش کیا ہے‘ عورت پر ہاتھ اٹھانے والے مرد کہاں کی مردانگی رکھتے ہیں۔ افسانے ”غربت کی لکیر“ ماریہ طفیل پارس زبردست موضوع چنا۔ غربت کی لکیر کھینچ کر معاشرے کا نقشہ سادہ سے لفظوں سے اٹھایا۔ ”عشق ناکام“ آپی سہاس گل زبردست لکھا‘ سدرہ نے علی کو ہمیشہ کے لیے چھوڑ دیا‘ عشق کے صحرا میں تپتے ریت پر۔ ”ملو گے تم ہم کو کہ نصیبوں سے“ فرح طاہر بہت خوب لکھا۔ ”من کی خوشبو“ صبا عیشل زبردست جی‘ احساس و اپنائیت ہونی چاہیے۔ ”شکست خواب“ سحرش فاطمہ اچھا لکھا آپ نے بھی۔ ”چناؤ“ نیلم شہزادی آج کی عام سی بات پر بہت مضبوط طریقے سے توجہ جذب کی۔ ”جیت“ ام اقصیٰ نائس۔ ”میرے خواب میرے جگنو“ شبانہ شوکت زبردست تحریر تھی۔ دل تو دل ہے آ ہی جاتا ہے پھر جوڑے تو آسمانوں پر بنتے ہیں آرٹیکل بھی اچھے تھے‘ مستقل سلسلے تمام ہی زبردست ہیں۔ ”جیسا میں نے دیکھا“ سے ”بزم سخن“ میں جا پہنچے سب کے اشعار ٹھیک ٹھاک دل پر لگا آئے (ہی ہی ہی)۔ کچن کارنر میں پڑھا سب مگر پکایا کچھ نہیں کیونکہ میں بنی ہی کھانے کے لیے ہوں (بقول مائی سویٹ سسٹر) آپی طیبہ جی جلدی سے فرائی چکن تیار کریں میں پہنچ رہی ہوں ہاہاہا خیالوں میں آ رانش حسن‘ عالم میں انتخاب جلدی ہضم کر ڈالے پھر ڈکار لے کر شوخی تحریر جا پہنچے سب پرنسز نے بہت نائس واقفیت عامہ میرے دماغ میں انڈیلا ”حسن خیال“ کی طرف دوڑے مونا شاہ قریشی‘ مادر اطلحہ اینڈ سعدیہ عابد آپ کو تبصرے کے انعام پر مبارک ہو۔ ٹوٹکے اونچی اونچی آواز میں پڑھ کر گھر والوں کو سنانے شروع کر دیئے سب کہنے لگے نیوز کاسٹر بن جاؤ‘ عوام کے کان کھاؤ‘ اس کے ساتھ ہی لو جی جناب حجاب کا اینڈ ہو گیا اللہ پاک ہم سب کو صراط مستقیم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے آمین۔ زندگی نے وفا کی تو پھر حاضر ہوں گے اللہ حافظ۔

☆ اب اس دعا کے ساتھ اجازت چاہوں گی کہ اللہ تعالیٰ اس ماہ صیام کی رحمتوں برکتوں سے ہم سب کو مستفید ہونے کی توفیق عطا فرمائے اور ہماری عبادات کو اپنی بارگاہ میں شرف قبولیت بخش دے آمین۔

bazsuk@aanchal.com.pk

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

طلعت نظامی

مرض کے اسباب

Disease کی تعریف:۔ یہ لفظ دو حصوں پر مشتمل ہے۔ 'Dis' Dis صحت کے حالت کی نفی کرتا ہے اور Ease کے معنی اطمینان یا سکون کے لیے جاتے ہیں یعنی بے سکونی اور بے اطمینانی بابائے ہومیو پیتھی ڈاکٹر ہنمین کے مطابق جب قوت حیات کو کمزور کرنے والے عناصر نہ ہوں اور قوت حیات کا جسم پر پورا کنٹرول ہو تو ایسی حالت کو صحت کہتے ہیں۔ صحت کی حالت میں انسان کا دل غیر محسوس طریقے سے دھڑکتا ہے' سانس کی آمدورفت بغیر رکاوٹ کے جاری رہتی ہے' خوراک' کھانا سب نارمل طریقے پر ہوتا ہے اور ایسے بھی کوئی تکلیف واقع نہیں ہوتی لیکن جب دل کی دھڑکن کا احساس ہونے لگے یا سانس میں تیزی یا گھٹن کا احساس ہو یا کھانا کھانے کے بعد کوئی غیر معمولی علامت سامنے آئے جب غیر ارادی عضلات اور نظاموں میں ابتری پیدا ہو جانے کی وجہ سے علامات سے ان کا اظہار ہونے لگے تو ایسی حالت کو صحت کی خرابی کہتے ہیں۔

اسباب مرض (Etilogy)

ایٹیالوجی سے مراد اسباب مرض کا علم ہے' اسباب مرض سے مراد وہ حالت جس کی وجہ سے جسم انسانی کی قدرتی افعال میں خرابی پیدا ہو جائے اور انسان مختلف تکالیف میں مبتلا ہو جائے جسے ہم مریض کہتے ہیں۔

اقسام:۔ جدید طبی نقطہ نظر میں بیماری کی دو بڑے سے اسباب ہیں۔

1۔ **داخلی اسباب** (EndoGonousCauses)

2۔ **خارجی اسباب** (ExogenousCauses)

1۔ داخلی اسباب یا اندرونی اسباب

مرض کے اندرونی اسباب سے مراد وہ اسباب مرض ہیں جو کہ انسانی جسم کے اندر موجود ہوتے ہیں وہ حسب ذیل ہیں۔

غذائیت کی کمی

پانی (Water) اگر غذا میں پانی کا عنصر کم ہو تو قبض اور نظام ہضم کی خرابی کی شکایت رہتی ہے اور پانی جسم سے فضلات خارج کرتا ہے۔

نشاستہ (Carbohydrats)

نشاستہ سے 85% توانائی حاصل کی جاتی ہے اس غذائی عنصر کی کمی سے جسمانی خلیات کو صحیح طور پر توانائی کی مقدار نہیں ملتی جس کی بنا پر ایسا فرد کوئی کام صحیح طور پر نہیں کر سکتا اور کمزوری کا شکار رہتا ہے۔

لحمیات (Protein)

لحمیات کی کمی سے عضویاتی اور جسمانی ساخت متاثر ہوتی ہے اور جسم میں موجود اعضاء لحمیات کی کمی کی بناء پر کیمیائی عوامل اور Enzymes کی کمی کا شکار ہو جاتے ہیں جس کی وجہ سے اعضاء کے افعال میں خرابی پیدا ہو جاتی ہے۔

چکنائی (Lipids)

اس کی کمی سے جوڑوں کی شکایت' قبض اور پھیپھڑوں کی تپ دق کے امکانات بڑھ جاتے ہیں اور چکنائی کے زیادہ استعمال سے شریان موٹی ہو جاتی ہے' جس کی وجہ سے بلڈ پریشر بھی ہو جاتا ہے اور جسم بہت زیادہ موٹا ہو جاتا ہے۔

حیاتین (Vitamins)

حیاتین کی کمی سے اعصابی امراض جیسے (Beri Beri) بیری بیری اور خون کی کمی (Anemia) پیدا ہو جاتے ہیں۔

نمکیات (Minerals)

نمکیات کی کمی سے جسم (Dehydration) یعنی پانی کی کمی کا شکار ہو جاتا ہے' جس کی بنا پر خون کے دباؤ کا کم ہونا بھی لو بلڈ پریشر' بھوک کا ختم ہو جانا' چکر' قبض' پیشاب کی مقدار میں کمی Oligurea اور پیشاب میں جلن کی شکایت پیدا ہو جاتی ہے۔

دفاعی نظام کی خرابی

انسانی جسم میں دوسرے جانداروں کی مانند ایک نظام بیرونی جراثیموں اور نقصان پہنچانے والے عوامل سے محفوظ رکھنے کا ہے۔ یہ نظام خون کے سفید جسیموں WBS اینٹی باڈیز پر مشتمل ہوتا ہے۔ بعض اوقات اس نظام میں کچھ اس طرح خرابیاں واقع ہوتی ہیں' جن کے محرکات پیدائشی یا بیرونی بدن ہو سکتے ہیں جسے بلڈ کینسر (Leukemia) وغیرہ۔

دوران خون کی خرابی

اس سے مراد نظام قلب اور شریانوں کی بیماریاں ہیں یعنی دل کے فعل میں خرابی (Heart Failure) گردوں کے خون صاف کرنے کے عمل میں کمی بیشی یعنی (Filttration) وغیرہ۔

ان تمام امراض کا خارجی عوامل سے تعلق ضرور ہے لیکن انہیں بہر حال بیماریوں کے اندرونی اسباب میں شمار کیا جاتا ہے۔

عمر (Age)

کسی مرض کی تشخیص میں عمر کو ایک خاص اہمیت حاصل ہے' عمر کے مخصوص حصوں میں افراد کو کچھ غیر معمولی چیزوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے مثلاً عورتوں کو 45 یا 50 سال کی عمر کے بعد حیض Menses نہیں آتے' ایسا کسی بیماری کی بنا پر نہیں ہوتا بلکہ عمر کے اس حصے میں

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

حیض کا بند ہونا ایک فطری عمل ہے۔

تپ دق Tuberculo Sis کسی بھی عمر کے افراد کو ہوسکتا ہے لیکن ایک نوجوان آدمی جس کو کھانسی اور کھانسی کے بعد بلغم میں خون آنے کی شکایت ہو تو اس مرض میں مبتلا ہوسکتا ہے کیونکہ اس نوجوان کو پھیپھڑوں کے سرطان کا شکار نہیں سمجھا جاسکتا کیونکہ یہ مرض عام طور پر 60 سے 65 سال کی عمر کے بعد لاحق ہوتا ہے۔

نمونیا زیادہ تر نوزائیدہ بچوں کو لاحق ہوتا ہے۔

جنس (Sex)

بعض بیماریوں کا تعلق جنس سے ہوتا ہے یعنی امراض عورتوں اور بعض مردوں میں پائے جاتے ہیں اس کی بنیادی وجہ سیکس کروموسومز کا کسی وجہ سے متاثر ہونا ہوتا ہے۔ سیکس کروموسومز کو X اور Y کی علامتوں سے ظاہر کیا جاتا ہے' نر سیکس کروموسومز X-Y اور مادہ X-X ہوتے ہیں۔ مرد کے X کروموسومز کسی خرابی کا شکار ہوں تو ممکن ہے کہ ایسے مرد کی پیدا ہونے والی بیٹی کسی مرض کا شکار ہو اگر Y کروموسومز متاثر ہوجائے تو پیدا ہونے والا لڑکا مخصوص مرض کا شکار ہوگا۔

اس طرح اگر عورت کے X-X کروموسومز کسی خرابی کا شکار ہوجائیں تو پیدا ہونے والا لڑکا یا لڑکی کسی مخصوص بیماری کا شکار ہوں گے۔

ذیابیطس شکری (Diabetus Millitis)

یہ سیکس کروموسومز کی خرابی کی بناء پر واقع ہوتی ہے۔

ہیموفیلیا (Haemophilia)

زخم سے خون بند نہ ہونے کی شکایت کو ہیموفیلیا کہتے ہیں۔ ہیموفیلیا نر جنس میں پائی جاتی ہے کیونکہ X کروموسومز متاثر ہونے کی وجہ سے ہیموفیلیا ہوتا ہے۔

X کروموسومز کے متاثر ہونے کی وجہ سے عورتوں میں فولاد کی کمی (Iron Defi,iency Anamia) اور نگلنے میں تکلیف ہوتی ہے اس کے علاوہ پتے کی بیماری (Gall Bladder Disease) بھی عورتوں میں عام پائے جاتے ہیں مثلاً پتے کی پتھری' پتے کا سرطان وغیرہ۔ اس کے برعکس گردے میں پتھری کی بیماری مردوں میں زیادہ ہوتی ہے۔ جگر کا کینسر (Hepatic Cancer) عام طور پر مردوں اور دل کے پیدائشی الرض (Artrial Sepatal defect) یا Ventricular Septal defect پائے جاتے ہیں۔

جسمانی و دماغی حالت

مریض کی جسمانی ساخت مرض سے ایک خاص تعلق رکھتی ہے دبلے پتلے افراد زیادہ تر تپ دق Tuber Culosis کا شکار ہوتے ہیں لیکن موٹے یا فربہ جسم والے افراد ذیابیطس جیسے امراض میں مبتلا پائے جاتے ہیں۔ موٹی خواتین زیادہ تر پتے کی خرابی اور ذہنی انتشار کا شکار ہوتی ہیں جبکہ دبلے پتلے جسم کی عورتیں نفسیاتی دباؤ یا لو بلڈ پریشر میں مبتلا ہوتی ہیں' موٹے افراد زیادہ تر ہائی بلڈ پریشر Hypertension کا شکار رہتے ہیں۔

مزاج (Temperament)

مزاج سے مراد مریض کی وہ کیفیت جیسے رموی' بلغمی' صفراوی' لمفاری' گٹھیاوی کہتے ہیں۔ مرض کے اثرات کو قبول کرنے کی استعداد در اصل مزاج سے ہم آہنگ ہوتی ہے مثلاً ٹھنڈے موسم میں مریض تکلیف اٹھاتا یا گرمی میں مریض کی تکالیف کم ہوجانے سے مراد یہ ہوتا ہے کہ مریض کے مزاج میں یہ دونوں باتیں موجود ہیں۔

موروثی یا وراثت (Heredity)

کچھ امراض ایک نسل سے دوسری نسل میں منتقل ہوتے رہتے ہیں' یہ سیکس کروموسوم کی وجہ سے منتقل ہوتے ہیں مثلاً کسی خاندان میں دمہ یا ٹی بی کا مرض رہا ہے تو یہ ممکن ہے کہ اسی خاندان کے کسی دوسرے فرد جس میں قوت مدافعت کم ہو اور وہ اس مرض یعنی ٹی بی میں مبتلا ہوجائے' اسی طرح بواسیر' شریانوں کے امراض یا دل کی بیماریاں یا خون کی بیماری یا آنتوں کی کسی بیماری میں موروثی طور پر مبتلا ہوسکتے ہیں۔ دل کی بیماریوں میں فشار خون' اختلاج القلب یا دل کا تیزی سے دھڑکنا' لو بلڈ پریشر وغیرہ کسی شخص یا عورت کو موروثی یعنی وراثت میں مل سکتے ہیں۔

نسل (Race)

جہاں امراض کا تعلق دوسرے عوامل سے ہوتا ہے' وہاں امراض کا تعلق کسی مخصوص نسل سے بھی ہوتا مثلاً جبڑے کا سرطان' افریقی باشندوں میں' یورپ کے لوگوں میں آنتوں اور معدہ کا سرطان عام طور پر پایا جاتا ہے اس کے برعکس ایشیائی باشندوں میں تپ دق اور جوڑوں کی بیماریاں عام ہیں' پاکستان کے شمالی علاقوں میں کوڑھ Leprosy زیادہ لوگوں میں پائی جاتی ہے۔

پیشہ اور رہن سہن

داخلی اسباب مرض میں رہن سہن اور پیشہ کا گہرا اثر ہوتا ہے مثلاً ایسی جگہ پر رہائش جس کی فضا صحت کے لیے نامناسب ہوا اور روشنی کا ناقص انتظام ہو' تھوڑی جگہ میں یا چھوٹے مکان میں زیادہ افراد رہتے ہوں۔ دوسری طرف ایسے پیشے مثلاً کان کنی' روئی کے کارخانے میں کام کرنے والے افراد زیادہ تر پھیپھڑوں کے امراض میں مبتلا ہوتے ہیں۔

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

دعا فاطمہ

سینئر نامور کامیڈین اداکار افتخار ٹھاکر نے کہا ہے کہ نیک نیتی اور لگن سے کام کرنا ترقی کی بنیاد ہوتی ہے، اللہ کو عاجزی

بہت پسند ہے اور جس کسی میں بھی یہ صفت موجود ہو وہ کبھی نامراد نہیں رہتا۔ مزاحیہ چٹکلوں کے ساتھ جسمانی حرکات میری پہچان بن چکا ہے اور میرے پرستار اسے بہت پسند کرتے ہیں۔ ہر کسی کو دوسرے کے لیے خوشی کا باعث بننا چاہیے اور یہ بہت بڑی نیکی ہے۔ ہمیشہ نیک نیتی اور لگن سے کام کیا ہے اور میرا دعویٰ ہے کہ کسی بھی شعبے سے وابستہ شخص اس فارمولے کو اپنا لے وہ کبھی ناکام نہیں ہوسکتا۔ انہوں نے کہا کہ اداکاراؤں کی طرح مرد فنکار نمبروں کی دوڑ میں نہیں پڑتے لیکن ایک ہی پروفیشن ہونے کی وجہ سے ایک دوسرے سے بہتر کام کرنے کی جستجو ضرور ہوتی ہے۔

کام سے خوش ہونا

ماضی کی نامور اداکارہ بشریٰ انصاری نے کہا ہے کہ دوسروں کی کامیابی پر خوش اور کسی سے حسد نہیں کرتی، انسان ہمیشہ وہی کامیاب ہوتا ہے جو دوسروں سے سیکھے۔(اب کون سیکھتا ہے) ایک انٹرویو میں سینئر اداکارہ نے کہا کہ ہمارے دور میں ٹی وی پر کام کرنے کو معیوب سمجھا جاتا تھا اور خاندان والوں کی طرف سے بڑی سختی کا سامنا کرنا پڑتا تھا، آج کل پڑھے لکھے

اور اچھے گھرانے کے لڑکے اور لڑکیاں اس شعبے کی طرف آرہے ہیں جو خوش آئند ہے اور میں ان کا کام دیکھ کر خوش ہوتی ہوں۔ اداکارہ نے کہا کہ ہم تین بہنوں نے ٹی وی پر کام کیا ہے اور میری ایک عادت ہے کہ میں سب کی کامیابی پر خوش ہوتی ہوں۔(اس میں تو کوئی شک نہیں) انہوں نے کہا کہ مجھے معلوم ہے کہ محنت کیا ہوتی ہے اس لیے میں دوسروں کی کامیابی پر نہ صرف خوش ہوتی ہوں بلکہ ان کے کام کو سراہتی بھی ہوں۔

تنقید

معروف ٹی وی اداکارہ ماڈل وگلوکارہ ژالے سرحدی نے کہا ہے کہ آج کل اداکاروں کی توجہ دیہاڑی پر رہتی ہے۔(آپ بھی تو اسی فہرست میں شامل ہیں) موقع ملا تو ماہرہ خان یا ماورا جیسا رول کرنے کو ترجیح دوں گی۔(اگر کسی نے دیا تو) ان خیالات کا اظہار انہوں نے اپنے ایک انٹرویو میں کیا۔

ہندی میڈیم

اداکارہ صبا قمر بھارتی فلم ہندی میڈیم کی پروموشن کے لیے ممبئی پہنچ گئی ہیں جہاں وہ مختلف پروگراموں میں بھی شرکت کریں گی۔ میڈیا رپورٹس کے مطابق صبا قمر نے بھارتی ویزے کے لیے دو ہفتے قبل درخواست دی تھی جس پر انہیں تین روز قبل ویزا جاری کیا گیا جس کے فوری بعد وہ بھارت روانہ ہوگئیں۔ ذرائع نے بتایا ہے کہ شدت پسند افراد کی مخالفت کے خوف سے انہیں زیادہ شہروں کا ویزہ جاری نہیں کیا گیا کیونکہ

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

بعض شدت پسند پاکستانی فنکاروں کی مخالفت میں پیش پیش ہیں۔(پھر بھی ہم بھارت بھاگے جاتے ہیں)

کوئی سرحد نہیں

بالی ووڈ اور لالی ووڈ فلم انڈسٹری پر کم وقت میں چھا جانے والی خوبرو اداکارہ ماڑہ خان نے کہا کہ ہر کسی کو خوش رکھنا ممکن نہیں ہے، اس لیے صرف وہ کرتی ہوں جس سے خود خوش رہوں۔(خود پسندی) اگر کوئی مجھے پسند کرتا ہے تو بہت اچھا ہے اور اگر نہیں کرتا تو بھی اچھا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ میں اپنی شرائط پر کام کرتی ہوں اور کسی بھی جانب سے دباؤ کو خاطر میں نہیں لاتی۔ ایک سوال پر انہوں نے کہا کہ پاکستان میرا وطن ہے مگر اداکاروں کے لیے کوئی سرحد نہیں ہوتی، پوری دنیا ان کا گھر ہوتا ہے اور اداکار کسی بھی ملک کے سفیر ہوتے ہیں وہ اپنے ملک کا نام روشن کرنے کے لیے کام کرتے ہیں۔ پاکستانی فلم انڈسٹری میں بہت سی اچھی فلمیں بھی بن رہی ہیں۔(مذاق کر رہی ہیں) جب بھی میری ضرورت پڑی تو میں حاضر ہو جاؤں گی۔

محبتاں سچیاں

لالی ووڈ کے شوخ ہیرو ببرک شاہ نے کہا ہے کہ عاشق مزاج لڑکیوں کی موجودگی میں خوش رہتا ہوں، جانتا تھا بگ باس میں جانے کے لیے دینا ملک میری نہیں رہے گی، اپنی بیوی کو بتا کر دوسری شادی کروں گا۔(یہ بات تو آپ کے خون میں شامل ہے) کیونکہ کسی بھی تعلق کو جھوٹ سے شروع نہیں کرنا چاہیے ،دینا ملک کی ساتھ فلم محبتاں سچیاں میں دو مہینے دن رات ساتھ گزارا اور اس کے بعد ہماری لوسٹوری شروع ہوگئی مگر اس کہانی کا اینڈ انڈیا کے نجی چینل کے پروگرام بگ باس میں ہوا اس پروگرام سے پہلے میں دینا کے ساتھ جتنے جتن اور کوششیں کرسکتا تھا وہ میں نے کی کیونکہ میں جانتا تھا کہ اس پروگرام میں جانے کے بعد وہ میری نہیں رہے گی۔ اس لیے میں نے انہیں ہمیشہ کے لیے خدا حافظ کہا اور شادی کرلی۔

پہنچاننے سے انکار

دو روز قبل لاہور کے ایکسپو سینٹر میں ہونے والی ایوارڈ تقریب میں سینئر فنکاروں کو انتہائی ہتک آمیز رویے کا سامنا کرنا پڑا۔ فنکاروں کو پروٹوکول دینے کے لیے کوئی بھی موجود نہیں تھا۔ ٹی وی کی اداکارہ عائشہ خان جب تقریب میں شرکت کے لیے آئیں تو انتظامیہ کے لوگوں کو تلاش کرتی رہیں اور جب وہ ہال میں داخل ہونے لگیں تو گیٹ پر کھڑے گارڈ جو کہ نجی چینل کا اپنا ملازم تھا نے عائشہ خان کو نہ صرف پہچاننے سے انکار کیا بلکہ انہیں اندر داخل ہونے سے بھی روک دیا کیونکہ وہ بغیر کارڈ کے وہاں آئی تھیں۔ لیکن کیا عائشہ خان اتنی غیر معروف اداکارہ ہیں کہ کوئی انہیں پہچانے نہ۔(یہ تو اس تقریب کے سربراہ سے پوچھیں) اس ہتک آمیز رویے کا سامنا کرنے کے بعد عائشہ خان کافی دیر ایوارڈ منتظمین اور اداکارہ حمزہ علی عباسی کو تلاش کرتی رہیں جن کے پاس ان کا کارڈ تھا۔ ٹی وی کی معروف اداکارہ سجل علی نے صرف اس لیے ریڈ کارپٹ پر جانے سے انکار کر دیا کہ وہاں غیر معروف لوگوں اور ”سی کلاس فنکاروں“ کی بھرمار تھی۔

تین ایوارڈ

معروف اداکار احسن خان سال 2017ء میں بہترین اداکار کے تین ایوارڈ حاصل کرنے میں کامیاب ہو

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

گئے۔ (بالآخر محنت رنگ لے آئی) گزشتہ ماہ بہترین اداکار کا لکس ایوارڈ جیتنے کے بعد لاہور میں ہونے والے ایوارڈ شو میں احسن خان کو ایک مرتبہ پھر بہترین اداکار اور بہترین منفی اداکار کا ایوارڈ دیا گیا ہے۔ جس کے بعد احسن خان 2017ء میں تین ایوارڈ حاصل کرنے والے واحد اداکار ہیں۔

اداکارہ ریما

اداکارہ ریما نے نجی ٹی وی چینل کے مارننگ شو میں شرکت کی۔ انہوں نے شو کی میزبان کے سوالوں کے جواب دیتے ہوئے کہا کہ کھانے کے معاملے میں بڑی محتاط رہتی ہوں اور وہ کھانے خاص طور پر پکاتی ہوں جس کے فوائد زیادہ ہوں۔ اپنے شوہر کے لیے کھانا اپنے ہاتھ سے پکاتی ہوں (باقی خواتین تو بیروں کا استعمال بھی کرتی ہیں) اور ان کو میرے ہاتھ کے پکے ہوئے کھانے بڑے پسند ہیں۔ انہوں نے کہا کہ میری والدین سے گزارش ہے کہ وہ اپنی بچیوں کو شادی سے پہلے کھانے اور دیگر گھریلو امور کے بارے میں ضرور بتائیں تاکہ وہ سسرال میں جا کر اپنے لیے بہترین مقام بنا سکیں۔ (انہی باتوں کی وجہ سے تو آپ نے دیر کی)

مجبوری ہے بھئی

پاکستان ٹی وی انڈسٹری کے مشہور و معروف اداکار آغا علی اور سارہ خان نے سوشل نیٹ ورکنگ سائٹ انسٹاگرام پر باقاعدہ اپنے رشتے کا اعلان کر دیا ہے۔ دونوں نے اپنی ایک خوبصورت تصویر مداحوں کے ساتھ شیئر کی اور ساتھ میں ہیش ٹیگ کے ساتھ لکھا "یہ حقیقت ہے" یہ تصویر دیکھ کر مداحوں نے انہیں ڈھیروں مبارک باد سے نوازا ہے۔ واضح رہے کہ آغا علی نے اداکاری کے علاوہ ماڈلنگ اور صداکاری میں بھی خوب نام کمایا ہے، جبکہ سارہ خان نے اپنے کریئر کی ابتداء 2012ء میں نجی چینل سے بطور ثانوی اداکارہ کے طور پر کی تھی بعدازاں اپنی صلاحیتوں کی بدولت وہ شوبز انڈسٹری میں اہم مقام حاصل

کرنے میں کامیاب ہوگئیں۔

زینت خاتون

پاکستانی ہدایتکار اور اداکار عدنان سرور نے کامیاب فلم "شاہ" کے بعد دوسری فلم کا اعلان حال ہی میں کیا ہے۔ یہ فلم 'موٹر سائیکل گرل' زینت عرفان کی زندگی پر مبنی ہے، جس میں سوہائے علی ابڑو مرکزی کردار ادا کرتی نظر آئیں گی۔ خیال رہے کہ زینت پاکستان کی وہ پہلی نوجوان خاتون ہیں جنہوں نے بیس سال کی عمر میں موٹر سائیکل پر شمالی علاقوں کا سفر کیا۔ اس حوالے سے سوہائے کا کہنا ہے کہ فلم میں زینت کا کردار ادا کرنا میرے لیے اعزاز کی بات ہے، یہ کردار میرے لیے بے حد خاص اور میرے دل کے بہت قریب ہے، میں نے ہمیشہ خواتین کو باصلاحیت اور بااختیار انداز میں ہی سوچا ہے (سوچنا تو آپ کو اپنے بارے میں چاہیے تھا) معاشرے میں جن مشکلات کا سامنا خواتین کرتی ہیں، اس کو دیکھتے ہوئے اس قسم کے کردار بے حد ضروری ہیں، مجھے خوشی ہے کہ اس فلم کے لیے میرا انتخاب کیا گیا۔ فلم کی شوٹنگ لاہور اور شاہراہ قراقرم پر کی جائے گی اور اس کی ریلیز 2017ء کے آخر میں متوقع ہے۔

ڈیئر مایا

پاکستانی وی جے اور اداکارہ مدیحہ امام بھی بہت جلد بالی وڈ میں ڈیبیو کرتی نظر آئیں گی۔ (ان کی کسر تھی) مدیحہ امام بالی وڈ فلم "ڈیئر مایا" میں اداکارہ منیشا کوئرالا کے ساتھ کام کریں گی۔ اس حوالے سے اپنے ایک انٹرویو میں مدیحہ نے کہا کہ فلم میں میرے کردار کا نام عینا ہے، سولہ سال کی یہ لڑکی شملہ میں رہتی ہے، جس کی بہترین دوست کا نام ایرا ہے۔ عینا اپنے پڑوس میں

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

رہنے والی ایک خاتون کے بارے میں جاننا چاہتی ہے جو بیس سال سے اسی گھر میں رہائش پذیر ہیں۔اس فلم کی کہانی سنینا بھٹناگر نے لکھی اور انہوں نے ہی فلم کی ہدایات بھی دیں۔ مدیحہ نے مزید بتایا کہ اس فلم کی کہانی دوستی، پیار، خاندان اور زندگی کو بھرپور جینے کے حوالے سے ہے، میں اسے رومانوی یا کامیڈی تو نہیں کہوں گی، میرے خیال سے یہ ایک ڈرامہ فلم ہے۔ مدیحہ امام کے ساتھ ساتھ سنینا بھٹناگر بھی اس فلم کے ساتھ ہدایتکاری میں ڈیبیو کرنے جارہی ہیں۔مدیحہ امام کے مطابق فلم کی شوٹنگ کا تجربہ بے حد اچھا رہا، اس فلم کا بجٹ کافی کم تھا، میں نے منیشا کوئرالا کے ساتھ کام کیا، وہ بہترین اداکارہ ہیں۔(مکھن تو لگانا ہے بھئی)

مہر النساء وی لب یو

پاکستانی فلم "مہر النساء وی لب یو" کا پہلا ٹیزر ریلیز کردیا گیا، جو ٹیزر کم اور ٹریلر زیادہ نظر آرہا ہے۔ یاسر نواز کی پروڈکشن کمپنی کے بینر تلے بننے والی فلم کو کامیڈی قرار دیا گیا تھا۔ یاسر نواز نے اپنے ایک انٹرویو میں بھی یہی کہا تھا کہ یہ فلم رومانوی کامیڈی کہانی پر مبنی ہے، تاہم ٹیزر پر نظر ڈالی جائے تو اس میں صرف رومانس، ایکشن اور ڈرامے کو پیش کیا گیا۔ ایک منٹ چھبیس سیکنڈ دورانیے کے اس ٹیزر میں بولی وڈ ہدایت کار کرن جوہر کی فلموں کی جھلک نظر آئی، (ہم بھارتی فلموں سے متاثر جو بہت ہیں) برف کے پہاڑوں پر رومانوی گانے اور ایکشن سینز نے اس فلم کو بالی وڈ انداز دے دیا۔ فلم میں دانش تیمور اور ثناء جاوید نے مرکزی کردار ادا کیے ہیں۔

کام کو ترجیح

داکار ریمبو نے کہا ہے کہ پاکستان میں ٹی وی انڈسٹری پر کبھی زوال نہیں آیا فلموں کی آفرز ہیں مگر ٹی وی کو زیادہ اہمیت دیتا ہوں ٹی وی اسٹارز کا فلموں کی طرف آنا خوش آئند ہے لیکن ہمارے ڈرامے آج بھی عوام کی اولین ترجیح ہیں فلموں کی آفرز بہت زیادہ ہیں مگر فی الحال ٹی وی کو ترجیح دے رہا ہوں تاہم جب کبھی بھی کوئی اچھا اسکرپٹ ملا تو اسے ضرور ترجیح دوں گا۔(اسکرپٹ اچھا لکھتا کون ہے.....؟) انہوں نے کہا کہ بھارتی فلموں کی ریلیز سے سینما انڈسٹری کی ترقی ہوئی ہے۔ ہمیں اپنی فلموں کی تعداد کیساتھ ساتھ معیار کو بھی بہتر بنانا چاہیے۔

اسٹیج ڈرامے

فلم اسٹار ہما علی نے کہا ہے کہ اسٹیج ڈرامے میں جدت کی ضرورت ہے ایک ہی طرح کے اسٹیج ڈرامے اور جگتیں زیادہ عرصے تک نہیں چل سکتیں جس طرح ٹی وی ڈرامہ سیریل میں نئے رائٹر اور ڈائریکٹرز آگے آرہے ہیں اسی طرح اسٹیج ڈرامے کو بھی نئے خون کی ضرورت ہے۔(وہ خون آپ دیں) ہما علی نے کہا کہ مجھے چیلنجنگ کام کرنے میں مزہ آتا ہے کیونکہ آسان کام تو سب کر سکتے ہیں ہمارا اسٹیج ڈرامہ دنیا بھر میں دیکھا اور پسند کیا جاتا ہے(خوش فہمی.....) جو ہمارے لیے اعزاز کی بات ہے۔انہوں نے کہا کہ بھارت فلموں کی میدان میں ہمارے مقابلے سبقت لیے ہوئے ہے مگر اسٹیج ڈرامے میں بھارت کا ہم سے کوئی جوڑ نہیں ہے۔

قید

معروف اداکار و ماڈل میکال ذوالفقار اور حمائمہ ملک ایک ساتھ پردہ اسکرین پر نظر آئیں گی فلم کا نام "قید" بتایا جارہا ہے اس کی شوٹنگ عیدالفطر کے بعد شروع کی جائے گی۔ میکال اس وقت بھی تین فلموں کی شوٹنگ میں مصروف ہیں جن میں اے دل میرے چل رے، نابینڈ نا باراتی اور داٹرائل شامل ہیں، قید کی شوٹنگ لندن، کشمیر اور کراچی میں کی جائے گی۔

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

خدیجہ احمد

نوزائیدہ بچوں کو سکون بخشنے کی قدیمی تکنیک

چھوٹے نوزائیدہ بچوں کو عموماً ایک بڑے کپڑے یا کمبل میں ایک مخصوص انداز سے لپیٹنے کی تکنیک قدیم وقتوں سے مائیں اور بزرگ خواتین استعمال کرتی چلی آرہی ہیں لیکن نوعمر اور جدید دور کی دلدادہ مائیں سویڈنگ (Swaddling) کے فوائد اور اس طریقہ کار سے نابلد ہونے کی وجہ سے تیکنیک کا موثر استعمال نہیں کرپاتی ہیں اور یوں نوزائیدہ بچے ٹھنڈ لگ کر بیمار پڑنے اور ہوا کے براہ راست جسم پر پڑنے سے کمزوری کا شکار ہوجاتے ہیں۔

Swaddling (کپڑے میں لپیٹنا) نوزائیدہ بچے کو آسودگی وسکون بخشنے والی ایسی تیکنیک ہے جو آرام کے ساتھ ساتھ بچے کو گرماہٹ اور تحفظ کا احساس بھی فراہم کرتی ہے۔

Swaddling سویڈنگ کی تیکنیک کو انجام دینے کے لیے تقریباً سوا گز چوکور (چاروں کونوں کی لمبائی یکساں ہو) کپڑا درکار ہوتا ہے۔ کپڑا ذرا موٹا اور دبیز ہونا چاہیے جیسے سوتی فلالین یا تولیے کا کپڑا بھی مناسب رہتا ہے۔ کپڑے کو پہلے بستر یا نرم جگہ پر بچھا کر اس کے ایک کونے کو (بالشت بھر) اندر کی جانب فولڈ کردیں اب بچے کو کپڑے پر اس طرح لٹائیں کہ اُس کا سر اس فولڈ کیے ہوئے حصے پر ہو اور اس کے پیر فولڈ کیے ہوئے حصے کے مقابل کونے پر ہوں اور دائیں طرف کے کونے کو اٹھا کر بچے (ہاتھوں کو اندر رکھتے ہیں) کی کمر کے نیچے (بائیں جانب) دبادیں۔ اب پیروں کی طرف کے کونے کو اٹھا کر بچے کے سینے کی جانب لے جائیں اور (جہاں سے دایاں کونا بائیں طرف گیا ہے) کپڑے کے اندر (گلے کے قریب) دبادیں اور بائیں طرف کے کونے کو اٹھا کر دائیں جانب لپیٹ دیں۔ اس طرح بچہ کپڑے میں پوری طرح لپیٹ جائے گا اور صرف اُس کا سر اور چہرہ کھلا رہے گا۔ نوزائیدہ بچوں کو اس طرح لپیٹ دینے سے (خاص طور پر نہلانے اور نیپی وغیرہ بدلنے کے بعد) وہ بہت پرسکون ہوکر سوتے ہیں چڑچڑاپن ظاہر نہیں کرتے اور تیزی سے بڑھتے بھی ہیں۔ اس سلسلے میں اس بات کا بھی خاص دھیان رکھیے کہ کبھی بھی بچے کو سختی سے یا ٹائیٹ مت لپیٹیں کیونکہ زیادہ سختی سے لپیٹنے کی صورت میں بچے کا دم بھی گھٹ سکتا ہے۔ آج کل بازار میں طرح طرح کے دلکش ڈیزائن کے حامل آرام دہ اور پائیدار میٹریل میں سیکڑوں اقسام کے Swaddling Cloth اور Swaddling Blanket دستیاب ہیں جس میں سر والے کونے کو تکونہ سی کر بقیہ تینوں کناروں کو سادہ چھوڑ دیا جاتا ہے جو بچے کے سر کو ٹوپی کی طرح ڈھک لیتا ہے یہ بھی استعمال میں مؤثر ثابت ہوتے ہیں۔

یہ بچے کو آسودگی فراہم کرنے کی ایسی تکنیک ہے جو آرام کے ساتھ ساتھ گرماہٹ اور تحفظ کا احساس دیتی ہے۔

نولود کا یرقان

عموماً پیدائش کے چند دن بعد بچے کی جلد میں زردی نمایاں ہونے لگتی ہے، جو یرقان کی علامات میں سے ایک ہے۔ معالجین اسے ایک عام سی بات سمجھتے ہیں اور نومولود کو کوئی دوا دینے سے گریز کرتے ہیں۔ اس ضمن میں وہ بچے کو سورج کی روشنی میں لٹانے کا مشورہ دیتے ہیں۔ اس کے علاوہ گھر کی تجربہ کار خواتین اپنے ٹوٹکے بھی آزماتی ہیں۔

پیدائش سے قبل بچے کے خون میں موجود ہیموگلوبن (Haemoglobin) یعنی خون کے سرخ ذرات توڑ پھوڑ کے عمل سے گزرتے ہیں۔ جگر میں موجود ایک رطوبت، جسے "بلی روبن" (Bilirubin) کہا جاتا ہے، چکنائی کو ہضم اور جذب کرنے کے لیے ضروری ہوتی ہے۔ پیدائش کے چوبیس گھنٹے بعد ایک صحت مند بچے کے خون میں "بلی روبن" کی سطح کافی حد تک بڑھ جاتی ہے۔ نومولود کے جگر میں بالغوں کے جگر کی مانند اس قدر زیادہ "بلی روبن" کو برداشت کرنے کی صلاحیت نہیں ہوتی۔ بچے کے ایک لیٹر خون میں "بلی روبن" کی سطح ۱۲۰ ملی گرام تک پہنچ جائے تو اس حالت کو یرقان سمجھا جاتا ہے۔ ایشیائی ممالک میں یرقان کی شرح نومولود میں زیادہ ہے۔

امریکی اکیڈمی برائے اطفال نے بچوں کے یرقان پر کافی تحقیق کی ہے اور اس ضمن میں انھوں نے دھوپ کے ذریعے سے علاج کو کامیاب قرار دیا ہے۔ دراصل "بلی روبن" سورج کی شعاعوں کو جذب کرلیتی ہے اور ایک ایسے مرکب میں

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM

Downloaded From Paksociety.com

تبدیل ہوجاتی ہے، جوازخود جسم میں تحلیل ہوجاتا ہے۔
ماضی میں ماں کے دودھ کو یرقان کا سبب سمجھا جاتا تھا اور بچے کو ماں کا دودھ دینا بند کردیا جاتا تھا۔ بعض اوقات یہ عمل وقتی طور پر اور بعض اوقات مستقلاً کیا جاتا تھا۔

اس کے علاوہ بہت سے ماہرین صحت اس بات پر یقین رکھتے تھے کہ ماں کے دودھ کے ساتھ ساتھ بچے کو پانی اور کچھ مزید مشروبات دینے ضروری ہوتے ہیں، بصورت دیگر بچہ پانی کی کمی کا شکار ہوجاتا ہے۔ جدید تحقیق نے یہ ثابت کردیا ہے کہ یہ تمام باتیں درست نہیں ہیں۔ پیدائش کے فوراً بعد ماں بچے کو وقفے وقفے سے دودھ پلائے تو بچے کے جسم میں پانی کی ضروری سطح برقرار رہتی ہے، جس کے نتیجے میں اس کے جسم سے فضلہ صحیح طور سے خارج ہوتا رہتا ہے۔ بچے کی آنتوں میں ''میکونیئم Meconium'' نامی سیاسی مائل مرکب ہوتا ہے، جسے بعد از پیدائش فضلے میں خارج ہوجانا چاہیے۔ اس مرکب میں تقریباً ۴۵۰ ملی گرام ''بلی روبن'' موجود ہوتی ہے، جو کہ کافی زیادہ مقدار ہے اور اس کا بچے کے جسم سے بروقت خارج ہونا بہت ضروری ہوتا ہے، بصورت دیگر وہ آنتوں کے ذریعے سے جسم میں دوبارہ جذب ہوکر خون کا حصہ بن سکتی ہے، جو یرقان کا سبب بن جاتا ہے۔ اس لیے بچے کا فضلہ زیادہ سے زیادہ خارج ہونا، بلی روبن'' کی سطح کو کم رکھنے کے لیے بے حد ضروری ہے۔ اس سلسلے میں امریکی اکیڈمی برائے اطفال کے ماہرین یہ مشورہ دیتے ہیں کہ ایک وقت میں زیادہ دیر تک دودھ پلاتے رہنے کے بجائے ماں کو چاہیے کہ وہ وقفے وقفے سے تھوڑا تھوڑا کرکے دودھ پلائے، تاکہ بچہ زیادہ سے زیادہ فضلہ خارج کرسکے۔ اس طرح چوبیس گھنٹے میں کم از کم آٹھ سے دس مرتبہ دودھ پلایا جائے۔ پانی یا کسی اور مشروب سے یہ عمل ممکن نہیں ہے۔

نومولود کے یرقان کی دو اقسام ہوتی ہیں۔ جو قسم عام ہے، وہ بچے کی پیدائش کے دوسرے سے پانچویں دن کے دوران شروع ہوتی ہے اور دس دن تک قائم رہتی ہے۔ اس قسم کا یرقان کسی بھی ماں کے صرف پہلے بچے کو ہوتا ہے۔ ایسی حالت میں بچے کے فضلے کے اخراج کا عمل درست نہیں ہوتا۔ عام طور پر اس کے اسباب میں ماں کی چھاتی میں دودھ کی کمی، ماں کا کم دودھ پلانا یا بچے کے فضلے کے اخراج میں کمی شامل ہیں۔ اگر ماں کی غذا اچھی نہ ہونے کی وجہ سے چھاتیوں سے دودھ کم اترتا ہے تو اس مسئلے کے حل کے لیے ماں کو بہتر غذا دینے کے ساتھ اسے خاص قسم کے ضمیمے بھی کھلانے چاہئیں۔ اگر مندرجہ بالا اسباب میں سے کوئی ایک سبب بھی معلوم ہوجائے تو اس کو دور کرنے کی کوشش یرقان کو ختم کرنے میں معاون ثابت ہوسکتی ہے، بصورت دیگر بچے کا دھوپ کے ذریعے سے علاج کرنا چاہیے۔

یرقان کی دوسری قسم بچے کی پیدائش کے پانچویں سے دسویں دن کے درمیان شروع ہوتا ہے اور ماں کا کوئی سا بھی بچہ اس میں مبتلا ہوسکتا ہے۔ یہ قسم پہلے بچے سے مشروط نہیں ہے۔ بچے کے فضلے کا اخراج بھی نارمل ہوتا ہے اور اس کا تعلق ماں کے دودھ کی کمی سے بھی نہیں ہوتا، اس لیے اس قسم کے یرقان کا واحد علاج سورج کی شعاعیں ہیں۔

احتیاطی تدابیر:

بچہ اگر چوبیس گھنٹے تک فضلہ خارج نہ کرے تو اس کا حل ڈھونڈنا چاہیے۔ دودھ پلانے کا طریقہ کار وقفے وقفے سے اور تھوڑا تھوڑا ہو۔ پانی یا کوئی اور محلول دینے سے گریز کریں۔ بچے کے وزن کا خیال رکھیں اور ایک بات ہمیشہ یاد رکھیں کہ نومولود کے یرقان سے یہ بات ہرگز ثابت نہیں ہوتی کہ ماں کا دودھ خراب ہے یا اس میں کوئی بیماری ہے۔ اس لیے ماں کا دودھ نہ چھڑوائیں، البتہ اگر ماں خود یرقان کی مریضہ ہو یا پہلے رہی ہو، ماں کا کوئی بچہ پہلے بھی یرقان کا شکار رہا ہو، موجودہ بچے کے یرقان کو بھی دس دن سے زائد ہوچکے ہیں اور بلی روبن'' کی خون میں مقدار بھی حد سے تجاوز کرگئی ہو تو ایسی صورت میں معالج کے مشورے کے بعد ماں کا دودھ چھڑوانا لازمی ہوجاتا ہے۔

نومولود کا یرقان اگر مختصر میعاد تک رہے اور جو احتیاطی تدابیر اور علاج بتائے گئے ہیں، ان سے یرقان ختم ہوجائے تو یقینی طور پر یہ صورت حال خطرناک نہیں ہوتی، البتہ میعاد کی زیادتی اور خون کے معائنے میں ''بلی روبن'' کی خطرناک سطح اس بات کو ظاہر کردے کہ یرقان خطرناک حد میں داخل ہوگیا ہے تو ایسی صورت میں گھریلو علاج کے بجائے فوراً معالج سے رابطہ کرنا چاہیے۔

DOWNLOADED FROM PAKSOCIETY.COM